ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے مینجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانوں اس کام میں ہماری مدد کرو + مینجر

خضابوں کا بادشاہ

خضاب فیروزی

ایک لاجواب حیرت انگیز ایجاد ہے دنیا بھر کا کوئی خضاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سفید بالوں کو فوراً قدرتی بالوں کی مانند بھیاہ و ملائم کر دیتا ہے جلد پر داغ و دھبہ ہرگز نہیں دیتا کاسٹک وغیرہ سے بالکل پاک ہے تھوڑے ہی عرصے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں اور مشہور سرٹیفکیٹ آچکے ہیں موجد کا دعویٰ ہے اگر خضاب فیروزی حسب تحریر کے مطابق نہ ہو تو مبلغ یکصد روپیہ بطور ہرجانہ لینے کا ہر شخص اختیار ہے ایک مرتبہ منگوا کر ضرور آزمائیں اور ہمیشہ کے واسطے بیٹھو۔ کارخانہ خضاب فیروزی لائلپور پنجاب

بنارسی تحفے

ہر قسم کے بنارسی کپڑے یعنی دوپٹے بھاڑیاں عمامے تھان کاسی سلک۔ موزے سلک مخمل کمخواب۔ گوٹے لچکے پٹڑی بنارسی پائدار۔ زیب فینسی چوڑیاں چوبی و پیتل کے کھلونے وغیرہ وغیرہ بکفایت حسب ذیل پتہ سے فوراً بذریعہ وی۔ پی یا نقد قیمت پر مل سکتے ہیں۔ ایکبار منگا کر آزمائیے اور دوبارہ فرمائش کیجیئے آرڈر دیتے وقت مہربانی کرکے اخبار کا حوالہ دیں

احسان اینڈ کو بنارس چھاؤنی



Khwaja Kamal-ud-Din.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۹۵۹ء

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

تنقیح ۱۹۵۹

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۷) بابت ماہ جنوری

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس محترم بزرگ کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنہوں نے تثلیث کے مرکز (انگلستان) میں ایک مسلم مشن کی بُنیاد رکھ کر ان شیدائیان اسلام کے نقش قدم پر چلے جنہوں نے دین متین کیخاطر اپنے گھروں کو اور بیوی بچوں کو چھوڑا اور ہر ایک قسم کے تعلقات محبت کو خدا اور اس کے رسُول اکرم صلعم کی محبت پر قربان کردیا۔ اور دوسروں کو راہ راست اور ہدایت پہ لانا ہی سب سے بڑی عزت و دولت سمجھا۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں جنہوں نے اسلامی مشن کی بُنیاد انگلستان میں فروری ۱۹۱۳ء میں مسجد ووکنگ میں رکھ کر غیر مسلم اقوام یورپ کو اسلام کی دعوت بذریعہ تحریر و تقریر دینی شروع کی۔ اور اہل اسلام کو اشاعت دین اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اس مہتم بالشان اشاعت دین اسلام کے کام کو ہاتھ میں لے کر قرون اولے کے شیدائیان اسلام کا نمونہ دکھایا ہے آجکل آپ سماٹرا۔ جاوا۔ برہما کا دورہ فرما رہے ہیں۔ اُمید واثق ہے۔ کہ عنقریب

لیکچر کے بعد مولوی مصطفٰے خان صاحب نے مسٹر ولیم کے قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسٹر خالد شیلڈرک نے مختصراً اُن کے متعلق حاضرین کو بتایا کہ وہ اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور اس کو کس طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد اب مسلمان ہُوئے ہیں +

مسٹر ولیم بھی جو ایک درمیانی عمر کے خوب شاندار آدمی ہیں مجمع عام میں کھڑے ہُوئے اُن کو اسلامی نام حمید اسی وقت دیا گیا۔ اس کے دوسرے ہی دن مسٹر موصوف نے گھر جا کر ایک پونڈ مشن کے لئے بھیجا۔ فجزاہ اللہ خیرا +

لندن میں مشنریوں کی تعلیم کیلئے سکول

شاید ہمارے احباب کیلئے یہ سُننا موجب حیرت ہوگا کہ لندن میں ایک باقاعدہ سکول عیسائی مشنریوں کی تیاری کے لئے قائم ہے۔ جس کا نام ہے "قومی بورڈ آف سٹڈی فار دی پیپریشن آف مشنریز" اس بورڈ کا نیا سیشن ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء سے شروع ہؤا ہے۔ اور بقول چرچ فیملی نیوز پیپر کنگس کالج میں بورڈ کی طرف سے طلباء کیلئے بائبل کی تعلیم کے علاوہ عام مذاہب پر بھی خاص لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان عام مذاہب میں مذہب کنفیوشش۔ اسلام ہندو مذہب کے نام خاص طور پر لئے گئے ہیں +

یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہر عملی زندگی کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں جن کا اوڑھنا بچھونا محض سیاست اور ڈپلومیسی ہے لیکن باوجود اس کے اپنے مذہب کے پھیلانے کی کوشش میں وہ باقاعدگی کے ساتھ منہمک ہیں۔ اور درحقیقت انگلستان کو دُنیا کے ہر حصہ پر متسلّط کرنے میں عیسائی مشنریوں کا بہت کچھ دخل ہے۔ ہر دُور دراز علاقہ میں پہنچ کر اپنی باتوں کو پہنچانا خواہ وہ کیسی غیر معقول کیوں نہ ہوں اُن لوگوں نے اپنا ضروری فرض قرار دے رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے سیاسی عروج کیلئے بھی وہ کوشاں رہتے ہیں +

کاش مسلمان اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں۔ اور دیانت و امانت کے ساتھ محض ... لگ جائیں تو تمام قومی امراض کا دفعیہ بہت جلد ہو سکتا اور اسی طرح

ترقی پر پھر پہنچ سکتے ہیں۔ جس پر سے اپنی ناکرداریوں کی وجہ سے گرائے گئے ہیں +

امریکہ میں اسلام کی حالت

گذشتہ ہفتہ اسلام کے متعلق ان غلط فہمیوں کا ذکر کیا جاچکا ہے جو جرمنی میں ایک مصری مسلمان کو معلوم ہوئی ہیں۔ یُوں تو عام طور پر مغرب اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے لیکن امریکہ کی حالت سب سے بدترین ہے +

ایک ہندوستانی طالب علم جو حال ہی میں تعلیم کیلئے امریکہ پہنچے ہیں اپنے تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہندوستانیوں کو یہاں عام طور پر بندر کہتے ہیں سمجھتے ہیں انڈین کہنے سے ہماری ہتک ہوگی (شاید اسلئے کہ امریکہ کے ریڈ انڈین اُن کے زیر نظر ہوتے ہیں) مسلم کو تو کوئی جانتا بھی نہیں۔ محمڈن کہنے سے کچھ سمجھ آتی ہے لیکن وہ بھی اُلٹی۔ کچھ سمجھایا جائے تو پُرانے خیالات کا ازالہ ایک بہت ہی مشکل بات ہے آج کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کل پھر وہی بات +

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل مغرب نے باینہمہ علم و تہذیب دوسری اقوام اور بالخصوص چالیس کروڑ انسانوں کے مذہب کو صحیح طور پر سمجھنا یا اسکی تحقیقات کرنا ضروری نہیں سمجھا کاش اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ان کی نابینائی کو صحیح علوم کے سُرمہ سے دُور کریں۔ مسلمان طالب علم جو ان ممالک میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اس کام کو ساتھ ساتھ بڑی خوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اگر اس ذمہ داری کا احساس انہیں ہو +

دوست محمد از ووکنگ

اِصلاح

(از قلم جناب علامہ مولانا مولوی محمد مارمڈیوک پکتھال نومسلم)

جو انقلاب اسلام نے دُنیا میں پیدا کیا۔ اور جو کچھ تغیر اسکی تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں کر دکھلایا وہ کوئی فرضی قصہ نہیں وہ ایک ایسی کامیابی ہے جو آنکھوں کو نظر آتی ہے اور جس کا

ثبوت بیّن طور پر ملتا ہی۔ یہ انقلاب اس تبدیلی کی طرح پوشیدہ اور نہ معلوم نہیں جس کا ظہور یسوع مسیح کے صلیب پر چڑھانے کی وجہ سے ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے ساتھ ابھی تک وہی گناہ عظیم لگا ہوا ہے جو دنیا میں کفارہ سے پیشتر موجود تھا وہ اپنے دل میں کوئی بہتر تبدیلی محسوس نہیں کرتے۔ ہر اتوار کو مقدس پادری صاحبان رحم اور معافی کے لئے پکارتے ہی ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے گناہوں کا اعتراف ان الفاظ میں کہ ہم بدبخت گناہگار ہیں کرتے ہیں انہیں بالکل سمجھ نہیں کہ انسانی قلب کی حالت کفارہ جیسے امر سے تبدیل نہیں ہوتی تغیر تو تب پیدا ہوتا ہے جبکہ دل پر اثر ہو۔ اور اس غرض کیلئے ایک زبردست اخلاقی اثر ہونا چاہئے۔ مگر اس قسم کے اثر کی ایک روشن اور بےنظیر مثال پیغمبر اسلام صلعم ہی سے ہمیں ملتی ہی۔ آپ خوب جانتے تھے۔ کہ انقلاب کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے ملک میں بُت پرستی عیاشی اور دیگر اخلاق کو تباہ کرنیوالی بُرائیوں کا خوب دور دورہ تھا۔ لوگوں کی اخلاقی حالت اس درجہ گری ہوئی تھی کہ شرم اور حیا کا احساس تک بھی ان میں نہ تھا۔ مال و جان ہر وقت خطرہ میں تھے جبر و تشدد جائز قرار دیا جاتا تھا اور دن دہاڑے لوٹ مار کرنا ایک معمولی بات تھی۔ شرط لگانا۔ جوا کھیلنا اور شراب پینا وہاں کے لوگوں کا بڑا مشغلہ تھا۔ اور انہیں باتوں کو وہ باعث تفریح خیال کرتے تھے۔

یہ صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر صلعم کے سامنے نہایت ہی مشکل اخلاقی اور قومی سوالات پیش تھے جن از نوہمات مسائل سی اصلاح کا ہونا تو ایک غیر ممکن امر تھا۔ اور انسانی قلب پر نمونہ ہی کا زوردار اثر ہو سکتا ہے۔ رسول اقدس صلعم خود راسخ الاعتقادی کے ایک زبردست نمونہ تھے اور اعمال صالح کی طرف آپ کی توجہ اور رجحان کبھی کم ہونیوالا نہ تھا چنانچہ آپ کے مخالف بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے نہایت خلوص اور دیانتداری سی اس مبارک اور اعلیٰ کام کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے ہر ایک کام سے صداقت ٹپکتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کو تمام لوگ الامین یعنے صادق کے نام سے پکارتے تھے۔ لہٰذا آپ سے زیادہ ترموزوں کوئی شخص نہ تھا۔ جو ایسی قوم کو پھر زندہ کرتا جس نے عیاشی اور بدکاری کی بُری راہوں پر قدم مار رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے محبت دیانت و

نیک نیتی ایثار و انکسار۔ پاکیزہ چلن و حسن اخلاق۔ راستبازی اور صداقت سے محبت بچوں سے اُلفت اور مستورات کی تعظیم و تکریم۔ مظلوموں سے ہمدردی اور سچی حُبّ الوطنی یہ تمام اخلاق آپؐ کے اسقدر زبردست تھے۔ کہ کوئی بدی ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکتی تھی۔ چنانچہ آپؐ کے اثر سے شرابخور زاہدوں کے رنگ میں رنگے گئے۔ اوباشوں میں ولیوں کی سی جھلک دکھائی دینے لگے۔ ڈاکو دیانت و امانت کے لحاظ سے نگینے۔ اور بدچلن پاکدامنی کا نمونہ خیال کئے جانے لگے۔ اسی طرح جاہل اور وحشی علم و فضل کے منبع اور تہذیب کے علمبردار نظر آنے لگے۔ ایشیا شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ تہذیب اور تربیت کے معاملہ میں بہت حد تک اسلامی اثر ہی کے ممنون ہیں اور اس بڑے انقلاب کی شہادت دیتے ہیں جو سب پر ظاہر ہے۔ اور جو محض پیغمبر اسلام صلعم کے پاک اثر سے ظہور پذیر ہوا۔ جہاں کہیں اسلام گیا وہاں لوگوں کے اخلاق کو اعلیٰ اور مکمل کر کے انہیں برگزیدہ بنا لیا۔ اور در حقیقت انسانی ہستی کا اصل مدعا بھی یہی ہے۔ اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر نسل انسانی کے محسن کی محبت لوگوں کے دلوں میں سخت جاگزین ہو جائے۔ اور نہ یہ بھی حیرت انگیز امر نہیں اگر رسول اکرم صلعم کے پاک نام پر لکھوکھا مخلوق نے اپنی جان دی اور اب بھی دینے کو تیار ہے۔ کیونکہ آپؐ نے لوگوں میں ازسرِنو رُوح پھونکدی۔ اور انکی اصلاح کی۔ آپؐ کے نام سے پیار اور محبت جسقدر آپؐ کی زندگی میں مسلمانوں کو تھی اسیقدر اب بھی موجود ہے۔ جو حقیقی عزت و توقیر آپؐ کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں تھی اس وقت بھی اتنی ہی ہے اور اسیطرح اسمیں بھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ آپؐ کی محبت و فرمانبرداری کسی توہم پرستی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ ان حیرت انگیز کامیابیوں کے ماتحت تھی جو آپؐ کو اخلاقی اور قومی اصلاحوں کے میدان میں ہوئیں۔

پیغمبر اسلام نے ایک نہایت قیمتی اور عظیم الشان انقلاب خدا اور اُس کے کلام پاک کی مدد سے جو آپؐ پر نازل ہوا پیدا کیا۔ اس کلام کی مثال آپؐ اس عنصر سے دیتے جو انسان کے اندر رُوح پھونکدیتا ہے۔ اور فرماتے کہ یہ اس پانی کی طرح ہے جو خدا آسمان سے اُتارتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ تمام مُردہ زمین ازسرِنو زندہ ہو جاتی ہے۔ جناب مسیح کا بھی یہی خیال تھا۔ اور وہ اس خیال کو اس طرح ظاہر

کرتے ہیں کہ انسان روٹی ہی سے زندہ نہیں رہتا لیکن ان الفاظ سے جو خدا کے منہ سے نکلتے ہیں۔ اور پھر ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک تمہاری طہارت اور تمہارا تقویٰ فریسیوں کے تقوے سے بڑھ کر نہ ہوگا تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس سے واضح طور پر کوئی اور کلام حقیقت کی راہ نہیں دکھلا سکتا اور کوئی بات اس سے زیادہ پر زور الفاظ میں یہ نہیں بتلاتی کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اصلی تقویٰ اور راستبازی کی از حد ضرورت ہے۔ اور ہماری طہارت اور ہمارا تقویٰ اس درجہ تک پہنچنا چاہئے کہ اس سے خدائی صفات کی جھلک نظر آئے۔ تاکہ جو خداوند تعالیٰ کا منشا ہے وہ پورا ہو۔ انجیل میں لکھا ہے کہ تم کامل ہو جاؤ جس طرح کہ تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے۔ اس آیت کا ایک ایسے روحانی انقلاب کی طرف اشارہ ہے جو اس انقلاب سے بالکل جدا ہے جسے جناب مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ انکے اس کلام کا مقابلہ پیغمبر اسلام کے ان الفاظ سے کرو جس کا نصب العین ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اندر صفاتِ الٰہی پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللّٰہ) ان ہر دو کلام کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں پیغمبر ان طریقوں کو خوب سمجھتے تھے جن سے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ آجکل کی عیسائیت میں اسکے بانی کے اصول اور تعلیم کا پتہ نہیں چلتا۔ اس قسم کی عیسائیت کا اُسے (مسیح) کو خود بھی علم نہ تھا۔ اور نہ اسکے حواریوں کو جو انکے قدموں میں بیٹھتے ان سے گفتگو کرتے انکے ساتھ کھاتے پیتے اور انکی تکالیف و مصائب میں شریک رہتے اور انکے منہ سے انکی تعلیم کو صاف اور مشرح طور پر سنتے تھے موجودہ عیسائیت اور اسکی تعلیم کا بانی سینٹ پولوس ہے اسکا مقولہ تھا کہ ہر ایک چیز انسان کیلئے جائز ہے اور چونکہ وہ رومی اور یونانی علم الٰہیات میں خوب ماہر تھا۔ لہذا اپنے مذہب و معتقدات کو اسی علم کی شکل میں پیش کرکے وہ لوگوں کی نظروں میں عزیز بنگیا اسکا مذہب اسلئے قائم ہو گیا کہ وہ لوگوں کے توہمات اور سابقہ قائم شدہ خیالات کے مطابق تھا لیکن اصل مسیحی مذہب میں تحریف ہوگئی اور وہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو گیا جو خوبصورت شکل روحانی انقلاب کی جناب مسیح نے پیش کی تھی اسکی جگہ دھندلا سا خیال انقلاب کا باقی نظر آتا ہے جو بالکل بیہودہ ہے اور آجکل کی ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کی اس سے تسلی بھی نہیں ہوتی پادری صاحبان بہت مایوس ہوتے ہیں جبکہ وہ لوگوں کو یوسی مذہب سے مرتد ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن انکی مایوسی لاحاصل ہے کیونکہ جو بات انسانی فطرت کے مطابق نہیں اُسے انسان چھوڑ ہی دیتا ہے فقط

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

حسب اعلان رسالہ دسمبر ۱۹۲۰ء ذیل میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کی جدید تصنیف

"اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"

کے چند ابتدائی اوراق ہدیہ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ مترجم

آج کے دن ٹھیک سات سال ہوئے جب میں پیرس میں ایک مذہبی کانفرنس کے سامنے اسلام کی خصوصیات پر تقریر کر رہا تھا۔ اس مجلس نے کُل علماء مغرب کو تحقیق مذہب کیلئے فرانس میں جمع کیا تھا۔ اس کے مقاصد نہایت اہم اور نتیجہ خیز تھے۔ بد قسمتی سے آتش جنگ نے عین اس وقت اُسے بھسم کر دیا جب اراکین مجلس کُل دُنیا کو کسی ایک حقیقی مذہب پر جمع کرنا چاہتے تھے۔ اس مجلس کا مقصد عظیم یہ تھا۔ کہ یا تو مُروّجہ مذاہب میں سے صحیح مذہب کا انتخاب کیا جائے یا کسی مذہب حقّہ کے صحیح اصُول تلاش کر کے کسی جامع مذہب کی بُنیاد ڈالی جائے +

میرے سوا کے لئے یہ مجلس کچھ کم دلچسپی اپنے اندر نہ رکھتی تھی۔ میں تو بلا دعوت بھی پہنچ جاتا لیکن سکرٹری کانفرنس نے مجھے بطور مہمان کانفرنس شمولیت کیلئے دعوت دی۔ چنانچہ میں دو دن پہلے پیرس پہنچا۔ منتظمانِ جلسہ کے استفسار پر میں نے اپنی تقریر کے لئے آخری دن تجویز کیا۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ اول میں اُن فضلاء دہر کی باتیں سُن کر وہ اُمور اخذ کرلوں۔ جو مغربی فضیلت و تحقیق کے نزدیک کسی مذہب حقہ کے مابہ الامتیاز ہو سکتے تھے۔ تاکہ اگر وہی باتیں یا ان سے بہتر اسلام میں ہوں تو انہیں پتہ دوں۔ کہ جن باتوں کی تلاش نے انہیں وہاں جمع کر رکھا ہے۔ وہ تیرہ سو برس سے قرآن کریم میں موجود ہیں میری حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ تھی۔ جب میں نے ان محققان زمانہ کو صحیح

مذہب کا معیار وہ باتیں ٹھیراتے دیکھا جو در اصل اسلام کی امتیازی خوبیاں ہیں
میں یہاں اس امر کو بیان کرنا خارج از بحث سمجھتا ہوں۔ کہ میری تقریر نے
میرے سامعین کو کہاں تک گرویدہ کیا۔ اسقدر کہنا کافی ہو گا۔ کہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۳ء
کو جب پیرس سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک قدیمی شاہی محل میں مہمانان کانفرنس
کو ایک پارٹی دیگئی تو ساتھ مختلف علماء مغرب نے مجھ سے بغرض تعارف تبادلۂ
کارڈ کیا۔ اور میری تقریر کے مختلف پہلوؤں پر مجھ سے گفتگو کرتے رہے +

یہاں تو ظاہر ہے کہ یہ اکابرین دہر مروجہ مذہب مغرب سے بیزار ہو چکے تھے۔ ان کا
یہ کانفرنس کرنا ہی اسبات کی شہادت دے رہا تھا۔ ان میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر
مغربی فلسفہ الٰہیات کے ڈاکٹر اور مسیحی کلیسیا کے کئی ایک اُسقف بھی تھے
انہوں نے وہ وجوہ بھی بتلائے جو مذہب کلیسیا سے انکی بیزاری کا موجب تھے۔
ایک بات جو میں نے تقریباً ہر ایک ایسی تقریر میں سُنی وہ اس فرقہ بندی سے بیزاری
تھی۔ جس نے آج عیسائیت کو تقریباً پانچسو شاخوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔
گوٹنجن ([illegible]) (جرمنی) یونیورسٹی کے پروفیسر نے اپنی تقریر میں
یہ کہا کہ موجودہ عیسائیت کے بطلان کے لئے یہ فرقہ بندی کافی ہے۔ وہ کہنے لگے
کہ صداقت ذو وجہین نہیں ہوسکتی۔ صداقت ایک ہی پہلو رکھتی ہے۔ اگر
کسی مذہب میں ایک سے زیادہ ایسی جماعتیں ہوں جو اصولاً ایک دوسرے سے
اختلاف رکھتی ہوں۔ یعنی اس کے ماتحت مختلف فرقہ جات ایسے امور میں
ایکدوسرے سے اختلاف رکھیں جن کا ماننا جزو ایمان ہے تو وہ مذہب بہت
ہی کم اپنے اندر صداقت رکھتا ہے۔ اس تقریر کی تائید میں ایک اور جرمن پروفیسر
نے یہاں تک کہدیا۔ کہ مذہب کلیسیا مغرب میں ایک بڑی لعنت ہے۔ اور وہ لعنت
اس کے اندر فرقہ بندی ہے۔ میں یہ باتیں سُن کر دل ہی دل میں حیران تھا۔ کہ مولا کریم
اگر تیرے مذہب اسلام میں بھی فی الواقع فرقے ہیں جیسے آجکل کے مسلمان سمجھ رہے
ہیں تو میں تو تبلیغ اسلام کے لئے یورپ میں آیا ہوں۔ اور عنقریب ان ہی علماء کو

اسلام کی طرف بلانا چاہتا ہوں۔ کیا میں انہیں اس لعنت کی طرف دعوت دوں۔ جس سے آج اس جلسہ میں یہ لوگ بیزاری ظاہر کررہے ہیں۔ کیا میں اس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوکر یہ کہوں کہ جس لعنت پر آپ تبرا کررہے ہیں۔ وہ ہمارے مایہ ناز ہے +

اوائل عمر سے مجھے اِن فرقہ بندیوں سے نفرت رہی۔ اور وہ خصوصی باتیں جو میں نے مجدد وقت اعلیحضرت مرزا صاحب کی شاگردی میں سیکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں[1] اسلئے ان اسلامی فرقوں کو فرقہ کہنا ہی غلطی ہے۔ اور خدا کا احسان ہے کہ جس لعنت کا نشانہ آج یورپ اور امریکہ ہے اس سے اسلام پاک ہے یہی میرا مذہب ہے۔ اس بناء پر میں نے کئی دفعہ علے الاعلان بیان کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور جو مفروضہ فرقے ہیں۔ ان کا غیر مذاہب اور بالخصوص مغربی اقوام کے سامنے ذکر کرنا اسلام کے حق میں سم قاتل ہے[2] +

میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ کانفرنس کے خاتمہ کے تیسرے دن ہم مہمانان

---

[1] اعلیحضرت مرزا صاحب جب سنہ ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لیجا رہے تھے۔ اور انہیں وزیرآباد کے ریلوے سٹیشن پر ایک عیسائی پادری سکاٹ سے کچھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جو ذیل میں دیجاتی ہے جس سے امور بالا پر روشنی پڑتی ہے:-

پادری سکاٹ - آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے ہیں +

حضرت اقدس - مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں۔ جو ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں اصول سب کے ایک ہی ہیں +

[2] فٹ نوٹ کیلئے اصل کتاب "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" کے صفحہ ۹۵ پر خط بنام حاذق الملک حکیم حافظ اجمل خان صاحب ملاحظہ ہو۔ یہ خط حضرت محمد احمد صاحب نے ووکنگ سے جناب حاذق الملک صاحب کے گرامی نامہ کے جواب میں تحریر فرمایا +

کانفرنس داعیان کانفرنس کی طرف سے ایک پارٹی میں مدعو کئے گئے جو ہمارے اعزاز میں انہوں نے دی۔ ہمارے لئے سپیشل ٹرین کا انتظام کیا گیا جس پر سوار ہو کے ہم ایک شیٹو (وہی محل) میں جانا تھا۔ جب میں سٹیشن پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں چاروں طرف عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوں۔ اور ہر ایک چاہتا ہے کہ میں ریل کا سفر اس کے ساتھ کاٹوں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ میرے اس اعزاز کا موجب میری کانفرنس والی تقریر تھی۔ جو ان کے معلومات متعلقہ اسلام سے بہت ارفع تھی بلکہ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ شاید میں کسی فلسفی فرقۂ اسلام میں سے ہوں۔ اور جو کچھ اس کانفرنس میں اسلام کی طرف سے میں نے کہا ہے۔ وہ دراصل اسلام تو نہیں بلکہ کوئی جدید مخترعات ہیں +

بات یہ ہے کہ اسلام کو نا اہل فرقہ پوادر نے اپنی سیاہ دلی سے کچھ ایسا تاریک کر کے مغربی دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کہ جب مغرب میں ہم اسلام کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ تو وہ اُنکی نگاہ میں اسقدر اعلیٰ اور خوبصورت ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ ایسی تعلیم کو اسلام کی طرف منسوب ہوتا دیکھ نہیں سکتے۔ اور جھٹ کہ دیتے ہیں کہ یہ نئی باتیں ہیں۔ جو پیش کر رہے ہیں۔ مجھ سے تو ہر روز یہی معاملہ ہو رہا ہے۔ اور اب تو یہ خبیث باطن دشمنان اسلام جنمیں مسلم ورلڈ کے مدیر مثلاً زویمر وغیرہ خاصکر قابل ذکر ہیں۔ اسلام کی خوبصورتیوں سے جنہیں اسلامک ریویو آئے دن پیش کرتا ہے۔ اس قدر چکا چوند ہو گئے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلامک ریویو کے پیش کردہ مذہب کا نام جدید اسلام ووکنگ رکھ دیا ہے لیکن ان کے یہ آوازے مغربی محققین کی نگاہ میں

ماہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند

کا حکم رکھتے ہیں +

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر میں حیران کھڑا تھا کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں کہ اتنے میں میری نگاہ ایک امریکن فاضل پر پڑی۔ اُن کے ہمراہ اُن کی بیوی تھی۔ اُنکی عزت و احترام سے بھری نگاہوں نے مجھے اپنی طرف مخاطب کیا۔ بعد میں انہوں نے

میرا فوٹو بھی لیا۔ میں ان کے ہمراہ سوار ریل ہو گیا۔ کچھ منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ سلسلۂ کلام شروع ہوا۔ اور اسمیں فرقہ ہائے مذاہب کی طرف رُخ پلٹا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس گفتگو کی تہ میں انھیں یہ امر دریافت کرنا تھا۔ ....کہ میں کس فرقۂ اسلام سے تعلق رکھتا ہوں۔ یوروپین تہذیب اور یہ در اصل اسلامی تہذیب ہے جو ہم نے چھوڑ دی۔ اور یورپ نے لیلی کسی کی ذات کو بحث میں لانیکی اجازت نہیں دیتی اسلئے امریکن فاضل نے مجھ سے یہ تو نہ پوچھا کہ میں کس فرقہ کا ہوں۔ اس نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا:۔

امریکن فاضل ۔ اسلام میں بھی مختلف فرقے ہوں گے +

میں ۔ جہانتک مجھے علم ہے۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اگر لفظ فرقہ کو اسکے اصل مفہوم میں دیکھا جاوے +

امریکن فاضل (حیران ہوکر) یہ آپ کیا کہتے ہیں؟

میں ۔ میں وہی کہتا ہوں جو میرے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنے اسلام فرقہ بندی سے ارفع ہے +

امریکن فاضل ۔ پھر یہ شیعہ سُنّی کون ہوتے ہیں؟

میں ۔ شیعہ اور سُنّی (حیرت کے لہجہ میں) آپ انہیں فرقہ بنارہے ہیں؟ کیا وہ اختلافات جو کسی مذہب میں مختلف فرقے پیدا کر دیتے ہیں۔ ان میں ایسے اختلاف رائے بھی شامل ہوا کرتی ہے۔ جس کا اس مذہب کے اصول پر اثر نہ ہو +

امریکن فاضل نہیں تو +

میں ۔ تو پھر شیعہ۔ سُنّی کسی فرقہ کا نام نہیں۔ ایک امر میں ایک عظیم اختلاف کے مسلمانوں میں دو بزرگوں کی ذات و حقوق کے متعلق ہے جسنے دو جماعتیں پیدا کر دیں۔ میں بالتفصیل آپ کے سامنے واقعات پیش کر دیتا ہوں پھر

آپ رائے زنی کرسکتے ہیں کہ آیا یہ اختلاف بھی موجب فرقہ بندی ہوسکتی ہیں ہمارے نبی کریم حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو دنیا میں مذہب اسلام لاتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس کے کسی شعبہ کو ناقص نہیں چھوڑتے اپنی وفات پر ہمارے ہاتھ میں قرآن اور اپنا طریق عمل جسے ہم سنت نبوی کہتے ہیں ہماری ہدایت کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ آپؐ کی وفات پر آپؐ کے جانشین کے انتخاب کیلئے لازماً اختلاف رائے ہوتا ہے۔ کیونکہ آزادی رائے ایک آزاد سوسائٹی کا خاصہ ہوتا ہے بعض کے نزدیک آپؐ کا جانشین الف ہونا چاہیئے بعض الف پر ب کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ نہ الف کو اور نہ ب کو مسلمانوں نے بطور شارع مذہب قبول کرنا ہے۔ اور نہ انہوں نے تعلیم اسلام کو گھٹانا یا بڑھانا تھا۔ الف اور ب دونوں نے اسی طرح تعلیم قرآن و محمد (صلعم) کی پیروی کرنی تھی جیسی میں نے یا کسی اور مسلمان نے۔ نہ ان کے پیرو امور اسلام میں قرآن اور پیغمبر کے بعد ان کی طرف یا کسی اور کی طرف دیکھتے ہیں۔ ہاں انہیں بطور شارح وہ قبول کرسکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات پر اسلام ایک امیر کو چاہتا تھا جو شیرازۂ اسلام قائم رکھے اور تعلیم اسلام کو چار گوشوں تک پہنچائے اور اپنے عمل سے سُنّت رسُول کو تازہ رکھے۔ بس صرف اس کام کیلئے خلیفۂ رسُول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت تھی۔ اس کے انتخاب میں اختلاف ہوا۔ الف کو کثیر تعداد نے چن لیا۔ ب کے حامی اُس انتخاب پر مطمئن نہ تھے اول الذکر سُنّی کہلاتے ہیں۔ اور آخر الذکر نے اپنے لئے شیعہ کا نام پسند کیا۔ چونکہ اسلام نے آزادیٔ رائے کو انسان کا پیدائشی حق قرار دے کر اسکی عزت کی ہے۔ اسلئے وہ اختلاف آج تک چلا آتا ہے جس کو جہالت وضد نے کسی قدر ناپسندیدہ حد تک پہنچا دیا۔ اب میرے معزز دوست آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا شیعہ سُنّی اسلام یا کسی مذہب کے بھی دو فرقے ہوسکتے ہیں +

امریکن فاضل ۔ کیا اسیقدر اختلاف شیعہ سُنّی میں ہے؟ یہ اختلاف تو کسی

مذہب کا اصول نہیں ہو سکتا - یہ تو ذاتی سوال ہے - اور ایسے امر میں اختلاف نہیں کہ جس کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی شخص کسی مذہب میں داخل یا اس سے خارج ہو سکتا ہے +

میں - بس یہی اختلاف شیعہ سنی میں ہے +

امریکن فاضل - تو پھر شیعہ سنی اسلام کے دو فرقے نہیں ہو سکتے [۵] +

چند منٹوں کے بعد ہماری گاڑی منزل مقصود کے قریبی سٹیشن پر آگئی شاید سٹیشن سے شیڈ کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر ہوگا سٹیشن چھوڑ کر میں شاید دو چار قدم ہی چلا ہونگا - کہ ایک سفید ریش بزرگ نے مجھے سلام کیا - اور یوں ہمکلام ہوا +

سفید ریش بزرگ - آپ کی پرسوں کی تقریر سے ہم سب از حد محظوظ ہوئے +

میں - واقعی ؟ کیا آپ ایسا خیال کرتے ہیں ؟

---

۵ فٹ نوٹ - اسی قسم کی گفتگو لندن مسلم ہوس میں اس واقعہ کے پانچسال بعد ریورنڈ ولیو کاکس بی اے - بی ڈی سے ہوئی - پادری صاحب اسلام کا شوق رکھتے تھے - انہوں نے بہت کچھ اسلام کی بابت واقفیت حاصل کی تھی پھر انہوں نے رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ سے خط وکتابت کی - سید صاحب نے ایک چٹھی کے ذریعہ پادری صاحب کو مجھ سے معرف کرایا - ایک اور پرائیویٹ چٹھی میں آپ نے مجھے اطلاع دی کہ پادری صاحب موصوف نہ صرف اسلام کے متعلق آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں بلکہ تشفی پانے پر ممکن ہے کہ اسلام قبول کرلیں - پادری صاحب سے ایک ہفتہ تک متواتر مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی - ایکدن آپ نے فرمایا - کہ اسلام کے معقول عملی اور سیدھے سادے اصولوں سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے جس ایک بات نے مجھے عیسائی مذہب سے متنفر کرایا - اس سے اسلام بھی خالی نہیں عیسائیت پر فرقے بندی کی شکل میں اس وقت لعنت برس رہی ہے - اور کسقدر افسوس ہے کہ اس اختلاف فرقے سے اسلام بھی خالی نہیں - جیسے کہ اس وقت اسلامی دنیا شیعہ سنی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے - میں نے برعایت اختصار امور بالا کا جو میں امریکن فاضل کے متعلق لکھ چکا ہوں اعادہ کرکے آخر ایک بات کہی جس نے در اصل عیسائیت اور اسلام میں فیصلہ کرا کے پادری صاحب کو آنحضرت صلعم کا حلقہ بگوش بنایا - میں نے انہیں کہا کہ آپ پرسبیٹیرین فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں -

سفید ریش بزرگ - یہ امر شاید آپ کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ رات میز (دسترخوان) پر بہت سے اصحاب میں آپ کی تقریر ہی باعث تذکرہ رہی +

میں - آپ صاحبان کا شکریہ +

سفید ریش بزرگ - آپنے ایک نئی بات ہمارے سامنے پیش کی عبادت کا مفہوم جو آپنے پیش کیا وہ نہ صرف نرالا ہی تھا - بلکہ اس مفہوم نے ہمارے فلسفۂ الٰہیات پر ایک بیش بہا ایزاد کی ہے یعنی انسان کا اپنی ہی تکمیل نفس کرنا ہی مقصد عبادت بلکہ عین عبادت ہے - آپ کا یہ بیان کرنا کہ یہ قیام قعود اور رکوع و سجود ربانی جلال و قدوسیت میں کوئی ایزادی نہیں کرتا - بلکہ ان کا اصلی مقصد صرف انسان میں اطاعت کی رُوح پیدا کر کے اُسے تکمیل نفس کی سڑک پر لانا ہے - یہ وہ بات ہے جو کلیسی مفہوم عبادت سے بہت ارفع ہے - لیکن کیا یہ اسلامی مفہوم عبادت آپنے پیش کیا ہے یا کسی

بقیہ حاشیہ

آپ کو بھی عیسائی بنانے کا موقعہ ملا ہوگا - کیا آپ گوارا کریں گے کہ جو شخص آپ سے بپتسمہ حاصل کرنے آئے آپ اُسے کسی رومن کیتھولک یا انگلستانی کلیسیا کے پادری یا کسی اور فرقہ عیسائی کے معلم کے پاس بھیجدیں گے ؟ ہرگز نہیں - وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ فرقے حقیقی عیسائی نہیں - ان کا اور آپ کا اختلاف ایسے امور میں ہے جو کفر و ایمان کی حد تک پہنچتا ہے - جن باتوں کے ماننے پر کیتھلک تعلیم کے ماتحت ایک شخص عیسائی ہو سکتا ہے وہی آپ کے نزدیک اُسے عیسائیت سے خارج کر سکتی ہے - لیکن اسلامی نام نہاد فرقوں کے مابہ الامتیاز کی باتیں تو کفر و ایمان تک نہیں پہنچتیں - اگر ایسا ہوتا تو سید امیر علی صاحب آپ کو ایک سنی مذہب کے پاس جیسا کہ میں ہوں بغرض تعلیم تبلیغ اسلام نہ بھیجتے - سید صاحب شیعہ مذہب کے فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے ہیں پھر میں نے پادری صاحب کو سر آغا خان کی ایک چٹھی دکھلائی اور انھیں بتلایا کہ سر آغا خان اسمٰعیلی شیعوں کے اس وقت پیر و مرشد ہیں لیکن وہ اس چٹھی کے ذریعہ لفٹنٹ ..... صاحب کو میری طرف بغرض تلقین اسلام رہنمونی کرتے ہیں لفٹنٹ مذکور انھیں اسلام کا پیغام پہنچانے ان کے پاس مشرف بہ اسلام ہونے کیلئے جاتا ہے - وہ اُسے میرے پاس کلمہ پڑھنے کیلئے بھیجتا ہیں اب

نئے نقطۂ خیال سے آپ اسلام کو پیش کرتے ہیں +

میں معاف فرمائیے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ اسلام میں قدیم جدید کا خیال ایک امر نادر ہے وہی قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے۔ جو ہمارے پیغمبرؐ نے مقدس صحابہؓ کو دیا تھا وہی ہمارے مذہب اور عقائد کا ماخذ ہے۔ اسلئے مغربی کلیسیا کی طرح اسلام تعمیر و ترمیم سے بچا ہوا ہے +

سفید ریش بزرگ - تو کیا آپ کے ہاں فرقے نہیں۔ اور ان میں اختلاف عقائد نہیں

میں - شاید آپ کی مراد شیعہ سُنّی یا دیگر نام نہاد اسلامی فرقوں سے ہوگی لیکن عیسائی فرقوں کا یا اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں جو فرقے ہیں ان کا قیاس اسلامی مفروضہ فرقوں پر کرنا ایک قیاس مع الفارق ہے۔ کل کتب مقدسہ کے برخلاف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم جہانتک اصول مذہب عقائد۔ معاد اخلاق۔ شرائع یا امور جن کا ماننا ایک مذہب پر ایمان صحیح رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یا ایسی

شیعہ سنیوں میں کفر و اسلام کا فرق ہوتا یا اصول مذہب میں وہ ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے تو پھر سید صاحب و سر آغاخان مذہب اسلام قبول کرنیوالوں کو میری طرف کیوں بھیجتے + (ضمیمہ حاشیہ)

یہ ایک بدیہی واقعہ تھا۔ اور اس کا ثبوت ریورنڈ موصوف کی اپنی ذات تھی ظاہر ہے کہ اس عملی تشریح کا جو ان پر اثر ہو سکتا تھا وہ نظری بحثوں سے ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد چند ہی باتیں انہوں نے اور کیں اور ریورنڈ ویو کا کس بی اے۔ بی ڈی مولوی عبد اللہ بن گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

یہاں مجھے نہایت درد دل سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ایک اور معزز پادری جو بالکل اسلام کے قریب آچکا تھا اور اسلامک ریویو کا دلدادہ تھا۔ وہ جانک قبولیت اسلام سے محض اس لئے رُک گیا کہ اسلام میں بھی فرقے ہیں چنانچہ اس نے مجھے لکھا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اسلام میں سُنّی شیعہ دو بڑے فرقے ہیں۔ اور ان کے اختلافات نے اسلام کو دو خطرناک مخالف کیمپوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ تو وہی مصیبت ہے جس نے مجھے عیسائیت سے بیزار کیا ہے بدقسمتی سے یہ خط پادری صاحب موصوف کا میرے ایام بیماری میں آیا ممکن تھا کہ ایک دو ملاقات سے کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے لیکن میرے اعصابی عوارض ان امور کے متحمل نہ تھے اور مجھے چندماہ کے لئے واپس آنا پڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

ہیں جن کا چھوڑنا لابد ہے۔ ان تمام امور پر قرآنی تعلیم اتنی بین اور صاف ہے کہ جن آیات میں ان امور کا ذکر ہے۔ ان کے معانی کل اسلامی دنیا ایک ہی کرتی ہے کسی الٹی کے دو مفہوم ہو ہی نہیں سکتے تو پھر میں کس طرح سے یقین کرلوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ ہے۔ ہاں فروعی باتوں میں اختلاف رائے ضرور ہے لیکن وہ تو کسی فرقہ کی بنیاد نہیں ہو سکتا +

سفید ریش بزرگ۔ تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کا مذہب ان مصائب سے پاک ہے جنہیں مسیحی کلیسا پھنسا ہوا ہے +

سیرت خیر البشر کا ایک ورق

مرتبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

دنیا کمال وحشت اور بربریت سے نبوت میں چھٹی صدی مسیحی سے بڑھ کر کوئی زمانہ پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ اس عہد ظلم میں دنیا بھر کے بانیان مذاہب کی مقدس عمارتیں کفر و عصیان کے طغیان عظیم میں بہہ چکی تھیں۔ رشد و ہدایت کے سرچشمے صفحۂ ارض سے خشک ہو چکے تھے۔ اخلاق و تہذیب کا مطلع فسق و فجور کی گھنگھور گھٹاؤں سے مکدر ہو چکا تھا۔ سعادت ارض کا حسن حقیقی جہالت اور حماقت کے دست تظلم سے برباد ہو چکا تھا۔ الغرض دنیا کی ان سیہ کاریوں کی شوخی شب دیجور کی سیاہی کو بھی شرماتی تھی۔ اس ظہر فساد فی الارض کے زمانے میں حصول ارتقاء کے ایک مبصر کی نگاہ میں محمد رسول اللہ صلعم جیسے خلق عظیم اور فضل البشر کی بعثت محالات میں سے تھی۔ اس آشوب عالم کے دوران میں کوئی ابن الارتقاء دنیا کی اصلاح اور فلاح میں قطعاً کامیاب نہ ہو سکتا تھا پس رحمت الٰہی کے فیض عمیم نے حصول آئین ارتقاء کی زنجیر کو توڑ کر دنیا کی ہدایت اور ربوبیت روحانی کیلئے خیر البشر کو مبعوث فرمایا۔ دنیا کے باقی مصلحین کے بالمقابل آپ کی چند در چند امتیازی خصوصیات کا تذکرہ جیسا کہ گذشتہ سال میں عرض کیا جا چکا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی سیرت خیر البشر سے مقتبس کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

دنیا میں بہت مصلح آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ کو ان سب پر ممتاز کرتے ہیں۔ ان امور میں سب سے

پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے جس کا اعتراف دشمن و دوست کو یکساں ہے
چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں قرآن کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے صاف
الفاظ میں اعتراف آنحضرت کے متعلق موجود ہے۔ کہ آپ دُنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی اشخاص
میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔ یہ اعتراف بلا وجہ نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ دُنیا
میں کوئی مصلح نہیں آیا۔ جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا ہو جسمیں آنحضرت صلعم
نے مُلک عرب کو پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصول سے واقف تھے۔ نہ سیاست کے تمدن
کے نہ معاشرت کے۔ نہ ہی علم ان کے اندر تھا۔ نہ اُن کے تعلقات بیرونی لوگوں سے کچھ تھے
نہ اُن میں کوئی اتفاق و اتحاد تھا۔ نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے
یہ قوم اصلاح طلب تھی۔ اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی
اپنا پورا زور اُن کی اصلاح پر صرف کر چکے عیسائی پورا زور لگا چکے۔ اور دونوں ایسے
ناکام ہوئے۔ کہ کسی ایک امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے حنیفیت کی اندرونی
تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہُوا۔ اور چند ہی سال کے عرصہ
میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا۔ کہ ملک عرب کے زمین و آسمان بدل گئے ذلیل
سے ذلیل بُت پرستی اور توہم پرستی سے نکالکر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا۔
جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکیگی۔ پھر اس توحید کے لئے
ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے۔ اور دُور دور کے کونوں میں ندائے حق
کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کرنیوالوں
سے بڑھ کر تھا۔ اسلئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے۔ اللہ اکبر کی ندا سنکر
دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو سجدہ ہی میں گذارتے ہوئے عبادت الٰہی
میں مصروف ہوتے۔ وہ دُنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ اسلئے
جو لذت اور جو خضوع و خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ کسی گوشہ نشین زاہد
کو نہیں حاصل ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ
مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی۔ اس اعلیٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے تھے

جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے۔ بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جسمیں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا۔ انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہیں کی بدولت دُنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلعم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا، جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ جس کے آگے کوئی مقام نہیں۔ اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا ہمیں یہ بھی دکھانا مقصود تھا۔ کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور دُنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں۔ جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے۔ بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماریوں کو اچھا کرے۔ اسیطرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح کرے۔ اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے کُل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے +

دُنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا وہ نُور اور ہدایت لایا۔ مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص مُلک کے لئے اس کے دُنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیۂ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کُل دُنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے تزکیۂ نفوس کیلئے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اسقدر وسیع ہوا کہ تمام دُنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ ان ھو الا ذکر

للعٰلمین پھر فرمایا - اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ پھر فرمایا قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا - مصلحت الٰہی کا یوں تقاضا ہوا - کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھی - اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے - ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے - تو اس نے ہر کام کی اصلاح کیلئے ایک نبی بھیجدیا یعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیجدیئے - ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی - مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی - اسیطرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا - اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آکر ختم ہو جاتا جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی - لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالےٰ نے کل عالم کی ربوبیت روحانی کا سامان کردیا - اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہوگیا - کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کیلئے چن لیا ہے - اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا - پس ایک خطرناک قومی تعلق پیدا ہوگیٔ - اور ملکی حد بندیاں ہوگیٔ - اور ملکی حد بندیوں نے تعلقات انسانی کے اندر ایسی قیود پیدا کردیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی - اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو - اور جس کی قوت قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو - اسی لئے جو قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہوگیا - اور حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کہنا پڑا - کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا - تو رحمۃ للعٰلمین کا ظہور دنیا میں ہوا - انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی - جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو - ان کا وجود ایک تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا - مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے - اسیطرح ان کے نور ان کی ہمت ان کی قوت قدسی کا دائرہ

بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں۔ انبیاء عالم سب روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ صلعم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے۔ اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کل عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور اسکی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہیگی یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کی ہے۔ پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔ دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں۔ اسلئے ہر قوم میں اپنی قوم کی ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی تھی۔ آپ کے آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے۔ تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اسلئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا۔ مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اسکی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے۔ کہ وہ قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے۔ آپ نسل انسانی کی وحدت نسل انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے ٭

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے۔ یہ ہے کہ جہاں ہر ایک ہی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے آیا اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی۔ اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے۔ کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت دنیا میں نہ رہی۔ سلسلۂ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آئے ہیں۔ مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے انسانی زندگی کیلئے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر۔ مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے۔ موسیٰ کی جوانمردی۔ ہارون کی نرمی۔ یشوع کی جرنیلی۔ ایوب کے صبر۔ داؤد کی سپاہ گری۔ سلیمان کی شان و شوکت یحییٰ کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھ اپنے اندر جمع رکھتا ہے اگر سلسلۂ موسوی کے سرتاج حضرت موسیٰ مظہر جلال ہیں۔ اور انکے آخری نبی حضرت عیسیٰ مظہر جمال ہیں۔ تو محمد رسول اللہ صلعم ان دونوں سے بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال و جلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو باخدا بنا سکتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال کا کمال فطرت یا حالات انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات فطرتِ انسانی اور حالات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکالکر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت گری ہوئی قوم کو جو کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی۔ نہ تہذیب اور علم ہی کا اسمیں چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کا فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانیوالا بنا دیا۔

جوہر اسلام

(از قلم جناب پرنسپل ٹی ایل وسوانی ایم - اے)

اہل یورپ نے ترکوں کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے - کیونکہ جاہ وحشم و دنیاوی مفاد کے علاوہ کسی اور امر کی طرف توجہ دینا ان کیلئے ایک نہایت ہی مشکل امر ہے - اسلام کے خلاف بھی ان کا تعصب حد سے زیادہ ہے - اپنی تواضع - خوبصورتی - بہادری اور حیوانات پر رحم کی وجہ سے مشہور ہیں - اور ان کی عورتیں بھی اپنے اندر حب الوطنی رکھتی ہیں - چنانچہ مسماۃ حنوم کی تقریریں جو زمانہ حال کی ایک لیڈر ہے حب الوطنی کے جوش سے بھری ہوئی ہیں ٹرکی کو یورپینوں کی بار بار مداخلت کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے - انہوں نے کبھی مسئلہ ٹرکی پر ہمدردی کے ساتھ توجہ نہیں کی - اور مذہب اسلام اور اسکی تعلیم کو یورپ نے کبھی سمجھا اور نہ اسکی قدر کی - بلکہ ہندوستان میں غیر مسلموں نے بھی اس مذہب پر بالکل غور نہیں کی میں جب کبھی اسلام کی اعلیٰ تعلیم پر نظر دوڑاتا ہوں - اور تاریخی طور پر جو کچھ حصہ اس نے انسانوں کی اصلاح میں لیا ہے اسے ذہن میں لاتا ہوں - تو مسلمانوں کے ساتھ میری ہمدردی زیادہ ہی گہری ہوتی جاتی ہے - اور میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی آیندہ نسل مذہب اسلام اور اسکی بیش قیمت تعلیم کی قدر کرے - اور اسمیں اسلام کے ساتھ ہمدردی کی رُوح پیدا ہو +

یہ خیال کہ اسلام رواداری اور تحمل کی تعلیم نہیں دیتا محض خود غرضی اور کسی قدر جہالت و لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہؤا ہے - اسلام کے معنے ہی صلح و آشتی کے ہیں - اور قرآن شریف میں جگہ جگہ اس قسم کی آیات موجود ہیں جنمیں صلح - نیک نیتی اور محبت کا نہایت ہی قابل تعریف سبق بھرا ہؤا ہے - مثلاً قرآن مجید کی ہر ایک سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے مسلمانوں کی اسی مقدس کتاب میں ایک جگہ ذیل کی نہایت دلکش آیات دیکھنے میں آتی ہیں - اہل کتاب جیسے عیسائی - یہودی اور مسلمان جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت

اور رُوح کے غیر فانی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور خیرات کرتے اور غریبوں پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں۔ یتیموں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی لوگ ناجی اور فلاح پانیوالے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہ مسلمانوں کو صریح الفاظ میں حکم دیا جاتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملہ میں کوئی جبر و تشدد نہیں) رسولکریم صلعم نے اپنی وسیع النظری سے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم مسلمان تھے۔ آپؐ نے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے بنی نوع کو نقصان نہ پہنچے +

رسولکریم صلعم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ سچے مسلمان کے لئے چاہئے کہ جس بات کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے۔ اور ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند پر بھی عمل کرے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ یہودیوں کے ساتھ بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اور اس قوم نے عیسائی ممالک میں رہنے پر اسلامی سلطنت میں بود و باش رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایکدفعہ حضورؐ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا کسی نے عرض کی کہ یہ جنازہ یہودی کا ہے اس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس جنازہ کے اندر بھی رُوح تھی ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ جس طرح خدا کی دیگر مخلوقات میں رُوح ہے اسیطرح یہودیوں میں بھی لیکن افسوس ہے کہ عیسائی یورپ نے اس امر کو بالکل ذہن سے خارج کر دیا ہے اسلام نے یہودیوں ہی کے ساتھ بردباری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ عیسائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک رہا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سپانیہ میں مسلمانوں نے اپنی حکومت کے وقت عیسائی گرجوں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں اور ذرائع آمدنی مقرر کر دی۔ عیسائی سفیروں کا بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا گیا اور انہیں عیسائی ممالک میں سے عیسائی بزرگوں و شہدا کے آثار و تبرکات لیجانے کی اجازت بھی دیگئی۔ گبن صاحب نے اپنی کتاب ڈی کلائن اینڈ فال میں لکھا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ان پادریوں کے فائدے کیلئے جو افریقہ میں اسلامی حکومت کے ماتحت تھے۔ کونسل سپانیہ کے angelow کا جو عربی میں بھی نقل تک کروا دی +

ہاروں رشید نے جس کا ذکر الف لیلہ میں آتا ہے اپنی سلطنت میں بہت سے سکول قائم کئے۔ اور ان کا انتظام جان نامی عیسائی کے سپرد کیا۔ جو کہ ڈائرکٹر صیغۂ تعلیم

اور پیغمبرؐ کو خدا سمجھنے کی تلقین نہیں کرتا۔ آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ آپ انسان ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے اس دنیا سے رحلت فرمانے والے ہیں۔ اور یہ کہ خداوند تعالیٰ کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں۔ اور سب کو اس کے رحم اور فضل کی ضرورت ہے۔ اسلام اسی قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی قسم کے اعتقاد سے اسلام ایک اخوت قائم کر کے تمام عالم کی قوموں اور فرقوں کو بلاتا ہے اور اسی کا نام مجلس بین الاقوامی ہے +

اس زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کی حالت پست ہو رہی ہے یہی اعتقاد موجود ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت تازہ ہے۔ اور اسی اعتقاد و ایمان پر اسکی آئندہ زندگی کا انحصار ہے +

اِسلام کی بعض خصوصیات

از قلم جناب منشی [illegible] صاحب بی اے مسلم مشنری ٹرینیڈاڈ (امریکہ)

اسلام میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں پائی نہیں جاتیں اور جنکی وجہ سے یہ ان کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ اس کے اندر اس قسم کا مجموعہ مسائل نہیں۔ جن پر صرف اعتقاد ہی رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ان ایمانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے اندر مرکوز ہیں مثلاً اس عالم کا ذرہ ذرہ بتلاتا ہے کہ اس کا خالق ایک ہے۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کی انجمن سمندر کی تند و تیز ہوائیں۔ گھاس کے تنکے اور خوبصورت پھولوں کی پنکھڑیاں اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔ غرضیکہ اس زندگی کے لمبے سفر میں جو کچھ بھی ہمیں ہر ایک منزل میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ سب اس خدا کی جو قادر مطلق ہے شہادت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (ترجمہ) (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو) کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) سیاہی (کی جگہ) ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر نبڑ جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی (اور سمندر اسکی) مدد کو

لائیں (سورہ کہف آخری رکوع) اور تجربہ بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس ظاہری حقیقت کے پیچھے کوئی زبردست ہاتھ ہے جو احکم الحاکمین ہے۔ اور اس کا قانون نہایت زبردست نہ ٹوٹنے والا اور غیر متغیر ہے۔ اور جو جناب موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاطر بھی نہیں توڑا جاتا جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ اور انسان کی رُوح محبت کے نشے میں چُور ہو کر دیوانہ وار محبت کے اس انتھاہ اور عمیق سمندر میں غوطہ مارنے کی کوشش کر رہی ہے جو رحم اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جسے اللہ کہتے ہیں یہ کوئی خیالی مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک امر واقعہ ہے جو کتاب فطرت کے صفحوں پر جلی قلم سے لکھا ہوا نظر آتا ہے +

اسلام میں اعتقاد یا بالفاظ دیگر محض کسی امر کا تسلیم کرنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا اعتقاد کے ساتھ اعمال صالح بھی چاہئیں تاکہ اس سے عملاً فائدہ بھی پہنچے۔ محض کسی مسئلہ پر ایمان لانا قرآن شریف کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ کسی ٹکڑہ زمین پر ہل جوت کر اسمیں بیج کا بو دینا لیکن اسکی آبپاشی کا خیال نہ رکھنا اس قسم کی حالت میں یقیناً میوہ تو کجا شگوفہ کی بھی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بیج خود ہی سڑ جائیں گے لیکن کسی باغ کو بار آور اور میوہ دار بنانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ہمیشہ جستی سے کام لے۔ پودوں کو پانی دے۔ خس و خاشاک کو دور کرے اور حسب ضرورت شاخ تراشی بھی کرے۔ تب جاکر اسے وافر فصل اور پُر از میوہ باغ جسے جنت کہتے ہیں نصیب ہوگا۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے وبشر الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے۔ ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن تلے نہریں (بڑی) بہ رہی ہونگی +

اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی بعد الموت بھی اس موجودہ زندگی کا ایک سلسلہ ہے اور ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا وقفہ نہیں۔ ہمارا اپنا طریق عمل خلق اللہ کے ساتھ ہمارا برتاؤ خدا اور انسانوں کے ساتھ ہمارا تعلق نہ صرف زبان سے بلکہ عملی رنگ میں۔ یہ

سب ایسی باتیں ہیں جن کا دربار خداوندی میں حساب ہوتا ہے۔ ایک شخص کی نسبت جو تمام عمر بدکاریوں میں مبتلا رہا ہو۔ یہ یقین رکھنا کہ وہ سیدھا بہشت میں جائیگا محض اِس وجہ سے کہ وہ ایک بیگناہ شخص کی موت کے ذریعہ ناجی ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس شخص کو جو عمر بھر بدی کا مقابلہ کرتا رہا ہو۔ اور سچائی تقویٰ اور راستی کیلئے اپنی جان بھی قربان کردی ہو۔ ابدی جہنمی قرار دینا صرف اِس لئے کہ وہ خاص قسم کے مسائل پر اعتقاد نہیں رکھتا بہت بھاری کفر ہے۔ بلکہ خداوند تعالےٰ کی پاکیزگی پر بہتان عظیم ہے۔ گناہ پیدائشی نہیں۔ خدا جو کہ محبت و رحم ہے ایسا ظالم نہیں کہ انسان کو اس قسم کی ناقابل برداشت زنجیر کے ساتھ جکڑ دے۔ ہر ایک بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنے پیدائش کے وقت وہ ایک مسلمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جیسا کہ رسولکریم صلعم نے فرمایا۔ اُسے قانون پر چلنے کی طاقت دی جاتی ہے۔ ایسی حالت معصومیت سے اسکی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ نجات از روئے تعلیم اسلام پیدائشی گناہ کی جکڑ بندیوں سے آزادی کا نام نہیں بلکہ انسان کے اندرونی قویٰ کا نشوونما پانا اور ان بڑی طاقتوں کا جو اُسے عطا کی گئی ہیں اظہار اور اس میں ان کا احساس پیدا ہونا ہی نجات ہے۔ بلندی یعنی خدا کی طرف پرواز کا نام نجات ہے۔ نہ کہ کسی عمیق گڑھے سے نکلنے کا۔ لیکن ان پوشیدہ قوتوں کو ظہور میں لانے اور ان سے کام لینے سے انکار کرنے کا نام کفر ہے۔ مذہبی خیال کا یہ پہلو اور انسانی فطرت کے متعلق اِس قسم کی رائے اور روئے زمین پر انسان کی زندگی کی اِس طرز کی تشریح نہایت ہی تازگی بخش روح افروز اور امید افزا ہے۔ اور یہ بات صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے دیگر کسی مذہب کو بھی اس سے آشنائی نہیں +

میں نے اُوپر تقویٰ اور راستی کا ذکر کیا ہے۔ میں مختصراً بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ کسی مذہب پر اُسے تباہ کرنے کی نیّت سے نکتہ چینی کرنا بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے لیکن اس قسم کی باتیں عیسائیّت کا چرچا کرنیوالوں ہی سے حق میں آئی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دوسروں کو گالی گلوچ دینا ہی اپنے مذہب کے اصولوں

کو قائم رکھنے کا بہترین طریق ہے لیکن راستی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسے کسی دوسری چیز کے سہارے کی ضرورت بھی نہیں۔ البتہ اس اصلیت تک پہنچنے کیلئے اگر فیاضی کے ساتھ مذاہب کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو نہایت مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اسلئے اسلام کی خصوصیات کے اظہار کے لئے میں اس کا مقابلہ بُدھ مذہب اور عیسائیت سے کرونگا جو دُنیا میں بڑے زور سے اپنی اپنی منادی کر رہے ہیں۔ اول الذکر کا ابتدا تو دُکھ سے ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک تمام جہان دُکھ اور تکلیف سے بھرپور ہے اور انسان ہمیشہ ایک چکر میں ہے جنم کے بعد جنم لئے جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے جس کا خاتمہ نظر نہیں آتا۔ دکھ ہی ان جنموں کا باعث ہے لیکن اس دکھ یا بالفاظ دیگر ان جنموں سے بچنے کا طریق یہ بتلایا گیا ہے جو کہ نہایت ہی آسان ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا کر دے۔ کرم یا کام کرنا چھوڑ دے۔ تاکہ اُسے نروان حاصل ہو۔ اسکی بڑی بھاری خوبی اسی میں ہے کہ ہر ایک چیز کو ترک کر دیا جائے۔ اور دُنیا بلکہ اپنی ہستی کو بھی خیرباد کہا جائے۔ اسی وجہ سے رُہبانیت اور رہنت و رہنتنیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ اور بیکاری کی زندگی بسر کرنے اور جنگلوں میں تنہا رہنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ دُنیا کا جلد خاتمہ کرنے کے لئے یہ البتہ اچھی تجویز ہے لیکن یہ بالکل ناقابل عمل ہے کیونکہ فطرت انسانی کے یہ برعکس واقع ہوئی ہے۔ اب آخر الذکر یعنے عیسائیت کا حال دیکھئے۔ اس کا آغاز پیدائشی گناہ کے خیال سے ہوتا ہے۔ جسے ناصرہ کے ایک بیگناہ کے خون نے دھو ڈالا ہے لیکن باوجود اس امر کی تحریص و ترغیب اور تمام شرارتوں اور بدیوں کا منبع یعنے حوا کی لڑکیاں چونکہ ابھی تک موجود ہیں لہٰذا نکاح ایک ناپاک امر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بدی پیدا ہوتی ہے اور جو پادریوں کے علاوہ باقی تمام گنہگاروں کے لئے جائز ہے۔ اس طرح رُہبانیت کی روح کلیسیا میں بھی داخل ہوگئی۔ اور رہنت اور رہنتنیوں کی جماعتیں پیدا ہونے لگیں جو اپنی اپنی خانقاہوں کے اندر تمام اقسام کی تکالیف برداشت کرتی اور ہر طرح کے پرہیز کا خیال رکھتی ہیں۔ گو گاہ بگاہ خطرناک غلطیاں بھی اُن سے

سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس طریق سے وہ بیہودہ طور پر اپنی زندگی تباہ کرتی ہیں۔ اور اُسے حتی الامکان بیہودہ بناتی ہیں۔ پرہیزگار عیسائیوں کے نزدیک ناراض شدہ خدا کا غصہ دُور کرنے کے لئے دنیا اور اسکی لذات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اور یہی اُن کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ اس ضابطہ اخلاق میں جو مسئلہ خون یعنے کفارہ سکھاتا ہے۔ ان اخلاق کا جن کا اثر ممبران خاندان پر اور اقوام پر پڑتا ہے کسی جگہ بھی ذکر نہیں۔ اس مذہب کی غرض تو محض ایک غضبناک خدا کو خوش کرنا ہے جو دُنیا کو ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی +

برعکس اس کے اسلام بتلاتا ہے کہ دُنیا میں اگر دکھ کا وجود ہے تو محض انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور وہ دور بھی ہوسکتا ہے۔ فطرت نے دُکھ پیدا نہیں کیا۔ اِنسان معصوم پیدا ہوا ہے۔ اور کسی خشمناک خدا کو خوش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا رحیم ہے۔ اور قرآن کریم میں بار بار اسکی محبت و فیاضی اور اس کے رحم کا ذکر آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کریم کا لگا کھا سکے +

اب میں بتلاتا ہوں کہ اسلام کیا چیز ہے سب سے پہلے اسلام رہبانیت کو جائز نہیں رکھتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں کوئی رُہبانیت نہیں) انسان مدنی بالطبع ہے۔ اور اسکی طبیعت کی اُفتاد اسکی اپنی پسند سے نہیں بلکہ فطرتاً ہے۔ اور فطرت کے خلاف چلنا عین گناہ ہے قرآن مجید میں لکھا ہے۔ کہ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیمہ ترجمہ (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اس کے) دین کی طرف اپنا رُخ سیدھا کئے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہوسکتا یہی دین (کا) سیدھا (راستہ) ہے (قرآن کریم سورۃ الروم آیت ۳۰) عین اِنسانی فطرت کے مطابق عمل کرنا ہی

اسلام ہے۔ خدا پاکیزگی نیکی ۔محبت۔ رحم اور فیاضی کا سرچشمہ ہے۔ اور وہی تمام اقوام کا خدا ہی۔ اس کا فضل سب پر یکساں ہے یہودی و نصاریٰ کی اس کے ہاں تمیز نہیں۔ کسی خاص فرقہ یا ملک ہی کیلئے اس کا رحم مخصوص نہیں۔ تمام اقوام اور ممالک اور ہر قسم کے لوگ غریب و امیر۔ ادنیٰ و اعلیٰ اسکی فیاضی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ مثلاً دیکھئے۔ خدا ہی کے پیدا کردہ چاند سورج سب کو برابر روشنی دے رہے ہیں۔ ہوا بھی ہر کس یکساں لے رہا ہی۔ اور اسی طرح ہزار در ہزار چیزیں ہیں جو اس کے فضل سے ہمیں مل رہی ہیں۔ اس عالم کے رُوحانی سلسلہ میں انسان بھی ایک جزو ہے۔ اسکے اندر رُوحانیت رکھی گئی ہی۔ اس کیلئے ضروری ہی کہ وہ اپنے رُوحانی عنصر کو محسوس کرے اور اُسے ترقی دے۔ اور بالفاظ قرآن شریف اس نے خدائی رنگ میں اپنے تئیں رنگنا ہی۔ جیسا کہ فرمایا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عٰبدون۔ ترجمہ (اسلام ہی) "خدا کا بپتسمہ ہے۔ اور خدا کے بپتسمہ سے بہتر اور کون بپتسمہ ہے۔ اور ہم تو اسی کے تابع ہیں"۔ اسلام کا مُدعا یہ ہے کہ لوگ اپنے اندر رُوحانیت پیدا کریں۔ اور اپنا سب کچھ خلق اللہ کی خدمت میں صرف کریں جیسا کہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ترجمہ (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) ان چیزوں میں سے خرچ نہ کروگے جو تم کو عزیز نہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہنچ سکوگے۔ مما تحبون سے مراد صرف زر و مال ہی نہیں۔ اسمیں دولت و جائداد کے علاوہ انسان کی اندرونی قابلتیں۔ طاقتیں اور اسکی کوششیں اور آسائشیں سب شامل ہیں۔ جنہیں خدا کی راہ میں اور خلق اللہ کی خدمت کیلئے صرف کرنا چاہئے۔ یہی اسلام کا اصول اور اسکی غرض و نہایت ہے +

مُسلم اور عیسائی مواحدین

مُصنّف نے اِس مضمون کے لکھنے میں جو غرض مدِنظر رکھی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے بڑے بڑے ارکان اور دوسرے مواحدین فرقوں کے اصُولوں میں مشابہت اور مطابقت کا دکھانا ہے۔ اگرچہ وہ ایک مواحد پادری کی حیثیت سے اِس مضمون کو لکھ رہا ہے مگر وہ اسبات کو شروع ہی میں جتلا دینا ضروری سمجھتا ہے۔ کہ جن جن خیالات اور عقائد کا اِس مضمون میں اظہار کیا گیا ہے وہ اس کے اپنے ذاتی خیالات ہیں۔ اور جس فرقے سے وہ تعلق رکھتا ہے وہ اس کا ذمہ وار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ وہ خود اس کا ذمہ وار ہے

ایک مذہب کا دوسرے مذہبوں سے مقابلہ کرکے مطالعہ اور غور و خوض کرنا واقعی بہت اچھا ہے۔ مگر بہت ہی بہتر ہو۔ اگر یہ بجائے زبانی اور خیالی ہونے کے عملی صُورت اختیار کرے۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم کرکے کہ وہ بعض باتوں میں ایک دوسرے سے مشابہ اور ایک ہیں آپس میں مل کر کام کرنے کی ترغیب ہو۔ کیونکہ مشابہت کی وجہ سے اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور آجکل اسی بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اسلئے مسلمانوں اور عیسائی مواحدین میں اتحاد اور آپس میں مل کر کام کرنے کی سپرٹ پیدا کرنے کی غرض کو مدِنظر رکھ یہ مضمون لکھا گیا ہے +

میرے نزدیک مذاہب میں سے کیا بلحاظ اپنی پیدائش اور کیا بلحاظ اپنے مذہبی عقائد اور اصولوں کے ایکدوسرے سے بہت مشابہت رکھنے میں اسلام اور عیسائی مواحدین کا فرقہ بہت ملتے جلتے ہیں۔ آؤ ہم پہلے ان کی جڑ اور ان کی بعثت کی وجوہات اور کیفیات پر غور کریں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپنے فرمایا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مذہب ہے۔ جو کہ پھر اپنی اصلی آب و تاب اور پاکی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ بعد اس کے کہ مشرکین عرب اور عیسائیوں نے اسمیں تثلیث اور بت پرستی کو شامل کرکے اس کو خراب کردیا تھا۔ گویا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو کہ یہودیوں اور عرب قوموں کے جدّامجد ہیں توحید کے مذہب کو زندہ کرنا تھا +

اسی طرح ہمارے مواحد مجددوں نے اپنے عظیم الشان مشنوں کے متعلق کہا ہے انہوں نے کسی نئی بات کے لانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اس بڑے مواحد یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو ہی اسکی اصلی شکل میں بار بار دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس طرح اس نبیٔ عربی (صلعم) نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب بہت خراب ہو گیا تھا اور تجدید کو چاہتا تھا۔ اسی طرح اس بڑے انگریز مجدد۔ سائنسدان۔ فلاسفر جوزف پریسٹلی (Joseph Priestley) نے اپنی کتاب History of the Corruptions of Christianity میں لکھا ہے۔

ڈاکٹر پریسٹلی نے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نہایت سختی سے اور زوردار الفاظ میں مشرک عیسائیوں کو ملزم گردانا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ان عیسائیوں میں اور ان لوگوں میں جو کہ درختوں اور پتھروں کو پوجتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے" یہانتک تو دونوں متفق ہیں +

آؤ اب ہم جلدی جلدی ان دونوں کامیاب سلسلوں کے بڑے بڑے اصولوں پر نظر ڈالیں۔ اس سے میری مراد حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے مذہبوں سے ہے۔ ان سب سے کہیں اوپر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے۔ جس کو عرب کے مشہور شاعر متنبی نے شیریں کی صفت سے اپنی نظم میں باندھا ہے۔ لکھتا ہے کہ مسلمانوں اور دیگر مواحدین کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نہایت خوبصورت اور شیریں معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا پھل بھی نہایت میٹھا ہے۔ اور اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے میں جو جھگڑے فساد اور فرقہ بندیاں اور خونریزیاں ہو رہی ہیں۔ ان کا پھل یقیناً تلخ ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہی نبی کریم صلعم کی تعلیم کی اصل بنیاد ہے۔ اور بیشمار دفعہ ہی قرآن شریف میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قل لا الٰہ الا اللہ اور کیا یہ مسلمان بنانے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ مواحدین کے فرقہ کا بھی یہی نصب العین ہے ان کے نام سے

ظاہر ہے۔ کیا یہ کہنا مبالغہ ہو گا کہ مذہب کی اصل غرض و غایت صرف توحید الٰہی کو قائم کرنا ہے؟ کیونکہ اسی توحید پر تمام شریعتوں اور پیغمبروں کا دارومدار ہے۔ دوسرے لفظوں میں تمام مذہب اور عمل وغیرہ سب اسی کے ذریعے قائم ہیں +

دوسرا بڑا اصول جو کہ اسلام اور فرقہ مواحدین میں مشترک ہے۔ اور جو کہ سورۃ البقرۃ کی ۱۳۰۔ اور ۲۸۵ ویں آیت کے عین مطابق ہے وہ کتب آلٰہیہ پر ایمان لانا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ ابدی اور عالمگیر ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ پہلے نبی اور مذہبی رہنما ہیں جنہوں نے اس عقیدے کی بنا رکھی اور دوسری کتب آلٰہیہ کی بھی ویسی ہی عزت کی جیسی قرآن شریف کی۔ آپؐ سے پہلے کسی نے بھی دوسرے مذہبوں کی کتابوں کو صاف صاف طور پر اللہ تعالیٰ کو اللہ نعوذ کا کلام نہیں مانا۔ آپؐ ہی وہ مذہبی ہادی ہیں جنہوں نے یہ تعلیم دی کہ جو کتاب اللہ نعوذ کی وحدانیت اور بہترین زندگی کا سبق دیتی ہے وہ پاک اور قابل عزت کتاب ہے اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہاموں کا سلسلہ عالمگیر اور غیر محدود ہے، سو آپؐ نے اپنی اُمّت کو تمام پیغمبروں پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جتانے کیلئے دُنیا میں وقتاً فوقتاً آئے ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور یہی عقیدہ عیسائیوں کے موحد فرقہ کا ہے بعض روشن اور آزاد خیال عیسائی اب ان جواہرات بے بہا کو پہچان رہے ہیں جن سے کہ مختلف مذاہب میں بے تعصبی۔ ایکدوسرے کی عزت اور صلح و امن قائم رہ سکتا ہے مگر نبی کریم صلعم کے زمانے کے مواحدوں سے لے کر اس زمانے کے مواحدین مثلاً مشہور شاعروں لانگ فیلو اور ایمرسن وغیرہ تک تمام ان باتوں کو ان سے کہیں پہلے جانتے تھے +

تیسرا مشترکہ اصول جو کہ اسلام اور فرقہ مُواحدین میں ہے وہ ابدی زندگی کا ہونا ہے یعنی اس زندگی کے بعد ایک اور ابدی زندگی بھی ہے۔ اور اس عقیدے پر دونوں فرقوں کا بہت کچھ دارومدار ہے + یہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ میں مفصل طور پر ان عقیدوں پر بحث کروں جو کہ اسلام اور مواحدین فرقوں میں مشترکہ ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان پر

الگ الگ رسالہ لکھا جائے +

جن اصولوں اور عقیدوں کا میں پہلے ذکر کرچکا ہوں ان کو قرآن کریم۔ فرقہ معتزلہ صوفیائے کرام (مثلاً الغزالی) اور فلسفہ دان مثلاً بوعلی سینا وغیرہ اوّل درجے پر رکھتے ہیں۔ اور موا حدین فرقہ میں سر فرانس ڈبلیو ڈآف ہنگری۔ سوسئیٹی آف پولینڈ۔ پرسیٹلی او. مارٹینیو آف انگلینڈ۔ کیننگ۔ پارکر۔ ایمرسن وغیرہ وغیرہ......... اس کو بڑی اہمیت دیتے ہیں +

مجھے امید ہے کہ میرا یہ مختصر سا مضمون مسلمانوں کو یہ جتلا دیگا کہ فرقہ مواحدین ہر طرح انکی مدد اور ہمدردی کرنے کو تیار ہے۔ اور ان کی یہ خواہش ہے کہ مذہب اسلام خوب پھلے پھولے۔ اور اپنی روحانیات میں خوب ترقی کرے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے بہت موزوں ہے۔ اور ان پر یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ اصل اور صحیح عیسائیت تثلیث نہیں ہے بلکہ اصلی موجودہ صورت اصل کا ایک بگاڑ ہے حضرت عیسی علیہ السلام اور آپکے حواریوں اور فلسطین کلیسیاء کا مذہب توحید آلہی تھا۔ اور وہ اسی پر قائم رہے۔ جسمیں مواحدین کا گروہ موجود نہ ہو۔ اور جن کا اعتقاد وحدہٗ لا شریک خدا پر نہ ہو موجودہ مواحدانہ اعتقاد صرف اپنی کلیسیاؤں کے لئے مخصوص نہیں جو اُسکے نام سے موسوم ہیں۔ بلکہ موحدین گروہ کے وفا کیش متبعین اُن کلیساؤں میں بھی موجود ہیں۔ جو کہ نام نہاد تثلیث کے نام لیوا ہیں اور یہانتک کہ تثلیث پرستی کے محکم سے محکم قلعوں میں بھی موحدانہ اعتقادات اپنا سکہ جما رہے ہیں۔ ہر جگہ جہاں روشنی علم اور صداقت سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں موحدانہ خیالات لوگوں کے قلب کو مسخر کرتے ہیں۔ اور مواحدین کی اس رو عظیم کے سامنے اب تو عیسائی منتزی بھی سر تسلیم خم کر رہے ہیں +

آخرالامر مسلمان اور مواحدین آپسمیں متحد ہیں۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء جناب مسیح حضرت محمد صلعم۔ سر وہیٹر۔ اور آشر کہ نیوٹن اور قوم کے دیگر اہل دماغ سرگردگان کے مجمع عظیم کے موحدانہ اعتقادات۔ جہالت۔ توہم پرستی اور تاریکی کا قلع قمع اور ذہن کو مسخر کر رہے ہیں۔ لہذا ہمیں اس وقت تک چین نہ لینا چاہئے

جبتک کہ توحید تمام ربع مسکون پر اس طرح نہ پھیلجاوے جس طرح کہ پانی سمندر میں پھیلا ہوا ہے +

از قلم جی ایس کوخی ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ڈی

{صاحب موصوف امریکن ۔ برطانوی اور ممالک غیر کی موحد جماعت کی طرف مسلمان ممالک میں موحد نمائندے مقرر ہوئے ہیں ۔ مترجم}

بعثت اسلام

(رسول اکرم صلعم کے وعظ اور آپؐ کی تکالیف کا ذکر)

نمبر ۴

(از قلم عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ۔ ایل ایل بی مترجم قرآن شریف)

رسولکریم صلعم نے تمام تکالیف کا سامنا نہایت بڑی خوشی اور استقلال سے کیا آپؐ جانتے تھے کہ اس قسم کی تکالیف کے بدوں دنیا کی اصلاح ناممکن ہے مگر ان اذیتوں اور مصیبتوں کو دیکھ کر جو آپؐ کے متبعین کو برداشت کرنی پڑتیں آپ کو حد سے زیادہ رنج اور تشویش ہوتی ۔ کیونکہ انہیں بالخصوص متوسط الحال اور مفلس صحابہ کو ناقابل برداشت دکھ دیئے جاتے ۔ اور ہر ایک قسم کے جانکاہ عذاب کا جو بیرحمی تجویز کر سکتی ہے انہیں شکار بنایا جاتا سخت سے سخت انسان کا روح بھی ان اذیتوں کا خیال کر کے جو مستورات کو پہنچائی گئیں کانپ اُٹھتا ہے ۔ چنانچہ ایک عورت کو ہلاک کرنے کا ایک خطرناک طریق نکالا گیا ۔ اسکی دونوں ٹانگیں دو اونٹوں کی ٹانگوں کے ساتھ مضبوط باندھدی گئیں ۔ اور ان جانوروں کو مخالف سمتوں کی طرف دوڑایا گیا غلاموں کے لئے عجیب سزا تجویز کی گئی ۔ انہیں سخت موسم گرما میں دوپہر کے وقت جلتے ہوئے پتھروں پر برہنہ لٹایا جاتا ۔ اور اسی پر اکتفا نہ کر کے نہایت بیرحمی سے انہیں کوڑے بھی لگائے جاتے ۔ ان نظاروں کو دیکھ ایک اجنبی کا جی بھر آتا ہے چہ جائیکہ رسول صلعم کا دل جبکہ صحابہؓ کی قدر و منزلت ایسی ہی تھی جیسی کہ حضورؐ کے اپنے

بچوں کی۔ اس ظالمانہ طریق عمل کو دیکھ کر ہی آپؐ نے دو دفعہ اپنے متبعین کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر کسی غیر علاقہ میں یا کسی دُور دراز جگہ جا کر پناہ لیں۔ مگر خُود تنہا یا چند ایک صحابہؓ کے ساتھ دشمنوں میں رہکر اس کام کو جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سپرد کیا تھا سرانجام دینا پسند فرمایا۔ اس طرح آپؐ نے اپنے ساتھیوں کی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور اپنی مصیبتوں کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کیا۔ لیکن آپؐ کے متبعین کے چلے جانے کے بعد ظالموں نے اپنی تمام طاقت حضور صلعم ہی پر خرچ کی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی شریف دل آپؐ کے اندر رکھا تھا۔ اور کسقدر ہمدردی و محبت آپؐ میں کُوٹ کُوٹ کر بھری تھی۔ تاریخ میں تو آپؐ جیسا انسان ہمیں دکھائی نہیں دیتا +

لیکن یہ تمام مصائب و تکالیف اس غم کے مقابلہ میں جو حضورؐ کو کھا رہا تھا بالکل ہیچ تھیں۔ اہل عرب کی سنگدلی اور سرکشی آپؐ کے رنج و الم کا بہت بھاری موجب تھی۔ قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اس درد کا ذکر جو حضورؐ کو کافروں کے لئے تھا نہایت رقت انگیز الفاظ میں آیا ہے۔ سُورۃ الشعراء میں جو مکہ میں نازل ہوئی یُوں لکھا ہے کہ:- لعلك باخعٌ نفسك الا یکونوا موٴمنین ۰ ان نشا ننزل علیھم من السماء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین۔ ترجمہ (اے پیغمبر) تم تو کچھ ایسے تنگدل ہو رہے ہو۔ کہ شاید تم خودکشی کر بیٹھو۔ کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو ان (لوگوں) پر آسمان سے ایک (زبردست نشانی) اُتاریں۔ اور انکی گردنیں اس کے آگے جُھک کر رہجائیں (الشعرا ۲۶ - آیت ۳ - ۴) +

کفار کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے آپؐ میں اس قدر تڑپ تھی کہ جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ اپنے زبُوں طریقوں سے باز نہیں آتے۔ اور توہمات کو چھوڑ کر تقویٰ کو جس کی طرف انہیں بُلایا جاتا ہے اختیار نہیں کرتے تو آپ کو حد سے زیادہ غم پہنچا اور ممکن تھا کہ اس غم سے ہلاک ہو جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رُوح افزا مژدہ آپؐ کو نہ ملتا کہ وہ وقت نزدیک ہے جبکہ یہ سب کے سب نہایت انکساری کے ساتھ اسلام کے آگے سر جُھکا دینگے یہ خوشخبری آیات بالا کے بعد کی آیت میں درج ہے جس میں کہ رسولکریم کو اس قانون الٰہی سے بھی

آگاہ کیا گیا ہے۔ جس کے ماتحت ابتدائے آفرنیش سے انبیاء کو پہلے کاذب قرار دیا جاتا ہے اور پھر جب مکذبین کے لئے زبردست نشانات سزا کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہ پھر ان آسمانی نشانوں کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ اس طرح رسُول خدا کو یقین دلایا گیا کہ کفار مکہ کا بھی اسی قانون کے مطابق حال ہو گا۔ اور آپ کو بتلایا گیا کہ آپؐ اپنی موجودہ ناکامی کی وجہ سے مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ وہ دن آنیوالا ہے جبکہ لوگ نہایت ادب سے آپ کو اپنا آقا و سردار تسلیم کریں گے۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق پندرہ سال کے بعد تمام قبیلۂ قریش نہایت عاجزی اور صدق سے حلقۂ اسلام میں داخل ہُوا۔ ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں جبکہ حضورؐ ابھی مکہ ہی میں قیام فرما تھے۔ اور جبکہ آپ کو اپنے کام میں چاروں طرف سے ناامیدی ہی نظر آتی تھی اللہ تعالیٰ یُوں فرماتا ہے:-

فعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفاً ترجمہ۔ تو (اے پیغمبر) اگر (یہ لوگ) اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے (شعراء ۱۸ آیت ۶)

نہ صرف قرآن شریف کی مختلف آیات ہی سے اس رنج وغم کا جو آپ کو کفار کیلئے تھا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ آپ کی زمانہ رسالت کی تمام زندگی اس بات پر شاہد ہے۔ ایکدفعہ جبکہ آپ کو سخت تنگ کیا گیا تو آپؐ نے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی کہ اے میرے مولیٰ میری قوم کی خطا معاف کر کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولکریمؐ کا نصف شب سے لیکر صبح تک کا تمام وقت نماز ہی میں گُزرتا۔ آپؐ گھنٹوں سجدہ ہی میں پڑے رہتے۔ آدھی رات کے اندھیرے میں کسی گوشہ تنہائی میں جا کر اپنے مالک کے رُوبرُو باآواز بلند روتے۔ قرآن مجید کی ابتدائی سُورتوں میں سے ایک میں ان حالات کا اس طرح ذکر ہے:-

يا ايها المزمل ٥ قم الليل الا قليلا ٥ ترجمہ۔ اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو۔ رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (سورہ مزمل آیت ۱ و ۲) پھر آگے چلکر فرمایا ہے۔ کہ ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى الليل و

ونصفه وثلثه (سورہ مزمل آیت ۲۰) ترجمہ (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات کے وقت یہ دعائیں اور نمازیں محض اصلاح خلق اللہ کے لئے تھیں جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے +

حضور صلعم کی دلی آرزو تھی کہ پہلے تمام عرب میں اور بعدہٗ تمام دنیا میں اصلاح کے رنگ میں انقلاب پیدا کیا جائے ۔ اور اسی پیاس کو بجھانے کے لئے آپ تمام رات بیدار رہتے ۔ اور اپنے گھٹنوں کے بل اپنے قادر مطلق کے حضور نہایت خشوع و خضوع اور سوز دل سے جہالت اور بدی کو دور کرنے اور اسکی بجائے روشنی اور راستبازی کے قیام کیلئے دعا مانگتے ۔ اور اسی لئے آپ رات کے اندھیرے میں گوشہ تنہائی اختیار فرماتے اور انہیں دعاؤں ہی کی بدولت ہر ایک خطرہ کا مقابلہ کرنے کی قوت آپ میں پیدا ہوگئی تھی خلق اللہ کی اخلاقی اور روحانی حالت کو اعلےٰ پیمانہ پر پہنچانے کی خواہش نے اپنا اثر اُس الہام الٰہی سے پہلے ہی دکھلانا شروع کر دیا تھا جس کے نازل ہونے پر آپ عہدۂ رسالت پر مامور ہوئے ۔ پیشتر ازیں کہ آپ خدا کی طرف سے حکم پاکر لوگوں کو ان کی غفلت سے بیدار کرتے آپ غار حرا میں جاکر جو کہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی خدا کی عبادت میں کئی کئی دن بلکہ ہفتے بسر کرتے تھے ! اور اپنے لئے ضرورت کے مطابق وہاں خوراک بھی لیجاتے ۔ یہ ایک نہایت تاریک اور ہیبتناک غار تھی جس کے نزدیک کسی قسم کی آبادی بھی نہ تھی ۔ وہاں آپ تن تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دلی تمنا پیش کرکے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے درخواست کرتے ۔ آپ کی قوم کو تو مے نوشی کے جلسوں سے فرصت نہ ملتی تھی لیکن آپ ان کی بہتری کے لئے اسقدر متردد ہو رہے تھے کہ کوئی نصف شب بھی خالی نہ جاتی جبکہ آپ ان کے لئے آنسوؤں کے دریا نہ بہاتے ۔ لہٰذا آپ ہی کی طفیل بڑے اہم نتائج مرتب ہوئے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آپ کے لئے رحمۃ للعلمین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جناب مسیح نے بھی ایک دفعہ رات بھر لمبی لمبی دعائیں مانگی ہیں ۔ لیکن یہ دعا کی رات وہی تھی جس کے گزرتے ہی صبح کو انہوں نے گرفتار کیا جانا تھا ۔ اور تاریخ اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہ دُعائیں محض اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے تھیں تاکہ مصیبت کا پیالہ ٹل جائے۔
برعکس اس کے رسولکریم صلعم کے متعلق تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ آپ تئیس سال تک برابر رات کے
وقت دُعاؤں میں مصروف رہے۔ اور خدا سے اپنی سلامتی کے لئے التجا کرنے کے بجائے
خلق اللہ کی بہتری اور ان کے فائدہ کی درخواست کرتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان
انقلابات میں جو ان دو نبیوں نے پیدا کئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی شخص بھی
اس ہمدردی اور محبت کا اندازہ صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ جو آپؐ کے دل میں اپنے
ناشکر گذار ستمگروں کے لئے تھی۔ اور جس کا اظہار خدا کے حضور ان کی بہتری کیلئے
لمبی دُعاؤں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ اس قسم کی باتیں ایک رسُول ہی کی شان کے شایان
ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ کفّار مکّہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر اس زمانہ کے عیسائیوں نے
آپؐ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان بیش قیمت اور قابل قدر خدمات کو جو حضورؐ نے
صداقت کو قائم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیں نہایت ہی تحقیر کی
نظر سے دیکھ کر اپنی ناشکر گذاری کا اظہار کرتے ہیں +

رسولکریم صلعم نے اس تمام جدوجہد میں جو آپؐ کے مبعوث ہونے کے وقت شروع
ہوئی اور آپؐ کے وصال ہی پر ختم ہو گئی جس قدر صبر و استقلال اور معجزنما ایمان کا اظہار فرمایا
اس کی نظیر نہ صرف دُنیا کی قوموں اور اُن کے بادشاہوں کی تاریخ ہی میں نہیں ملتی۔
بلکہ کسی مذہبی تاریخ میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اور اس بات کا خود ولیم میور بھی قائل ہے۔
اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثابت قدمی اور وفا انسان کیلئے قابل تعریف جوہر ہیں
لیکن رسولکریم صلعم میں ان سے بھی بڑھ کر الگ جوہر تھا۔ جس کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف
آپ پر اثر نہ کر سکتی تھی۔ آپؐ نے تمام اذیتوں اور آزمائشوں میں سچے نبیوں کا سا ہی تحمل
استقلال بھی دکھلایا۔ بلکہ آپؐ کا ایمان اور یقین اپنی آخری کامیابی پر ہمیشہ پختہ اور
غیر متبدّل رہا۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ سب لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بجز
چند ایک ایسے اشخاص کے جو خود اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے چاروں طرف سے آپؐ کو
ناکامی ہی ناکامی نظر آرہی تھی۔ مختلف طریق سے آپ کو اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ موت و

تباہی کی دھمکی بھی دیگئی تھی۔ خود اپنی قوم کی شرارتوں کی وجہ سے آپ پر غم کا ہجوم ٹوٹ پڑا تھا اور چاروں طرف سے دشمنوں نے بھی گھیر رکھا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے آخری کامیابی پر آپ کا پختہ یقین اور آیندہ کی بہتری پر آپ کا اعلیٰ درجہ کا ایمان برابر قائم تھا۔ اور آزمائشوں تکلیفوں اور اذیتوں کے حیران کر دینے والے طوفان کے درمیان آپ کے اندر چراغ امید ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہ ٹمٹمایا۔ میور صاحب لکھتا ہے۔ کہ حضرت الیاسؑ نے بھی ایمان اور استقلال رسول کریم صلعم کی طرح دکھلایا۔ کیونکہ انہیں بھی تکالیف دی گئی تھیں۔ بیشک ان اسرائیلی نبیوں میں سے وہ ایک ہیں جنہیں لوگوں سے بہت دکھ پہنچا لیکن جس اعلیٰ درجہ کا بھروسہ رسول کریمؐ کو خداوند تعالیٰ پر تھا وہ حضرت الیاسؑ میں پایا نہیں جاتا۔ لکھا ہے کہ حضرت الیاسؑ تکالیف اور ناکامیوں سے ہار کر ایک دن برابر سفر کر کے ایک ویرانے میں پہنچے۔ اور ایک درخت کے تلے بیٹھ کر کہا۔ کہ اے کاش مجھے موت ہی آئی ہوتی۔ پھر خدا سے التجا کی کہ مجھے اب اٹھا لے میں نے کافی تکالیف برداشت کی ہیں۔ اور میں اپنے پہلوں سے بہتر نہیں (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۴)

ایک طرف تو ہم حضرت الیاسؑ کو اپنے دشمنوں کی اذیتوں سے تنگ آکر... کے درخت کے تلے ویرانہ میں اپنی موت کے لئے دعا مانگتے دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت محمد صلعم کو کھجور کے درخت کے نیچے ویرانہ ہی میں جبکہ آپؐ کو قوم طائف نے نکال دیا تھا۔ اور زخموں سے آپؐ ندھال ہو رہے تھے۔ خدا کے حضور اپنی شکایات پیش کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ دس سال تک ظلم و ستم اٹھانے اور لوگوں کی طعن و تشنیع برداشت کرنے کے بعد حضرت الیاسؑ کی طرح آپؐ نے اپنے لئے موت کی درخواست نہیں کی بلکہ مصائب کو اس وقت تک برداشت کرنے پر رضامندی ظاہر کی جبتک کہ خدا پسند کرے۔ البتہ آپکو یقین واثق تھا کہ آپؐ نامراد نہ جائیں گے۔ اور آخرش آپ ہی کے نام کامیابی لکھی جائیگی۔ انجیل کے ماننے والوں کا اس پر ایمان ہے کہ یسوع مسیح آخرش بالکل مایوس ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکار اٹھے تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کبھی اس قسم کا خیال تک بھی نہ آیا۔ گو آپ کو جناب مسیح سے بھی سخت تر آزمائشوں میں ڈالا گیا۔ اور آپؐ کو اپنی زندگی میں زیادہ تر نازک موقعہ بھی پیش آئے۔ فقط

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات

بوقتِ ابتلا اور بزمانہ حکومت

آزمائشوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے انسان ایک روش اختیار کر لیتا ہے جسے خصلت کہتے ہیں لیکن کامیابی کے بعد اسکی ذاتی شرافت کھلتی ہے بشرطیکہ اس میں وہ جوہر موجود ہو۔ انسانیت اگر غور کیا جائے تو صرف نرم دلی ہی کا نام نہیں۔ یہ مختلف خوبیوں کا مجموعہ ہے جو بر موقعہ ظاہر کیجاتی ہیں۔ نشو و نما پانے اور قوت پکڑنے کیلئے انہیں مختلف موقعوں کی ضرورت پڑتی ہے اگر بعض کا ظہور صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان نہایت ہی مفلسی کی حالت میں ہو۔ تو بعض کو کمال تک پہنچانے کے لئے دولتمندی کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ جو شخص اپنی ہی زندگی میں مختلف حالات میں سے گزر کر تجربہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ دوسروں کیلئے تقلید کے واسطے بطور نمونہ پیش نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص بردباری اور صبر کا سبق دوسروں کو نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ خود جناب مسیح کی طرح اپنی زندگی میں سخت ترین ابتلاؤں میں سے ہو کر نہ گذرا ہو۔ لوگ عفو کے متعلق نصیحت آمیز قصے تو پڑھتے ہیں لیکن زبانی جمع خرچ سے ان میں وہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ فعل ہی کسی زبانی دعوے کا ثبوت سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر اخلاقی حالات پر غور کیجائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک خلق ایک الگ پہلو اور رنگ رکھتا ہے۔ اور اس کے اظہار کیلئے خاص خاص حالات کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً عفو ایک خُلق ہے اسکا اظہار صحیح طور پر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جو تین حالات میں سے گذرا ہو۔ اوّل یہ کہ وہ مصیبت میں گرفتار رہا۔ اور دشمنوں نے اُسے بڑی بیرحمی سے دُکھ دیا ہو۔ دوم وہ طاقت اور کامل قوت حاصل کرے۔ اور دشمن مغلوب ہو کر اس سے رحم کی التجا کریں سوم اسکے دشمن اپنے مظالم کی پاداش حاصل کرنے کیلئے اسکے سامنے پیش ہوں۔ اور انہیں بجائے سزا پانے کے معافی ملے۔ وہ شخص کبھی ٹھیک ہو کر دوسروں پر رحم نہیں کر سکتا۔ جو خود دوسروں کے رحم کا محتاج نہ ہوا ہو۔

انسان کے اندر عفو ایک نہایت ہی اعلےٰ خلق ہے۔ تمام کتب مقدسہ کی ورق گردانی کر کے ہمیں کوئی بھی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس سے اس خلق کا اظہار مکمل طور پر ہوا ہو بجز خاتم الانبیاء (حضرت محمد صلعم) کے جنمیں کہ یہ ہر سہ شرائط متذکرہ صدر موجود تھیں +

یتیمی کے زمانہ سے لے بادشاہت کے زمانہ تک حضرت محمد صلعم نے زندگی کے مختلف مراحل طے فرمائے۔ آپ کو مختلف قسم کے واقعات پیش آئے جنکی وجہ سے مختلف خلقوں کا اظہار ہوا۔ قدم قدم پر آپ کی آزمائش کی گئی لیکن آپ کسوٹی پر پورے اُترے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اور ہر ایک روش پر ہمیں اپنی ضروریات کی سرانجام دہی کے لئے ایک مکمل نمونہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس رسول خدا کی پاک زندگی ہمیں پکار پکار کر اپنی طرف بلاتی ہے۔ ہم اپنے ناظرین پر ثابت کر دیں گے۔ کہ جو کچھ ہمنے رسول اکرمؐ کے متعلق لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً اس مضمون پر لکھیں گے۔ لیکن دنیا کے دوسرے بڑے بڑے انسانوں کی نسبت ہم کچھ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں اور جسقدر ہمیں اس کے متعلق واقفیت ہے وہ بھی خالی از اعتراضات نہیں۔ ان میں سے اکثر تاریخی لوگ نہیں اور گمنامی کی چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض وقت ایسے لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے ہم مشکل ان کی خصلت و اخلاق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سیزر اور سکندر اعظم جیسے انسان کے مقابلہ میں بھی حضرت محمد صلعم زیادہ تر تاریخی انسان ہیں۔ آپؐ کی زندگی آئینہ کی طرح ہمارے روبرو موجود ہے۔ جسمیں سے علو ہمت فیاضی۔ بہادری۔ صبر۔ بردباری عفو اور دیگر ضروری خصائل کا عکس جو انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہیں مختلف چمکدار رنگوں میں ہوتا ہے۔ اخلاق کا کوئی سا پہلو لیلو تو تمہیں آپؐ کی زندگی میں جو واقعات سے پُر ہے۔ ایک ایک روشن مثال اسکی نظر آئیگی۔ جناب مسیح نے اپنی زندگی کا نہایت ہی تلخ وقت بڑی بُردباری سے برداشت کیا۔ اور اُن کے ان الفاظ سے کہ اے خدا انہیں معاف کردے۔ کیونکہ انہیں علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان (جناب مسیح) کی

شرافت اور ہمت کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے یہی مطلب مگر مختلف الفاظ میں اکثر دفعہ ادا کیا۔ کیونکہ آپ کی زندگی سخت ابتلاؤں سے پُر تھی۔ پُورے تیراں سال تک اُن کو متواتر مختلف تکالیف کا شکار بنایا گیا۔ آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر عذاب دیا گیا لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے عذاب دینے والوں کی بہتری کیلئے دُعا کی۔ آپ ایک دفعہ طائف تشریف لے گئے جو مکہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں بُت پرستی کے خلاف وعظ کیا۔ اس پر بُت پرستوں نے اس جگہ سے ان کو نکال دیا۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر غلاموں اور عوام کا تھا جو غروب آفتاب تک شور مچاتے رہے۔ اور آپ پر پتھر پھینکتے رہے۔ لیکن باوجودیکہ آپ کو جسم پر زخم بھی لگے ہوئے تھے۔ اور خون اُن میں سے نکل رہا تھا۔ پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے اور آپ از حد تھک گئے تھے تاہم اس مصیبت کے وقت بھی انہوں نے ذیل کی دُعا اللہ تعالیٰ سے مانگی :۔

"اے میرے مولےٰ میں تیرے ہی پاس شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور اپنی خواہشات کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں حقیر ہوں۔ اے رحیم اے کریم جو کمزوروں کا والی ہے۔ تو ہی میرا مولیٰ ہے۔ میرا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ مجھے اجنبیوں اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو میں پھر محفوظ ہوں۔ میں تیرے مُنہ کی روشنی میں پناہ لیتا ہوں جس کی وجہ سے تمام تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور امن اس دُنیا میں او عاقبت میں بھی ملتا ہے۔ میری مشکلات کا حل اس طرح کر جسطرح تیری رضا ہو کوئی طاقت اور کوئی قوت سوا تیرے نہیں۔ اے میرے مولیٰ ان لوگوں کو سیدھی راہ بتلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں" ۔

اِن الفاظ سے اُلوالعزمی اور ہمت ٹپکتی ہے۔ اور اس قسم کے شریف اور عالی ہمت کی شان کے شایاں ہیں۔ گو آپ کو علم ہے کہ آپ کی حالت نہایت پست ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے۔ آپ کے اِن الفاظ سے کہ اگر تو (اللہ) مجھ سے ناراض نہیں تو میں محفوظ ہوں اور مجھے کوئی خطرہ نہیں کسقدر امید نظر آتی ہے۔ ایک ذرا سا بھی مایوسی کا پایا نہیں جاتا۔ اور نہ کسی قسم کی کسی کے خلاف شکایت ہے۔ اور یہ بھی معلوم

نہیں ہوتا کہ آپ کے دل میں ڈر ہے کہ خدا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ اور پھر آپ کی اس خوبصورت دعا میں کہ مشکلات کا حل اس طرح کر جس طرح تیری رضا ہو۔ تنگدل عیسائی مشنریوں کے لئے سبق ہے۔ جو اپنی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے جناب مسیح کے اس کلام کو کہ تیری مرضی ہو میری کچھ مرضی نہیں بار بار لئے پھرتے ہیں۔ اور اس پر ناز کرتے ہیں +

متعصب عیسائی ہر دو کے کلام میں مشابہت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور نکمّی تشریحات پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ ایک قسم کا کتابی سرقہ ہے اور چونکہ حضرت محمدؐ جناب مسیح کے بعد مبعوث ہوئے۔ اسلئے انہوں نے (نعوذ باللہ) سرقہ کیا ہوگا۔ اگر اسی استدلال پر اس سوال کو حل کیا جائے۔ تو عیسائی صاحب کو ہی منہ کی کھانی پڑیگی۔ اور آخرش اس کو شکست کا منہ دیکھنا ہوگا۔ کیونکہ یہودی جناب مسیح کی تمام تعلیم اور ان کے اقوال اپنی کتابوں میں سے نکال کر دکھلا سکتے ہیں اور پھر علاوہ اس کے بہت سی تمثیلات جو عہد نامۂ جدید (انجیل) میں پائی جاتی ہیں یسوع مسیح کی آمد سے پہلے بدھوں کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ تو پھر کیا ہم یہ کہیں کہ تمام کی تمام انجیل سرقہ ہی ہے۔ اور کیا اسی احمقانہ منطق کے رُو سے سیل صاحب قرآن شریف کو صریح جعل کہنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ لیکن اس امر کی تشریح آسانی سے ہو سکتی ہے۔ چونکہ سب پیغمبر ایک ہی خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور ایک ہی الٰہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور ایک ہی استاد سے جو خالق ارض وسما ہے ایک ہی قسم کا سبق پڑھتے ہیں۔ اس لئے ان کے کلام میں بہت مشابہت اور یگانگت ہوتی ہے وہ خدا سے الہام پاکر بولتے ہیں۔ اور اُن کے کلام سے بعض دفعہ آیندہ واقعات کا پتہ ملتا ہے جو اُن کی زندگی ہی میں ظہور میں آجاتے ہیں۔ مثلاً جناب مسیح کے الفاظ کا اور حضرت محمد صلعم کی دعا کا آخری حصہ لیں اور اُن کا مقابلہ کریں +

جناب مسیح تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ تو انہیں معافی دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور

حضرت محمد صلعم فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ تو انہیں سیدھی راہ پر چلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں +

یہ ہر دو دُعائیں۔ دُعا کرنیوالوں کے حالات کے مطابق ان کے منہ سے نکلیں اور آیندہ کے واقعات نے انکی صداقت پر مہر لگا دی۔ جناب مسیح تو اپنی زندگی میں اپنے دشمنوں پر اسقدر قدرت اور قوت کے حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی رُوح کی اُولوالعزمی عفو کے رنگ میں اپنے دشمنوں کو دکھا سکتے۔ اس لئے انہوں نے خدا ہی سے دُعا کی کہ وہ خود انہیں معافی دے۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے اپنی طاقت اور شوکت کے معراج پر پہنچنا تھا۔ اور خود اپنے دشمنوں کو معافی دینی تھی۔ اور یہ سب کچھ خدا کے علم میں تھا۔ علاوہ بریں رسولکریم صلعم کے مُنہ سے نکلے ہُوئے الفاظ پُر معنے اور مبسوط ہیں۔ ظاہری معنوں کے ماسواء ان سے کچھ اور بھی نکلتا ہے یعنے معافی خود اس کے اندر ہی نظر آتی ہے۔ معافی کا تعلق تو گذشتہ افعال اور اعمال سے ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کی راہ پر چلنے کا تعلق گذشتہ اور آیندہ ہر دو ازمنہ سے ہے۔ کیونکہ کوئی متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے گذشتہ گناہوں کی معافی نہ ہو۔ لہذا رسول کریم صلعم نہ صرف دشمنوں کے گذشتہ گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو آیندہ راہ مستقیم پر چلانے کی دُعا بھی کرتے ہیں۔ یہ الفاظ واقعی ایک قسم کی پیشگوئی کے رنگ میں تھے جو بعد میں حرف بحرف پورے ہوئے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب پر پُورا تسلط حاصل کیا۔ آپؐ کو دکھ دینے والے آپؐ کے حضُور حاضر کئے گئے۔ لیکن ان کے ساتھ آپؐ نے ایسا نیک سلوک کیا جس کی نظیر اس وقت تک تاریخ پیش نہیں کرسکتی۔ اور اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے اسلام میں داخل ہوکر باطنی اور ظاہری صفائی حاصل کی +

رسید زر یکم نومبر لغایت ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء

امداد مشن جناب شیخ خدا بخش صاحب اے ای آسی مردان ۲ مفت تقسیم حضرت حاجی میر حمید اللہ خاں صاحب بی اے ابھوپال ۱۰۰
" منہاج الدین صاحب " امداد مشن۔ جناب حاجی محمد صاحب۔ ہندو تی ۲ صمر
" منشی علی احمد صاحب بہاولپور " شہاب الدین صاحب نوشہرہ ۱۵ ۳۰
" ہاشم علی صاحب سکنہ چاندکہ ہری پور ۱ " مفت جناب علی احمد صاحب بہاولپور صمر

آنریری سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۰۸

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

قسم اول ۸ علاوہ محصولڈاک (ضخامت ۲۱۶ صفحات) قسم دوم ۱۲ علاوہ محصولڈاک

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سنی در مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات۔ موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر۔ تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی اوقال امۃ محمد علی ضلالۃ اور اختلاف امتی رحمۃ کی حسب تشریح یہ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث۔ اپنے عقائد کا اظہار۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراد ملوکی مماثلت۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ۔ دنیا میں ضرورت نبوت۔ اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی۔ خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں۔ اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کے لئے تیاری کریگی۔ اس کتاب میں علماء دین سے نہایت مؤدبانہ التماس کی گئی ہے۔ کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔ کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور مسلم قوم نے انہی فرقی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

لمعات انوار محمدیہ رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب و جناب ایس۔ ایچ لیڈ مصنف ڈیز رٹ و دیگر مشاہیر عالم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت غیر مجلد ۱۲ مجلد ۱

تمام درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۷) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۲)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئیے۔

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسائل کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔ مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں۔ مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو۔ مینیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۷) — بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء — نمبر (۲)

شذرات

چونکہ اس وقت تک کوئی بھی فوٹو مسجد ووکنگ سے ہمیں موصول نہیں ہوا۔ اس لئے رسالہ ہذا بغیر فوٹو شائع کیا جاتا ہے +

حضرت خواجہ صاحب جاوا سے روانہ ہوگئے۔۔۔ ہیں آپ کی تازہ ڈاک آمدہ از جاوا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ انشاءاللہ تعالیٰ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کے آخیر میں لاہور پہنچ جائیں گے۔ قیام جاوا میں تبلیغ و تلقین کے علاوہ ایک اور جدید تصنیف فرمائی ہے۔ جو کہ "انجیل عمل" کے عنوان سے انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوگی +

یہ افسوسناک خبر نہایت ہی اندوہ کے ساتھ شائع کیجاتی ہے کہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کی ۱۸ تاریخکو حضرت خواجہ صاحب کی والدہ ماجدہ آپ کی عدم موجودگی میں ہی اس جہان فانی سے رحلت فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ اس جانکاہ صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے +

دُنیا میں اسلام کی حالت[1]

صدیوں سے عیسائیت ، اسلام کے خلاف سخت جد و جہد کر رہی ہے ابتدائی زمانہ میں اس مخالفت کا رنگ پولیٹکل یا سیاسی تھا۔ جو کبھی کسی حکمت عملی اور کبھی جنگ کی صورت اختیار کرتی تھی۔ شمالی افریقہ اور دیگر بعض اسلامی ممالک میں۔ جو واقعات گذشتہ چند سالوں میں ہماری نظروں سے گذرے ہیں۔ وہ اسبات کے شاہد ہیں کہ عیسائیت نے اپنے طرز عمل کو نہیں بدلا۔ لیکن ایک نئی قسم کی جد و جہد یا جہاد اب ترقی پر ہے۔ گو اس کا ابتدا تو مدت سے ہے۔ مگر اس نے اپنی صورت نمایاں طور پر اسلامی ممالک میں چند سالوں ہی سے دکھلائی ہے۔ اور اس کا نام روحانی جہاد ان لوگوں نے رکھا ہے۔ جن کی طرف سے اسکی ابتداء ہوئی ہے۔ چونکہ مغرب کی دولت اور علم اور ان کے مطابع اسکی مدد میں ہیں۔ اسلئے یہ مخالفت بڑے زور شور کے ساتھ ترقی کی راہ پر قدم مار رہی ہے۔ نہایت انتظام اور آسانی کے ساتھ اس جہاد کو جاری رکھا جا رہا ہے۔ سائنس کے عجائبات کو بھی اسلامی حلقہ اثر میں اس غرض کے کام میں لایا جاتا ہے۔ تا کہ لوگوں کو عیسائیت کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تحریک نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ فقط جزیرہ ملایا ہی میں چالیس ہزار عیسائی ہوئے ہیں۔ اور انجیل بھی مختلف زبانوں میں بکثرت شائع کی گئی ہے۔ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء سے پہلے بیس سالوں میں باراں لاکھ جلدیں انجیل کی تقسیم ہوئی ہیں انمیں سے کچھ عربی میں اور کچھ عثمانی ترکی زبان میں طبع کرائی گئیں۔ ان کُل جلدوں میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کے پاس پہنچی ہیں (ملاحظہ ہو اخبار مسلم ورلڈ) ہمیں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ مسلمان انجیل کیوں

[1] یہ مضمون رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی ابتدائی جلد وں سنہ ۱۹۱۳ء سے ترجمہ کیا گیا ہے

نہ پڑھیں۔ اگر وہ اُسے پڑھیں اور سمجھ کر پڑھیں اور اس پر کوئی نقطہ چینی بھی ان کی طرف سے نہ ہو تو بھی ان کا عیسائی ہونا ممکنات سے نہیں مگر اسقدر انجیلوں کو تقسیم کرنے کا انتظام اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اس تحریک کو بڑے زور شور سے اور صرف کثیر کے ساتھ قائم رکھا جا رہا ہے۔ اس پر ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ آیا عیسائیوں نے جو کچھ اس امر کے متعلق کیا ہے وہ درست ہے یا غلط لیکن مسلمانوں کو اس سے سبق لینا چاہیے۔ اور ہوش میں آنا چاہیئے +

ہماری غرض اس سے یہ نہیں ہے۔ کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح انہیں کے نقش قدم پر چلکر یورپ میں پہنچکر جہاد کریں۔ اور اسکی ضرورت بھی نہیں کیونکہ معقول نقطہ چینی ہی اس وقت مغرب میں عیسائیت کے پرخچے اُڑا رہی ہے۔ اور اس کے پسندیدہ اصولوں اور مسائل کو پاش پاش کر کے خاک میں ملا رہی ہے۔ ہماری مُراد اس جگہ صرف یہ ہے کہ اندفاعی رنگ میں مقابلہ کیا جائے۔ اور دنیا کے تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں یک زبان اور ہمخیال ہو کر کام کریں اور مردانہ وار اور محبت کے ساتھ اور خاصلانہ تحریریں شائع کریں۔ جس طرح کہ عیسائیوں نے انجیل کے ترجمے مختلف زبانوں اور بولیوں میں کر کے روئے زمین پر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کر دئے ہیں اسی طرح قرآن مجید بھی اسقدر تقسیم ہو کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ میں ہمیں دکھائی دے۔ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں قرآن مجید کے تراجم اسی جگہ کے لوگوں کی زبان میں ہونے چاہئیں نوجوانکو پڑھائے اور سمجھائے جانے چاہئیں۔ اس طرح ہر ایک مسلمان کو اپنے مذہب سے واقفیت بخوبی ہو جائیگی۔ وہ اس قابل ہو گا۔ کہ مخالفوں کے حملوں کی روک تھام اور اپنے اعتقاد کو اچھی طرح بیان کر سکے جسطرح عیسائی مشنری اسلامی کتب اسکے قوانین اور اس کے تمدنی اور سیاسی معاملات کا مطالعہ فقط اسلام پر اعتراضات کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہئے کہ عیسائی تحریروں کو پڑھیں ان کے قوانین ان کے طرز معاشرت۔ ان کے سیاسی اور پولیٹیکل معاملات اور اغراض اچھی طرح

مطالعہ کریں۔ تاکہ وہ اپنی حالت کو اچھی طرح قائم رکھ سکیں۔ اور بحث و مباحثہ کے وقت فتح و نصرت کا منہ دیکھیں۔ اس طرح وہ تجارتی دنیا میں بھی اپنی حیثیت قائم رکھ سکتے ہیں اور معاملات ملکی میں بھی لیکن آبارے میں ہمہ تن مصروف ہونا ازبس ضروری ہے۔ بیدلی اور ادھورا پن کبھی کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا کئی سال تک مغرب میں عیسائیت کے ہر ایک فرقہ ریشنلزم والے سخت اعتراض کرتے رہے۔ لہذا عیسائیوں کو اُن کے حملوں سے بچنے کے لئے علم تشریحات و توجیہات کا محکمہ قائم کر کے کام لینا پڑا۔ جس کی وجہ سے اُن کی مخلصی ہوئی ہے چنانچہ اگر ایک جگہ قابو آتے ہیں۔ تو دوسری جگہ جا کر پناہ لیتے ہیں لیکن ان کی پر از فریب تحریر مشرق میں ایک حربہ کا کام دیگی۔ کیونکہ وہاں بدقسمتی سے مغربی سائنس و لفظ چینی کے طرز سے لوگ عام طور پر واقف نہیں +

قاعدہ ہے کہ جب دو شخص ایکدوسرے سے اتفاق رائے نہ رکھتے ہوں تو جو شخص غالب آنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخالف کے مُدعا کو تاڑ لے اور اُس کے دلائل کو اچھی طرح غور سے سمجھے تاکہ اس پر حملہ آسانی سے ہو سکے۔ اسی اصول پر کرسچن مشن کے لیڈروں نے اسلامی ممالک میں ایک سہ ماہی رسالہ بنام مسلم ورلڈ (دنیائے اسلام) جاری کیا ہؤا ہے جسمیں مسلمانوں کے روزمرہ کے حالات و معاملات اُن کے علم ادب اور خیالات کے متعلق مضامین ہوتے ہیں۔ اور اسمیں خاص کر کے اِن مشنوں کی رپورٹوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو اسلامی ممالک میں قائم ہیں یا جہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں۔ مثلاً ہندوستان اور چین میں۔ میں نائل مشن پریس یا کرسچن لٹریچر سوسائٹی انڈیا کو اس قسم کا رسالہ جاری کرنے پر ملزم نہیں گردانتا۔ کیونکہ ان لوگوں کا ایمان ہے۔ کہ عیسائیت ہی سے ترقی ہو سکتی ہے اور فقط مسیح کی بدولت نجات حاصل کیجا سکتی ہے۔ اِس لئے یہ ان کا غرض ہے کہ وہ تمام دنیا میں اپنے خیالات کو پھیلائیں۔ تاکہ

سب لوگوں کو ان سے آگاہی ہو جائے لیکن اس قسم کی کارروائی کیوں مسلمان نہیں کرتے ۔ ان کے عقاید بھی تو کم ازکم اپنے مذہب کے متعلق ایسے مضبوط اور زبردست ہیں ۔ کیوں وہ اپنے فرائض کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ ان کا مذہب اُن پر کچھ حق رکھتا ہے ۔ کیوں اُسے ادا نہیں کیا جاتا ہے ۔ جب کبھی ہمیں دُنیائے اسلام کے حالات دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے ۔ یا اسلامی علم و ادب یا دیگر اسلامی امور کی نسبت یا مشرق میں عیسائی مشنوں کے متعلق ہم کچھ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ تو ہمارے پاس کوئی ذریعہ اس کا نہیں سوائے عیسائی اخبارات کے جنہیں تمام باتوں کو تعصب کی نگاہ سے اور مغربی نقطہ خیال سے لکھا جاتا ہے ۔ اور تصویر کا اسمیں صرف ایک پہلو پیش کیا جاتا ہے +

پس اے مسلمانو! جاگو اپنے ایمان میں وہ قوت اور جوش پیدا کرو جو تمہارے باپ دادوں میں تھا جس کی وجہ سے وہ ایک طرف تو دریائے سندھ و سیحون تک اور دوسری طرف فرانس کے پہاڑوں اور میدانوں تک پہنچ گئے ! اور اسلامی جھنڈے تین بڑے بڑے اعظموں پر گاڑ دیئے ۔ اور وہ کامیابی حاصل کی ۔ اور اس قسم کی تہذیب پھیلائی جس کی نظیر کبھی نہیں ملسکتی +

جنگ نے مذہب پر کیا اثر کیا ؟

اِس سوال کے جوابات گوناگوں ہیں فلسفیوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ جنگ نے ایمانیات کا قلع قمع کر دیا ہے ۔ اس کے برعکس ایک جماعت یہ رائے رکھتی ہے ۔ کہ جنگ نے مذہب کو صیقل کیا ہے ۔ اور اُسے جلا بخشی ہے ۔ اور اس سے مذہب کو زیادہ فروغ حاصل ہوگا ۔ اور دُنیا میں مذہبی دلچسپی زیادہ بڑھیگی متذکرہ بالا ہر دو گروہوں میں سے مؤخر الذکر جماعت چونکہ مملکت مذہب میں کسی اصول یا عقیدہ کو قبول نہیں کرتی ۔ اسلئے اس مسئلہ کو صاف کرنے کے لئے ہم سر ہیشو ٹبالمی کی

ایک عبارت ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں :-

"میں اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ جنگ نے مجھ میں محکم ایمان کا ایک زبردست احساس پیدا کر دیا ہے جو محض رسمیات و قیاسات کی قیود سے آزاد ہے۔ اور جن کی حقیقتاً مجھے ضرورت بھی نہیں اس امر پر میرا حق الیقین ہے کہ تمام دُنیا اس وقت ایک کلیسیائے جدید کی چشم براہ ہے۔ جو کہ کلیسیا بعد از حرب کے نام سے موسوم ہوگا"۔

وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جنگ نے ادیانیات کو معدوم کر دیا ہے وہ اس نتیجہ پر ان سفاکانہ اور بے رحمانہ کُشت و خون اور بیوگان اور یتیمی کی حالت زار دیکھ کر پہنچے ہیں جن کے خاوند اور باپ میدان کارزار میں کام آئے۔ ان کے نزدیک یہ تمام کا تمام مہیب والمناک منظر آئین مذہب کے بالکل منافی تھا۔ اور کہ جناب مسیح کی تعلیمات اور ربانی رحم و شفقت کے سراسر خلاف تھا۔ لیکن جنگ کو آئین مذہب کے خلاف قرار دینے والا گروہ جس بات کو محسوس نہیں کرتا ہے وہ یہ ہے کہ زبردست اور جیرہ دست کو سزا دینی اور بدی کا بڑی سے بڑی قربانی کر کے اور سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنا اصُول رحم و شفقت کے ہرگز ہرگز منافی نہیں۔ جب ہم کسی عاصی و مجرم کے لئے فتویٰ موت صادر کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں ہم رحم کے اصُول کے خلاف نہیں کرتے۔ اس وقت گو بظاہر ہم ایک شخص کے لئے بے رحم ہوتے ہیں لیکن باقی تمام سوسائٹی کے لئے ہمارا وہ فعل موجب برکت و رحمت ہوتا ہے۔ اسی طرح اقوام کی حالت ہے اگر ایک قوم دُنیا کی باقی اقوام کے حقوق و آزادی کو غصب کرنا چاہتی ہے۔ تو ہمارا فرض اولین ہے۔ کہ ہم استبداد کے ساتھ سینہ سپر ہو کر تمام نسل انسانی کی سُود و بہبود کے لئے اُسے اسکے فعل شنیع سے روکیں اور اس طرح ہمارا صداقت کی حمایت کے لئے کھڑا ہونا عین اصول رحم کے مطابق ہوگا اگر ہم نیکی کی حمایت میں بدی کا مقابلہ کرتے کرتے اپنی جان تک بھی دے دیں۔ تو ہماری موت نام و ناموس کی موت ہوگی۔ اور اس کا اجر لاانتہائی ہوگا جو نہ صرف اس دنیا میں ملیگا بلکہ آخرت میں بھی ہم اس کے مستحق ہوں گے۔ انسانی زندگی کا منتہا

اور نصب العین یہ دنیوی زندگی نہیں ۔ گذشتہ قیامت خیز جنگ یورپ نے
اُن تن آسان فلاسفروں کو جو پولوس کے زیر اثر محض قیاسات میں ہی اُلجھے
ہوئے تھے یقینی طور پر زندگی کے حقائق اور اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے
اِس جنگ نے از سرِ نو اس اصول کی صداقت کو زندہ کر دیا ہے ۔ کہ ہمیں ہر دست
کی پاداش کے لئے یقیناً یقیناً تیار رہنا چاہئیے ۔ ایک رُخسار پر تھپڑ لگنے اور
دوسرے رُخسار کو سامنے کر دینے کا مسئلہ محض ایک قیاس ثابت ہوا ہے ۔ جس پر
کہ عملاً ہم کاربند نہیں ہو سکتے ۔ آخرُ الامر یہ بھی ثابت ہو گیا ہے ۔ کہ اس جنگ عظیم
کے بعد کہ جسمیں فرقۂ ذکور کی آبادی کا ایک خاصہ حصّہ کام آیا ہے ۔ تعدد ازدواج
ہی فقط سوسائٹی کی بہبودی کا بہترین علاج ہے ۔ اور یہی اخلاق کا توازن قائم
رکھ سکتا ہے ۔ ہم مسٹر بٹالمی کے ساتھ بالکل متفق ہیں ۔ کہ دُنیا ایک کلیسیاء جدید کی
چشم براہ ہے ۔ جو کہ کلیسیاء بعد از جنگ کے نام سے موسوم ہو گا ۔ اور جس کے متعلق ہم کو
حق الیقین ہے ۔ کہ جنگ کے بعد کا کلیسیا ہو گا اسلام کے مقدر میں لکھا ہے ۔ کیونکہ
جنگ نے اسلامی اصولوں کی تصدیق کی ہے +

قرآن شریف کی رُو سے کس شخص کو سچّا مُسلمان نہیں سمجھا جاسکتا؟

ظاہری افعال بیسُود ہیں جب تک انکا تعلق دل سے نہ ہو ۔ اور انسان کے دلی جوش سے انکا اظہار
نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو دیکھتا ہے اور دلوں کی حالت کے مطابق ان کے ساتھ اس کا برتاؤ ہو گا
گناہ ایک قسم کی زہر ہے اسلئے مسلمان کو اس سے بچنا چاہئیے ۔ اسیطرح خداوند تعالیٰ کی نافرمانبرداری ایک
طرح کی مکروہ موت ہے ۔ ہر ایک مسلم کیلئے لازمی ہے کہ اس سے احتراز کرے جس شخص کا دل دُعا کے

وقت مضبوط نہیں ہوتا۔ اور وہ خدا کو قادر مطلق نہیں جانتا اور سب طاقتوں سے بڑھ کر اسکی طاقت کو نہیں سمجھتا وہ سچا مسلمان نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا اور دنیا کی حرص و آز میں مبتلا رہکر عاقبت کی طرف آنکھ بھی نہیں اُٹھاتا وہ سچا مسلمان نہیں۔ اور جو عملی رنگ میں دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے کوئی بدی یا شرارت سرزد ہو تو اس کا دل اُسے ملامت نہیں کرتا مثلاً شراب خوری۔ قمار بازی۔ بدنظری بددیانتی۔ رشوت خوری یا بے انصافی کے بعد اُسے یہ خیال تنگ نہیں کرتا۔ کہ اس نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو وہ بھی سچا مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ اسیطرح جو شخص پانچوقت باقاعدہ نماز ادا نہیں کرتا۔ اور ہر وقت خدا کے حضور عاجزی اور فروتنی سے دعا نہیں مانگتا سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پھر سچا مسلمان وہی ہے جو شریروں اور بدوں کی صحبت سے جو اپنا بداثر اس پر ڈالتے ہیں بچا رہتا ہے نیز جو اپنے والدین کی عزت کرتا ہے۔ اور انکی تابعداری تمام ایسی باتوں میں جو اچھی ہوں اور قرآن شریف کے خلاف نہ ہوں کرتا ہے۔ اور اُنکی خدمتگذاری میں ہی حتے الامکان لگا رہتا ہے پھر وہ شخص جس کا سلوک اپنی بیوی سے اچھا نہیں اور اس کے ساتھ مہربانی اور شرافت کا برتاؤ نہیں کرتا سچا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ جسقدر بھی نیکی وہ کر سکتا ہے کرے۔ اور جو شخص دوسروں کی زیادتیوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ اور اپنے دل میں اُن کے خلاف کینہ و بغض رکھتا ہے سچا مسلمان نہیں۔ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اور بیوی اپنے خاوند سے بیوفائی کرے تو وہ سچے مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ نیز زانی۔ حد سے تجاوز کرنیوالا۔ شرابی۔ قاتل۔ چور۔ قمار باز۔ غاصب۔ لوگوں کو ضرر پہنچانیوالا۔ کاذب جعلساز۔ بددیانت۔ مرتشی اور اپنے بھائی یا بہن پر الزام لگانیوالا سچے مسلمان کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ اور جو شخص اپنے گناہوں پر نہیں پچھتاتا اور بدمعاشوں کی صحبت سے نفرت نہیں سچا مسلمان نہیں کہلا سکتا +

اشاعتِ اسلام

از قلم جناب محمد اقبال صاحب ایم اے متعلم کیمبرج کالج (انگلستان)

اشاعت اسلام جیسے سنجیدہ مسئلہ پر ان قلیل صفحات کے اندر روشنی ڈالنی میرے لئے ایک مشکل امر ہے۔ کیونکہ اس مہتم بالشان مضمون کی بیشمار تفصیلات ہیں۔ اور اسکی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ بسیط وشاندار مضمون نہ صرف زمانہ قدیم کے تاریخی پہلو کو ہی پیش کرتا ہے۔ بلکہ فی زماننا ہماری تمام کی تمام مذہبی سرگرمی۔ جوش جدوجہد اور یہاں تک کہ ہماری مستقبل کی اُمیدیں بھی بہت حد تک اس اہم مسئلہ سے وابستہ ہیں۔ اس لئے اس عالمانہ مضمون پر اس وقت کسی قسم کی تنقیدی نگاہ ڈالنے کا یہ کوئی موزوں موقعہ نہیں۔ میں چند ایک خیالات کے اظہار پر ہی اس وقت اکتفا کرونگا۔ کیونکہ مجھ سے پیشتر بہت سے محققین۔ علماء وفضلا مختلف پہلوؤں اور مختلف پیرایوں سے اس اہم مسئلہ پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ میں ان قلیل صفحات کے اندر فقط دو تین اہم معاملات کا مختصر طور پر اعادہ کرونگا۔ جن سے کہ قریباً قریباً ہم سبھی واقف ہیں۔

اسلام نے کس طرح گذشتہ تین صدیوں میں یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں اور خصوصیّت سے حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں ترقی کی۔ یہ ایک ایسا سوال تھا۔ جس کا موزوں ومناسب جواب سوائے موجودہ زمانہ کے کسی نے نہیں سوچا۔ اور اسی سوال کا تسلی بخش جواب نہ پانے کی وجہ سے اہل مغرب اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے۔ اور ان غلط فہمیوں میں سے آج تک بھی بہت سی باقی چلی آرہی ہیں۔ ان افتراؤں اور غلط بیانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے لیکن یہ لغو وبے بنیاد خیال حقیقتاً اس شدید کاوش۔ نفرت ودشمنی کا نتیجہ ہے۔ جس سے صلیبی جنگوں کے سلسلہ کا

آغاز ہوا لیکن موجودہ زمانہ میں نہ صرف اس تعصب و بغض کا ہی قلع قمع ہو گیا ہے۔ بلکہ کثرت سے مشاہدات جدیدہ نے رونما ہو کر ان غلط نقوش کو یہاں تک ملیا میٹ کر دیا ہے۔ کہ اب ان کی مخالفت کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ ان خیالات فاسدہ کے رونما ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ معاملات کو سطحی نگاہ سے دیکھنے والے اشخاص کے دل میں یہ امر خوب اچھی طرح ذہنشیں کرایا گیا ہے۔ کہ چونکہ اسلام مسلمانوں کی ہر ایک فتح کے بعد نہایت ہی سرعت اور عجلت سے پھیلا تھا اسلئے جو لوگ اسلام سے متمتع ہوتے تھے۔ وہ جبر و اکراہ کا نتیجہ تھے لیکن تاریخ کا ایک ہی حوالہ اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیگا۔ کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان تمام ممالک میں جن پر مسلمان قابض ہوئے۔ لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کے وجوہات ہی مختلف ہیں۔ اوّل جس کی وجہ سے مفتوح ممالک کے لوگ بعجلت تمام حلقہ بگوش اسلام ہوئے یہ تھی کہ مسلمانوں کی فتوحات سے پیشتر ان ممالک میں کوئی نظم و نسق نہ تھا۔ اور باشندگان ملک اپنے فرمانروایان کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ تمام کی تمام نسل انسانی اس وقت بداخلاقی و بدکرداری کے اتھاہ و عمیق قعر مذلت میں گری ہوئی تھی۔ اور اس وقت کے مذہبی عتقادات ایسے قبیح تھے جن سے انسانی قلب و ضمیر کو تسکین نہیں ہو سکتی تھی۔ اور ان سب وجوہات سے بڑھ کر ان لوگوں کے قبولیت اسلام کی بڑی بھاری وجہ اسلام کی سادگی اور اسکے شاندار عقیدہ کی کشش تھی جس کی فرزندان عرب نے انہیں تلقین کی۔ ان صحرائی عربوں کے ارفع خصائل اور حق و صداقت کی حمایت میں ان کی انتھک کوشش و جان نثاری اور ان کی اعلیٰ جمہوریت نے مفتوحین کے قلوب کو قوت مقناطیسی کی طرح اپنی طرف کھینچا۔ وہ صحرائی عرب جہاں کہیں بھی گئے۔ انہوں نے نسل انسانی کو مصیبت ظلم و لشت... ایذا رسانی سے خلاصی دلائی۔ اور یہ واقعات بینہ بتاتے ہیں۔ کہ کسطرح انہوں نے انبوہ کثیر اور عوام الناس کو اپنا دالہ و شیدا بنا لیا۔ وہ جنگجو بہادران اسلام ہر مکعب ہو کر ہر ایک میدان کارزار میں نبرد آزما ہوئے۔ خواہ وہ جنگ شام میں یا بائیزنٹین

سے کے خلاف ہوئی یا ہسپانیہ میں گوتھ کے خلاف۔ غیر ممالک کے باشندگان نے انکی پشت پناہی کی۔ ہر ایک فتح و کامگاری کے بعد رعایا اقوام دوستانہ مراسم سے ان کے ساتھ پیش آئیں۔ اور انہوں نے مفتوحین کی شدید ہمدردی کو ہر حال میں جذب کر لیا مسلمانوں کی فتوحات کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے انہوں نے اسلام کسی جبر و اکراہ کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کیا۔ ان بین واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے فاتحین کا مذہب ہی قبول کیا۔ بلکہ انکے راہ و رسم و رواج و اطوار تک کو اختیار کر لیا۔ اور یہاں تک کہ ان کی زبان اور ابجد تک کو لیلیا جس کے اختیار کرنے کے لئے کسی قسم کی مجبوری ان پر عاید نہ ہوتی تھی۔ پانچ صدیوں تک عربی بیبن ہی ملک ایران میں سفارت۔ مذہب۔ انشا پردازی اور علم طبعیات کی مروجہ زبان رہی۔ اور یہانتک کہ اب بھی ایرانیوں میں عربی عنصر مستولی ہے۔ مصر، شام اور مراکش میں ہمیں قدیم زبانوں کا نام نشان تک کا پتہ نہیں چلتا۔ پس مشرف بہ اسلام اقوام پر اسلامی شعار و مراسم کا اس طرح اس قدر زبردست سکہ جما ہوا تھا +

اسلام یقیناً امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اور اسلامی روایات و تعلیمات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خود لفظ "اسلام" ایسے مادہ سے مشتق ہے جس کے حقیقی معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اور مسلمان جب ایکدوسرے سے ملتے ہیں تو وہ لفظ سلام ہی سے ایکدوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور جنت میں بھی مومن لفظ سلام سے ہی ایکدوسرے کو مخاطب کریں گے۔ قرآن کریم کی دسویں سورت اور دسویں آیت میں جسکا یعنی امن و سلامتی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے ایک ہے۔ جو کہ اپنے بندوں کو بہشت میں سلامتی و امن کی آخری منزل مقصود کی طرف مدعو کرتا ہے۔ قادر مطلق خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو امن و سلام کے الفاظ سے ہی یاد فرمائیگا۔ اور ان کو بھی سلام اور سلام کے سوا اور کچھ سُنائی نہ دیگا۔ اسلئے امن و سلامتی ہی شروع سے لے کر

انتہا تک اسلام کی ہر تعلیم میں دکھائی دیتا ہے ÷

اسلئے ہمارے پاک و مطہر حضرت نبی کریم صلعم نے اپنا کار منصبی شروع فرمایا۔ اور نہایت صلح و آشتی کے ساتھ لوگوں کو حق کی تبلیغ کرنی شروع کی۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ادعو الی سبیل ربك بالموعظه ایسا ہی تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم کا مشن کلیتہً امن و سلامتی کا مشن تھا۔ آپؐ ان لوگوں کے چال وچلن کے ذمہ وار نہیں ٹھیرے سمجھتے جن کو آپؐ نے تبلیغ فرمائی۔ کیونکہ آپؐ کا فرض منصبی تو فقط تبلیغ حق کو پہنچانا تھا۔ اور ان لوگوں نے جنہوں نے آپؐ کی تبلیغ پر کان نہ دھرا۔ ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں۔ کیونکہ ایک نبی یا رسُول پر صرف ابلاغ حکم کے سوائے اور کوئی ذمہ واری عاید نہیں ہوسکتی۔ آپؐ کو احدیت مآب سے معاندین اسلام کے منہ سے طرح طرح کی مزخرفات اور تلخ سی تلخ لفظہ چینیوں کو صبر و تحمل و بردباری سے سُننے کا ارشاد ہؤا۔ بعضوں نے یہ لغو سے ثبات بات اُڑائی۔ کہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ کے تحمل و بُردباری میں تغیر واقع ہوگیا۔ کیونکہ وہاں متبعین کی جماعت کثیر کے آپؐ امیر تھے لیکن اس کے برعکس امر واقع یہ ہے۔ کہ فرقان حمید کی بہت سی مشہور و معروف آیات جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ ان میں رواداری تحمل و بردباری کی بڑی سشدومد سے تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ سُورۂ بقرہ کی ۲۵۶ آیت لا اکراہ فی الدین سے عیاں ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے مختلف اکناف عالم میں فرداً فرداً مبلغین ارسال فرمائے اور اکثر حالات میں مختلف قبائل عرب میں خود ان کی استدعا پر مبلغین کی قلیل جماعت کو روانہ کیا۔ ان مُبلغین اسلام کو مختلف اطراف میں حضرت نبی کریم صلعم کے ارسال فرمانے کی غرض و غایت ان لوگوں کو جبر و تعدی کے ساتھ زیر نگین کرنے یا اسلام قبول کرانے کی ہرگز نہ تھی۔ یہ دردانگیز واقعہ دو دفعہ ہؤا۔ کہ جب حضرت نبی کریمؐ نے مبلغین کی جماعتوں کو روانہ کیا۔ تو وہ قتل ہوگئیں جس سے اس وقت کے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو نقصان عظیم پہنچا۔ اس جگہ پر شاید ہمیں ایسی اہمیت کے لئے کثیر التعداد .. غزوات

اور جنگی مُہمات کی بھی وضاحت کرنی پڑے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کفّار مکّہ کے خلاف کیں لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ان تمام غزوات و سریہ میں حضرت رسالت مآب حملہ آور نہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو اس وقت ہتھیار باندھنے کی اجازت فرمائی۔ جبکہ بچاؤ کی بظاہر کوئی صُورت نظر نہ آتی تھی۔ کیونکہ اس نازک موقعہ پر کسی قسم کی بُزدلی یا کمزوری دکھانا سراسر اسلام کے تختہ کو اُلٹنا اور اُس کو صفحہ ہستی سے معدُوم کرنے کے مُترادف تھا۔ یہ کس شخص کے وہم و گمان میں آسکتا ہے۔ کہ مسلمانانِ مدینہ اسقدر کافی طاقتور ہو گئے تھے۔ کہ ان میں حملہ کرنے کی جُرات و اُمنگ پیدا ہو گئی تھی۔ یا لوٹ اور غارتگری کی شدید خواہش ان پر مستولی ہو گئی تھی۔ جس سے کہ کلیتہً ان کی تباہی اور بربادی ہو۔ ان بہادرانِ اسلام نے غزوہ بدر میں اپنے سے تین گنا زیادہ فوج کا مقابلہ کیا۔ جو کہ ان سے کئی گنا زیادہ آلات حرب سے مزین و مُرصع تھی۔ انہوں نے آلام و مصائب و فاقہ کشی کی تمام صعوبتیں اُس وقت جھیلیں۔ جبکہ ان کے قصبے کا دس ہزار کی جمعیت نے محاصرہ کرلیا۔ اور اُحد کے معرکتہ الارا غزوہ میں ان کے جانباز و بہادر جنگجو ایک کثیر تعداد میں کام آئے۔ لیکن ان کا یہ رویہ اور یہ طرز عمل کسی ظلم و تشدد کی وجہ سے نہ تھا۔ اور نہ کوئی ہوا و حرص یا غارتگری کی لالچ پر مبنی تھا۔ جو کچھ ان سے غزوات محولہ بالا میں ظہور پذیر ہوا۔ وہ محض اندفاعی طور پر تھا۔ اور اس طرز عمل کو اختیار کرنے کے لئے وہ مجبور تھے۔ اور انہیں اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوائے کسی اور پر بھروسہ نہ تھا۔ اور فقط پاک و سادہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزین تھا +

آؤ اب ہم ذرا حضور رسالت مآب کی اس عالی حوصلگی فراخدلی اور وسیع القلبی پر تنقیدی نگاہ ڈالیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو طاقت و اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ اور مکّہ فتح ہوتا ہے۔ اور تمام کا تمام ملک عرب آپ کے زیرنگین ہے۔ اور آپ دس ہزار بہادر جنگجوؤں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ وہ اقتدار کا موقع تھا۔ جبکہ آپ

اُن کینہ ور دشمنوں سے اپنا انتقام لے سکتے تھے جنہوں نے گوناگوں آپؐ پر ستم ڈھائے تھے لیکن اس مجسمۂ عفو و درگذر کے رویہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ مکہ فتح ہوتا ہے۔ اور اس پر قابض ہونے کے وقت ایک بھی قطرۂ خون نہیں بہتا۔ اُس وقت ایک جمغفیر آپؐ کی تقریر سُننے کیلئے جمع ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "اے قومِ قریش تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ میں تم سے کیا سلوک کرونگا" ان سب نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ کہ آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں ہم آپ سے ہر قسم کی بھلائی کی امید رکھتے ہیں"۔ اس پر آپ نے فرمایا "جاؤ کہ تم سب آزاد ہو"۔ اِس طرح حضرت نبی کریم صلعم نے انکے ساتھ جنہوں نے شدید سے شدید دشمنی آپؐ سے کی۔ اور آپ کو برادری سے خارج کر دیا۔ اور اپنے عزیز و پیارے وطن سے نکال دیا۔ اور عزیز و خویش و اقارب کی صحبت سے علیحدہ کر دیا۔ اور آپ کی قیمتی جان تک لینے میں قریباً کامیاب ہو چکے۔ ان سب سے آپؐ نے کریمانہ سلوک کیا یہی عظیم الشان صفت عفو ہمارے نبی کریم صلعم کی تمام زندگی میں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اسی صفت کریمانہ کو ہر عاصی و مجرم نے جو حضور کے دربار میں توبہ کے لئے حاضر ہوا آپؐ کی ذات والا صفات میں پایا۔ اور اسی صفت عظیم کو ایک شاعر ذیل کے الفاظ میں لکھنے کے لئے مجبور ہوا۔

"یعنی عفو و درگذر کی ہر وقت آپ کی ذات والا صفات سے توقع تھی"۔

فتح مکہ کے بعد بھی آپ کی طرز تبلیغ میں حلم۔ نرمی اور حکمت کیسی تھی۔ حالانکہ اس وقت اگر آپؐ چاہتے۔ تو لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لئے جبر و اکراہ سے بھی کام لے سکتے تھے۔ آپ تبلیغ دین متین میں ہمیشہ بُردباری اور تحمل سے کام لیتے۔ اور آپؐ کے بُردبارانہ رویہ کی مُتصدق آپؐ کی وہ ہدایات ہیں جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سفیروں کو سفارت پر روانہ فرماتے وقت فرمایا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل الفاظ حضرت رسالت مآب صلعم نے حضرت معاذ ابن جبل کو فرمائے

جبکہ حضرت معاذ یمن کی سفارت پر پا بر کاب ہونے کو تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کے ساتھ حلم و نرمی سے پیش آتے رہنا۔ . . . .

یہ وہ انسب و اسہل طریقے تھے جو حضرت رسالتمآب نے دین متین کی اشاعت کے لئے اختیار کئے۔ اور ایسی عظیم الشان آپ کی تعلیمات تھیں۔

ایک اور غلط خیال جو ابھی تک لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہے وہ یہ ہے۔ کہ اسلام درحقیقت ملک عرب کے لئے ہی مخصوص و محدود ہے۔ اور عرب سے باہر ممالک کیلئے مذہب اسلام نہیں آیا۔ لیکن اس جگہ پر ہم اس لغو و بیہودہ خیال کی تردید دیگر تمام استدلال و استنباط کو چھوڑ کر محض تاریخی واقعات کی تدقیق و تحقیق سے ہی کر سکتے ہیں جانباز و جاں نثار حضرت بلال حبشیؓ نامور سلمان فارسیؓ اور ملک شام کے صاحب عظیم حضور صلعم کے ان رفقا میں سے تھے۔ جو ممالک غیر کے باشندے تھے اور آپ کی تبلیغی جد و جہد کا اولین ثمرات میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضور پر نور نبی کریم صلعم نے ہمسایہ سلاطین کیطرف بہت سے سفیران ارسال فرما کر ان کو تبلیغ دین فرمائی جنمیں شاہ ایران اور شاہ بائیزنٹین بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے، اور اسکی پاک و اطہر تعلیم کُل دنیا و جہان کے لئے مشترکہ ہے +

احدیّت مآب نے ہمارے رسُول اکرم حضرت نبی کریم صلعم کو اسی لئے کُل دُنیا و جہان کے لئے رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا۔ اور جو پیغام اور شریعت حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیات اپنے ساتھ لائے ہیں۔ وہ ایک اکمل و اتم ہدایت ہے۔ اور اس اکمل شریعت محمدی سے مترشح ہے۔ کہ اسلام کو ایک ہمہ گیر مذہب قرار دینا مقدر نے روز ازل سے ہی ٹھان رکھا تھا۔ اور اسکی اشاعت دور و نزدیک ہونی مقدر میں لکھی جا چکی تھی۔ اور تمام ادیان باطلہ پر انشاء اللہ اسکو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور بحیثیت مسلم ہونے کے اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں پر قوی ایمان رکھنے کے ہمارا یہ کامل ایمان ہے، کہ یہ سچا سادہ اور پیارا مذہب اسلام آخر کار کُل ادیانِ باطلہ پر غلبہ پا کر رہیگا +

لیکن اسلام کب کیس طرح اور کیونکر غیر مذاہب پر غلبہ حاصل کریگا - یہ ایک ایسا سوال ہے - جس کا جواب اظہر من الشمس ہے - اسلام میں تبلیغ دین کی دھن ور وح ہمیں حضرت نبی کریم صلعم کی فقط عملی زندگی میں ہی نظر نہیں آتی - بلکہ خود قرآن کریم میں بھی جابجا واضح ومشرح احکامات تبلیغ اسلام کی تاکید و تائید کرتے ہیں - اسلام ہر ایک مسلم سے یہ توقع رکھتا ہے - کہ وہ حق وصداقت کے کلمات و پیغام کو نسل انسانی تک پہنچائے - اور اپنے فریضہ کو بحیثیت اللہ تعالیٰ کا مبلغ ہوتے کے بہ احسن وجوہ سرانجام دے - یہ ضروری ہے کہ ہماری تبلیغ اسلام صرف زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو - بلکہ ہم قوی ومستحکم ایمانیات واعتقادات کیساتھ اور اپنے احسن و اعلیٰ نمونہ سے تبلیغ دین متین کریں - گذشتہ تاریخ ہمیں واضح طور پر بتلاتی ہے - کہ اسلام کے فرداً فرداً مبلغین نے قوموں کی قوموں اور یہاں تک کہ ملکوں کے ملک کو محض انفرادی تبلیغ وتلقین سے اسلام سے بہرہ اندوز کرنے میں مظفر ومنصور ہوئے بعض معترضین اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بہت سے ممالک میں اسلام کی اشاعت مسلم فاتحین کی وجہ سے ہوئی لیکن ان کور باطنوں کو یہ امر اچھی طرح سے دلنشین کرنا چاہئیے - کہ سیلون - جاوا - ملایا - اور چین میں کہ جہاں مسلمانوں کو کبھی بھی تسلط حاصل نہیں ہؤا - وہاں بھی اسلام کے والہ وشیدا کثرت سے نظر آتے ہیں پھر آج افریقہ کے تاریک وتار براعظم میں اسلام باوجود عیسائی مشن کی باترتیب باقاعدہ مشنری روک تھام کے بھی آگ کی طرح پھیل رہا ہے +

قطع نظر فاتح مسلمین کے جو بزعم معترضین باشندگان مفتوح ممالک کو جبر واقتدار سے حلقہ بگوش اسلام بنا لیتے تھے - ہمارے پاس سلجوق - ترک اور منگولز کی جاوید وزندہ مثالیں ہیں جو کہ فاتح مسلمان تھے - اور جنہوں نے اپنے سیدھے سادے مذہب پر عمل پیرا ہو کر اپنے مشرکین مفتوحین کو ایک دفعہ سے زائد اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا - قبولیت اسلام کی تاریخ میں سوداگروں مسافروں اور انفرادی مبلغوں کی تبلیغی جد وجہد کے بہت سے شاندار کارنامے ہمیں نظر آتے ہیں - اور یہ

وہ لوگ ہیں۔ جن کی آہستہ و مستقل تبلیغ نے قوم سے ارکان المسلمت والدین کا خطاب دلایا۔ یہ لوگ اولیاء اللہ تھے۔ جن کے اعلےٰ وارفع اخلاق فاضلہ نے اسلام کیلئے بہت بڑا کام کیا۔ حضرت شیخ علی ہجویری۔ غریب نواز حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کی اطہر شخصیتوں اور ان کے کارہائے عظیم سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ لیکن بہت سے پاک نفوس اس جہان فانی سے ایسے ہی چلد یئے۔ جن کو نہ تو کسی نے دیکھا اور نہ اُن کے متعلق کسی نے کچھ سُنا۔ وہ پاک وجود دین اسلام کے سچے شہداء میں سے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ کے مطلوب و محبوب بندگان میں سے تھے +

اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ مذہب اسلام کو گذشتہ زمانہ میں بہت شان داقتدار حاصل تھا لیکن حالات حاضرہ اس امر کے متقاضی ہیں۔ کہ اس اُمّی اللقب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کے تلقین کردہ مذہب کو دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جائے اور مشعل اسلام کو تنگ و تاریک گوشوں تک پہنچا کران کو اسلام کی نیر شعاعوں سے منور کیا جائے لیکن بیشتر اس کے کہ ہم دوسروں کیلئے مشعل راہ بنیں۔ اور دوسروں کیلئے ہم مذہب کے علمبردار ہوں۔ بھائی مسلمانوں آؤ پہلے ہم اپنے گھر کی توخبر لیں۔ کہ آیا ہم خود بھی مسلم کے حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔ اور اپنے ایمان و اعتقاد میں کوہ استقلال کی طرح مضبوط و محکم بھی ہیں یا نہیں۔ آؤ ہم دیکھیں۔ کہ آیا ہم اس ضابطہ پر عمل پیرا بھی ہیں یا نہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کی وساطت سے ہم تک پہنچا۔ اور ہمارے اخلاق اُن لوگوں کی کشش کا موجب بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ جن سے ہم ملاقی ہوں۔ اگر خوبیوں اور محاسن کے اس معراج کمال تک آج ہم پہنچ جائیں۔ تو آپ یاد رکھیں مسلم ہستی وہ معجزنما کارہائے نمایاں دُنیا میں کر دکھائیگی۔ جو قرون اولےٰ کے مسلمانوں نے گذشتہ زمانہ میں کئے۔ آؤ ہم الفاظ اور عمل دونوں سے مسلمان ہو جائیں۔ اور پھر ہم ایک قسم کی عظمت و عزت کے وارث ہو سکتے ہیں +

اسلامک ریویو:۔ ہم مصنف کے خیالات کے ساتھ حرف بحرف متفق ہیں کہ اسلام نے محض دینی، روحانی اور اخلاقی قوت کی وجہ سے آہستہ آہستہ ترقی کی۔ اسکی سادی اور فطرتی تعلیم انسانی

قلوب پر اثر کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو مذہب آنحضرت صلعم نے تلقین فرمایا۔ افریقہ اور یورپ میں اس پرفتن زمانۂ حال میں بھی پھیل رہا ہے حالانکہ اسلام اپنی دنیوی طاقت گنوا بیٹھا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے کسی دنیوی سلطنت۔ طاقت و اقتدار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک ابدی صداقت ہے جو مقبول عام ہو کر رہیگی۔ آنحضرت صلعم نے اسلام کی اشاعت اور حمایت میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ فقط دفاع کے لئے تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ ہم اس مضمون پر بالتفصیل آئندہ کسی اشاعت میں بحث کریں گے +

اسلام اور ایفائے عہد

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے۔ بی ٹی)

تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ۔ **ترجمہ**۔ تو توڑ ڈالا کرو اپنی قسموں کو اس وجہ سے آپس کے فساد کا سبب بنانے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زبردست ہے (سورہ ۱۶۔ آیت ۹۲)

اکثر حالات میں عہد خلافی انسان کی اخلاقی تاریخ کا غالباً ایک تاریک پہلو دکھائی دیتا ہے بہت سے وعدے حالات سے مجبور ہو کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ کئے جاتے ہیں لیکن ان کا ایفاء کبھی نہیں ہوتا۔ آج کل کی نام نہاد مہذب قوموں نے بھی اس بارے میں کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی وجہ سے حالات بدتر ہو رہے ہیں۔ اپنی اخلاقی کمزوری کے ساتھ ریاکاری بھی انہوں نے شامل کر دی ہے جوں جوں سوسائٹی ترقی کرتی گئی انسان بھی اپنے دماغ سے پیچیدہ باتیں نکالتا گیا۔ قدیم زمانہ نہایت ہی مبارک تھا۔ اس وقت شرارت اور بدی میں بھی جوانمردی اور راستگوئی پائی جاتی تھی لیکن چودھویں صدی کی تہذیب بیگناہ پر مصنوعی نیک نیتی کا رنگ دیکر اسے زیادہ مکروہ کر دیا ہے +

ہمارا آجکل کا تجربہ ہے اور نہایت ہی تلخ تجربہ ہے کہ اپنے فرائض اور معاہدات سے بچنے کیلئے عجیب عجیب بیہودہ کوششیں کی جاتی ہیں۔ اور ایک صاف و سیدھے معاملہ کے اظہار میں

مداریوں کی طرح نہایت لسانی سے کام لیا جاتا ہے بعض واقعات کے ماتحت مجبور ہوکر معاہدے کئے جاتے ہیں لیکن جب وہ موقعے ٹلجاتے ہیں۔ تو عہد ناموں کو ردی کاغذات سے زیادہ وقعت نہیں دیجاتی۔ اور معاہدات کے صاف و صریح الفاظ بڑے تکلف کے ساتھ تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان پر اخلاقی رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے لیکن وعدہ خلافی کا دھبہ کسی ملمع سازی سے دُور نہیں ہوسکتا۔ اس قسم کی کارروائی ویسے ہی فضول اور تمسخر آمیز ہے۔ جیسے کہ الیسپ کی مُرتب کردہ بچوں کی کہانیوں میں ایک بھیڑ کے بچے کو کھا جانے کے لئے شیر کے بہانے ہیں مگر حقیقت میں ان باتوں سے بدعملی زیادہ گھنونی صُورت میں نظر آتی ہے۔ بالمقابل اس کی تاریخ اسلام نیکی کا نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ خیال ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ اسلام محض رفع ضرورت کے لئے کوئی عمل کرنے کا قائل نہیں وہ اسے ریاکاری قرار دیتا ہے۔ اس کا اخلاقی ضابطہ ہمیں سکھلاتا ہے کہ نیکی من وجہ نیکی ہر حالت میں کیجانی چاہیئے۔ خواہ وہ حالت موافق ہو یا مخالف اور وہ ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ خود تراشیدہ جذبات کے مدوجزر کے ساتھ ساتھ ہم بھی کبھی اس طرف لڑھکتے پھریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اخلاقی اصُولوں کی غیر متغیر چٹان پر ہم اپنی عمارت کی بُنیاد رکھیں اور نتائج کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں۔ اصولوں پر مرتے دم تک چلنا اور نیک و بد کے درمیان تمیز کرنا اسلامی تعلیم ہے۔ چنانچہ تاریخ اسلامی میں راستی اور سچائی کی خاطر سخت ترین تکالیف نہایت خوشی سے برداشت کرنے کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں +

اسلام سکھلاتا ہے کہ ایفائے وعدہ کیا جائے اور اُسے توڑا نہ جائے ہمارے رسول کریم صلعم کی زندگی کے ایک واقعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ کی عزت و تکریم نہایت تکالیف و کشمکش کے زمانہ میں بھی کیجاتی رہی ہے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں تیرہ سال تک برابر مختلف طریق پر دکھ اور تکلیف دی گئی۔ صحابہؓ میں سے بعض کو کوڑے لگائے گئے۔ اور بعض کو جلتے کوئلوں پر اور بعض کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں۔ اور اسلام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے کے خیال سے خود حضور صلعم کی جان پر بھی حملے کئے گئے۔ آپکو اسلئے مقابلتہً امن کی جگہ یعنے مدینہ میں جاکر قیام

اختیار کرنا پڑا اس پر بھی مکہ کے قریشیوں کا غضب فرو نہ ہوا۔ وہ پسند نہ کرتے تھے کہ اسلامی برادری امن کے ساتھ بھی ترقی کرے۔ مدینہ میں بھی مسلمانوں کو ایذا رسانی کا انتظام کیا گیا۔ مسلمانوں اور قریشیوں کے درمیان برابر لڑائیاں ہوتی رہیں بالآخر صلحنامہ حدیبیہ کی نوبت پہنچی جسے مسلمانوں نے غنیمت سمجھا۔ اس صلحنامہ کو مسلمانوں نے منظور کیا۔ گو اسمیں بعض ایسی شرائط بھی تھیں جن سے انہیں نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اور ان کی ذلت کا موجب بھی تھیں۔ طرفین میں یہ قرار پایا کہ اگر کوئی قریشی مسلمانوں میں جا ملے تو اُسے اہل مکہ کے حوالہ کیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمانوں میں سے مُرتد ہو جائے تو اُسے اجازت تھی۔ کہ وہ رسول صلعم کو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے چھوڑ کر چلا جائے۔ اس معاہدہ سے عام مسلمان شاکی تھے لیکن امن کی خاطر اسے منظور کیا گیا۔ گو اسمیں ان کا بہت نقصان بھی تھا +

اس معاہدہ کے بعد اب تکلیف کا سامنا تھا مسلمانوں کی سچائی اور اُن کے قول و قرار کو عملی رنگ میں آزمانے کا وقت آن پہنچا۔ چنانچہ ابوجندل نامی مکہ کا رہنے والا اسلامی تعلیم کی سادگی اور خوبی پر عاشق ہو کر اسلامی حلقہ میں داخل ہونے پر آمادہ ہوا جسکی وجہ سے مکہ والوں کا غضب بہت بھڑکا۔ انہوں نے بہت جوش وخروش دکھلایا اور اسے بہت تکالیف دیں۔ وہ بیچارہ بیکسی کی حالت میں اذیتیں اُٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور مدینہ پہنچا۔ جہاں اُسے امن سے زندگی بسر کرنے کی امید واثق تھی۔ لیکن آرام سے رہنا اس مصیبت زدہ کی قسمت میں نہ لکھا تھا۔ کیونکہ مکہ میں سے دو کفار اسکے پیچھے پیچھے رسول اکرم صلعم کے پاس پہنچے۔ اور صلح حدیبیہ کی رُو سے اس پناہگزین کو واپس مانگا۔ یہ ایک سخت آزمائش کا وقت تھا۔ ابوجندل نے اسلام سے محبت رکھنے ہی کی خاطر بیحد تکالیف اُٹھائی تھیں۔ اس نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں آپ سے رحم کی درخواست کی جس سے تمام مسلمان زار وقطار رونے لگے۔ اس نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اُٹھایا۔ جو ظالموں کے کوڑوں کی ضرب سے سوجی ہوئی تھی۔ اور اسمیں سے اس وقت بھی خون جاری تھا۔ یہ سب مصیبت اس نے محض اسلام کے لئے اٹھائی تھی۔ اور رسول اکرم

سے اب ملتجی تھا کہ اُسے پناہ دیجائے ۔ یہ درخواست ایک سخت سے سخت دل کو بھی ہلا دینے والی تھی حضور صلعم طبعاً رحیم اور نرم دل واقعہ ہوئے تھے ۔ انسان قیاس کر سکتا ہے ۔ کہ آپ کے دل میں کس طرح کے خیالات پیدا ہوئے ہونگے خصوصاً ایسے شخص کے لئے جس نے اسلامی مشن کی وجہ سے سب کچھ برداشت کیا تھا ۔ یہ قاعدہ ہے کہ اگر انسان کوئی کام کرنا چاہے تو وہ بیسیوں بہانے اپنا منشا پورا کرنے کیلئے تراش لیا کرتا ہے ۔ اور پھر اس قسم کے خاص حالات کے ماتحت صلحنامہ کی اس سخت شرط سے بچنے کے لئے سینکڑوں عذرات تراشے جا سکتے تھے ۔ اور ابوجندال کو دشمنوں کے حوالے نہ کرنے کے لئے بڑی صفائی اور عقلمندی سے عہدنامہ کے الفاظ کا کچھ اور مطلب ظاہر کیا جا سکتا تھا لیکن مسلمان گو مدبر تھے لیکن اپنے اندر انسانیت بھی رکھتے تھے ۔ وہ اپنے اخلاقی اور لازمی فرض کے مقابلہ میں دھوکے اور لفاظی سے کام لینے کے خیال کو اپنے دل میں جگہ دینا پسند نہ کرتے تھے راستی اور تقوی کی راہ جو خار دار اور دشوار گذار ہے ۔ ان کے پیش نظر تھی ۔ کسی صورت میں بھی وہ اس راہ سے باہر قدم نہ مارنا چاہتے تھے ۔ اور اس پر چلنے کا انہوں نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا ۔ خواہ تکلیف اور دکھ ہی کیوں نہ پہنچے لہذا رسولکریم صلعم اور آپ کے ساتھیوں نے صداقت کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور ابوجندال کو ظالموں کے حوالہ کر دیا +

انسانی اخلاق کو اعلےٰ درجہ تک پہنچانے کے لئے اسلام نے اسی قسم کی مثالیں قائم کر رکھی ہیں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایفاء وعدہ کا اس مذہب نے ہر حالت میں اور نقصان اٹھا کر بھی خیال رکھا ہے +

ملفوظاتِ حضرت خواجہ صاحب

ذیل کی تقریر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے بمقام مدراس ہندو عیسائی اور مسلمانوں کے ایک منتخب مجمع میں جس میں کہ مستورات بھی شامل تھیں مس ڈالن چانسیڈ ریلدراس کے مکان پر فرمائی

مترجم

مذہب کی علّت غائی

میرے احباب چاہتے ہیں کہ میں اس موقعہ پر مذہب کے متعلق کچھ بیان کروں۔ اور بتلاؤں کہ اسکی اصل غرض و غایت کیا ہونی چاہئے اس مضمون پر لوگوں کی رائے میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ اور اس قسم کے خیالات کا اظہار بھی ہوا ہے کہ جن کے پڑھنے سننے سے طبیعت میں سخت پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف میں مختلف قسم کے علوم الٰہیات اور قسم قسم کے ضابطہ ہائے اخلاق وجود میں آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ خدا کی یاد میں تمام کاروبار دنیا کے ترک کر دینے ہی سے مذہب کی غرض پوری ہوتی ہے ان کے نزدیک گویا ترک دنیا ہی مذہب ہے بعض لوگ کاروبار دنیا ہی میں زندگی کی اصلاح کرنے کو مذہب سمجھتے ہیں۔ پھر اعلیٰ قسم کا مذہب بعض کے خیال میں وہی ہو سکتا ہے۔ جو خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کا طریق بتلا کر انسانوں کو ابدی ہلاکت اور لعنت سے نجات دے۔ اور مخلوق کو اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرنے کی راہ دکھلائے۔ گویا ان کے نقطۂ نگاہ سے مخلوق اپنی پیدائش سے پہلے ہی بغیر کسی اپنے اعمال کے مورد عتاب و غضب الٰہی ہو چکی تھی الغرض مذہب کا مدعا مختلف اشخاص کی طرف سے مختلف صورت و رنگ میں دکھلایا گیا ہے۔ لیکن خدا کی آخری کتاب یعنے قرآن مجید مذہب کی علت غائی کو ایک ہی لفظ میں بیان کرتا ہے۔ یہ ہمیں بتلاتا ہے کہ انسان کی فلاح کے لئے مذہب بھیجا گیا ہے میں نے ارادتاً قرآن شریف کا اصل لفظ یعنے فلاح یہاں

بولا ہے۔ کیونکہ کسی دوسری زبان میں مجھے اس کا مترادف اور ہم معنی نظر نہیں آتا۔ عربی اصطلاح میں فلاح کے معنے کامیابی کے ہیں لیکن لغت کے لحاظ سے کسی مخفی چیز کے کھود کر باہر نکالنے کو لفظ فلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ کسی چیز کے مخفی خواص کو ظہور میں لانے ہی سے اصل کامیابی کا مُنہ نظر آتا ہے۔ مثلاً ہم کسی ایسے امر کو کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے جس کے کرنے کی ہم میں قابلیت دکھائی نہیں دیتی۔ عدم قابلیت ہی ناکامی کا ثبوت ہے۔ لہذا کامیاب ہونے کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہمارے اندر جسقدر اعلیٰ قسم کی خوبیاں مخفی ہیں۔ ان سے جہاں تک ممکن ہو کام لیا جائے یہاں میں مذہب کے متعلق دوسرے لوگوں کی رائے پر بحث نہیں کرتا فقط انسان پر الہام الٰہی کے نازل ہونے کی جو غرض قرآن شریف نے بتلائی ہے وہی پیش کرتا ہوں۔ جو کچھ بھی اعلےٰ اور عمدہ صفت ہمارے اندر مخفی ہے اس کا اظہار ہونا چاہئے۔ اور جسقدر بھی انسانی دماغ میں قوتیں ہیں ان کا ظہور عملاً ہونا چاہئے ایسے لوگ بھی دیکھے جاتے ہیں جو خدا کی رضا جوئی ہی کو اصل غرض مذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن اسبات کا پتہ لگانا کہ خدا کس طرح خوش ہوسکتا ہے بہت مشکل ہے۔ اگر خدا نے انسان کی پیدائش کسی خاص مُدعا کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔ اور اگر ہم اپنے اعمال سے اس مُدعا کو پورا نہیں کرتے تو کیا ہم پر اس کا غضب نازل نہ ہوگا۔ خدا کی تعظیم و تکریم اور اس کا جلال حمد و ثنا گیتوں سے نہیں ہوسکتی۔ یہ تو سب زبانی جمع و خرچ ہے جس سے کہ خدا تو کجا ایک معمولی انسان بھی خوش نہیں ہوتا۔ قرآن مجید ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی تعظیم اور اس کے جلال کے اظہار کا طریق انسانی تربیت اور تہذیب ہی سے ہے۔ لہذا خدا کی رضا جوئی کے لئے ہمیں اس سے اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل میں مدد دینا چاہئے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ یعنے انسانی ترقی ہی میں اسکی خوشی ہے اور جو کچھ خالق نے ہمارے اندر ودیعت کر رکھا ہے اسکو ظہور میں لانے ہی سے اسکی رضا جوئی ہوسکتی ہے۔ اور

اسی میں ہماری تمام کامیابیاں بھی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اسی امر کے متعلق ایک جگہ آیا ہے کہ

قد افلح من زکّٰھا ۝ وقد خاب من دسّٰھا ۝ ترجمہ (غرض ہمکو ان چیزوں کی قسم) کہ جس نے اپنی روح کو (شرک اور اخلاق بد کی گندگی سے) پاک کیا (وہ) ضرور (اپنی) مُراد کو پہنچا۔ اور جس نے اسکو دبا دیا (وہ) ضرور گھاٹے میں رہا۔

پھر انسان کیلئے مذہب کی تعریف و تشریح میں کرتے ہوئے کتاب اللہ میں لکھا ہے کہ

فاقم وجھک للدّین حنیفًا ؕ فطرت اللّٰہ التی فطر النّاس علیھا ؕ لا تبدیل لخلق اللّٰہ ؕ ذٰلک الدین القیم ترجمہ (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اس کے) دین کی طرف اپنا رُخ کئے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگونکو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردو بدل نہیں ہو سکتا۔ یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے (سورۃ الروم آیت ۳۰)

قرآن شریف کی ان آیات میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ ہمارا مذہب کیا ہونا چاہیئے ہمارا مذہب ہماری اپنی فطرت ہے اور مذہبی زندگی بسر کرنا گویا اپنی فطرت سے کام لیتا ہے۔ لہذا اپنی فطرت کا مطالعہ کرو۔ اور جو بیش قیمت خزانے اس کے اندر بھرے پڑے ہیں انکی تلاش کرو۔ اور ان وسائل کو ڈھونڈو جن سے تم اپنی فطرت کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکتے ہو۔ کیونکہ اسی کا نام مذہب ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے الہام الٰہی کی غرض ہمارے ہی فائدہ کیلئے ہے اس سے ہمیں اپنی قابلیتوں کا پتہ ملتا ہے اور ان سے پورے طور پر کام لینے کے ذریعہ کا ہمیں علم حاصل ہوتا ہے اپنی فطرت کا مطالعہ کرنا ہی گویا اپنے مذہب کا مطالعہ کرنا ہے۔ ہمارے رسول عربی صلعم فرماتے ہیں۔ کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ۔ یعنے جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے ربّ کو بھی پہچانا۔ ذرہ غور کرو اور دیکھو کہ کیسی

عجیب طاقتیں ہمارے اندر ہیں۔ ان سے ہمارا پُورا پُورا فائدہ حاصل کرنا ہی خدا کی تقدیس اور اُس کی تکریم کرنا ہے۔ یہی ایک اعلیٰ درجہ کی مذہبی زندگی ہے اور اسی کا نام اسلام ہے +

بہشت اور دوزخ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس موقع پر بہشت و دوزخ کے متعلق اسلامی خیال کا اظہار کروں بعض بلکہ قریباً ہر ایک مذہب و ملت کے نزدیک مذہب کا اعلیٰ مقصد بہشت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا ہی ہے۔ اور یہ ایک جائز خیال ہے۔ اسبارے میں قرآن شریف ہی کے اُن الفاظ کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں جنمیں بہشت و دوزخ کا مفہوم ظاہر کیا گیا ہے۔ کتاب پاک میں بہشت کے لئے لفظ جنّت آیا ہے۔ یہ لفظ نہایت فصاحت و بلاغت سے بہشت کی اصلیت جو قرآن شریف میں ہے ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک وہ چیز جو آنکھوں سے اوجھل اور پنہاں ہے۔ دوسرے معنے اس کے زرخیزی اور بُستانات کے ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنی راہ میں مٹی کے سخت اور گندے ڈھیلے دیکھے ہوں گے۔ ان میں بظاہر آپ کے لئے کوئی کشش کی بات نہیں لیکن اُنکے اندر ایک خوبصورت چیز ہے جو فطرتاً مختلف قسم کی ہے۔ ذرہ انہیں توڑ تاڑ کر مرزوعہ کھیت کا رنگ دیدیا جائے تو پھر یہی گندے ڈھیلے فوراً ایک خُوبصُورت باغ کی شکل اختیار کرلیں گے۔ اس قسم کے نظارے آپ کی نظروں سے ہر روز گزرتے ہیں۔ ہر ایک چیز کے اندر جو ہم دیکھتے ہیں ایک بات مخفی ہوتی ہے اور اس کے اظہار سے اسکی قیمت و قدر بڑھ جاتی ہے۔ پس تمام اشیاء جو قُدرتی نظارے ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں اپنے اندر بہشت و دوزخ رکھتی ہیں۔ جب تک اُن کی طاقتیں جو مخفی ہیں ظہور پذیر نہیں ہوتیں اور اُن سے کام نہیں لیا جاتا وہ ایک دوزخ کا نمونہ پیش کرتی ہیں لیکن جب اُن قوتوں اور طاقتوں سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھایا جاتا ہے تو وہی بہشت کے رنگ میں نظر آتی ہیں۔ انسان کا دماغ ایک چھوٹی دُنیا ہے یعنے وہ تمام عالم کا ایک خاکہ ہے جو نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تیار کیا گیا ہے۔

قرآن شریف سے ہمیں پتہ ملتا ہے۔ کہ انسان کی خلط وساخت نہایت ہی عمدہ ہے۔ اور اسے اعلیٰ قسم کی قابلیتیں عطا کی گئی ہیں۔ جن کی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ مختلف قسم کے انسانی اشغال پر ہی نظر دوڑاؤ۔ وہ کسقدر تعجب انگیز ہیں۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارے پاس ختم نہ ہونیوالے ذخیرے موجود ہیں جن سے ہم نے ابھی کام لینا ہے۔ پس جس شخص نے پورے طور پر اپنے آپ کو سمجھ لیا ہے اس نے اپنے لئے جنت تیار کر لیا ہے۔ اور جس نے اپنی قابلیتوں کو بگاڑ کر انہیں خراب کر دیا ہے اسکی قسمت میں خدا کی طرف سے وہی آگ ہے جو انسان کے دل ہی سے نکلتی ہے (یہی تعلیم قرآن شریف کی ہے) ہم روزمرہ ایسے معاملات دیکھتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی تم ایسے آدمی کو دیکھتے ہو جس نے تمہارے ساتھ ہی ایک جیسے حالات کے ماتحت کاروبار دنیا میں قدم رکھا۔ لیکن جس نے اپنی قابلیتوں اور طاقتوں سے فائدہ اٹھا کر کامیابی حاصل کی۔ اور تم ترقی کرنے میں اس سے پیچھے رہ گئے محض اس وجہ سے کہ تم نے اپنے وقت اور موقعہ کو ہاتھ سے جانے دیا۔ تو کیا اس وقت تمہارے دل میں ایک جلن یا افسوس کی ایک لہر سی پیدا نہیں ہوتی۔ یہی اندرونی جلن اور سوزش اس دوزخ کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو کو نہایت دھندلی روشنی میں ہمیں دکھلاتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے میں اس جگہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کہ دیگر مذاہب بہشت و دوزخ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مسیحی علم الٰہیات کے مطابق دوزخ آگ کی ایک جھیل ہو جسمیں پتھر وغیرہ جلتے ہوں۔ اور لوگ اس کے اندر رنج و غم میں کُڑھتے ہوں۔ اور اسمیں بہشت کے متعلق بھی اسی قسم کا کوئی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو لوگ تاج طلائی پہن کر بادلوں پر سوار ہونے اور رات دن خدا کی حمد میں گیت گانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے یہ سب کچھ مبارک ہو لیکن میں اِس قسم کی ساکن زندگی نہیں چاہتا۔ میں تو ترقی کرنا۔ اور بام اوج کی طرف پرواز

کرنا چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے چار و نطرف ہر ایک چیز ترقی کیطرف جارہی ہے نظام فطرت میں کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی۔ وہ فقط اپنی صورت ہی تبدیل کرتی ہے! اور بعض حالتوں میں تباہ یا فنا ہونے پر ہی نئی زندگی شروع ہو کر ترقی کے دور کا آغاز ہوتا ہے انسان چونکہ نظام قدرت میں ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک قسم کی نہایت ہی خوبصورت دستکاری کا نمونہ ہے۔ اسلیئے وہ معکوس ترقی نہیں کرسکتا۔ ہماری ستریا اسی برس کی زندگی کامل ترقی و پرواز کے لئے کافی نہیں۔ ہماری موتکیوقت بیشمار طاقتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا اظہار بالکل نہیں ہوتا۔ اور اگر سینکڑوں انسان اپنی زندگی میں اعلے قسم کی قابلیتوں کا ثبوت دیتے ہیں تو لکھو کہا ایسے ہی دکھائی دیتے ہیں جن کی لیاقت و قوت موت سے پہلے ظہور پذیر نہیں ہوتی اور جس حالت میں کہ ذرہ ذرہ کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے تو پھر ان طاقتوں کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔ جو اس چند روزہ زندگی میں مخفی ہی رہتی ہیں۔ زندگی اسلامی اصول کے مطابق آیندہ زندگی کیلئے تیاری کا ایک موقعہ ہے لیکن کامیابی کا زمانہ مرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی انسان اپنی قابلیتوں اور لیاقتوں سے درست طریق پر کام لینا شروع کردے تو موت پھر اس دروازہ کا کام دیتی ہے جو اعلیٰ درجہ کی ترقی کی طرف لیجاتا ہے۔ اور اسی کا نام قرآن شریف میں جنت رکھا ہے۔

الغرض۔ بہشت و دوزخ اسلامی نقطۂ خیال سے انسان کی قلبی کیفیات کا مظاہرہ ہے۔ جس کے لئے یہ دنیا مزرعہ آخرت ہے۔ یہ کوئی متعجب ناک بات نہیں کہ کس طرح قلبی کیفیات جسمانی شکل اختیار کرلیں گی۔ اول تو وہ امور حسب فرمودۂ مخبر صادق فہم تعقل یا ادراک انسانی سے بہت بالا ہے لیکن جس صورت میں جسمانیات نے اخلاق اور روحانیات پیدا ہو جاتے ہیں روحانیات سے پھر جسمانیات کا ہونا کونسا مشکل ہے۔ جب بعض خوراکیں سودائی مادہ کی شکل اختیار کرکے مولد غیض و غضب بھی ہوسکتی ہیں۔ اور بعض محققین

علم النفس والقویٰ کے نزدیک تو وہی گرم چیزیں جو مولد تو الطیف لطیف در لطیف ہو کر غیض وغضب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور یہ گرم چیزیں اُس اپنی حرارت کو اُس آگ سے حاصل کرتے ہیں جو شعاع آفتاب میں موجود ہے تو در اصل وہی آگ جو سورج سے نکلی اور جس نے نباتات کا جامہ پہنا پھر معدہ میں جا کر سوداوی مادہ بن گئی جس نے بعض ہیولے بدل کر غیض وغضب کی کیفیت قلب انسانی میں پیدا کر دی تو پھر کونسا امر مستبعد ہے کہ یہ قلبی کیفیت کسی آیندہ زندگی میں آگ بن کر بھڑک اُٹھے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ اِس طرح اگر سیب انار انگور یا معدنیات میں سے یعقوت مروارید اسیطرح ابریشم مشک وغیرہ چیزیں بطور خوراک استعمال میں آ کر انبساطِ قلب کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انبساط قلب ہی شجاعت سخاوت فیاضی وغیرہ اخلاق فاضلہ کے پیدا کرنے میں از بس مفید ہیں یا یوں کہو کہ یہ اخلاق فاضلہ ان میوہ جات وغیرہ کی دوسری شکلیں ہیں۔

تیاری کی زندگی پس جنت و دوزخ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ہمارا دل ہی اس بنیادی پتھر کی طرح ہے جس پر عمارت بنائی جاتی ہے جیسطرح ہم زمین پر ڈھیلوں کو توڑ کر ہل جوتتے ہیں۔ اسے تیار کر کے بیج بوتے ہیں اور پھر آسمانی بارش کے ذریعہ اسمیں سے بیشمار اور بیش قیمت خزانے ہمیں ملتے ہیں تو اس وقت تک ہم اس قابل نہیں ہوئے کہ زمین کی تمام قوتوں سے فائدہ اُٹھا سکیں) اسی طرح ہمارے جسم کے اندر ہمارا دل ہے جو ایک قسم کی زمین ہے لیکن بہت حد تک سلجھی ہوئی اور اصلاح یافتہ۔ اسمیں زمین کی تمام اجزا کا عطر کھینچکر رکھا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیت سے ظاہر ہے زمین نے بمعہ اپنے تمام اجزاء کے مختلف طریق پر اصلاح پا کر انسانی دل کی صورت اختیار کی ہے۔ اور اسمیں اس کی تمام قوتیں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ اور جس طرح زمین کی تمام طاقتوں کو ہم دریافت کر کے ان سے کام نہیں لے سکے۔ یہی حال

ہمارے دل کا بھی ہے - جیسے زمین نہایت ہی خوبصورت مادی قسم کی چیزیں پیدا کرتی ہے - اسی طرح دل بھی اخلاقی اور روحانی باتوں کو ہستی میں لاتا اور اُن کا منبع بن جاتا ہے لیکن ان دونوں کو آسمانی پانی کی ضرورت ہے تاکہ انکی طاقتیں اپنا فعل پورے طور پر دکھلائیں - زمین کو تو مادی صورت میں بارش کی ضرورت ہے لہٰذا اس کے لئے بادل رکھے گئے ہیں مگر دل چونکہ اخلاقی اور روحانی باتوں کا مخزن ہے - اسکی سرسبزی کے لئے ایسی بارش کی ضرورت ہے جو مادی صورت میں نہ ہو - بارش کو اس شئے سے مناسبت ہونی چاہئے جس پر کہ اس کا عمل ہوتا ہے - حیوانی قلب کی وجہ سے احساس وعلم پیدا ہوتا ہے لیکن انسانی قالب کے اندر اسکی اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے - کیونکہ یہ جذبات اور ولولوں کا ایک مجموعہ ہے - جن کا رُخ فلسفہ اور اخلاق کی طرف پھرتا ہے - اور پھر اخلاق کو بھی ترقی دیکر روحانی درجہ تک پہنچانا ضروری ہے - اسلئے انسانی دل میں ان حیوانی جذبات کو اعلیٰ درجہ پر پہنچانا ایسی بارش کا کام نہیں جو بادلوں سے اترتی ہو - اس کے لئے تو ذی روح بارش کی ضرورت ہے - جو بول بھی سکتی ہو - اور جس کا تعلق بمقابلہ ہمارے جسم کے ہمارے دماغ سے زیادہ تر ہو - یقیناً اس قسم کی بارش ہوتی رہی ہے اور نہایت مناسب رنگ و روپ میں - اس نے خدا کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کی صورت اختیار کی - جس سے انسان اس قابل ہوا - کہ وہ اپنے دل کے کان کھولکر سہیں سے قیمتی جواہرات نکالے - قرآن شریف اس صداقت کو آیات ذیل میں ظاہر کرتا ہے :-

اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا ط قد بینا لکم الآیٰت لعلکم تعقلون ○ ترجمہ (لوگو!) جانتے رہو - کہ اللہ زمین کو سکے مرے (یعنے فنا ہوئے) پیچھے (پانی برساکر) جا اُٹھاتا ہے - ہم نے اپنی (قدرت کی) نشانیاں تم سے کھولکر بیان کر دی ہیں - تاکہ تم سمجھو +

جو کچھ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ اس سے آپ صاحبان مذہب اور الہام الٰہی کے متعلق قرآنی تعلیم کو بخوبی سمجھ گئے ہونگے مسلمانوں کی مقدس کتاب ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ انسان کو اعلیٰ قسم کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں اور ہماری ترقی کا دائرہ نہایت ہی غیر محدود ہے (سورہ ۹۵ والتین) البتہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی طاقتوں سے کام لیں اس دنیاوی قیام میں ہم انکی تربیت ایک خاص حد تک کریں۔ تاکہ وہاں سے ہماری اعلیٰ درجہ کی ترقی کا سلسلہ شروع ہو۔ موت کے بعد ہم ایک انچ بھی ترقی کی راہ پر نہیں چل سکتے۔ جب تک کہ ہم اسی دنیا میں ایک خاص حد تک نہ پہنچ جائیں۔ بالفاظ دیگر مزید ترقی کے لئے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے سے پیشتر ہمارے لئے خاص قابلیت کا پیدا کرنا ازبس ضروری ہے لیکن اگر ہم میں وہ قابلیت نہیں یا ہم نے اس ترقی پذیر فطرت کو جو بموجب پیدائش ہمیں دیگئی تھی بگاڑ دیا ہے۔ تو نئی منزل طے کرنے کے لئے روح کی اس بیماری کو جسمیں کہ وہ بوقت موت ہو دور کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ اس خاکی چولے کو اُتارنے سے پہلے ایک حد تک کمال حاصل کرنے کی ہمیں حاجت ہے لیکن اگر وہ ہمیں حاصل نہ ہو اور ہماری موت ہمیں آلے تو اس صورت میں ہمیں اپنی کمزوری اور نقص رفع کرنے کے لئے کسی جگہ خاص وقت کے لئے ٹھیرنا پڑیگا۔ تاکہ وہاں ہم آسمانی زندگی کے لئے تیاری کریں +

دوزخ کے بارے میں اسلام کی تعلیم

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ ہمارے لئے۔ اسی قسم کی جگہ کا انتظام کرتا ہے۔ جسکی ہمیں ضرورت ہے۔ ہم ابدی دوزخ کے قائل نہیں۔ اسلامی نکتہ خیال سے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں صفائی یا اصلاح کیجاتی ہے۔ اور اسی لئے وہاں صرف عارضی قیام ہوتا ہے۔ تمام عیوب روح کے جن کی وجہ سے خدائی سلطنت میں وہ ترقی نہیں کرسکتی۔ اسجگہ دور ہو جاتے ہیں۔ اگر روئے زمین پر کامل طور پر نشو ونما پانے کے لئے صحیح

جسم کی ضرورت ہے تو ابدی سلطنت میں بھی رُوحانی ترقی کے لئے صحیح وسالم رُوح درکار ہے۔ اور اگر شفاخانے اور دارُالضُعفا کا انتظام لوگوں کی فیاضی سے اسلئے کیا گیا ہے۔ کہ جسمانی نقائص اور بیماریوں کا علاج وہاں ہو۔ تو خداوند تعالیٰ نے بھی دوزخ کا دروازہ اس لئے کھول دیا ہے کہ موت کے بعد ہر ایک بیمار رُوح کا وہاں علاج کیا جائے پس تمام خرابیوں سے یہاں رُوح کو صاف کردیا جاتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتی ہے۔ کہ تندرستی اور خوشحالی کی سرائے میں وہ داخل ہو سکے۔ دوزخ کا موجب غضب الٰہی نہیں۔ بلکہ اس قسم کا انتظام محض اس کے رحم اور فضل کا نتیجہ ہے۔ اسکی مثال ٹھیک اس ماں سے دیجا سکتی ہے جو محض شفقت مادری کی وجہ سے اپنے بچے کو سکھ دینے کے لئے اس کے کسی بیمار اور خراب شدہ عضو پر عمل جرّاحی کراتی ہے۔ دوزخ بھی ماں سے کم مشفق نہیں کیونکہ اس رُوحانی صحت کو جو ہم اپنی شرارت اور غلطی سے اس سرزمین میں کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی کی بدولت پھر واپس لیتے ہیں۔ دوزخ بھی مادر مشفق کی طرح لائق ڈاکٹروں کا انتظام کرتا ہے۔ یہ ڈاکٹر دوزخ کے فرشتے کہلاتے ہیں جن کا کام ہمارے اخلاقی ناسوروں اور رُوحانی زخموں پر اپنے تیز چاقوؤں سے عمل کرنا ہے۔ جس سے ازحد عذاب اور ناقابل برداشت تکلیف کا ہونا۔ چلانا اور دانتوں کا پیسنا ایک ضروری اور لازمی نتیجہ ہے۔ یہاں بہت تلخ اور تیز جلاب بھی ہمیں ملیں گے لیکن یہ سب کچھ ماں یعنے دوزخ کی محبت کی وجہ سے ہے جس کی گود میں ہمیں بحالئ صحت کے لئے دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں۔ چنانچہ اسی بات کی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے کہ امہ ھاویہ یعنے دوزخ اسکی ماں ہے +

تناسخ میں یہاں تناسخ کے متعلق بھی جو ہندو مذہب کا بڑا بھاری مسئلہ ہے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اہل یورپ بھی اس طرف جُھک رہے ہیں۔ اس مسئلہ کو خواہ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن اسکے متعلق دلائل بُرے نہیں۔ اس مسئلہ کی بُنیاد کم و بیش انہیں اسباب پر ہے جن کیوجہ سے اسلام میں دوزخ کی ہستی مانی گئی ہے۔ ہندو مہاتما کہتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں

انسان نے کسی آیندہ زندگی کے لئے تیار ہونا ہے اور یہاں رہکر وہ قابلیتیں پیدا کرنی ہیں جو خدائی یا دشاہت یا بالفاظ کرشن جی مہاراج برمھ لوک میں داخل ہونیکے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اور اگر اس قسم کی تیاری کے لئے ایسی باتوں کی ضرورت ہے جو صرف اسی دُنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ تو اس صُورت میں اگر انسان ضروری کمال حاصل کئے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جائے تو کیا اس کیلئے پھر اسی دُنیا میں واپس آنا لابدی نہیں ؟ اور چونکہ ہمیں یہاں بعض اس قسم کے تجربات حاصل کرنے چاہیئے جو آیندہ زندگی میں مُیسّر نہیں آتے۔ اور چونکہ ہمیں موت سے پہلے حاصل نہیں ہوسکے لہٰذا ہمیں پھر واپس جانا چاہیئے۔ یہ منطق بُری نہیں اور بظاہر دلائل بھی خوبصورت معلوم دیتے ہیں لیکن جو کچھ مجھے اِس عالم میں چاروں طرف ترقی و نمود کے سلسلہ میں نظر آتا ہے اس سے یہ مسئلہ مطابقت نہیں کھاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایتھر کے چھوٹے ذرّات اور برقی ترتیب سے ایک انسانی بناوٹ تک بمعہ فطرت کے مظاہرات و خصوصیات کُل کے کُل ترقی کی راہ پر قدم مار رہے ہیں۔ اور اس سڑک پر ایک قدم بھی وہ پیچھے نہیں ہٹتے۔ تمام اشیاء ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں پہنچتی ہیں۔ اور ترقی کے سلسلہ میں وہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں پائی جاتی ہیں بعض اوقات تو تکمیل پاکر اور بعض دفعہ نامکمل صورت میں الآخر الذکر حالت میں اپنی کمی پُورا کرنے کیلئے انہیں اپنے پہلے درجہ میں واپس جانے کی اجازت نہیں لیکن اس اعلےٰ درجہ میں جہاں کہ وہ نامکمل حالت میں پہنچی ہیں ایسے ذرائع بھی موجود ہیں۔ جو ان نقائص کو دُور کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی درخت پر سے ایک دانہ یعنے بیج نامکمل حالت میں زمین پر گرے تو اپنی کمی پورا کرنے کے لئے اسکے لئے ضروری نہیں کہ وہ پھر درخت کے تنے میں جا گھسے۔ اب اُسے زمین میں دفن کرنا ہی کافی ہے۔ البتہ پھر آب و ہوا کا اور مناسب طریق پر اُسے کھاد دینے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات کے ماتحت یہی نامکمل بیج نہایت تنومند اور خوبصورت درخت کی ہیئت اختیار کر لیتا ہے جو اس درخت سے جس کا کہ وہ پھل تھا۔ زیادہ بارآور

ہوتا ہے۔ پس جو اصول عالم نباتات میں کام کر رہا ہے۔ وہی جمادات و حیوانات وغیرہ میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ ایک بچے ہی کو لیلو وہ پیدائش سے پہلے رحم کے اندر نشو و نما پاتا ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی جسمانی نقص رہ جائے تو اُسے شکم مادر میں پھر تکمیل جسم کے لئے واپس جانے کی ضرورت نہیں علم جراحی اسکی امداد کیلئے موجود ہے۔ اصلاح کے یہ طریق بیشک نہیں قدرتی نہیں اور بہت تکلیف دہ بھی ہیں لیکن تکمیل و اصلاح کے لئے یہ ہیں بھی ضروری پس اگر بچہ تکمیل کیلئے واپس نہیں جا سکتا۔ تو پھر انسان اس دنیا میں اپنا مقررہ وقت گذارنے کے بعد خواہ وہ وقت کیسی ہی حالت میں گذرا ہو کیوں واپس آئے اگر فطرت میں ہر جگہ یہی اصول پایا جائے کہ ایک درجہ کی چیزوں کو باوجودیکہ وہ تکمیل کی ایک خاص حد تک نہیں پہنچتیں دوسرے اعلے درجہ میں پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں ان کے نقص کے دور کرنے کے لئے مفید اور مؤثر ذرائع موجود ہیں۔ اور یہ طریق عمل جلد ترقی کرنے کے لئے زیادہ ضروری آسان اور مفید بھی معلوم ہوتا ہے۔ تو کوئی وجہ معقول مجھے نظر نہیں آتی۔ کہ میں مسئلہ تناسخ کی تائید کروں۔ یہی اصول مادہ کی ان عام حالتوں میں دکھائی دیتا ہے جو انسانی شکل میں آنے تک اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ جو غذا کہ ہم ہر روز کھاتے ہیں۔ وہ نطفے کی صورت میں تبدیل ہوتی ہے۔ جو ایک دن ایکدن بچہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ خوراک بھی تب تک کھانے کے قابل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ مختلف مدارج طے نہ کرے۔ بعض دفعہ ہم ایسی خوراک بھی کھا لیتے ہیں جو ٹھیک طور پر پکائی نہ گئی ہو۔ مگر اسکی وجہ سے معدہ میں تکلیف ہوتی ہے جس کا تدارک کسی قسم کے علاج سے کیا جاتا ہے۔ البتہ ہاضمہ کی امداد کے لئے دوائی استعمال کیجاتی ہے۔ تاکہ خوراک بدن کے اس حصہ میں پہنچے جہاں خون بنتا ہے۔ بعض اوقات ہاضمہ یا جگر کے ناقص فعل کی وجہ سے خون بہت کم پیدا ہوتا ہے تو تب دوائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قطرہ خون بھی اپنی ضرورتی تکمیل کے لئے

محض اس خیال سے ہاضمہ یا جگر کی طرف لوٹایا نہیں جاتا کہ اسکی تکمیل کا سامان اور انتظام وہیں ہے اور دل اور شریان خون میں ایسا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ناقص خون یا اسکی کمی کی وجہ سے خواہ ناقص نطفہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اسکی اصلاح کے لئے نئے ذرائع ہی اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور نطفہ کو کبھی اپنی تکمیل پرورش کے لئے خون کے مقامات یا شریان میں واپس نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ میرا استدلال مسئلہ زیر غور کے متعلق ہمارے ایمان کے لئے پختہ بنیاد کا کام دے سکتا ہے تو میں مسئلہ تناسخ کو رد کرنے اور دوزخ کے متعلق قرآن کریم کی تشریح کو قبول کرنے پر مجبور ہوں۔

مسئلہ کرم تناسخ اور مسئلہ کرم (اعمال) ایکدوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ دونوں اصول میں قریباً ایک ہی ہیں۔ اور مختلف پہلوؤں ہوئے ہیں۔ ایک میں ذاتی رنگ ہے اور دوسرے میں صفاتی۔ مسئلہ کرم کی تہ میں وہ حالات مختلفہ ہیں جنہیں کہ لوگ بوقت پیدائش پائے جاتے ہیں لیکن جن کے موجبات پر ان کا کوئی اختیار نہیں اگر بعض کی پیدائش امارت کی حالت میں ہوئی ہے۔ تو ایسے بھی لوگ ہیں جن کے والدین انکی پیدائش کے وقت مفلس و نادار تھے۔ پھر بعض کے عضو میں پیدائشی نقص دکھلائی دیتے ہیں۔ اور بعض کے عضو نہایت خوبصورت اور عمدہ نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف حالات جس کی وجہ سے آرام و آسائش میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جو رنج و راحت کا موجب ہوتا ہے۔ ایک قسم کا خدائی انتظام پر دھبہ خیال کیا گیا ہے تاوقتیکہ اسکی ذمہ واری کسی نہ کسی صورت میں ہم پر عاید نہ ہو۔ لہذا ہندو علم الٰہیات میں انتظام الٰہی کے اس ظاہری اختلاف کے موجبات بیان کرنے کیلئے مسئلہ کرم کو پیش کیا گیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے حامیوں کے نزدیک جو کچھ بوقت پیدائش ہمیں رنج و راحت کی شکل میں ملتا ہے۔ اور جو تفاوت ہماری حیثیت میں اس وقت پایا جاتا ہے وہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو ہم نے پہلے جنم میں کئے اور اس دنیا میں اپنا دور پورا کرنے کے لئے ہم جنم کے بعد جنم لیتے ہیں۔ اور جو کرم ایک جنم میں ہم کرتے ہیں ان کا نتیجہ دوسرے جنم میں ہمیں بھگتنا پڑتا ہے۔

کوئی شخص اس پر اعتراض کرنے کے لئے تیار نہیں کہ انسانی سوسائٹی ان قوانین پر چل رہی ہے جن کے ماتحت اعمال و کردار کے نتائج مترتب ہوتے ہیں ہر ایک مذہب سوائے پولوسی مذہب کے اسی بنیادی اصول پر قائم ہے کہ اعمال کے مطابق سزا و جزا ملتی ہے۔ اور اکثر حالات میں ہمارے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے سوسائٹی میں ہماری حیثیت و درجہ مختلف ہوتا ہے۔ اور ہم خود ہی اپنی آسائش اور تکلیف کو پیدا کرتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص اپنی پیدائش کے وقت بمقابلہ دیگر اشخاص کے ادنیٰ حیثیت رکھتا ہو۔ اور یہ اس کے پہلے جنم میں اعمال کا نتیجہ ہو تو اس مسئلہ کے رو سے انتظام سوسائٹی کے لئے بدی کا وجود لازمی خیال کیا جانا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سوسائٹی کی مشین چلانے کے لئے اختلاف اشغال و پیشہ کی از حد ضرورت ہے۔ ہمارے لئے ایک دوسرے کی مختلف حیثیتوں میں خدمت کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم سب کو آرام ملے۔ ترقی سے مراد اختلاف ہے۔ اور تفاوت ہی سے یہ پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر اس تفاوت اور اختلاف کا باعث ہمارے گذشتہ جنم کی بدیاں اور شرارتیں ہوں تو پھر انسانی آسائش اور ترقی تہذیب کے لئے بدی کا دنیا میں قائم رہنا لابدی ہے کہ اور یہ بھی ضرور تا ہے کہ اعلےٰ طبقہ کی لوگوں کی آسائش و آرام کے لئے ایک نسل کی نسل بدکاریاں کر کے سوسائٹی کے ادنیٰ طبقہ میں جنم لے کر ظاہر ہو +

زید اگر حد درجہ کا امیر ہے تو نصیر اس کے مقابلہ میں غریب خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کو راحت دوسرے شخص کے ایثار ہی سے ملتی ہے۔ پس اگر سوسائٹی کے خاطر خواہ انتظام کے لئے ان باتوں کا ہونا ضروری ہو تو نسل انسانی کی ترقی کے لئے وہی بدی از رگناہ جو اس اختلاف کا موجب خیال کئے جاتے ہیں لازمات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس قسم کا مسئلہ جو نظام عالم میں بدی کو ایک جزو لاینفک قرار دے ایک بڑا بھاری دھبہ اس اعتقاد پر ہے

جو مسلمان خدا کی نسبت سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہمارے گذشتہ جنم کی وجہ ہی سے یہ سب تفاوت نظر آتا ہے۔ تو نسل انسانی میں ابتدائے آفرینش کے وقت ہی اختلاف کا (جو لازمی تھا) کیا باعث تھا۔ نسل بڑھانے کے لئے مرد اور عورت کا ہونا ایک لابدی امر ہے۔ موجودہ تفاوت کا باعث تو ہمارے گذشتہ... جنم کے کرم بتلائے جاتے ہیں لیکن نسل کے لئے سب سے پہلے جوڑے میں تذکیر و تانیث کے فرق کے لئے کون سے کرم موجود تھے۔ باپ اور بیٹے کا فرق بھی ایسا ہی ہے جو ابتداء آفرینش کے وقت موجود ہونا چاہئے تھا۔ پس جبکہ انسان کی آفرینش سے پہلے اس کا کوئی جنم نہ تھا۔ اور اس نے کوئی بھی نہیں کیا تھا تو پھر ان اختلافات کے کیا اسباب قرار دیئے جانے چاہئیں +

خوشی و راحت فضل الٰہی سے کرموں کا نتیجہ نہیں

بالفرض اگر تمام ذرائع جو ہماری آسائش کا باعث ہوتے ہیں ہمارے گذشتہ اعمال یا کرموں ہی کی وجہ سے ہمارے لئے مہیا کئے جاتے ہیں۔ تو وہ سامان کیسے پیدا ہوئے جو خود قدرت نے ہماری راحت و خوشی کے لئے موجود رکھے ہیں۔ قریباً ہماری تمام آسائش کا دارومدار ظہورات قدرت مثلاً چاند سورج۔ زمین وغیرہ پر ہی منحصر ہے۔ اور جو کچھ بھی تھوڑی سی راحت ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے میسر آتی ہے۔ وہ بھی قدرت کے ان خزانوں کو کام میں لانے ہی کی وجہ سے ہے۔ جو نسل انسانی کے ظہور سے پیشتر ہی موجود تھے۔ یہ خزانے ہمارے کسی سابقہ کرموں کا نتیجہ نہیں ہو سکتے دنیا میں سکھ کا اس قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جو اگر انسان کی پیدائش سے پہلے پیدا نہ کی جاتیں تو وہ زندہ نہ رہ سکتا۔ ان سب سے ہمیں راحت ملتی ہے لیکن یہ سب ہمارے کسی اپنے عمل یا کرم سے باعث نہیں بلکہ محض خدا کے فضل کی وجہ سے۔ انتظام قدرت تو ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ خدا کا فضل اور اسکی عنایات کا ظہور جس پر ہماری خوشی و راحت کا انحصار ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے تھا لیکن برخلاف اس کے مسئلہ کرم ہمیں سکھلاتا ہے کہ ہمارے اعمال کے بعد فضل الٰہی

ظہور پذیر ہوئے۔ لہٰذا یہ مسئلہ صریحاً غلط اور بیہودہ ہے۔ اور اگر ہمارے کرموں ہی کی طفیل ہمیں راحت ملتی ہے تو ہماری آسائش کا عدم وجود برابر ہوتا ہے پھر جسقدر راحت ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے ملسکتی ہے وہ اس راحت کے مقابلہ میں جو محض خدا کے لطف و کرم سے ہمیں نصیب ہوتی ہے بالکل ہیچ ہے۔ قرآن مجید نے مسئلہ تناسخ کے متعلق بیان کرتے ہوئے انہیں افضال و اکرام الٰہی پر اور نیز تذکیر و تانیث کے فرق پر بہت زور دیا ہے جو از رُوے قرآن شریف ہر ایک چیز میں جس کی پیدائش زمین سے تعلق رکھتی ہے پایا جاتا ہے چنانچہ کتاب آلہیہ میں لکھا ہے کہ وایۃ لھم الارض المیتۃ احیینھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون ۝ وجعلنا فیھا جنٰتٍ من نخیلٍ و اعناب و فجرنا فیھا .... من العیون ۝ لیاکلوا من ثمرہٖ وما عملتہ ایدیھم افلا یشکرون ۝ سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون ۝

ترجمہ۔ اور ان (لوگوں) کے (سمجھنے کے) لئے ہماری (قدرت کی) ایک نشانی مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) زمین ہے کہ ہم نے اس کو (پانی برسا کر) جلد اٹھایا کہ اسی میں سے (یہ لوگ بھی اپنی قسمت کا) کھاتے ہیں۔ اور زمین میں ہم نے کھجوروں کے لئے اور انگوروں کے باغ لگائے۔ اور ان میں (پانی کے) چشمے بہائے تاکہ باغ کے پھلوں میں سے (یہ لوگ اپنی اپنی قسمت کا) کھائیں اور معلوم ہے کہ) یہ (پھل) ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوے ہیں۔ تو کیا (یہ لوگ اس نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ (ذات) جس نے زمین کی روئیدگی کی قسم سے اور (خود) ان کی اپنی (یعنی انسانی) قسم میں سے اور ان (مخلوقات) کی قسم میں سے جن کو یہ نہیں جانتے ہر طرح کی چیزیں پیدا کی ہیں +

مسئلہ کرم سے ذمہ واری کا احساس ضعیف ہوتا ہے

اگر ہمارے اعتقادات کا اثر ہمارے اعمال یا کرموں پر ہوتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے وہ اپنی شکل و

صورت اختیار کرتے ہیں۔ تو ہمیں کوئی اس قسم کا اصول یا مسئلہ اختیار نہ کرنا چاہئے
جس سے ہماری ذمہ داری کا احساس ہی جاتا رہے اور ہماری ذہنی اور اخلاقی
قوتوں میں ضعف پیدا ہو۔ اسی بنا پر اسلام نے اس مسئلہ تقدیر کی جسے عام
لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تردید کی ہے۔ اگر بالفرض میرا بوجھ کسی دوسرے نے اٹھانا ہے تو
مجھ میں کام کرنے کی ترغیب و تحریص بالکل مردہ ہو جائیگی۔ اسی طرح ہم اپنی تکالیف
کو کم کرنے کی کوشش محض اس خیال پر کرتے ہیں کہ اس کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن
اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ وہ لا علاج ہیں تو ہماری سب کوششیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں
مسئلہ کرم کی رو سے ہماری تکالیف ہمارے کرموں ہی کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یہ اٹل
ہے۔ اسلئے اس نتیجہ سے گریز کرنے کے لئے ہماری تمام سعی رائیگاں جائیگی۔ اگر ہم نے
گذشتہ جنم میں کوئی خطا کی ہے تو اس کا نتیجہ ہمیں اس زندگی یا جنم میں ضرور بھگتنا
ہے۔ لہذا اگر ہم اس سے بچنے کی کوشش کریں تو گویا ہم اس مسئلہ کو غلط قرار دیتے
ہیں۔ اگر زید مثلاً کسی اپنی گذشتہ غلطی کی وجہ سے ہیضہ میں مبتلا ہو جائے۔ تو
اس کا مسئلہ کرم پر اعتقاد رکھتے ہوئے کسی ڈاکٹر یا حکیم سے علاج کروانا بالکل
غیر مناسب اور نادا جب ہے نہیں اس مسئلہ سے انسان غلط معنوں میں مسئلہ تقدیر کا
قائل ہو کر انسانی ترقی و تہذیب کے لئے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے +

کہا جاتا ہے کہ گذشتہ اعمال کی سزا اس دنیا میں دکھ کی صورت اختیار کرتی
ہے۔ اگر تکالیف اور آسائش کا میسر نہ آنا دکھ ہی کے ذیل میں آسکتے ہیں تو ہم
دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کسی قسم کی انسانی ترقی انکے بغیر حاصل نہیں ہوئی سب جانتے
ہیں کہ پیغمبروں ورشیوں اور مصلحوں و فلاسفروں ہی کی وجہ سے دنیا کو اعلیٰ درجہ کا
فائدہ پہنچا ہے۔ اور یہی لوگوں کے بڑے محسن ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمیشہ انہیں لوگوں کو
ہر ایک قسم کی تکلیف کا شکار بنایا گیا ہے۔ اسی طرح دکھ اور تکالیف ہی کا نتیجہ وہ تمام
علمی اور سائنس کی ایجادیں ہیں جنکی بدولت ہمیں اس قدر آرام اور خوشی نصیب ہو رہی
ہے۔ تو پھر کیا ہمارا یہ اعتقاد ہونا چاہئے۔ کہ یہ تمام موجد اور مصلح (نعوذ باللہ) پرلے

درجہ کے بدمعاش اور گنہگار تھے۔ کیونکہ انہیں بڑی بڑی اذیتیں پہنچیں اور انہوں نے ہی اپنی زندگی مصیبت دکھ میں بسر کی۔ دکھ کے بغیر خوشی نہیں ملسکتی لیکن دکھ ہی کو گناہ کی سزا سمجھا گیا ہے پس آیندہ زندگی میں راحت پانے کیلئے گناہ و بدی کا وجود لازمی ہے +

یہ مسئلہ زیر بحث مختلف پہلوؤں سے اعلے درجہ کے اخلاق بھی پیدا نہیں کرسکتا مثلاً اگر موہن سے سوہن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے تو اہل ہنود کے خیال میں سوہن کو یہ تکلیف اس لئے ملی ہے کہ اس نے موہن کو تکلیف دی تھی۔ پس ایک مجرم کی نگاہ میں اگر وہ مسئلہ کرم پر ایمان رکھتا ہے تو جرم عین ثواب ہے۔ اور اگر ہم پر کوئی شخص احسان کرے تو ہمیں اس کا کسی رنگ میں بھی مشکور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اس زندگی میں ہمیں وہی چیز واپس دی ہے جو ہم نے گذشتہ جنم میں بڑی فیاضی سے اُسے دی تھی۔ ان تمام نتائج کو مدنظر رکھ کر جو اس قسم کے اعتقادات سے مرتب ہوتے ہیں میں جتنا اس زیر بحث مسئلہ پر غور کرتا ہوں اُتنا ہی میرا ایمان اس بات پر پختہ ہوتا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ اخلاقی ترقی کے لئے نہایت ہی غیر مفید ہے +

اس دکھ اور تفاوت کے مسئلے کے بارے میں جس پر میں اس وقت بحث کررہا ہوں ہماری کتاب مقدس نے جو کچھ لکھا ہے وہ مجھے نہایت ہی قرین قیاس اور پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ میرے اندر ذمہ واری کا احساس محکم و پختہ کرتا ہے +

قرآن شریف ہمیں بتلاتا ہے کہ انسان نے نہ صرف اپنی جان کی حفاظت اور اس کا انتظام ہی نہیں کرنا۔ بلکہ وہ اپنی آیندہ نسل کی راحت اور اسکے رنج کا بھی ذمہ وار ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ اکثر حالات میں جس قدر ہمیں اپنی اولاد کے مفاد کا خیال رہتا ہے اتنا ہمیں اپنے فائدہ کا نہیں ہوتا خاندان کی بہبودی کی خاطر بسا اوقات اس کے ممبر اس قسم کے قبیح امور سے رک جاتے ہیں جن کا ارتکاب بعض دفعہ دوسرے لوگوں سے بلا تامل ہوجاتا ہے۔ اگر

ہمیں یہ خیال ہو۔ کہ ہمارے کرموں کا اثر ہماری اولاد پر بھی پڑتا ہے تو ہم اپنے اعمال میں نہایت سنجیدگی اور نیکی کو ملحوظ رکھینگے۔ لیکن اگر ہم میں سے ہر ایک نے خود ہی اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہے۔ تو ممکن ہے کہ مایوسی اور لالچ کے وقت ہم حد سے تجاوز کر جائیں۔ کبھی آپ ناقص الخلقت بچے بھی دیکھتے ہیں وہ بعض وقت ایسی امراض میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ جو تین چار پشت پہلے اُن کے بزرگوں کو لاحق تھیں۔ اگر ہمارا یہ اعتقاد ہو کہ بچوں کی اس قسم کی تمام خرابیوں اور دکھوں کے ذمہ دار والدین ہی ہیں تو کیا بداعتدالیوں سے بچنے کے لئے یہ عقیدہ زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہو سکتا ہے بمقابلہ اس اعتقاد کے کہ بچے اپنے نقائص اور پیدائشی بیماریوں کے خود ذمہ دار ہیں۔ اپنے اعمال کے نتائج کی انسان اس وقت تک چنداں خیال نہیں کرتا جب تک اُسے یہ معلوم ہو کہ اس کا اثر کسی کی ذات پر پڑتا ہے۔ لیکن اپنے خاندان کو دکھ پہنچانے اور اسکی بربادی کے فکر میں اس کا اپنی اصلاح کرنا بالکل ممکن ہے۔

پس ہمارے اپنے موجودہ دکھوں کے دو حل پیش کئے ہیں ایک تو مسئلہ کرم کی رو سے اور دوسرا قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق۔ کوئی شخص اپنے ذاتی تجربہ کے رُو سے ان ہر دو پیش کردہ حلوں یا تشریحوں میں سے کسی ایک کی صداقت پر بھی مُہر نہیں لگا سکتا۔ ہم عالم نسیان یا فراموشی سے نکلکر اس دُنیا میں آتے ہیں۔ اور پھر کسی ایسے ہی عالم میں چلے جاتے ہیں۔ ہمیں ایسا کوئی عقلمند وذی ہوش انسان نظر نہیں آتا جو ان باتوں کا تذکرہ کرے جو اس نے کسی پہلے جنم میں کی تھیں۔ اس بارے میں کوئی شخص بھی یقینی طور پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔ لیکن جو دو حل یا مسئلے میں نے پیش کئے ہیں انمیں سے میری رائے میں انسانی خصائل پر مفید اور عمدہ اثر اسی کا پڑ سکتا ہے۔ جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جو مسئلہ ہندو مذہب پیش کرتا ہے اُس سے اسی قسم کا مسئلہ تقدیر پیدا ہوتا ہے جو عوام نے غلط طور پر سمجھ رکھا ہے اور جو حساس

ذمہ واری کو کمزور کر دیتا ہے۔ اور سب سے زیادہ خطرناک نقص اسمیں یہ ہے کہ انسانی راحت اور تہذیب کے لئے یہ گناہ کا وجود لازمی قرار دیتا ہے ✦

ضرورت نزول قرآن اگر انسان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً خدا کا کلام زمانہ سلف میں نازل ہوتا رہا ہے۔ تو وہی کلام اگر ہم تک اپنی اصلی حالت میں نہ پہنچے تو ہماری رُوحانی ترقی اور تربیت کے متعلق انتظام الٰہی عمومیت اور یگانگت کے لحاظ سے بالکل ناقص مانا جائیگا۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے علاوہ تمام کُتب مقدسہ جو الہامی مانی گئی ہیں انسانی مداخلت سے بچ نہیں سکیں۔ اور خود ان کتابوں کے ماننے والوں نے ہی ان میں تحریف کا ہونا صحیح مانا ہے۔ عہد نامۂ جدید اور قدیم (انجیل و توراۃ) کے تو اکثر حصے غیر مستند قرار دیئے جا چکے ہیں۔ بلکہ اسکی تصدیق کلیسیا نے بھی کی ہے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ نہ حضرت سلیمانؑ نے کبھی وہ کتابیں لکھیں جو اُن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اور نہ حضرت موسیٰ نے کتاب تصنیف کی۔ اور انجیل کی ہر ایک کتاب کی کم و بیش ہمیں یہی حالت نظر آتی ہے۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان مقدس کتابوں کے بعض حصے بالکل صحیح ہیں۔ مگر صحیح کو غلط سے جُدا کرنے کی ایک اور تکلیف ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ ہمارے پاس کوئی معقول اور فیصلہ کن ذریعہ اس بارے میں نہیں۔ اور جسقدر محنت اور عقل اس پر اس وقت تک صرف کی گئی ہے وہ بے سود اور لاحاصل ثابت ہوئی ہے لیکن تعجب ہے کہ بائیبل کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہوئے بھی کہ اسمیں بعض تحریفات ہیں لکھو کہا لوگ اس ساری کی ساری کتاب کو خدا کا کلام مانتے ہیں ✦

انسانی دماغ اپنی مختلف کوائف و حالات میں بعض اوقات کیسا ہی متضاد نظر آتا ہے! دیکھئے جہانتک کہ ہمارا تعلق اشیاء خور و نوش سے ہے۔ ہم انہیں انکی اصلی حالت میں ہی استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص غلطی سے کسی اپنی

ٹھلیا یا صُراحی میں ہاتھ ڈال دے۔ تو اسمیں سے ہم پانی پینا بھی نہیں چاہتے اور بازار میں ان ہی اشیاء خوردنی کی زیادہ مانگ ہوتی ہے جو انسان نے اپنے ہاتھ سے تیار نہ کی ہوں۔ حیرانی ہے کہ جسمانی خوراک کے متعلق تو ہماری اس قدر احتیاط ہو لیکن ان معاملات میں جن کا تعلق ہماری روحانی غذا سے ہے ہم ذرہ بھر بھی پرواہ اور احتیاط نہیں کرتے۔ اگر عدالت میں ایسی دستاویز جو جزوی طور پر ہی جعلی قرار دیجائے قابل پذیرائی نہیں تو کوئی وجہ پائی نہیں جاتی کہ کیوں ہم انجیل کو جن کا زیادہ تر حصہ غیر مستند و غیر معتبر ہے خدا کا کلام سمجھیں اور اس کی عزّت کریں +

اور اگر تاریخ انسانی میں کچھ عرصہ کے بعد خدا الہام کا دروازہ انسانوں کیلئے بند کردے۔ تو اس کا انتظام بھی ناقص ثابت ہوگا۔ کیونکہ انسان کی ترقی اور عروج کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ضروری سمجھا گیا ہے تو اس ضرورت کا ابھی خاتمہ نہیں ہؤا۔ ہم بھی ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہمارے آبا و اجداد تھے۔ اور ہم میں بھی انہیں کی طرح نقائص اور کمزوریاں ہیں۔ اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا الہام آلہی کے لئے کوئی خاص اور ہم سے بڑھ کر حق نہ تھا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی ہماری ہی طرح اللہ تعالیٰ کے بچے تھے رُوحانی زندگی کے قیام کے لئے اگر زمانہ سلف میں خدا کی مرضی کا الہام کی صُورت میں ظاہر ہونا ضروری تھا تو اس وقت بھی اسی قسم کی ضرورت محسُوس ہو رہی ہے۔ اگر خدا منصف ہے۔ اور اسمیں جانبداری نہیں تو وہ یا تو اپنا تمام کلام محفوظ رکھ کر اُسے اسکی اصلی اور صحیح حالت میں انسانوں تک پہنچا ئیگا۔ اور یا اگر اس کلام میں انسانوں نے آمیزش اور تحریف کردی ہو تو وہ اسکی بجائے تازہ الہام نازل کرے گا۔ اور یہ کوئی نرالی بات نہیں۔ کیا جہانتک ہماری جسمانی پرورش کا انتظام تعلق رکھتا ہے۔ ہم اپنے گرد و پیش قدرت میں اسی قسم کا نظارہ نہیں دیکھتے۔ ہمیں ایسی چیزیں بھی نظر آتی ہیں جو آلائش سے اسلئے پاک نہیں کہ ان میں انسان کا دخل نہیں مثلاً چاند

سُورج ستارے اور دیگر بہت سی چیزیں جو فضاء میں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ انسانی تصرف سے باہر ہونے کی وجہ سے اسی حالت میں ہمیشہ رہی ہیں جن میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسباب کی ضرورت نہیں کہ انہیں تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ انسان کے لئے مفید ہو سکیں لیکن جو چیزیں اپنی اصلیت اور صفائی کو کھو بیٹھتی ہیں اور کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ تو وقتاً حسب ضرورت انکی بجائے نئی چیزوں کا ذخیرہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اگرچہ صاف و تازہ پانی پر ہماری زندگی کا مدار اور اسکے بغیر ہمارا زندہ رہنا محال ہے۔ لیکن جب اسمیں اجزاء ارضی شامل ہو جائیں تو یہ فائدہ بخش ثابت نہیں ہوتا۔ آبپاشی کے لئے ہم سمندر کا پانی بھی استعمال میں نہیں لا سکتے۔ لہٰذا تمام زمین کو زندہ اور تازہ رکھنے کے لئے ہر سال آسمان سے پانی کا صاف و تازہ ذخیرہ ہمیں ملتا ہے۔ قرآن شریف بھی انسان کے لئے الہام کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسی استدلال کو ذیل کی آیات میں پیش کرتا ہے +

وما انزلنا عليك الكتب لتبين لهم الذی اختلفوا فيه وهدى ورحمة لقوم يومنون ہ والله نزل من السماء ماء فاحياء به الارض بعد موتها ط ان فی ذلك لاية لقوم يسمعون

ترجمہ (اے پیغمبر) ہم نے تم پر (یہ کتاب) اسی غرض سے اُتاری ہے۔ کہ جن باتوں میں (یہ لوگ آپس میں) اختلاف کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو۔ علاوہ بریں (یہ قرآن) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت و رحمت ہے اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرنے (یعنی پڑتی پڑے) پیچھے (از سر نو) زندہ کر دیا۔ کچھ شک نہیں کہ جو لوگ (بات کو) سُنتے (سمجھتے) ہیں ان کے لئے ان واقعات میں (قدرت خدا کی ایک بڑی) نشانی ہے۔

اگر صرف ایک سال ہی بارش نہ ہو تو زمین کی تمام نشوونما پانیوالی طاقتیں مُردہ ہو جائیں خشک سالی گویا ملک الموت کا حکم رکھتی ہے۔ آسمان سے پانی نہ اُترنے

کی حالت میں سمندر یا جھیلوں کا پانی خواہ کتنا ہی ہو بالکل بے سود غیر مفید ہے
پس اگر جسم کی پرورش اور صحت پانی پر منحصر ہے تو رُوح کی زندگی کے لئے قطعی طور
پر الہام کی ضرورت ہے۔ اور اگر ہمارا پانی کا ذخیرہ گدلا ہو جانے پر خدا ہمیشہ
آسمان سے بارش بھیجتا ہے۔ تو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا اگر زمانہ سلف
میں اس کا بھیجا ہوا کلام محرّف ہو۔ اور اسمیں آمیزش کی جائے۔ اس میں بین
استدلال کو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن مغرب میں کلیسیا
کے درخشندہ گوہر یعنی پادر صاحبان اسے قبول کرنے پر تیار نہیں۔ اور تعجب ہے
کہ ایک طرف تو وہ انجیل کو غیر مستند اور محرف ماننے کے لئے بالکل آمادہ ہیں
لیکن دوسری طرف جناب مسیح کی رسالت کے بعد کسی قسم کے الہام کی ضرورت
نہیں سمجھتے۔ ہاں البتّہ ان کی تسکین شاید ایک نئے مسئلہ سے ہوتی ہے جس کے
باعث خدا کی طرف سے ہدایت کی ضرورت نہیں رہی۔ انسانی کاروبار کے ہر شعبہ
میں انہیں ہدایات اور رہنمائی کی ضرورت تو ہے لیکن مذہبی اور روحانی معاملات
میں ان کا اعتقاد ہے کہ جناب مسیح کے خون (صلیبی موت) پر ایمان لانے
سے ہی ایک معجزنما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کلیسیا کا بھی پولوس کی طرح یہ
استدلال ہے۔ کہ انسان کے لئے قانون مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن وہ اس پر نہ
چل سکا۔ لہٰذا وہی قانون اس کے لئے لعنت کا رنگ پکڑ گیا۔ چونکہ قانون
اور اسکی متابعت کا پُرانا معاہدہ مفید ثابت نہ ہُوا۔ اور خدا کو اپنے اس تجربہ
میں کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا تقریباً چار ہزار سال کے بعد اس نے اپنی عنایت
سے ہمارے لئے ایک نیا انتظام واقعہ صلیب کی شکل میں کر دیا۔ اور اس طرح
انسان کو قانون پر چلنے کی ذمّہ واری سے مخلصی دی۔ بادی النظر ہی میں یہ ایک
بہت بیہودہ اور مضحکہ خیز مسئلہ ہے خصوصاً جب اسے روزمرّہ کے تجربہ
کی روشنی میں دیکھا جائے۔

(باقی آیندہ)

شاہنشاہِ عرب ﷺ

کے دربار میں

ایک عیسائی عورت کا بحالتِ اسیری پیش ہونا

بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر اپنے ملک میں سے بت پرستی کی جڑھ اکھیڑ دینے کا حد سے زیادہ جوش تھا۔ اسی کی وجہ سے آپ کی مخالفت نہایت ہی خطرناک طور پر کی گئی۔ عرب میں ہر ایک قوم کا علیحدہ بُت تھا۔ اسلئے ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے بُت کی عزت قائم رکھنے اور اُس کی حفاظت کے لئے آپؐ کے خلاف کھڑا ہو گیا یہ واقعہ آپؐ کے قیام مدینہ میں ہوا۔ اس جگہ آپؐ کو جس قدر تکلیف کا سامنا کرنا پڑا وہ مکہ کی تکلیف کے مقابلہ میں کم نہ تھا۔ آپؐ کے چاروں طرف دشمنوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ کو ان سے مقابلہ کرنا ہی پڑتا تھا۔ اور ان کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے اپنے آدمی ان کے مقابلہ میں بھیجنے پڑتے تھے کبھی آپؐ فتحمند ہوتے۔ اور کبھی آپؐ کو شکست ملتی۔ لیکن ان موقعوں پر حضور صلعم کے اخلاق کے مختلف پہلو ظہور پذیر ہوئے۔ اگر کوئی شخص آپؐ کے ان طریق عمل کو جمع کرے۔ جو مختلف مقاموں اور مختلف موقعوں پر دیکھے گئے تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جنگ کے وقت وہ اس قسم کے قوانین کا کام دے سکتے ہیں جو ان ضوابط و قواعد کے مقابلہ میں زیادہ تر مناسب اور نرم ہیں جو منتظمان ہیگ کانفرنس کے دماغ میں آئے تھے۔ آپ نے اس وقت تک تلوار نہیں اُٹھائی جبتک کہ آپؐ انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے مجبور نہ کئے گئے۔ اسلام پر گو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اس کے پھیلانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا تھا لیکن اس کے خطرناک مخالف اور اس پر نہایت زور سے نکتہ چینی کرنے والے اس وقت تک ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکتے جس سے ثابت ہو کہ کسی خاص جنگ کا نتیجہ قبول اسلام ہوا ہو

(خواہ قومی صورت میں اور خواہ انفرادی حالت میں) ہاں البتہ ان برائیوں کا نتیجہ اسلام کے حق میں بہت مفید ثابت ہؤا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے حضرت محمد صلعم کے نیک اور اعلےٰ اخلاق کا پتہ لوگوں کو لگا۔ جس نے آپؐ کے ہموطنوں کو آپؐ کا گرویدہ کر دیا۔ اور اس طرح ان کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے اس کا اثر بمقابلہ جبر کے زیادہ تر ہؤا۔ اس حسنِ سلوک نے جو آپؐ مفتوحوں کے ساتھ کیا کرتے تھے معجزہ کا کام کیا۔ جب کبھی کوئی سوالی آپ کیخدمت میں حاضر ہوتا تو اُسے اسکی اُمید سے بہت زیادہ ملتا۔ ذیل کا واقعہ قبیلۂ طای کی شکست کے بعد پیش آیا۔ جس کی وجہ سے تمام قبیلے کا قبیلہ تھوڑے ہی عرصہ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ لکھا ہے کہ رسُول عربی صلعم کے رُوبرُو مُعزّز عیسائی عورتوں کا ایک گروہ پیش کیا گیا۔ جن کی سردار ایک مشہور عیسائی حاتم نامی کی لڑکی تھی حاتم ایک خیر خواہ خلق اللہ تھا۔ جس کی سخاوت کا شُہرہ اس وقت تک بھی مشرق میں سُنا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کے سردار نے اس لڑکی کے حسب ونسب کی خبر پائی۔ تو آپؐ نے اسکی بہت عزّت کی۔ اس کے ساتھ مودّبانہ سے پیش آئے اور اُسے کہا کہ اُس کے باپ کی سخاوت کی وجہ سے اس کے ساتھ نہایت نرم اور نیک سلوک کیا جائیگا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو اسکی مخلوق پر مہربانی کرتے ہیں خدا اُن سے محبّت کرتا ہے پھر فرمایا کہ اسلام اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھلانا چاہتا ہے۔ اور جنہیں وہ اخلاق ہوں اُن کی عزّت کرتا ہے۔ جب اس لڑکی کے ساتھ اس طرز پر گفتگو کی گئی تو اُسے از حد خوشی اور راحت معلوم ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ فاتح کی طبیعت میں کسی قسم کا فخر وغرور نہیں۔ آپؐ نہایت مہربان اور رحم دِل ہیں۔ اور جب اُسے آزاد کئے جانے کا حکم ملا۔ تو آپؐ کی سادہ صورت اور حسن سلوک کی وجہ سے اُسے جرأت حاصل ہوئی۔ اور ایثار کی رُوح نے اپنی قید سہیلیوں کو آزاد کرانے کے لئے اس کے اندر جوش مارا۔ اور اس نے عرض کیا۔ کہ میں اس آزادی کو قبول نہیں کر سکتی جبتک کہ اسکی قوم کی لڑکیاں جنکے ساتھ وہ قید ہوئی

قید شاہی سے آزاد نہ کیجائیں "۔ واقعی حاتم کی لڑکی ایسی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اسکے اظہار نے بہت بڑا اثر پیدا کیا۔ اور پھر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسے انسان پر جو ہر ایک خوبی اور نیک عمل کے مقابل میں زیادہ تر خوبی اور نیک تر عمل کا اظہار کیا کرتے تھے۔ جب رسُول اکرمؐ نے ان سب کو اس لڑکی کی سفارش پر آزاد کر دیا تو وہ خوشی کے مارے جامہ سے باہر ہوگئی۔ اور آپ کے لئے اس نے بہت دُعا کی۔ اس کے بعد تمام لڑکیوں کو واپس جانے کی اجازت دی گئی اور ایک معتبر بدرقہ کی حفاظت میں انہیں اپنے شہر تک پہنچایا گیا +

اس لڑکی کا نام صفانا تھا۔ اس نے اپنے بھائی عدیؔ کو جو بھاگ گیا تھا بُلوا بھیجا۔ اور اسے تمام قصہ سُنا کر رسولکریم صلعم کیخدمتمیں جنہوں نے اس پر احسان کیا تھا اُسے حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ عدیؔ حضُور کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور اس نے آپ کو دُنیاوی شہزادوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر پایا پھر اُس نے اسلام کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ اسمیں علوم الٰہیات کو سائنس کی شکل میں بھرا ہے۔ تمام رُوحانی مسائل اور مشکلات کا حل جو اسکی سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اس نے اسلام میں نہایت نفیس طرز پر اختصار کے ساتھ پایا۔ قرآن شریف میں اس نے دیکھا کہ اس قسم کی تشریحات بکثرت موجود ہیں جن سے اِنسان جزئیات سے کلیات کی طرف اور کلیات سے جزئیات کیطرف جاسکتا ہے۔ اور وہاں تمام ایسی باتیں بھی موجود ہیں جن سے روح کی ترقی حاصل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ چند ایک ماہ کے بعد اس نے اسلام قبوُل کیا۔ اور ساتھ ہی اس کا قبیلہ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا +

پیغمبر صلعم کی زندگی میں اس قسم کے بیشمار واقعات نظر آتے ہیں۔ اور اگر دوسروں کو اسلام قبوُل کروانے میں تلوار کا استعمال کیا جاتا۔ تو پھر ہر ایک جنگ کے بعد قیدیوں کو آزاد کر دینے کے کیا معنے اور انہیں اسلام منوانے بغیر گھر کی طرف روانہ کر دینے کا کیا مطلب۔ کیا کوئی شخص ایک

بھی نظیر پیش کر سکتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ جبر سے اسلام قبول کروایا گیا لیکن جان و مال کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا تو عین فرض ہے۔ اور اُسے مذہبی جنگ کسی صورت میں قرار نہیں دیا جا سکتا +

ضروری التماس

کسقدر رنجیدہ امر یہ ہے کہ ہر سال سالانہ وی پی کے اجرا پر ایک کثیر تعداد وی پی کی انکار ہو کر دفتر میں واپس آجاتی ہے۔ اور کہ جس کمی کو پورا کرتے کرتے ایک عرصہ طویل صرف ہو جاتا ہے۔ اسجگہ وی پی کے انکار کرنیوالے احباب تک ہماری آہ و فغاں کی رسائی تو ایک امر موہوم ہے ہاں اگر اپیل ہے تو ان اشاعت اسلام کے دلدادوں سے ہے جو کہ رسالہ ہذا کے مستقل و مسلسل خریدار رہنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ ان شیدائیان اسلام کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ ازراہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت فرما کر موجودہ کمی خریداری کی تلافی فرمائیں۔ اگر فرداً فرداً بھی ہمارے ناظرین کرام اس اپیل پر التفات فرمائیں۔ اور قارئین کرام میں سے ہر ایک بزرگ ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر دفتر رسالہ اشاعت اسلام میں بذریعہ کارڈ مطلع فرماوے۔ تو موجودہ کمی سے کہیں زیادہ تعداد میں رسالہ کی اشاعت ہو سکتی ہے +

رسید زر

بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء

امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب مردان صمہ/
" " نواب نجیب الدین صاحب حیدرآباد دکن صہ
" " فقیر محمد صاحب - پونہ عہ/
" " جلال الدین صاحب " عہ/
" " وزیر احمد صاحب " عمہ/
" " رحیم بخش صاحب " عہ/
تقسیم مفت حضور نواب زادہ حاجی محمد حمید اللہ خانصاحب بھوپال ۵۰
امداد مشن جناب ایم بین ایم اسمعیل صاحب خریدار کلکتہ ماہ ۱۵۰
تقسیم مفت " جناب محمد اسحق صاحب فورٹ بمبئی عمار
" " سید فردوس شاہ صاحب کیمبلپور اعہ/
امداد مشن " ڈاکٹر حاجی محمد علی صاحب برہما صمہ/
" " شیخ شہاب الدین صاحب نوشہرہ ۲۰
" " سید تراب علی شاہ صاحب عراق عرب ۱۰

مندرجہ رقوم بصد شکریہ درج رسالہ کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء +

خادم - آنریری سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل لاہور

فہرست کتب مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

نام کتاب	قیمت
براہین نیرہ	۱۲ر
ام الالسنہ	۱۲ر
اسوۂ حسنہ ...	۸ر
لمعات انوار محمدیہ	۶ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲ر
مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	۲ر
ر توحید ۔ دعا ۔ تصوف	۲ر
ر خطبات عیدین ...	۲ر
ر دہریوں اور ملحدین کو خطاب	۲ر
اسلام اور دیگر مذاہب	۲ر
حقوق النسوان ...	۲ر
اسلام اور علوم جدیدہ	۸ر
ذرات عالم کا مذہب	۸ر
یسوع کی الوہیت اور کامل انسانیت پر ایک نظر	۸ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۸ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ...	عہ
سیرت نبوی ... زیر طبع	۱۲ر
تائید حق	۴ر
پیغام صلح	ار
کرشن اوتار	ار
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر	ار
التوحید	ار
مادہ فانی ہے	ار
صحیفۂ آصفیہ	۲ر
طریق فلاح	ار
جام عرفان (مجموعۂ نظم)	ار
اسرار سلیمانی (روحانیت کی حقیقت) مجلد	۴ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول ولایتی کاغذ بیجلد ...	۷ر

نام کتاب	قیمت
اسلامی اصول کی فلاسفی بیجلد	۴ر
دُرّ ثمین مجلد مکمل اردو و فارسی (مجموعہ دلچسپ نظم اسلامی)	عہ / ۴ر
فتح اسلام	۶ر
توضیح مرام	۶ر
جمع قرآن	۱۴ر
النبوۃ فی الاسلام بیجلد	ع۴ر
مسیح موعود بیجلد	عہ۶ر
آیت اللہ	۵ر
شناخت مامورین	۴ر
حقیقۃ المسیح	۴ر
حدوث مادہ	۶ر
بنگال کی دلجوئی	ار
عصمت انبیا	۱۰ر
تمامی	۵ر
مقام حدیث بیجلد	عصہ۳ر
سیرت خیر البشر درجہ اول	سے۴ر
ر ر ر دوم	ع۶ر
رسالہ نماز ۔ فلسفۂ نماز	۱۲ر
ر حج ۔ ر حج	۱۳ر
ر زکوٰۃ ر زکوٰۃ	۴ر
ر روزہ ...	۶ر
تربیت اولاد	۶ر
غزوات نبوی	۱۰ر
کانشنس اور نبوت ...	۴ر

زنانہ کتب

نام کتاب	قیمت
تحفہ کی دلہن ...	۴ر
ناصح مشفق	۴ر
زنانہ حساب کتاب مجلد ...	۱۲ر
جمیلہ خاتون ...	۴ر
نیا باورچیخانہ	۷ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

نام کتاب	قیمت
لیکچر اسلام	۴ر
جام کوثر مجموعہ نظم	۵ر
رفیق مرزا	۵ر
مناجات بیوہ	۳ر
راہ جنت	۴ر
مسدس حالی	۱۰ر
آداب النسواں	۷ر
عقیلہ بیگم	۴ر
چپ کی داد	۳ر
رباعیات حالی	۴ر
امام حسین	۵ر
اصلاح الرسوم	۴ر
بنت الرسول	۶ر
تعلیم النسواں کی پہلی کتاب	۳ر
" " دوسری کتاب	۴ر
" " تیسری کتاب	۵ر
الغنائے النسواں	۴ر
انتظام خانہ داری	۴ر
کھانا پکانا	۴ر
سوانحعمری رسول مقبول صلعم	عہ ر
قصص الانبیاء	عہر
نماز حنفی مدلل	عہ ر
غریبی خالہ	۱ر
خدا پرست بی بی	۱ر
انمول موتی	۱ر
اخلاقی گیت	۱ر
بہشتی حوریں	۴ر

نام کتاب	قیمت
زنانہ خط و کتابت	۴ر
پیغمبروں کے حالات	۴ر
اخلاقی کہانیاں	۴ر
خورشید جہاں	۴ر
ہدیۃ المستورات	۴ر
سگھڑ سہیلی	۳ر
سلسلۂ دین محمدی	
اسلام کی پہلی کتاب	۱ر
" دوسری کتاب	۲ر
" تیسری کتاب	۳ر
" " چوتھی	۴ر
" " پانچویں	۵ر
" چھٹی	۶ر
قرآن کریم	
بیس خوبیوں والی حمائل شریف مجلد	ہلے ۱۲ر
کلاں قرآن مجید حیدری مجلد	۱۳ عہ
ہر قسم کے قرآن مجید دفتر سوسائٹی سپلائی کرسکتا ہے	
کتب احادیث	
بخاری مترجم فی پارہ کل تیس پارہ	۱۲ر
صحیح مسلم اول تا تیسری جلد فی جلد	عہ ر
ابو داؤد پہلی دوسری جلد فی جلد	عہ ر
ابن ماجہ مکمل	عہ ر
تبویب القرآن	ہلے

نوٹ - محصول ڈاک بذمۂ خریدار

تمام درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۷) | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر (۳)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہو اور باقی کل خط وکتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

بروئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غیر کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو بدلاوریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

اطلاع عام

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ ۳ روپے مع محصول ڈاک ہے
۲۔ تمام درخواستہائے خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں +
۳۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +
۴۔ رسالہ ہر انگریزی کلینڈر (ماہ) کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے +
۵۔ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

بنارسی تحفے

ہر قسم کے بنارسی کپڑے پہننے دوپٹے ساڑیاں عمامے تھان کاسی۔ سلک موزے سلک مخمل کمخواب۔ گوٹے لچکے پگڑی بنارسی پائیدار زیب وزینت ٹوپیاں چوبی پیتل کے کھلونے وغیرہ وغیرہ بکفایت حسب ذیل پتہ سے فوراً بذریعہ وی۔ پی یا نقد قیمت پر مل سکتے ہیں۔ ایکبار منگا کر آزمائیے۔ اور دوبارہ فرمائش کیجئے۔ آرڈر دیتے وقت مہربانی کر کے اخبار کا حوالہ دیں +

احباب اینڈ کو بنارس چھاؤنی



Mr. Abdul Kareem Lofts.

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ ووکنگ (انگلستان)

جلد (۷) بابت ماہ مارچ ۱۹۲۱ء نمبر (۳)

تصویر افکار

جذبۂ توحید

کسی سے دل کو لگا چکے ہیں جزا محبت کی پا چکے ہیں
کہاں کی عزت کہاں کی ذلت کہاں کی پستی کہاں کی رفعت
نہ بیم و امید کے تقاضے نہ رنج و راحت کا لینا دینا
جو ہم سے جاتے ہیں ننگ و ناموس آشنا مال و جاہ جائیں
نہ درد کے چارہ ساز گر ہوں تو بن کے ناصح یار آئیں
مقام رفعت انہیں مبارک جو خواہش جاہ کے ہوں قیدی
ہوئے خوشی سے جو ہاتھ خالی غنا نے کی آ کے دستگیری
یہ کس نے توڑی امید آخر میں اپنے قربان کہ کفر ٹوٹا

دوئی کو دل سے اٹھا چکے ہیں ہم اپنی ہستی مٹا چکے ہیں
کسی کے در کے ہم ہو چکے ہیں یہ دل اسی ہاتھ بن بھلا چکے ہیں
جو دولت دل کو دے چکے ہیں وہ سارے قرضے چکا چکے ہیں
قدم جو اٹھنا تھا اٹھ چکا ہے ہم اس کے کوچوں سے آ چکے ہیں
کہ ہر قدم پر عصائے راہ خار رہ کو ہی بنا چکے ہیں
فقیر لو فرش خاکساری پہ اپنا بستر جما چکے ہیں
کسی کی دولت وہ کیا کریں گے جو اپنی دولت لٹا چکے ہیں
نقوش امید غیر جو کچھ بھی دل پہ تھے سب مٹا چکے ہیں

نہیں وہ آتے نہ آئیں تو کیا نہ کوئی حسرت نہ آرزو ہے
جو کچھ بھی دل میں ہا تھا باقی وہ خون کر کے بہا چکے ہیں

۳۰ جنوری مقام جہاز
میچور ٹرب (ملک جاوا بہ سنگاپور)

خواجہ کمال الدین

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جناب عبد الکریم لائنس صاحب کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنکے مشرف بہ اسلام ہونیکی خبر گذشتہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کے رسالہ اشاعت اسلام میں درج کیجاچکی ہے۔ صاحب ممدوح انگلستان میں ایک بڑی سوسائٹی کے صدر انجمن ہیں۔ اور بوجہ اپنے تبحر علمی و ذاتی وقار کے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اسلام جیسے نعمت عظمیٰ سے مالامال ہوکر ان کے اندر ایک تبلیغی جنون پیدا ہوگیا ہے +

حضرت خواجہ صاحب جاوا سے سنگاپور پہنچگئے ہیں۔ آپ کی جدید تصنیف "انجیل عمل" آجکل زیر کتابت ہے۔ امید ہے۔ کہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کے اخیر تک انشاء اللہ شائع ہو جائیگی۔ اسکے علاوہ دوران سفر میں ایک اور کتاب آپ نے تصنیف فرمائی ہے جس کا موضوع "توحید فی الاسلام" ہے۔ نظامہ توحید جس نے رسالہ ہذا کے پہلے صفحہ کو مزین کیا ہے۔ اسی کتاب "توحید فی الاسلام" سے لیا گیا ہے۔

لاگوس (مغربی افریقہ) میں مسلمان

ہمنے اکثر ان ہی صفحات میں بیان کیا ہے۔ کہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اور اسکے مسائل فطرت انسانی کو اپیل کرتے ہیں۔ اور افریقہ میں اسلام کی اشاعت نے سب سے بڑھ کر اس حقیقت نفس الامری پر صاد کیا ہے۔ جہاں کہ عیسائی مشنریوں کی سرگرم تبلیغی جد وجہد کے باوجود دین فطرت نہایت عجلت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ افریقہ میں اسلام کی ترقی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کے مقابلہ کی کوئی مذہبی جد وجہد شروع کر رکھی ہے۔ ہم نے ذیل کے واقعات ایک افریقہ کے صحیفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اور امید کامل ہے۔ کہ ان سطور کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اس ملک میں اسلام

کی ترقی کیلئے کسقدر وسیع میدان ہے۔ اور کس قدر وہ خوش آیند ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ لاگوس میں اسلام عیسائیت سے پہلے رونما ہوا۔ اور اسکے اعادہ کرنے کی یہاں چنداں ضرورت بھی نہیں اور وہ تعداد وشمار کے لحاظ سے لاگوس کی نصف آبادی مسلمان ہے جسمیں تمام فرقے و جماعتیں تونگر و مفلس شامل ہیں۔ یہ امر بھی موجب دلچسپی ہے۔ کہ عیسائی مشنریوں کی زبردست تبلیغی جدوجہد کے بالمقابل اس قدر لوگ عیسائی نہیں ہوئے جسقدر کہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ہر سال کفر وشرک کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد و حلقہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے نصرانی معلمان کی زبان سے اکثر یہ یاس آمیز فقرہ سنا گیا ہے۔ کہ اسلام عیسائیت کی نسبت نہایت سرعت کے ساتھ لاگوس میں قدم جما رہا ہے لیکن اس عقدہ کو حل کرنا اور اسکے عمق تک پہنچنا ایک آسان امر ہے۔ اور جسکی حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت تو ایکہزار ایک فرقوں و عقائد کے اندر جکڑی ہوئی ہے۔ اور ہمیں ہر ایک فرقہ دوسرے کے ساتھ دست وگریبان ہو رہا ہے۔ لیکن اسلام سیدھا سادا اور معقول مذہب ہے جسمیں توحید الٰہی اور حضرت نبی کریم صلعم کے ربانی مشن کی تبلیغ و تلقین ہے۔ یہ امر بھی ناظرین تک پہنچا دینا ضروری ہے۔ کہ اگرچہ لاگوس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے لیکن انہیں مشرق پرانے طریقوں کے ساتھ بہت دلبستگی ہے۔ اور بچوں کو مغربی تعلیم دلانے کیلئے اسکول بہت کم بھیجتے ہیں۔ یہانتک کہ جب ڈاکٹر بلائیڈن متوفی نے لاگوس کا معائنہ کیا۔ اس وقت تک بھی بہت کم مسلمان اپنے بچوں کیلئے مغربی تعلیم پسند کرتے تھے لیکن اب اس نقصان کو انہوں نے محسوس کر لیا ہے۔ کیونکہ لاگوس کے موجودہ سٹاف میں ڈاکٹر۔ وکلا۔ سرویئر سب عیسائی ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ اب مسلمانان لاگوس ہزاروں کی تعداد میں اپنے بچوں کو سکول بھیج رہے ہیں۔ اور بہت جلدی ہی اس حالت کی اصلاح ہو جائیگی مسلمانان لاگوس میں مغربی تعلیم کے چرچے نے ان میں ایک بیداری پیدا کر دی ہے جس سے انمیں سوچ بچار کا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسلئے شیٹا سٹریٹ کی جامع مسجد جو کہ ۱۵ ہزار پونڈ سے زیادہ لاگت کی ہے۔ اور جسمیں ہزارہا مخلوق آسانی سے سما سکتی ہے۔ اور جس کا سنگ مرمر کا منبر۔ خوشنما دیواریں اور بڑا بھاری گنبد ہے اور کہ جو

فن تعمیر عمارت میں ایک ایسی عمارت ہے جو کہ اپنی شوکت۔ خوبصورتی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے مغربی افریقہ کی تمام مذہبی عمارات میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور کہ جو نائیجیریا کے دارالسلطنت کی موزوں جامع مسجد ہے۔ مسلمانان لاگوس کی عقل و دانش اس درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کہ کوئی راہگذر جبکہ وکٹوریا روڈ لاگوس کے درمیان سے گذرتا ہوا اس عمارت کو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو بلند کرنے کیلئے بنائی گئی ہے دیکھتا ہے تو اسے یہ بات ماننی پڑتی ہے۔ کہ مغربی تعلیم مسلمانان لاگوس میں روز افزوں ترقی پر ہے

نیز یہ بھی موجب دلچسپی ہوگا کہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے

لاگوس میں پینتالیس مساجد ہیں۔ اور یہ ایک امر معروف ہے کہ براثماہ ہی جالالدنیوں کا لیموموا (امام) ہے۔ جو کہ مسلمانان لاگوس کا متفقہ تسلیم کردہ لیمومو (امام) ہے۔ اسلئے یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایک لیڈر یا امام جو کہ ایک جماعت کے چالیس ہزار نفوس کی یا ایک ملک کی نصف آبادی کی نمایندگی کرتا ہے۔ اس پر یقیناً بھروسہ اور اعتبار کرنا چاہئے اور گورنمنٹ نے بھی براثماہ لیمومو کی امام کی نمایندگی کو اس کے عالیمرتبہ کی وجہ سے قبول کرلیا ہے جامع مسجد کی افتتاح کے بعد جماعت میں بعض سیاسی اور مذہبی مناقشات کے رونما ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ایک کثیر طبقہ نے اس امر کو محسوس کیا۔ کہ لیمومو (امام) ان کا مذہبی پیشوا اور امام ہونے کی حیثیت میں اپنے فرائض منصبی کو خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دیتا اور لاگوس کے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سمجھ و دانش نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اس قسم کا سلسلہ آیندہ بھی جاری رہے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم میں کوئی ایسا ضابطہ و قانون بھی نہیں۔ کہ جس سے لیمومو (امام) کی جوابطلبی کر سکیں۔ اسلئے انہوں نے اس امر کو ضروری سمجھا کہ لیمومو (امام) کی آیندہ کی ہدایت و رہنمونی کیلئے ایک ضابطہ تیار کیا جائے جس سے جلیل القدر عہدہ کی شان کو مدنظر رکھا اور بے نقص رکھا جائے۔ اس ضابطہ کو یا یہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد لیمومو (امام) کو دستخط کرنے کیلئے بلایا گیا۔ اس پر میومو (امام) العوام الناس کی موقوضات سے متنفر ہوا۔ اور امام نے نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا عوام الناس نے یہ یقین کرکے کہ لوگوں کو حالات حاضرہ کا علم ہو مساجد کی ایک فہرست تیار کی۔ تاکہ اس پر منفرد اً ہر ایک مسجد سے

رائے حاصل کرلیں۔ ۱۹ مساجد نے یہ رائے دی۔ کہ لیمو موبرایما (امام) کو اس ضابطہ و قانون پر دستخط کرنے چاہئیں یا اُسے عہدے سے برطرف کردیا جائے لیکن چار مساجد نے یہ رائے دی۔ کہ اس کے دستخط سے انکاری ہونے پر اُسے معزول نہ کرنا چاہیئے۔ اسلئے یہ امر عیاں ہے۔ کہ لیمومو (امام) اگر دستخط کرنے سے عاری ہو۔ تو اسے برطرف کردینا چاہیئے۔ اور یہی رائے کثرتِ رائے سے فیصلہ پاگئی ہے لیکن کیا لاگوس کے مسلم طبقہ کی راہنموئی وہدایت کیلئے واقعی ایک نظام وضابطہ کے وجود کی ضرورت ہے؟ ہم اس سوال کا جواب مثبت میں دیتے ہیں۔ ہر ایک مذہبی جماعت کے ہاں اپنے باقی سمجھیالوں کی راہنموئی کے لئے (ایک ضابطہ) و نظام ہوتا ہے۔ پس اس لئے مسلمانان لاگوش اپنی رہنموئی کے لئے ایک نظام وضابطہ کے متلاشی ہیں۔ جو کہ متبرک کتاب فرقان حمید کی تعلیمات و رُوح کے منافی نہ ہو۔ لیمومو محض اس حجت پر اس پیش کردہ ضابطہ و نظام پر دستخط کرنے سے عاری ہے۔ کہ اس سے ماقبل کوئی اس قسم کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن یہ محض صرف ایک مشکل مقام سے مخلصی حاصل کرنے کی ایک آسان راہ ہے۔ یہ بدیہی امر ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت ان طریقوں سے نہیں ہوئی جس طرح کہ عیسائیت کی۔ اسلام میں حج کا ایک متبرک مقام ہے جسے مکہ کہتے ہیں۔ لیکن اسمیں کوئی صدر مقام نہیں۔ اور نہ اسمیں پروہتوں کی کوئی علیحدہ جماعت ہے۔ اسلام میں ہر ایک ملک اپنے معاملات کا خود نظم ونسق قائم کرتا ہے یہاں پر ہم ایک تمثیل دیتے ہیں مسٹر ہرلز جو کہ لاگوس کے باشندے تھے عرصہ سابق میں عیسائی کلیسیا کے پادری تھے اُسقف اعظم کے لطف و کرم کی وجہ سے نائجیریا ڈلٹیا کے لشپ مقرر کئے گئے۔ اور اس تقرر میں جمہور اہل نائجیریا ڈلٹیا سے کہ جنکی پادری صاحب موصوف نے رُوحانی نگہبانی کرنی تھی بالکل رائے طلب نہ کی گئی کہ آیا وہ لوگ پادری صاحب کے خواہاں بھی ہیں یا نہیں۔ کلیسیا کا یہی دستور گذشتہ زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اور اسپر کوئی بھی متنفس چون وچرا نہیں کرتا۔ اس قسم کا تقرر اُسقف اعظم کے دست تصرف میں ہے۔ اسلئے یہی معقول معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ہرلز اسقف اعظم کے تابع فرمان ہیں۔ کیونکہ جس شخص میں اسکے تقرر کی قدرت ہے اسی کو برطرفی و معزولی کا بھی اختیار ہے۔ لیکن اسلام میں یہ معاملہ نہیں کہ اسلام میں کوئی صدر مقام نہیں اور ہر ایک ملک کا منفرد اً صدر مقام ہے۔ اور ہر ایک ملک خود اپنا امام مقرر کرتا ہے +

مذہب اور شراب

اسلام کے نمایاں خصائص میں سے جو اُسے دیگر مذاہب سے ممیز کرتے ہیں۔ اس کا عملی اور روزانہ زندگی پر بےمثل اثر ہے۔ خواہ وہ اثر انفرادی زندگی میں نمایاں ہو یا مجموعی زندگی میں اسلام فقط زبانی عبادت پر ہی مشتمل نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل انقلاب کو چاہتا ہے۔ اور ہماری عملی اور روزانہ زندگی میں ایک مکمل تبدیلی کا متقاضی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہماری عادات اوضاع و اطوار و خوراک جادۂ اعتدال پر آجائیں تاکہ ہم جسمانی اور رُوحانی دونوں طریق پر منازل ارتقا طے کریں +

حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسی نے عربوں کی زندگی میں ایک شدید انقلاب پیدا کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ وحشی اور خونخوار اکھڑ عرب دنیا کے مالک بن گئے۔ آپؐ نے ان اُجڈ عربوں کو بداخلاقی و گمراہی کے اتھاہ گڑھے سے نکال کر تہذیبِ اخلاق کے اوج کمال تک حقیقتاً پہنچا دیا۔ شراب جو کہ سوسائٹی کے لئے زمانۂ قدیم سے لعنت چلی آتی تھی۔ اور آنحضرتِ صلعم کے زمانہ میں بھی لوگوں کے اخلاق و قوت کو تباہ کر رہی تھی۔ اسلام نے اسی ناجائز قرار دیا۔ اگرچہ یہ بدی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی اور زبردست [illegible] تھی۔ لیکن اسکے بالمقابل اسلام کا اثر اس سے زیادہ قوی اور تیز تھا اور بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب شراب کی حُرمت نازل ہوئی۔ اور اسکی منادی کی گئی تو لوگوں نے اُسوقت کے شراب کے مشکوں اور صراحیوں کو مدینہ کی گلیوں میں انڈیل دیا۔ اور رستہ میں گذرنیوالوں کے گھٹنوں تک شراب بازار میں پانی کی طرح بہنے لگی +

اِس عالمگیر جنگ عظیم نے اہل مغرب کو شراب کے استعمال کے بُرے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے انسداد شراب کیلئے قانونی قدم بھی اُٹھایا ہے۔ دیگر ممالک کے اہل دانش متقی اور سلیم الفطرت احباب بھی اخبارات اور دیگر لٹریچر کی اشاعت کے ذریعہ ٹمپرینس کی حمایت میں عوام الناس کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے

اپنی طرف سے حتے الامکان سر توڑ کوشش کر رہے ہیں لیکن نسل انسانی کی تاریخ ہمیشہ سے اس امر کی شاہد ہے کہ اس قسم کے انقلابات فقط مذہب کے اثر سے ہی رونما ہوتے ہیں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے گوناگوں مذاہب میں سے کونسا مذہب اس سوشل بدی کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم فقط ذیل میں مارننگ پوسٹ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۰ء کا ایک اقتباس درج کئے دیتے ہیں:-

"بسا اوقات یہ بیہودہ ادعا کیا جاتا ہے اور مشتہر کیا جاتا ہے کہ آجکل شراب کا ہر ایک طرح کا استعمال عیسائیوں کیلئے ناجائز ہے۔ اور جو کوئی شراب کشی کے کاروبار میں مصروف ہے۔ وہ عیسائی کہلانے کا مستحق نہیں نہ صرف مدہوشی ہی بلکہ شراب بذاتہ ایک ملعون چیز بیان کی جاتی ہے" +

"لیکن مادی اشیاء کو بنفسہ بدی خیال کرنا عیسائی محاورات کو استعمال کرنا نہیں ہے بلکہ اسکے برعکس ہے یکسر غلط ہے جیسا کہ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ شراب کا استعمال ممنوع ہے۔ اور انجیل اسے مطعون گردانتی ہے۔ لیکن انجیل میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو شراب کو بہ حیثیت شراب ہونے کی وجہ سے برا کہے۔ ہاں مدہوشی کو ترک کرنیکی بہت سی آیات انجیل میں ملینگی لیکن شراب کی حرمت کے لئے ایک بھی لفظ نہیں ملتا۔ بعض اوقات انجیل کی شرابوں کو منشی اور غیر منشی جاموں میں منقسم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ موخر الذکر کی فقط اجازت ہے لیکن بہت علماء اس بیہودہ منطق کے مؤید نہیں دوسری جگہ پر اور یہ یقیناً عیسائیوں کے لئے حجت ہے۔ کہ ہم اپنے آقائے نامدار جناب مسیح ہی کی مثال کو پیش کریں۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ جناب مسیح نے نہ تو کبھی شراب سے پرہیز کرنے کی تعلیم کی نہ خود اس پر عامل ہوئے۔ جو لوگ ایسے مذہب کے متلاشی ہیں۔ جو تمام قسم کے منشیات اور شراب کے استعمال سے منع کرے۔ وہ مذہب انہیں مل سکتا ہے۔ لیکن وہ مذہب عیسائیت نہیں۔ بلکہ وہ اسلام ہے۔"

اسلام میں رواداری

عیسائی منّاد اسلام پر علانیہ طور پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات تھوپنے کے مشتاق ہیں۔ وہ علاوہ ان اسلام محض اپنی بھیڑوں سے گلہ کو لاعلمی کی راحت میں محفوظ رکھنے

سکے لئے ہمیشہ اس جلیل القدر مذہب اسلام کی تعلیمات کو غلط بیان کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں کیونکہ لاعلمی نہ صرف ان لوگوں کی راحت و آرام کا موجب ہے۔ جو اس لاعلمی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ بلکہ اس لاعلمی سے اس چالاک فرقہ کی جیبیں سیم و زر سے پُر ہوتی ہیں جنہوں نے عوام الناس کو حقیقت اسلام سے ناآشنا رکھنا اپنا مکارانہ پیشہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اگر ہم مشن اینڈ ورلڈ آرڈر مورخہ۔ نومبر ۱۹۲۰ء میں اس کلمہ کفر کا اعادہ پڑھتے ہیں۔ کہ

"کہ آیا اسلام میں رواداری کی نشوونما کی کوئی وسعت اور گنجائش ہے کیونکہ اسکی تمام تاریخ اس سے عاری ہے اور رواداری کے بہت کم تمثیلات فی زمانہ اسلام میں نظر آتے ہیں" +

لیکن یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ کس طرح ان سطور کے مصنف نے تاریخ کے فیصلہ و فتوے کو چیلنج دینے کی جرأت کی ہے۔ کیا وہ تاریخ کی روشنی میں اس رواداری کی روح کو مطالعہ کرنے کیلئے تیار ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلعم نے تلقین فرمائی اور مسلمان اس پر عمل پیرا ہوئے! اگر وہ اس بات کیلئے آمادہ ہے۔ تو ہم اُسے قرآن کریم کی ذیل کی آیات کی طرف متوجہ کرتے ہیں:۔

لا اکراہ فی الدین (ترجمہ) مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوٰت و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط ترجمہ۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے (کے ہاتھ) سے نہ مٹواتا رہتا۔ تو نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور (یہودیوں کے) عبادتخانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے +

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنے متبعین کو کامل مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے جو غزوات کہ نبی کریم صلعم نے باشندگان عرب کے خلاف کئے وہ مذہبی آزادی کو اتم طور پر قائم کرنے کے لئے تھے۔ تاکہ تمام مذاہب کے مقامات مقدسہ (نصاریٰ کے صومعے اور گرجے یناد ر اور یہودیوں کے عبادتخانے اور مساجد) جبر دستوں کے سفاکانہ ہاتھوں سے مصئون و محفوظ رہیں +

مسلم فرمانروایان کی مذہبی رواداری کے متعلق ہم صرف دو اہم ممالک یعنے ہندوستان و ہسپانیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو باوجود آٹھ سو برس تک مسلم شاہنشاہوں کے زیر نگیں رہنے کے ابتک اپنے اپنے آبائی مذہب پر قائم ہیں اور ہندوستان ابھی تک ایک ہندو اور ہسپانیہ نصرانی ملک ہے +

فارقلیط یا محمد صلعم

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے ۔ بی ٹی)

اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا۔ اور وہ تمہیں دوسرا تسلّی دینے والا بخشیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے + (یوحنّا باب ۱۴ آیت ۱۶) +

واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد (ترجمہ) اور (اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہؤا (آیا) ہوں (یہ کتاب) توراۃ جو مجھ سے پہلے (نازل ہو چکی) ہے۔ (میں) اسکی تصدیق کرتا اور (ایک اور) پیغمبر کی (تم کو) خوشخبری سُناتا (ہوں) جو میرے بعد آئیں گے (اور) ان کا نام ہوگا **احمد** ۔سورۃ الصف آیت ۶۔

اخبار مسلم ورلڈ کے اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کے پرچہ میں ایک مضمون عنوان بالا کے نیچے نکلا ہے۔ جس کا لکھنے والا کوئی مسٹر ایل ہیون جونس ہے مضمون نگار نے ایک صاف و صریح معاملہ کو دھندلا بنانے اور اس کے متعلق شبہات پیدا کرنے کے لئے اُسی طرز کی ناکام کوشش کی ہے جیسی اس کے پہلے کئی ایک ہو چکی ہیں کلیسیا کے بڑے بڑے حامیوں اور مسیحی بہادروں کی عقلمندانہ لفاظی کے باوجود بھی حضرت محمد صلعم کی آمد کے متعلق پیشگوئی یوحنا کی انجیل باب ۱۴ آیت ۱۶ میں روز روشن کی طرح چمک رہی ہے مضمون زیر بحث سے ان مضامین کو جو اِس سے پہلے اِس معاملہ پر نکل چکے ہیں کوئی مدد نہیں ملسکتی۔ یہ حقیقت میں وہی پرانی تحریر یا اعتراض ہے جسے متعدد بار رد کیا جا چکا ہے +

یہ مضمون نگار بھی بہت ہی چالاک نظر آتا ہے اسنے بھی لفظی بحث کی آڑ میں پناہ لینے

کی کوشش کی ہے مگر اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے کی جرأت نہیں کی۔ اسکے خیال میں زیر بحث تو یہ امر ہو جانا چاہیئے کہ آیا پیشگوئی میں اصل اور صحیح لفظ فارقلیط ہے یا پیریکلیط۔ اس نے غالباً اسبات کی طرف توجہ نہیں کی کہ انجیل میں بیشمار دفعہ تحریف کی گئی ہے اور خود عیسائی نکتہ چین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ انسانی دست برد سے ہرگز خالی نہیں۔ ہماری نظر سے انجیل کی ترمیم شدہ جلدیں وقتاً فوقتاً گزرتی رہتی ہیں۔ اسلئے اگر ان جلدوں میں اختلاف لفظی یا معنوی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اور اس قسم کی تحریرات کبھی بھی وثوق کے ساتھ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیم خیال نہیں کی جاسکتیں۔ میرے خیال میں یہ معاملہ نہایت ہی صاف ہے۔ اور اس حلقہ کے لوگ بھی جن کے نزدیک مذہبی معاملات میں عقل سے کام لینا کفر نہیں اسے خارج از بحث سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس کے جناب مسیح کبھی بھی انگریزی یا یونانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہ کرتے تھے۔ وہ تو یہودیوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے درمیان انہوں نے تربیت پائی۔ لہذا یہ ایک قسم کی حماقت ہوگی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ وہ ایسی زبان بولتے تھے جو ان لوگوں کی نہ تھی جنمیں انہوں نے جنم لیا اور جنکے درمیان زندگی بسر کی۔ اور جن کی اصلاح کے لئے وہ رسالت کا جامہ پہن کر تشریف لائے۔ اس امر پر آپ کے یہ الفاظ (ایلی ایلی لما سبقتنی) جو انہوں نے صلیب پر نہایت تکلیف اور عذاب کے وقت منہ سے نکالے بہت کچھ روشنی ڈالتے ہیں کسی شخص کو بھی اس سے انکار نہیں کہ یہ الفاظ عبرانی ہیں۔ اور اس امر واقعہ سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو اپنی مادری زبان میں تعلیم دی ہوگی لیکن بدقسمتی سے ایک بھی جلد اس انجیل کی جو جناب مسیح کے اپنے الفاظ (عبرانی) میں ہو دستیاب نہیں ہوتی +

جناب مسیح کی صحیح تعلیم پر اسی طرح کا پردہ پڑا ہوا ہے جس طرح کا آپکی اپنی ذات پر جس کے متعلق ان کے زمانہ کی تاریخ بہت کم روشنی ڈالتی ہے۔ یہ انجیلیں جو ہمارے سامنے پیش کیجاتی ہیں ان حواریوں کے الفاظ بھی من و عن اور مکمل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتیں جن کی طرف وہ منسوب کیجاتی ہیں۔ اور جن الفاظ کے وہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ چہ جائیکہ وہ جناب مسیح کے اپنے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ انکی زبان تو عبرانی تھی +

اس قسم کے مہمل اور کمزور امر پر کُلیتہً بھروسہ کر لینا جیسا کہ مضمون نگار نے کیا ہے۔ اور اسی پر فیصلہ کا انحصار کرنا محض اس ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہی جو تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ مگر میں اس جگہ رفع مغالطہ کے لئے یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام اسی امر زیر بحث پر بھی کامیابی کے ساتھ نامہ نگار کی تردید کر سکتا ہے جیسا کہ میں بعد میں بتلاؤنگا میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اور بھی کئی ایک وزنی دلائل موجود ہیں جن کا تعلق براہِ راست امر زیر بحث ہی ہے اور وہ یقینی اور قطعی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس لئے انہیں اس بحث میں نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً اس آنیوالے موعود کا مشن لیتے کام اور اس کے خصائل وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو امر متنازعہ فیہ کے فیصلہ کرنے میں بہت حد تک امداد دے سکتی ہیں لیکن اس پہلو پر نامہ نگار نے بڑی دانائی سے سرسری نظر ڈالی ہی۔ اور اسے ایک خفیف سا معاملہ سمجھا ہے +

یوحنا کی انجیل کے یونانی ترجمہ میں سے ایک ورق نامہ نگار مذکور نے پیش کیا ہی جو کہ ۱۸۹۰ء میں شائع ہؤا۔ اس سے وہ بتلانا چاہتا ہی۔ کہ لفظ زیر بحث پارکلیطاس ہے جس کے معنے تسلی دہندہ ہے نہ کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق پیریکلیوطاس ہی جس کے معنے ستُودہ یا شاندار ہی۔ اس پر اس نے بہت شور مچایا ہے۔ اور اس خیال سے وہ بیحد خوشی منا رہا ہے اور یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مخالف کو حیران کر کے اس کے دعوے کو پاش پاش کر دیگا لیکن میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے ذہن کو تمام تعصبات دیکطرفہ فیصلہ جات سے خالی کر کے امر زیر بحث کو استدلال کی میزان میں پلے۔ اس وقت تک جتنی تحریرات اس پیشگوئی کے متعلق دستیاب ہوئی ہیں۔ انہیں اس لفظ کو دو ہی طرح لکھا ہؤا دیکھا گیا ہے۔ ایک پارقلیط جو یوحنا کی انجیل بزبان یونانی میں پایا جاتا ہے۔ اور دوسرا پریکلیوط جو برنباس کی انجیل میں ملتا ہے جس کے معنے ستودہ کیا گیا یعنے مسلمانوں کے نزدیک

محمدؐ

کیونکہ عربی لغت میں محمدؐ کے معنے ہی بہت تعریف کیا گیا ہے۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں بتلائی جاتی۔ کہ کیوں ایک لفظ کو رد کر کے دوسرے کو صحیح سمجھا جائے۔ صرف اسلئے کہ وہ

بقول ایک عیسائی صاحب کے صحیح نہیں تحریف شدہ ہے۔ کیونکہ اس لفظ کے سیاق وسباق سے اسلامی بو آتی ہے۔ اور وہی صاحب لکھتا ہے کہ اس لفظ کا لکھنے والا ضرور کوئی مرتد عیسائی ہوگا۔ بعض عیسائی تو اس لفظ کے متعلق خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کسی مسلمان کی چالاکی کا نتیجہ ہے سیل صاحب اپنے قرآن مجید کے ترجمہ کے دیباچہ میں لفظ پیریکلیوط کے برناباس کی انجیل میں ہونے کا صاف طور پر ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ ایک پادری نے پوپ پنجم کے کتبخانہ میں اس انجیل کو پڑھا۔ اور محمد صلعم کی بعثت کے متعلق اس صریح پیشگوئی کو دیکھکر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کرتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا اس انجیل میں داخل ہونا کسی مسلمان کی کارستانی کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال اسمیں کوئی شک نہیں دل کی تسلی کے لئے بہت حد تک درست ہے لیکن واقعات اسکی تصدیق کیلئے نہیں ہیں۔ یہ انجیل ایک لارڈ پادری کے کتب خانہ میں بطور متبرک دیگر چار انجیلوں کے پہلو بہ پہلو رکھی ہوئی ہے۔ اگر برناباس کی انجیل میں تحریف ہوتی جیسا کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے تو اسے ایسے مقدس کتب خانہ میں جگہ نہ ملتی۔ اس قسم کی کتاب کا تو فوراً نمائب کر دینا ہی بہتر تھا۔ بلکہ پوپ صاحب کی غرض یہ تھا۔ کہ وہ خود ہی سب سے پہلے اس انجیل کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیتے۔ تاکہ بہت سے روحوں کو شرارت اور ناپاکی سے نجات ملجاتی۔ لیکن باوجود اس کے نہایت حفاظت سے اس کتاب کو رکھا جاتا ہے۔ اور وہ پادری جو اس کی تلاش میں تھا اسے بڑی مشکل اور دقت کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُسے جناب مسیح کا صحیح کلام تسلیم کرتا ہے۔ اور پھر پیریکلیوط یعنے محمد (صلعم) کا نام وہاں پاکر اسلام قبول کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے جو آسانی سے رد نہیں کیجاسکتی۔ کسی امر کے متعلق بیان کر دینا ایک بات ہے لیکن اسے پایۂ ثبوت تک پہنچانا ایک علیحدہ امر ہے۔ خالی دعویٰ بلا دلیل بالکل ہیچ ہے چاہیئے تھا کہ واقعات ایسے پیش کئے جاتے۔ جن سے معلوم ہوتا۔ کہ یوحنا یا دیگر حواریوں کی اناجیل کے مقابلہ میں برناباس کی انجیل زیادہ تر غیر معتبر ہے لیکن کسی خود غرض پادری کی اپنی خواہش مجری حقیقت نہیں رکھ سکتی +

یہ انجیل کا ورق جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے بہت پُرانا بتلایا جاتا ہے لیکن کسی چیز کا پرانا ہونا اسکی صداقت اور صحت کی کوئی دلیل یا ضمانت نہیں ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ ان چار انجیلوں میں بھی باوجود ان کے پرانا ہونے کے غلطیاں پائی گئی ہیں ۔ اور اسی لئے انہیں وقتاً فوقتاً ترمیم کیا گیا ہے ۔ اور اگر دیرینہ پن ہی ایک وزنی امر ہے تو یہ ثابت کیا جانا چاہئے کہ برنباس کی انجیل بمقابلہ دیگر اناجیل کے بہت پرانی نہیں لیکن حیلہ سازی بھی ایک ہنر ہے اعتراض سے بچنے کیلئے ایک نئی طرز اختیار کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ برنباس کی لاطینی انجیل کو مبصروں اور ماہروں نے پڑھا ہے ۔ اور وہ اس تحقیقات پر پہنچے ہیں ۔ کہ فارقلیط کا ذکر اسمیں اسقدر مہمل طور پر ہے کہ اسکی طرف توجہ دینا ہی ایک فضول امر ہے ۔ یہ ایک بودی دلیل ہے ۔ اور اس قسم کے دلائل کی آڑ میں البتہ مایوسی کی حالت میں پناہ لیجاتی ہے لیکن اب اس کا وقت بھی گذر گیا ہے ۔ کیونکہ اس امر کے متعلق صدہا سال سے بحث ہو رہی ہے ۔ اور اس لاطینی ترجمہ کی طرف کبھی بھی توجہ نہیں کی گئی ۔ اور نہ اس کا تذکرہ بحثوں میں اس غرض کے لئے آیا ہے کہ دیکھیں کہ آیا لفظ پیریکلیوط کا اسمیں کہیں ذکر بھی ہے یا نہیں ۔ یادر لیصاحبان کی مثال تو اس طالبعلم کی سی ہے جو تمام رات زلیخا کا قصہ پڑھتا رہا ۔ اور ختم کرنے کے بعد بڑی دلچسپی سے اپنے استاد سے استفسار کرتا ہے کہ آیا زلیخا مرد تھی یا عورت ۔ اسمعاملہ زیر بحث پر کئی صدیوں سے نہایت سرگرمی اور جوش کے ساتھ قلم اُٹھایا جا رہا ہے لیکن تعجب ہے کہ اب بیسویں صدی کے ماہرین نے میدان میں آکر دُنیا کو حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا ہے ۔ کہ وہ معاملہ جس پر اِسقدر وقت اور محنت صرف کی گئی تھی بالکل لغو اور ہیچ تھا ۔ مگر دُنیا کو زُود اعتقادی کے زمانہ میں سے گذرے ہوئے اب مدت ہو چکی ہے ہمیں تامل ہے کہ ان ماہرین کے فتووں پر کوئی بھی آنکھ بند کئے ایمان نہ لائیگا ۔ اور اسکے لئے ہمارے پاس دلائل بھی ہیں ۔ ہم ان لوگوں کی اُس قابلیت و مہارت کی جو انہیں علوم آثار قدیمہ کی تحقیقات میں ہے عزت کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ مذہبی امور

بمقابلہ مادی اغراض کے زیادہ عزیز ہوتے ہیں - اگر موصل کی سرزمین میں تیل کی کانوں کو حاصل کرنے کی حرص و آز بڑے بڑے ذمہ وار اشخاص پر اسقدر غالب آسکتی ہے کہ وہ دیانت و امانت کو خیر باد کہہ سکتے ہیں تو مذہبی حرص کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کے لوگ کیا کچھ نہیں کرسکتے - وہ خطرناک سے خطرناک طریقہ اختیار کرسکتے ہیں - لہذا اس معاملہ کو صاف کرنے کے لئے ہمارے پاس اور قسم کے دلائل بھی ہونے چاہئیں +

برنباس کی انجیل کا مستند اور صحیح ہونا جہانتک کہ معاملہ زیر غور کا تعلق ہے - صاف و صریح امر ہے گو اُسے محرف اور غلط ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور بھی لگا یا گیا ہو - لیکن اس وقت تک یہ انجیل اسی حالت میں رہی ہے - اور رسول عربی صلعم کے مبعوث ہونے کے بارے میں یہ بھی ایک روز روشن کی طرح صاف اور بیّن شہادت ہے - بہت سے پاک دل اور خدا ترس عیسائیوں نے جب اس کا پتہ انہیں ملا تو اسلام کی برکات میں سے حصہ لیا - مگر اس قسم کے صریح معاملہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا تعصب کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں کرتا - اور اگر بعض عیسائی صاحبان نے لفظ پیر یکلیوط کو غیر معتبر ہی قرار دینے کی ٹھان رکھی ہے تو ہم پھر بڑے ادب سے ان پر ظاہر کر دیں گے - کہ فارقلیط جو ان کے نزدیک بالکل صحیح اور بے ضرر لفظ ہے حضرت محمد صلعم پر ہی عاید ہوتا ہے - ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جناب مسیح یہودی النسل تھے - یہودیوں ہی میں انہوں نے زندگی بسر کی - اور انہیں کو اپنی تعلیم دی - لہذا ضروری ہے کہ عبرانی ہی میں جو اس قوم کی زبان تھی انہوں نے تعلیم دی ہوگی - ان کے خاص اور پیارے حواری سیدھے سادے ماہی گیر تھے جو غیر زبانوں میں مہارت نہ رکھتے تھے - اور آپ کا مشن بھی فقط یہودی قوم کی اصلاح کے متعلق ہی تھا - یہودیوں نے اپنی کتابوں میں سے سرقہ کرنے کا الزام بھی لگایا - کیونکہ وہ اکثر یہودیوں کی پرانی تحریروں کے حوالے دیا کرتے تھے + پس ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو انہیں کی زبان یعنے عبرانی میں تعلیم دی - لہذا لفظ

فارقلیط یقیناً عبرانی ہی ہوسکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لفظ کا استعمال بطور اسم معرفہ کے ہوا ہے۔ جو اس شخص کا نام ظاہر کرتا ہے۔ جس کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ جیسا کہ ہم بعد میں ثابت کریں گے۔ یہ کہنا بالکل خلاف عقل ہے کہ جو اسم جناب مسیح نے عبرانی میں بولا تھا اس کی بجائے اس کے ہم معنے یونانی لفظ رکھ دیا گیا جسے ہم انجیل میں پڑھتے ہیں۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں یونانی ترجمہ میں بھی وہی عبرانی لفظ نہ رکھا گیا ہو۔ البتہ یونانی طرز تقریر ولب ولہجہ کی وجہ سے ضروری ہے کہ اسکی شکل میں کچھ تغیر پیدا ہوگیا ہو۔ پس یہ دلیل بالکل غیر متعلق ہے کہ چونکہ یونانی زبان میں لفظ فارقلیط کے معنے تسلی دہندہ یا اسی کے مترادف ہیں۔ اسلئے محمدؐ یا احمدؐ سے جو رسول عربی صلعم کے دو نام ہیں اس لفظ کا کوئی تعلق نہیں۔ اِس لفظ کے یونانی معنے لینا صریح طور پر غلط راہ اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ یونانی میں اس لفظ کو اسکی موجودہ صورت میں رکھنا اسکے معنے کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ یونانی طرز کلام اور لب ولہجہ کی وجہ سے۔ لہٰذا عبرانی میں اس لفظ کا ماخذ تلاش کرنے کے لئے یہی امر بطور اصول ہمارے سامنے رہنا چاہئے

عبرانی زبان بدقسمتی سے مُردہ ہوچکی ہے۔ اور وہ نامکمل بھی ہے۔ اسلئے اِس لفظ کی سُراغ رسانی کے لئے اسکی زندہ قائممقام یعنی عربی کی طرف ہمیں رُخ کرنا پڑتا ہے تمام زباندانوں کا جو صرف ونحو میں کامل مہارت رکھتے ہیں اس پر اتفاق ہے کہ ان تمام زبانوں میں جن کا ماخذ سامی زبان ہے صرف عربی ہی ایسی ہے جو دیگر اپنی ہمجنس بولیوں کے متعلق کسی مشکوک امر پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ علاوہ بریں عربی میں ایک خاص وصف ہے یعنے ہر ایک لفظ کے مصدر میں اسکی وجہ تسمیہ موجود ہے۔ یونانی لفظ پیریکلیوط کے عین مطابق عربی میں ایک لفظ فارقلیط ہے جو کہ بالکل اس کے مشابہ ہے اسلئے ہمیں دیکھنا یہ چاہیئے کہ آیا اصل یونانی لفظ فارقلیط ہی تو نہیں۔ کیونکہ ہمیں اکثر الفاظ ایسے ملتے ہیں جو ان دونو زبانوں میں جنکی اں ایک ہی ہے مشترک ہیں۔ اس لفظ کے اشتقاقی یا مصدری معنے نیز موعودہ آنیوالا کے خصائل اور کام یہ سب نہایت

ہی قوی دلائل ہیں اور ہماری تحریر کی تصدیق کرتے ہیں +

فارقلیط دو لفظوں سے مُرکّب ہے ۔ فارق اور لیط ۔ فارق کے معنے کسی چیز کو علیحدہ کرنے والا اور لیط کے معنے شیطان یا دروغ ہے ۔ اسلئے فارقلیط اس شخص کا نام ہے ۔ جو دروغ کو الگ کر دیتا ہے ۔ پیشگوئی کے الفاظ میں فارقلیط سے مراد رُوح حق ہے ۔ اور بات صحیح بھی یہی ہے کہ رُوح حق کے بغیر کوئی بھی دروغ وکذب کو جُدا نہیں کرسکتا ۔ پس فارقلیط اور رُوح حق دونوں مترادف وہم معنی ہیں اور پیریکلیوط بھی فارقلیط ہی کی دوسری شکل ہے ۔ اس کے معنے یونانی میں تسلی دینے والا نہیں ہوسکتے ۔ بلکہ اس کے وہی معنے ہونے چاہئیں جو اس کے اصل ماخذ کے ہیں یعنے وہ شخص جو صدق اور کذب کے درمیان فرق و تمیز کرتا ہے +

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اپنے اصلی اور مصدری معنوں میں اس لفظ کا اطلاق رسُول عربی صلعم پر ہوسکتا ہے ۔ جس طرح یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں پارکلیط کی آمد کی پیشگوئی ہے ۔ اسی طرح ہم قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں دیکھتے ہیں ۔ کہ جناب مسیح نے احمدؐ کے آنے کی پیشگوئی کی ہے ۔ اسلئے ہمیں فارقلیط اور احمدؐ ان دونوں اسماء کا مقابلہ کرکے تحقیق کرنا چاہئیے کہ آیا ان دونوں سے مراد ایک ہی شخص تو نہیں ۔ فارقلیط کے معنے تو اوپر بتلائے گئے ہیں ۔ یعنے وہ شخص جو صدق وکذب کے درمیان تمیز و فرق کرتا ہے ۔ اور لفظ احمد کا اصل حمد ہے یعنے وہ شخص جو نیک صفات کی بکثرت تعریف کرتا ہے ۔ رسول کریم صلعم کا اسوقت ظہور ہوا جبکہ عرب میں بُت پرستی اپنے معراج کو پہنچ چکی تھی ۔ تمام ملک میں جھوٹے خدا اور دیوتے قائم کئے گئے تھے ۔ اور تقریباً تمام دُنیا میں غلط صفات اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب کیجا چکی تھیں ۔ مثلاً اس کا بیٹا ہونا یا تین خدا کا ہونا ۔ اس مقدس رسول صلعم کا مطمح نظر اور آپ کا مدعا خدا کی وحدت کو قائم کرنا اور اُسے تمام صفات قبیحہ سے جو مختلف قوموں نے اس کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں پاک کرنا تھا ۔ لہٰذا آپ نے اپنی تمام توجہ خدا کی اصل صفات کو قائم کرنے اور جھوٹے صفات کو رد کرنے کیطرف لگادی ۔ اور یہی

معنے احمد کے ہیں۔ وہ خدا کی سچی اور جھوٹی صفات کو ایکدوسرے سے الگ کر کے بتلاتا ہے وہی رُوح حق ہے۔ جس کے ظہور سے جھوٹ نمائب ہؤا پس احمد کے وہی معنے ہیں جو فارقلیط کے ہیں۔ اور قرآن شریف نے بھی بالکل صحیح طور پر یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ اکی طرف اشارہ کیا ہے جسمیں اس رسول کے آنے کی پیشگوئی ہے جو سچ کو جھوٹھ سے الگ کردیگا۔ یعنے فارقلیط یا احمد +

جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہ تمام لفظی بحث کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے خواہ لفظ فارقلیط ہو یا پیریکلیوط۔ مگر جو پیشگوئی یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں اور قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں ہے وہ ایک ہی شخص کی آمد کے متعلق ہے جس کے حسن اتفاق سے دو نام احمدؐ و محمدؐ ہیں لیکن جن کے ایک ہی معنے ہیں جیسا کہ اوپر بحث ہوگئی ہے۔ اب ہم اس سوال کے اس پہلو پر نظر ڈالتے ہیں جو غالبًا اہم تر ہے۔ انجیل میں رسول موعود کی تمیز کے لئے بیشمار نشانات بتلائے گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا قرآن کا احمدؐ یا محمدؐ وہی نشانات و صفات اپنے اندر رکھتا ہے +

اگر انجیل مُقدس اور قرآن مجید کو پڑھا جائے تو موعُود رسُول کا طلیہ دونوں میں صاف طور پر یکساں ہی پایا جائیگا۔ انجیل میں بار بار پارکلیط سے رُوح حق ہی مراد لیا گیا ہے۔ آخرالذکر الفاظ نہایت ہی معنی خیز ہیں۔ اور پارکلیط ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی لکھنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ پارکلیط اور رُوح القدس کسی طرح سے اور کسی رنگ میں بھی ایک خیال نہیں کئے جاسکتے۔ کیونکہ انجیل میں کسی جگہ بھی رُوح القدس کو رُوح حق کرکے نہیں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں جناب مسیح اپنی نسبت کہتے ہیں۔ کہ میں بھی ایک پارکلیط ہوں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں وہ بھی ایک پارکلیط تھے۔ اور دوسرا پارکلیط بھی انکی طرح یقینًا کل من علیھا فان کا مصداق ہوگا۔ اور قرآن شریف نے جو تصویر پارکلیط کی کھینچی ہے وہ بھی اسی ہی طرح کی ہے۔ اسمیں رسُول پاک کی آمد کے متعلق یوں لکھا ہے۔ کہ قل جاء الحق وزھق الباطل (کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا) اس سے عیاں ہے کہ رسول کریم رُوح حق ہی کہلاتے تھے۔ لفظ

حق کے پہلے ال کا لگایا جانا اُسے تخصیص کرتا ہے۔ اور اس وعدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خدا نے جناب مسیح کے ذریعہ دیا۔

یہ ایک نہایت ہی لچر و بیہودہ اعتراض ہے کہ رسولکریم صلعم روح نہ تھے بلکہ انسان تھے۔ ذرہ انجیل کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ اسمیں لفظ رُوح نہایت ہی وسیع اور مختلف معنے رکھتا ہے متی باب ۲۶ آیت ۴۱ میں لکھا ہے کہ روح تو مستعد پر جسم سست ہے۔ الایہ مُرادانسان کا رُوحانی حصّہ ہے۔ پھر قرآن شریف اور انجیل میں بھی اس کے معنے خدا کے لئے گئے ہیں۔ جو صادقوں اور راستبازوں پر نازل ہوتی ہے۔ پھر یوحنا باب ۳ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ جو روح سے پیدا ہوا ہے۔ رُوح ہے"۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کے معنے پاک انسان ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ رُوح سے کبھی بھی انسان مراد نہیں لیا جاتا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ لوقا باب ۳ آیت ۲۲ کے الفاظ "جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح" اور باب ۲ آیت ۳ کے الفاظ "جدی جدی آگ کی سی زبانیں" سے ظاہر ہے۔ کہ خود روح القدس نے ظاہری یعنی جسمانی صورت اختیار کی۔ اگر رُوح القدس فاختہ کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور اگر مثلثی خدا کا دوسرا جزو یعنے بیٹا انسانی لباس میں آسکتا ہے تو رسول عربی صلعم کو اگر استعارۃً روح کہا جائے تو اسمیں کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ البتہ فارقلیط کے بارے میں انجیل کے یہ الفاظ کہ اُسے دنیا دیکھتی نہیں اور نہ اُسے جانتی ہے عیسائیوں کو اس نتیجہ کی طرف لیجاتے ہیں کہ وہ انسان نہ ہو گا۔ بلکہ ایک رُوح جسے آنکھ دیکھ نہیں سکتی لیکن یہ دلیل بھی بہت کمزور ہے۔ کیونکہ اسی انجیل میں اسی قسم کے معاملات کے متعلق لکھا ہے کہ "وے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے" (متی باب ۱۳ آیت ۱۳) "کہ وے دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں" (لوقا باب ۸ آیت ۱۰) ان الفاظ سے ایک اور دلیل اس امر کی تائید میں ملتی ہے کہ فارقلیط رسُول عربی صلعم ہی ہیں۔ اور انکی نسبت قرآن کریم میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں۔ وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون ترجمہ۔ وہ تجھ کو ایسے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ گویا وہ تیری طرف (

ہو دیکھتے

ہیں۔ حالانکہ وہ دیکھتے (بھالتے خاک بھی نہیں)+

انجیل میں موعودہ پارکلیط کا ایک اور وصف بھی بتلایا گیا ہے جو کہ عیسائیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہؤا ہے۔ لکھا ہے کہ وہ (فارقلیط) ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا اس سے یہ غلط خیال پیدا ہؤا ہے کہ وہ یعنے پارقلیط غیر فانی ہوگا۔ لہٰذا وہ رُوح ہے۔ اور انسان نہیں۔ لیکن اس قسم کا خیال رکھنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ انجیل سے بھی ناواقف ہیں۔ اسبارے میں خود جناب مسیح کے اپنے الفاظ اس غلط خیال کی تردید کیلئے کافی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ وہ (باپ) تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دیگا۔ تاکہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط ایسے طریق سے ہمیشہ رہیگا جس طریق سے خود جناب مسیح نہیں رہ سکے۔ یعنے اسکے ہمیشہ رہنے سے رُوحانی زندگی ہی مراد نہیں۔ کیونکہ اس نکتہ خیال سے تو جناب مسیح بھی خدا کے ساتھ شریک ہیں۔ اور جہاں تک کہ روح کا بلا لحاظ جسم تعلق ہے وہ خود اپنے لئے ہمیشہ کی زندگی کے دعویدار ہیں جیسا کہ ان کے اس کلام سے پایا جاتا ہے کہ "اگر انسان مجھ سے محبت کرے۔ اور میرے الفاظ کو پورا کرے۔ تو میرا باپ اس سے محبت کریگا۔ اور ہم دونوں اس کے پاس آئیں گے۔ اور اس کے ساتھ رہینگے" لیکن فارقلیط کا غیر فانی ہونا ان اُوپر کے الفاظ سے ان معنوں میں پایا نہیں جاتا جنمیں جناب مسیح نے ظاہر کیا ہے۔ اس کا ہمیشہ زندہ رہنا رُوحانی معنوں میں نہیں۔ لہٰذا یہ استدلال کہ روح القدس غیر فانی ہے۔ اسلئے اسی کا نام فارقلیط بالکل بیہودہ ہے +

اصل بات تو یہ ہے کہ جب جناب مسیح نے اپنی زندگی کے بعد فارقلیط کی زندگی کے دور کا ذکر کیا تو اس سے انکی مُراد اس زندگی سے تھی جو ان دونوں مقدس انسانوں کی تعلیم اور ان کے خلق اللہ پر رُوحانی اثر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی کوئی پیغمبر مبعوث ہؤا ہے تو اسے دو قسم کے ہتھیار دئے گئے ہیں۔ ایک تو ضابطہ قوانین جس پر لوگوں کو چلایا جاتا ہے۔ اور دوسرا ذاتی مقناطیسی رُوحانی کشش جس کا نہایت عمدہ اور خوشگوار اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان سے ملتے جلتے ہیں

ان دونوں باتوں کے لحاظ سے جناب مسیح کی زندگی کا تو خاتمہ ہو چکا ہے لیکن بالمقابل ان کے رسول عربی صلعم اس وقت تک زندہ ہیں اور ابدالآباد تک زندہ رہیں گے جناب مسیح دُنیا میں چند ایک قوانین لے کر آئے۔ اور انہیں رُوحانی طاقت بھی عطا کی گئی تھی۔ اور انھوں نے ان کے ذریعہ اپنی قوم میں ایک خاص وقت کے لئے بہت کچھ اصلاح بھی کی۔ لیکن وہ قوانین جو اس زمانہ کے لوگوں کی حالت کے مطابق تھی۔ انسانی سوسائٹی کے ترقی اور تربیت پا جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ عملاً بے سُود ہو گئے۔ اور وہ رُوحانی طاقت جو قدیم زمانہ میں معجزنما تھی بے اثر ہو کر غائب ہو گئی۔ لہٰذا ایک دوسرے فارقلیط کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو ایک ایسا مکمل قانون لائے۔ جو کسی خاص قوم یا ملک تک محدود نہ ہو بلکہ تمام بنی نوع اس پر کاربند ہو سکے۔ اس دوسرے فارقلیط کی آمد کے وقت لوگوں نے اس درجہ تک ترقی کر رکھی تھی۔ کہ وہ اس تعلیم کو قبول کر سکتے تھے۔ جیسے جناب مسیح کے زمانہ کے یہودی سمجھ نہ سکے۔ یسوع مسیح ان لوگوں کی نا قابلیت کو دیکھ کر جن سے انکو سابقہ پڑا تھا خود نہایت صاف الفاظ میں اپنی تعلیم کی خامی کو تسلیم کرتے ہیں یہ کہکر کہ میں نے ابھی بہت باتیں تمہیں بتلانی ہیں لیکن تم میں اس وقت انکی برداشت نہیں رسول عربی صلعم کی بعثت کے وقت بہت حد تک قومیت کی تمام بندشیں اور قیود اُڑ چکی تھیں۔ اور انسانی نسل ایک مشترکہ باپ یعنے خدا کا ایک بڑا بھاری قبیلہ بن رہی تھی اسلئے یسوع مسیح کے موتی جو یہودیوں ہی کے لئے تھے۔ اس نئی حالت کی ضروریات پورا کرنے میں قاصر رہے۔ اور جناب مسیح کے ادھورے ضابطہ کی جگہ ایک مکمل قانون کی تمام انسانوں کی رہنائی کیلئے ضرورت پڑی پس حضرت محمد صلعم کو اس ضرورت کے پُورا کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ۔ آج ہم نے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے مذہب پسند کیا۔ پھر دوسری جگہ اس قانون اور اسکے برکات سے برابر ہمیشہ کیلئے جاری رہنے کا بڑے پُر زور الفاظ میں یُوں صرح دیا گیا۔ کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (ترجمہ) ہم نے تجھے دُنیا جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اس لحاظ سے

جناب مسیح نے الحقیقت ابدالآباد تک قائم نہیں رہ سکتے۔ اسلئے ایک دوسرا فارقلیط رسُول عربی کی شکل میں ظاہر ہوا جو کہ ہمیشہ کے لئے ایک چشمۂ برکات ہے۔ کوہ فاران کی کی چوٹی پر سے اس روحانی آفتاب کو طلوع ہُوئے قریباً چودہ سو سال گزر گئے ہیں لیکن اسکی شعاعیں تاحال اسی طرح برابر روشن ہیں۔ وہ ایک دائمی تازہ چشمہ ہے جس سے ہمیشہ فیض جاری ہے۔ اسلامی تاریخ ان روحانی پہلوانوں کے روشن حالات سے پُر ہے جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں میں پیدا ہُوئے۔ اور انہوں نے سوسائٹی کو مضبوط کیا۔ اور راستی اور تقوے کی حمایت کی۔ چنانچہ رسولکریمؐ کی ایک حدیث اسی کے متعلق یُوں ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ ایک شخص بھیجیگا۔ جو ان کا ایمان تازہ کیا کریگا۔ یہ پیشگوئی حرف بحرف سچی نکلی ہے۔ اور ایک بھی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں خلق اللہ کو جگانیوالا شخص پیدا نہ ہُوا ہو۔ الغرض جناب مسیح نے انہیں معنوں میں کہا کہ فارقلیط ہمیشہ زندہ رہیگا۔ لیکن میں نہیں رہونگا۔ یوحنا کی انجیل میں اس فارقلیط کا ایک اور وصف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنے یہ کہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو وہ سُنیگا وہی بتلائیگا۔ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔ انہیں کھینچ تان کر رُوح القدس کی طرف نہیں لیجا سکتے۔ کیونکہ وہ خود تثلیث کا تیسرا عجزو ہونے کی وجہ سے کم از کم ایک تہائی خدائی کا حصہ دار ہے لہذا یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اپنی اصلی حالت سے گر کر دوسرے سے باتیں سُن کر آگے پہنچائے۔ بلکہ وہ تو خود اوروں کے پاس کلام بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ دیگر انسانوں تک پہنچائیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط سے مُراد ایسا انسان ہے جسے الہام ہو۔ اور جو خلق اللہ تک وہی پہنچائے۔ جو وحی اس کے پاس لائے یا بالفاظ دیگر وہ جو کچھ خدا سے سُنے وہی بولے۔ لیکن رُوح القدس تو خدا کا ایک جزو لاینفک ہے۔ اور علاوہ بریں اسکی تقریروں کا مجموعہ بھی ہم تک نہیں پہنچا۔ پس ضروری ہے کہ فارقلیط وہی شخص ہو جو خدا سے ہمکلام ہو کر اسکی منشا لوگوں تک پہنچائے۔ یوحنا کی انجیل میں جس فارقلیط کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کا مصداق صرف ایک ہی شخص ہو سکتا ہے۔ اور اسکی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے +

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰے

ترجمہ۔ اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) یہ (قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں) وحی (آسمانی) ہے جو ان پر نازل ہوئی۔ یعنے جو کچھ خدا آسے کہتا ہے وہ وہی کہتا ہے یہ وصف صرف رسول عربی ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ آپ سے پہلے بھی پیغمبر خدا سے ہمکلام ہو کر لوگوں کو وعظ کرتے رہے۔ لیکن بعض اوقات وہ رُوح القدس کے القا کے بغیر بھی بولا کرتے تھے۔ لیکن رسول کریم سے ایک لمحہ بھر بھی روح القدس جُدا نہ رہتا تھا۔ اسلئے وہ ایک لفظ بھی خدا کی مرضی کے خلاف اپنی طرف سے نہ کہتے تھے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک گروہ میں ایک بھی ایسا نہیں جسے یہ دعویٰ ہو کہ وہ سب باتیں خدا ہی سے سُن کر کہتا ہے سواء رسول عربی کے جس کے متعلق قرآن کریم کی تصدیق ہے لہٰذا وہی پارکلیط موعود ہیں +

اسی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ فارقلیط میری تصدیق کریگا۔ لیکن کسی رُوح کا جناب مسیح کی تصدیق کے لئے بطور گواہ پیش ہونا سراسر ایک لغویات ہے۔ ایسی شہادت انسانی ہی ہو سکتی ہے۔ روح القدس تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ انسانوں کے دلوں میں کوئی خاص خیال پیدا کر دے۔ لیکن تصدیق کرنا امر دیگر ہے۔ اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ رُوح القدس نے انسانوں میں ہو کر مسیح کی تصدیق کی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس نے جناب مسیح کو ان تمام الزامات سے پاک ثابت کر دیا۔ جو ان پر لگائے جاتے ہیں۔ یہودی تو ان پر لعنتیں بھیجتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ چونکہ انھوں نے صلیب پر جان دی۔ لہٰذا وہ لعنتی موت مرے۔ اور وہ اُن پر خدا کا بیٹا بننے کا بھی الزام لگاتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں نے رُوح القدس سے الہام پا کر اس الزام کو رد کیا۔ نہیں بلکہ برعکس اس کے انھوں نے جناب مسیح کا صلیب پر مرنا تسلیم کر کے یہودیوں کی مکروہ تجاویز وارادوں میں مدد دی لیکن رسول عربی صلعم ہی نے انجیل کی اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ آپ ہی نے بڑے زور و شور سے خداوند تعالیٰ کے کلام کے ان الفاظ کا چرچا کیا۔ کہ ومطہرک من الذین کفروا (ترجمہ) کافروں

(کی صحبت کی گندگی) سے تم کو پاک کریں گے + ان الزامات کو دور کرنے میں رسول اکرمؐ کس حد تک کامیاب ہوئے۔ یہ اسبات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان جناب مسیح کو اللہ تعالیٰ کا راستباز اور صادق بندہ اور رسول خیال کرتا ہے۔ جس پر عقیدہ رکھنا بھی اس کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ جناب مسیح کی تصویر برے الفاظ میں اگر یہودیوں نے اپنی عداوت اور بغض کی وجہ سے کھینچی ہے تو عیسائیوں نے بھی حد سے زیادہ محبت اور شوق کے جنون میں اس تصویر کو کم بھیانک نہیں بنایا۔ مگر رسول کریمؐ نے ان کے پیغمبر ہونے کی شہادت دی۔ اور بتلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے پیارے تھے۔ اور آپؐ نے اس گند کو جو نصرانیوں اور یہودیوں کے افراط و تفریط سے جناب مسیح کے چاروں طرف جمع ہو گیا تھا صاف کر دیا۔ اور اس طرح آپؐ کے ذریعہ جناب مسیح کے الفاظ۔ کہ وہ میری تصدیق کریگا۔ پورے ہوئے +

الغرض اس پیشگوئی کے لفظ فارقلیط یا پیریکلیوط کا صحیح مصداق رسول عربی (صلعم) ہی ہیں۔ اول الذکر کے معنے احمد اور آخر الذکر کے محمد ہیں + فارقلیط کے اوصاف جو کہ یوحنا کی انجیل میں دیئے گئے ہیں سب کے سب رسولکریم صلعم میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ صدق و کذب میں تمیز کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اسلئے وہ سچائی آپؐ نے ایک مکمل و جامع ضابطہ قوانین لاکر جناب مسیح کی اُس پیشگوئی کو پورا کیا جسمیں لکھا ہے۔ کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنے روح حق آوے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲-۱۳)

روح القدس آپؐ سے کبھی بھی جدا نہ ہوتا تھا۔ اسلئے آپؐ اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ جو کچھ خدا آپؐ کو بتلاتا تھا۔ وہ لوگوں تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ صرف آپؐ ہی نے جناب مسیح کے خلاف جھوٹے الزامات کی تردید کی۔ اور آپؐ ہی ان کے مصدق ٹھیرے + کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے یوحنا کی انجیل کی پیشگوئی کی تمام شرائط کو پورا کیا ہو سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ لہذا وہی فارقلیط کہلانے کا

حق رکھتے ہیں۔ آپؐ ہی کی مبارک آمد کے بارے میں جناب مسیحؑ نے پیشگوئی کی اور آپؐ کے اوصاف صریح طور پر ظاہر کر دیئے۔ تاکہ ان کی (جناب مسیح کی) قوم آپؐ کو فوراً شناخت کر کے آپؐ سے وہ برکات حاصل کریں جو آپؐ کے ذریعہ خلق اللہ کو پہنچنے تھے +

اسلام اور اہل مغرب

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم

اسلام کے متعلق مغربی لوگوں کی تصانیف سے بالعموم بے علمی اور جہالت ٹپکتی ہے۔ خواندہ اور مہذب طبقے کے لوگ بھی اسلامی امور کے بارے میں گفتگو یا تحریر میں اپنی اس عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ امر ان لوگوں کے لئے جو اہل مشرق کے رسم ورواج اور معتقدات کا علم رکھتے ہیں نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ اس سلطنت میں جو اپنے اندر بیشمار قوموں اور مختلف مذاہب رکھتی ہو یہ دیکھنا موجب حیرانی ہے۔ کہ لوگ عام طور پر رعیت کے حالات سے قریباً قریباً بالکل ناآشنا ہیں۔ اور ان کا تمام غیر عیسائی قوموں کو کافر کہہ کر یاد کرنا نہایت نامناسب اور غیر موزوں ہے۔ ان سب کے لئے جو انگریزی جھنڈے کے تلے رہتے ہیں ازبس ضروری ہے کہ وہ مذاہب جیسے اہم امور کو سمجھیں اور انہیں دیکھیں بھالیں۔ اور خلق اللہ کے بہت بڑے حصے کے معتقدات کا کسی قدر صحیح علم حاصل کریں۔ یورپ کے غیر عیسائی عناصر میں سے ایک یہودی بھی ہیں۔ اور گو اُن کے عیسائی ہموطن ان کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے رواداری کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تاہم انہیں اجنبی ہی سمجھا جاتا ہے لیکن فلسطین میں یہودیوں کی قومی ریاست قائم کرنے کی تحریک جو حال میں ہو رہی ہے میری رائے میں ان کے اور مغرب والوں میں زیادہ تر معاشرت کے بنیادی پتھر کا کام دیگی۔ اس وقت تو یہودی۔ انگریزی۔ فرانسیسی جرمن وغیرہ نسل کے بھی ہیں۔ اور انکا مذہب یہودیت ہے جس ملک میں وہ بودوباش رکھتا ہے اسی کا وہ باشندہ خیال کیا جاتا ہے مگر فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام پر یہودیوں کی موجودہ صورت

ہیں یقیناً تبدیلی واقعہ ہوگی۔ وہ پھر فلسطین کے باہر ہر ملک میں اجنبی ہی قرار دیا جائیگا اور وہاں اسکی موجودگی بار خاطر نظر آئیگی۔ اور اسے طنزاً یہی کہا جائیگا۔ کہ جاؤ اپنے فلسطین میں چلے جاؤ۔ یہودیوں کی موجودہ حالت اور ان کے ساتھ رواداری کی تہ میں ان کی دولتمندی ہی۔ کاروبار میں انکی سمجھ اور ذہانت کی وجہ سے انہیں یہ بات حاصل ہے لیکن سبات کا ڈر ہے۔ کہ مبادا یہ سب کچھ بعض ناعاقبت اندیش طبقہ کے لوگوں کی خواہشات اور تمنا کی بدولت جاتا نہ رہے مغرب والے یہودیوں کے اعتقادات کے متعلق اپنے آپ کو تکلیف میں نہیں ڈالتے۔ اور نہ اس کے مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ہاں البتہ چند ایک ایسے بھی ہیں جو انجیل کا یہودیوں میں پھیلانا آمدنی کے لحاظ سے ایک مفید کام خیال کرتے ہیں یہودی بھی دوسروں کے مذہب کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا مذہبی دُنیا میں انہیں بے ضرر سمجھا جاتا ہی۔ ان کے تحمل و صبر قابل داد ہی۔ گو انہیں ہر وقت مارے جانے یا لٹ جانے کا خطرہ رہا ہی۔ تاہم مغرب میں وہ اپنے تجارتی کاروبار میں لگے ہی رہے حتیٰ کہ ان کے ہم مذہبوں نے اُسی ملک میں جہاں انکی بود و باش تھی بڑے بڑے عہدے دربار میں حاصل کرلئے گئے۔ ایک چنسلر۔ اور منسٹر اور مالی عہدہ دار بنے۔ ان پر ظلم و تعدی کا نتیجہ ان کا باہمی اتفاق ہوا۔ اور مصائب و تکالیف کے باعث انکی سمجھ اور عقل تیز ہوگئی۔ ہم میں سی بعض جو یہودیوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کے مستقبل کو خالی از خطرہ خیال نہیں کرتے۔ ممکن ہی کہ انکی اپنی حکومت قائم کرنے کی آرزو بر آنے پر وہ خطرہ سے نکلجائیں۔ یہ تو یہودیوں کی حالت ہے جو مغربی ممالک کے باشندگان کے غیر عیسائی ہموطن ہیں۔ اور جنہوں نے ان سے عزت بھی کروائی اور ہمدردی بھی حاصل کی +

ہم اس جگہ دیگر غیر عیسائی عناصر کے متعلق قلم اٹھانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ مضمون بہت ہی لمبا ہو جائیگا۔ ہاں البتہ صرف ایک عنصر کا ذکر کریں گے۔ جو مذہب کے لحاظ سے بہت بڑا ہی اور دنیا کے ہر ایک حصہ میں ترقی کر رہا ہی اور مشنری ہونے کی حیثیت سی عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن ہے +

تاریخ کے ابتدائی حالت میں مصنف اور مؤرخ فرقہ پرور دری ہی تھے۔ اور جہانتک

تعلیم کا تعلق ہے سوسائٹی میں انہیں لوگوں کو مہذب اور شائستہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو ہمارے ذہن میں اس وقت موجود رہنا چاہیئے جبکہ ہم یورپ کی عیسائیت قبول کرنے کے متعلق غور کریں مسیحیت ایشیا کی طرف سے آئی اور ابتداء زمانہ میں یورپ کا اس کے پیش کرنے یا اسکی صورت بنانے میں کوئی دخل نہ تھا۔ گو اسکی شکل وصورت بعد میں کچھ کا کچھ ہی ہو گئی۔ شارلمین کا زمانہ غالباً سب کو یاد ہو گا۔ اس نے تمام ان لوگوں کو جنہوں نے عیسائیت میں داخل ہونے سے انکار کیا نہ تیغ کیا۔ اسی طرح ولڈیمر دی امپیلر نے بھی باشندگان ماسکو دی کو جبراً عیسائی بنایا اس قسم کی بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے یوروپ کس طرح کُل کا کُل عیسائی ہوا۔ جب تجارت کی راہیں کھلیں۔ اور لوگ سفر کرنے لگے۔ تو اہل یورپ اسلامی سلطنتوں کی تہذیب اور انکی تربیت وغیرہ کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور وہ اپنے ممالک میں کسی قدر حیران اور متردد ہو کر واپس آئے انہوں نے اسباب کو محسوس کیا۔ کہ ان میں اس مذہب کے متعلق صحیح صحیح باتیں ظاہر کرنیکی جرأت نہیں جس نے مشرق میں مسیحی کلیسا کی خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ لہٰذا انہوں نے ان باتوں کو جو انکی دید اور شنید میں آئی تھیں نہایت غلط پیرایہ میں بیان کیا اور ان سے پھر پادری مصنفوں نے اپنے مذہب کو فائدہ پہنچانے کے لئے کام لیا۔ بعد ازاں صلیبی جنگوں کی وجہ سے تمام دنیا یورپ دیوانہ وار کافروں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی لیکن عوام کالانعام کو جن میں سے کچھ تو جنگوں میں شریک ہوئے۔ اور کچھ گھروں میں ٹھیرے۔ ان کافروں کے معتقدات رواجات اور اخلاق کو کوئی صحیح علم نہ تھا۔ اس زمانہ کے بعض مصنفوں نے ایک بُت کا ذکر اپنی تحریروں میں کیا ہے جسکا نام انہوں نے محمد بتلایا ہے۔ اور جس کے متعلق انہوں نے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اہل عرب اسی کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جبکہ مسلمانوں کو ایک جھوٹے نبی (نعوذ باللہ) کے پیرو سمجھا گیا۔ اسی زمانہ کا اثر اس وقت تک موجود ہے چنانچہ لوگ مسلمانوں کو اب بھی بے دین اور بت پرست خیال کرتے ہیں عیسائیت پر یوروپ کا اسقدر رنگ چڑھ گیا ہے کہ اب یوروپ والوں کو مسیح یہودی۔ اور ایشیائی تسلیم کرنا نہایت گراں معلوم ہوتا ہے۔ اس امر کا ثبوت آسانی سے

ملسکتا ہو مثلاً صنعت و حرفت ہی کو دیکھو مسیح کی تصویریں جو ہماری نظر سے گذرتی ہیں وہ صاف بتلاتی ہیں کہ ان کو یوروپین خیال کیا جاتا ہے انکے خط و خال اور انکی سفید رنگت کا تصاویروں میں دکھلانا اس امر کی کافی دلیل ہو۔ انکی تصویر بنانے میں اصل واقعات کو نظرانداز کر کے انہیں ایسے رنگ اور لباس میں دکھلایا جاتا ہے جو یوروپین نکتہ خیال سے ایسے متبرک انسان کا ہونا چاہئیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے عیسائی مصنفوں نے دوسرے مذاہب کی مذمت کر کے اپنے مذہب کی تعریف شروع کردی۔ اور جب یوروپ میں تعلیم پھیلی۔ اور پادری مصنفوں کی جگہ دیگر مصنفین نے لیلی تب بھی اسلام اور دیگر مذاہب کو برا بھلا کہنے میں کمی واقعہ نہ ہوئی۔ ہر ایک عیسائی مشنری نے کچھ نہ کچھ اس برے کام میں حصہ لیا۔ اور اس طرح عوام الناس کے دلوں پر اسلام کے برخلاف غلط خیالات منقش کر دیئے۔ اس زمانہ میں بھی یہ لوگ واقعات کو بگاڑ کر اسلام کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اور اسی لئے مغرب میں ہر جگہ اسلام کے متعلق حد درجہ کی ناواقفیت اور جہالت نظر آتی ہے +

بعض لوگوں نے میرے پاس شکایت کی ہو کہ میں اپنی تحریروں اور تقریروں میں بہت سختی سے کام لیتا ہوں۔ اور میں عیسائیت پر نہایت آزادی سے اور کھلے طور پر حملے کرتا ہوں۔ جس سے ممکن ہے کہ لوگوں کا دل دکھے لیکن میں اسبارے میں کسی قسم کی معذرت پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ میرا دل کہتا ہے۔ کہ جہانتک مجھ میں طاقت ہے سب سے پہلے اس بدظنی کو دور کروں۔ جو کئی صدیوں میں صداقت اور راستی کو دیدہ و دانستہ بگاڑ کر اور پوشیدہ رکھ کر پیدا کی گئی ہو۔ میں بغیر سوچے سمجھے نکتہ چینی نہیں کرتا میں ان واقعات صحیحہ پر جو میرے پاس موجود ہیں چلتا ہوں۔ بے تکی تحریروں اور بیجا حملوں کا میں قائل نہیں۔ اور اسلام اس قسم کی تعلیم بھی نہیں دیتا۔ لیکن مجھسے چپ بیٹھا بھی نہیں جاتا اگر میں اسلام پر جو مجھے بہت پیارا ہے حملے ہوتے ہوئے دیکھوں میں اسکی حمایت ضرور کرونگا۔ اور ضرورت پڑے تو دشمن کے گھر پر وار کرونگا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ لوگوں کو غور و فکر اور مطالعہ کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے ضروری ہی کہ انکی کمزوریوں اور ان کے

غلط استدلالوں کو طشت از بام کیا جائے۔ اور تب ہی کچھ کامیابی ہو سکتی ہے جبکہ لوگوں کے خیالات صحیح راہ پر چلیں۔ اور وہ خود اصل واقعات کا مطالعہ کریں۔ اس دُنیا میں جہالت اور کم علمی ہی بہت حد تک تکالیف کا موجب ہے۔ اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تاریکی کے اس پردہ کو پاش پاش کر دیں۔ اور مغرب والوں کو اس کے متعلق صحیح باتیں بتلائیں اور ان پر ظاہر کر دیں کہ یہ مذہب انسانی نسل کیلئے آیا۔ اور کسی خاص ملک اور براعظم سے وابستہ نہیں ہم سب ہر ایک کو اسمیں حصہ لینا چاہیئے۔ اور ہمیں اپنے اندر محسوس کرنا چاہیئے کہ ہم مغرب میں اسلام کے پہنچانے والے اور اس کا چرچا کرنے والے ہیں۔ لوگ ہم پر مضحکہ اڑائیں گے۔ ہم پر طرح طرح کے اشتباہ ہونگے۔ اور جن کے اندر تند ہی جنون ہے وہ ہمیں کافر کہیں گے۔ اور جو کسی قدر رواداری اپنے اندر رکھتے ہیں وہ ہمیں Cranks کا خطاب دیں گے۔ لیکن کم از کم انگلستان کے ان بیٹے والوں پر جو مسلمان ہو چکے ہیں یا ہونگے۔ اجنبی ہونے کا دھبہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اور اس انگلستانی مسلمان غیر عیسائی لوگوں پر جو غیر ممالک سے آئے ہیں فوقیت رکھتے ہیں۔ اصل جنگ تو یہ ہے کہ ہم عوام کو ذہن نشین کر دیں کہ حُبُّ الوطنی کی آزمائش اسبات سے نہیں کہ یورپینی عیسائیت کے سوا کسی اور مذہب کو قبول نہ کیا جائے۔ اور انہیں سمجھایا جائے۔ کہ مسیح سفید رنگ کے یوروپین نہ تھے بلکہ وہ ایشیا کے رہنے والے تھے۔ اور پھر انہیں وہ صحیح تعلیم جو مسیح نے دی بتلا کر موجودہ کلیسیا کی تعلیم کا مقابلہ کیا جائے۔

لیکن ہم بحث سے نہیں گھبراتے ہم تو واقعات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور ہماری غرض ہے کہ تمام مسائل دلائل سے منوائے جائیں۔ اسلام ہی کے ساتھ تمام دنیا کی امید بندھی ہوئی ہے۔ اس سے خلق اللہ کے لئے امن و آسائش اور دکھیوں کو تسکین ملتی ہے۔ اور وہ لوگ بھی جو موجودہ علم الٰہیات کے پیچوں میں خدا کی ہستی سے محروم ہو جاتے ہیں کمر ہمت باندھ لیتے ہیں۔ اسلام ہی اصل جمہوریت ہے کیونکہ یہ جماعتوں کے دلسوز امتیاز کو اُڑاتا ہے۔ اور قومیت و رنگ کے اختلاف کو اکھاڑتا ہے

یعنی عملاً اخوت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کسی قسم کی یادر یا نہ لفاظی نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ یہ مذہب فطرت کے عین مطابق ہے اسمیں کوئی ایسا امر نہیں جس سے انسان دور رہنا چاہے۔ اسمیں زندگی بسر کرنے کا ایک ضابطہ ہے جس کے مطابق انسان چل سکتا ہے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم دیکھ کر دل میں کام کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ تمام عالم کی ضروریات کے بالکل مطابق ہے۔ ان تمام اصحاب سے جو نئے خیال میں غوطہ زن ہیں۔ اور جو پرانے علم الٰہیات کے دائرہ سے باہر بھی اپنے غور و فکر کو لیجاتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے بھی جو صداقت کے متلاشی ہیں یا جو ابھی متردد ہیں میں التجا کرتا ہوں کہ وہ تعصب اور جنبہ داری سے بالکل الگ ہو کر اسلام کا مطالعہ کریں۔ اور اس تمام سوال کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر دیکھیں اور اپنی عقل و دانش سے خوب کام لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسلام سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے +

عام مسلمانوں سے بھی میری ایک التجا ہے کہ وہ مغرب میں اسلام پھیلانے کیلئے کوئی بھی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے ہمارے بزرگوں نے جو مسلمان تھے۔ اور دُور دراز ممالک میں اسلامی جھنڈا گاڑا۔ انھوں نے بڑے صبر و تحمل سے تمام تکالیف و مصائب کو جھیلا اور ہم اس کے ساتھ کسی قسم کی نسبت قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم انکی لائق اولاد کہلانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذمہ واریوں سے کنارہ کشی نہ کرنا چاہئے۔ ووکنگ میں ایک مسجد ہے جہاں چند ایک جوانمرد اسلام کے لئے جان لڑا رہے ہیں۔ تو کیا ہم اُن کی مدد کیلئے نہیں اٹھ سکتے ہم میں سے ایک ایک شخص کو جو اسلامی جھنڈے کے نیچے ہے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اب جنگ صدق و کذب اور روشنی و تاریکی کے درمیان ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مغرب میں اسلام کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں امداد دے۔ اسلام کا بیج تو بویا جا رہا ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم پر کامل بھروسہ ہے کہ فصل نہایت عمدہ ہوگا +

ملفوظات حضرت خواجہ صاحب

بعث بعد الموت

(قیامت ذاتی احساس جوہر کا قیام دائمی اور روحانیت وغیرہ)

(بہ تسلسل رسالہ فروری ۱۹۲۱ء صفحہ ۹۲)

ہر ایک مذہب میں موت کے بعد حیات پر اعتقاد رکھنا بھی جزو ایمان سمجھا جاتا ہے اس سے انسان کی روش اور اس کے چال وچلن پر نہایت ہی عمدہ اثر پڑتا ہے۔ یہ ایک شکستہ دل کے لئے موجب تسلی و اطمینان ہے۔ اور مصیبت زدہ بھی اسکے باعث بیحد خوشی حاصل کرسکتا ہے خصوصاً جبکہ وہ بظاہر کسی ناکردہ گناہ کی وجہ سے دکھ میں مبتلا ہوجائے۔ اس عقیدہ سے شرارت۔ بدمعاشی اور ظلم کی ان حالات میں بھی جبکہ ان کے افشا ہوجانے کی بہت ہی کم امید ہو بڑی اچھی طرح سے روک تھام ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ موت کے بعد کسی قسم کی پرسش نہیں تو انسان کے اندر اسکی ذمہ واری کا احساس فطرتاً کمزور ہوجائیگا۔ اور اخلاق حسنہ دنیا سے آہستہ آہستہ مفقود ہوکر ایک اعلےٰ درجہ کا ذریعہ یا عمدہ مصلحت کا رنگ اختیار کرلیگا۔ تاکہ اسکی بدولت زندگی امن وآرام سے کاٹی جائے۔ اور پھر نیکی میں وجہ نیکی کے لئے کسی قسم کی تحریص وترغیب نہ رہیگی۔ اور اگر کسی شخص کا شرارت وبدی کرنے سے کوئی کام نکلتا ہے تو وہ اس سے نہیں رکیگا۔ بشرطیکہ لوگوں کی ملامت وطعن وتشنیع سے بچنے کا وہ انتظام کرلے۔ مگر جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے۔ وہ شاید ایک منکر قیامت (متشکک) کے نزدیک تجربے کے بعد بھی زندگی کے سلسلہ کے جاری رہنے کے بارہ میں کافی وشافی دلیل نہ ہو۔ اور وہ اسے ایک بودہ استدلال خیال کرسکتا ہے +

عالمان علوم دین نے بھی مسئلہ حیات بعد الموت کو ہمیشہ نہایت ہی دقیق اور مشکل پایا جاتا ہے۔ اور انہیں منکران قیامت نے وقتاً فوقتاً اسبارے میں خوب تنگ کیا ہے۔ جناب مسیح کا مقابلہ بھی صدوقیوں[۱] نے اسی مسئلہ پر کیا۔ انہوں نے اپنے

[۱] یہودیوں کا ایک فرقہ حشر اور فرشتوں کی خلقت سے منکر ۱

اُستادسی اس کا حل چاہا۔ جس نے جواب میں انہیں کہا۔ کہ اگر حیات بعد موت نہیں تو پھر وہ اپنے خدا کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کا خدا کیوں کہتے ہیں۔ جناب مسیح کے اس استدلال سے صدوقیوں نے اپنے بزرگوں کی حیات بعد الممات پر اعتقاد کا اظہار کیا لیکن ناصرہ کے اس شریف فلاسفر کی منطق کسی قدر بودی تھی۔ اس سے غالباً اس زمانہ کے استدلال پسندوں کا اطمینان ہو گیا ہو لیکن آجکل کے صدوقی جناب مسیح کے استدلال میں منطقی مغالطہ کو فوراً تاڑ جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا استدلال ایک ایسے امر سے شروع کیا جو خود محتاج ثبوت تھا یعنے یہ کہ صدوقی اگر اپنے خدا کو ابراہیم کا خدا کہتے ہیں تو ان کا اپنے بزرگوں کے موت کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان ہے +

اگرچہ اعتقاد زیر بحث پر ہر ایک مذہب کا دارومدار ہے لیکن اسلام سے پہلے زمانہ کی تمام کتب مقدسہ اس کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں مسئلہ قیامت کے بارے میں اور انسان کے جسم کا فنا ہونے کے بعد بھی اپنے احساس یا جوہر ذاتی کے برابر قائم رکھنے کے متعلق کسی مستحکم اور اطمینان بخش دلائل کی تلاش میں بائیبل کی ورق گردانی کرنا یا وید اور زرتشتی صحائف کا مطالعہ کرنا گویا محنت و وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اور یہی خامئے استدلال یورپ میں مادہ پرستی کا بالخصوص ذمہ وار ہے۔ اور اسی نے ہر ایک ایسے شخص کے دل میں جس پر یوروپ کے تمدن نے اثر کر رکھا ہے ملحدانہ خیالات پیدا کر رکھے ہیں۔ میں اس امر کے ثبوت میں کافی دلائل پیش کر سکتا ہوں کہ موجودہ آگ جسمیں تمام دُنیا کود رہی ہے گذشتہ جنگ میں حصہ لینے والوں نے حق اور صداقت کی حمایت میں نہیں جلائی۔ بلکہ یہ ایک نتیجہ ہے اقوام یورپ کی اس حرص و آز کا جو ان کے حیات بعد الممات سے انکار کے باعث بہت تیز ہو رہی ہے۔ اس قسم کی بداعتقادی کا پیدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جبکہ استدلال کے سامنے مسیحی علم الٰہیات اپنی خامی اور کمزوری کا ثبوت دے چکا ہو۔ لیکن یہ مضمون غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بحث کرنے سے میں اپنے اصل مطلب سے بہت دُور چلا جاؤنگا +

مگر علم الارواح اس زمانہ میں مادہ پرستی کے مقابلے کے لئے پیدا ہو گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مُردہ لوگوں کے ارواح کو اِس نئے عقیدے والوں نے نہ صرف بُلایا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کی ہے۔ اسکی فنِ سائنس کے لاج اور کونن ڈویل جیسے درخشندے ستاروں نے بھی تصدیق کی ہے۔ ماہران علم الارواح میں سے بعض میرے گہرے دوست ایسے بھی ہیں جنہیں ارواح کے متعلق ذاتی تجربہ ہے اور میں اس بارے میں انکی راستبازی پر ذرہ بھر بھی شک نہیں کر سکتا۔ قطع نظر اسکے ہمارے مسلمان بزرگوں اور صوفیوں کے لئے اس قسم کے تجربات کوئی نرالی چیز نہیں جسطرح مغرب میں کلیسیا نے راجر بیکن کے زمانہ کی تحقیقات دربارہ سائینس یعنے علم طبعیات کو جادو یا شیطانی کام قرار دیا تھا اسی طرح وہ اب بھی علم الارواح پر اسی قسم کا فتویٰ جاری کر سکتا ہے لیکن اسلام کو اس علم پر جرح و قدح کرنے یا شک لانے کی بالکل ضرورت نہیں قدیم زمانہ ہی سے اسلام نے اس مضمون پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اس قسم کے تجربات چونکہ خاص خاص لوگوں کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے موت کے بعد حیات پر ایمان لانے کے لئے کسی دوسرے کے لئے محکم دلیل نہیں ہو سکتے۔

ایک منکر تو سپریچولسٹ (عالم علم الارواح) کے اس قصہ کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے خیال کے مطابق دیکھا وہ صحیح ہے لیکن یہ سب کچھ قوّت واہمہ کی کارستانی ہے۔ اور دماغ کو اس میں دھوکہ لگا ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس قبر کے بعد کی دنیا کے ارواح آتے جاتے ہیں۔ ایک اور بھی دقت ہے یعنے انہیں وہ تمام باتیں یاد نہیں رہتیں جو وہ اپنی رُوحانی تجارب میں دیکھتے ہیں۔ اسلئے ان کا دعویٰ بہت کمزور پڑ جاتا ہے علاوہ بریں سپریچولزم کا نام لیکر لوگوں نے بدقسمتی سے دغا اور لوٹ سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ میرے نزدیک اس مادہ پرستی کے زمانہ میں ایسے اعتقاد کا رواج پا جانا نہایت ہی زیبا اور مناسب ہے، مگر حیات بعد ممات کو ہم اس علم کے رُو سے مستقل طور پر ثابت نہیں کر سکتے۔ اسکی وہی حیثیت اب ہے، جو قدیم زمانہ میں معجزوں کی تھی۔ کیونکہ معجزات سے بعض اشخاص کی جن کے مشاہدہ میں وہ آتے تھے۔ تسکین ہو جایا کرتی

تھی لیکن زمانۂ مابعد میں انہیں قصہ ماضی تصور کیا جاتا رہا۔ اور عام لوگ انہیں تسلیم نہ کر سکے +

اس قسم کے اعتقادات کی بنیاد جو مذہب کے اصل اصول ہوں عقل کی محکم چٹان پر رکھی جانی چاہیئے۔ ضروری نہیں کہ ان کا تعلق ہمارے حواس ظاہری ہی سے ہو خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ امور جن کا ہمنے ثبوت دینا ہے ہماری معمولی سمجھ سے باہر ہوں۔ استدلال بالنظائر ایک مفید چیز ہے لیکن یہ کوئی زبردست منطق نہیں۔ اور اس سے اکثر مغالطہ ہو جایا کرتا ہے۔ البتہ مظاہرات قدرت میں ایک قسم کے مشاہدات کے ثبوت میں دوسری قسم کے مشاہدات کو ہم پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اسی حالت میں جبکہ ان ہر دو اقسام کی بنیاد ایک ہی اصول پر قائم ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ علم سائنس کا بہت سا حصہ ہم تک اسی اصول کے ماتحت پہنچا ہے +

ایک منکر کو قیامت کا سوال تو نہیں البتہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ہر ایک شخص کے ذاتی جوہر واحساس کے قیام دائمی کا مسئلہ ضرور چونکا دیتا ہے اگر پیدائش۔ موت اور قیامت سے مراد اُن عناصر و اجزا کا باہم ملنا۔ پھر انکا منتشر ہونا اور پھر باہم ملنا ہی ہو جن سے قانون قدرت کے ماتحت مختلف اجسام اپنی ہستی اختیار کرتے ہیں۔ تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم ہر سال روزمرہ نباتات میں اس عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ موسم خزاں میں موت تمام درختوں پر وارد ہوتی ہے لیکن اسکے بعد بہار میں وہ پھر از سر نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور سائنسدان کی گہری نظر تو یہ بھی بتلا سکتی ہے کہ بہار کے موسم میں (یعنے اسکی قیامت کے وقت) ہر ایک درخت میں اس کے خواص بتمامہ موجود ہوتے ہیں۔ خزاں میں درختوں کے تمام پتے پھول اور پھل جھڑ جاتے ہیں۔ اور وہ مع ان تمام عناصر کے جن سے وہ ترکیب پاتے ہیں علیحدہ علیحدہ ہو کر اس دُنیا کے دیگر ذرات و عناصر کے ساتھ نہایت نئے ترتیبی سے ملجاتے ہیں۔ اور خشک و مُردہ تنے اگرچہ وہ اُسی مادہ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو گذشتہ بہار میں انکی پرورش کرتا تھا۔ اب اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ

اب ان میں اس وقت مادۂ حیات موجود نہیں۔ لیکن موسم بہار اپنے ساتھ بارش لاتا ہے اور آسمان کا پانی نباتات کے ہر رگ و ریشہ میں نئی زندگی بھر دیتا ہے۔ اور تمام عناصر جن سے ہر ایک درخت ترکیب پاتا ہے پھر اسمیں گھس جاتے ہیں۔ اور بہار کی ہوا بارش اور سورج سے مدد پاکر ان میں ازسرِنو جان ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح تمام مُردہ نظارہ قدرت پھر جی اُٹھتا ہے۔ اور ہر ایک درخت کی ذات میں اس کا اپنا ہی خاصہ آموجود ہوتا ہے خدا کی آخری کتاب نے بھی جو انسان پر اسلئے اُتاری گئی کہ اُسے تمام مذہبی صداقتوں کا علم و ایمان دلائل سے دے مسئلہ قیامت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے موسم بہار کے اس نظارہ کا ذکر آیات ذیل میں کیا ہے :-

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۔ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۔ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۔ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ +

ترجمہ۔ قٓ (اے پیغمبر) قرآن مجید کی قسم (کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو۔ مگر ان کافروں کو (اس بات) تعجب ہوا۔ کہ انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا ان کے پاس (پیغمبر بنکر) آیا تو (کافر لگے کہنے کہ یہ تو (ایک) عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے! اور (گل سڑ کر) مٹی ہو جائیں گے (تو ہم کو قیامت میں دوبارہ جلا اُٹھایا جائیگا یہ دوبارہ زندہ ہونا تو بالکل بعید (از قیاس) ہے۔ مردوں کے جن اجزا کو مٹی کھاتی اور کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہیں (پھر جب چاہیں گے ان کو جمع کریں گے) اور

ہمارے پاس کتاب (لوح محفوظ) (بھی موجود) ہے (اور اسمیں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے) مگر ان لوگونکو ایک حق بات پہنچی اور (پہنچنے کے ساتھ ضد سے بے سوچے سمجھے) اسکو جھٹلا دیا تو وہ ایسی بات میں (الجھ رہے) ہیں جس کو قرار نہیں - کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف (نظر بھر کر) نہیں دیکھا - کہ ہم نے اسکو کیسا بنایا اور (ستاروں سے) اسکو سجایا اور اسمیں کہیں درز کا نام نہیں - اور زمین کو ہم نے پھیلایا - اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ بنا دیئے - اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اسمیں اُگائیں - تاکہ جتنے بندے (ہماری طرف رجوع لانیوالے ہیں (وہ ہماری قدرت کا تماشا) دیکھیں - اور عبرت پکڑیں - اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور (اپنے) بندوں کو روزی دینے کے لئے اس (پانی) کے ذریعے سے باغ اگائے - اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کیلیں خوب گھتی ہوئی ہیں - اور نیز ہم نے مینہ کے ذریعے سے مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) بستی کو جلا اٹھایا - اسی طرح قیامت کے دن لوگونکو قبروں سے نکلنا ہوگا - سورہ ق آیت ۱ تا ۱۰

جو چیز کہ جامہ ہستی پہنتی ہے وہ کبھی نیست و نابود نہیں ہوتی - تاوقتیکہ دنیا ہی نابود نہ ہو جائے - اس کے اندر بعض ایسے خواص مخفی ہوتے ہیں - جن کا ایک یا زیادہ صورتوں یا حالتوں میں سے گذر کر تکمیل تک پہنچنا نہایت ہی ضروری ہے - اسکی ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کا نام موت ہے لیکن اس تبدیلی اور تغیر صورت میں بھی ہر ایک چیز اپنی ذاتی احساس وجوہر کو تکمیل کی حالت تک قائم رکھتی ہے - اس ترقی کے دور میں جب کوئی شئے تکمیل کی کسی خاص حد تک پہنچتی ہے تو اس سے وہ تمام معاونین جن پر اسکی ہستی کا اس حالت میں قیام تھا آہستہ آہستہ غائب ہونے لگتے ہیں - یعنے ان پر موت آجاتی ہے - اور وہ نظر سے غائب ہو جاتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی نیست و نابود نہیں ہوتے - بلکہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر لیتے ہیں - جو مقدار میں اس قدر قلیل ہوتی ہے - کہ ظاہری انسانی حواس انہیں معلوم نہیں کر سکتے اور کچھ عرصہ کے لئے ان کی قوت معطل رہتی ہے - اس زمانہ کا نام اسلامی علم الٰہیات میں برزخ ہے یعنے موت اور قیامت کا درمیانی زمانہ - مگر اس کے بعد وہ پھر بہترین حالات کے

رکھے جا کر زیادہ ترترقی کے لئے پھر اٹھیں گے +

اب موت کے بعد ہماری ذاتی جوہر احساس کے محفوظ رہنے کے سوال کو آپ علیحدہ رہنے دیجئے مگر اپنے اعمال و حرکات کو ہی لیجئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ اعمال و حرکات اپنے ظہور کے بعد گو ہمیں نظر نہیں آتے مگر وہ صحیفہ قدرت پر برابر منقوش رہتے ہیں۔ اور جب کبھی ہمیں ان کی ضرورت ہو وہ ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ یہ ہمارے روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے۔ مثلاً اگر انگلستان میں کوئی گویا عورت گاے تو پیرس میں اسکی سُریلی آواز ریکارڈ میں محفوظ کیجاتی ہے۔ اور ہم اُسے شہر برلن میں سُنتے ہیں۔ یہ سب کچھ بالکل ناممکن ہوتا۔ اگر پیرس والوں کے ریکارڈ ایجاد ہونے سے پیشتر قدرت کے بڑے ریکارڈ پر اسکی آواز کا نقش موجود نہ ہوتا۔ اسی طرح بغیر تار کے پیغام رسانی بھی ایک امر محال ہوتا۔ اگر ہر ایک آواز کے جو منہ سے نکلتی ہے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کا انتظام قدرت نے نہ کیا ہوتا پھر سنیما کی (بغیر آواز کے حرکت کرنیوالی) تصاویر نے یہ ثابت کردیا ہے۔ کہ ہماری حرکات بھی قدرت کے تختۂ قرطاس پر محفوظ رہتی ہیں۔ اور وہ ہمارے رُوبرُو جب چاہیں ہمارے چال وچلن کے متعلق بطور گواہ پیش ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ہم ادا کرتے ہیں۔ اور اسی ہی کی تقدیس کرتے ہیں کہ اب آخرش سائنس نے بھی ان قرآنی صداقتوں پر صاد کردیا ہے جن پر ابھی کل ہی جاہل عیسائی مشنری مضحکہ اڑاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کے بارے میں پُرسش پر زور دیتے ہوئے آیات ذیل میں یوں کہتا ہے کہ:-

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ٥ ترجمہ - آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر لگادیں گے (اور یہ بات کرتے نہیں پائیں گے) اور جیسی کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ ہم کو بتا دینگے اور ان کے پاؤں (بھی) گواہی دیں گے (سورہ ۳۶ (یٰسین) رکوع ۵ آیت ۶۵) +

اس بات کے ثبوت میں کہ ہر ایک شے اپنی موجودہ ظاہری لباس کے کھودینے پر بھی اپنی اصلیت یا ذاتی احساس کو برابر قائم رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے ایک نہایت دلچسپ نظارہ قدرت کی طرف جسے حال ہی میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے ہماری

توجہ پھیر دی ہے یعنے یہ کہ آگ جو لکڑی کے جلانے سے پیدا ہوتی ہے وہ اپنے جلنے کی خاصیت لکڑی سے حاصل نہیں کرتی بالفاظ دیگر لکڑی اسکی جڑھ یا ماں نہیں ابتدا میں آگ بشکل دھوپ آفتاب میں سے نکلی۔ اس دھوپ پر اس ہائیڈروجن اور کاربن کا غلاف چڑھا جو اسی کے ذریعہ پانی اور کاربانک الیسڈ گیس سے جدا ہوئیں۔ پھر ان تینوں کے ملاپ نے درخت کی شکل اختیار کی۔ اسی وجہ سے سائنسدانوں نے درخت کا نام بوتل میں بند شدہ دھوپ رکھا ہے۔ جسے ہم آگ کا جلنا کہتے ہیں۔ یہ صرف اس عمل کا نام ہے جس سے ہم آگ کو اس کے دیگر اجزا یعنے ہائیڈروجن اور کاربن سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اس عمل کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف آگ ہی نے اپنی اصلیت و جوہر کو برابر قائم رکھا ہے۔ بلکہ دیگر اجزا نے بھی اور جس طرح دو اور دو چار ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان کے اصلی جوہر اور مقدار کے برابر قائم رہنے میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ہم ایک خاص مقدار پانی کی لیتے ہیں جسمیں ہائیڈروجن دو جزو اور آکسیجن ایک جزو ہے۔ اسی طرح ایک خاص مقدار کاربانک ایسڈ گیس میں کاربن ایک جزو اور آکسیجن دو جزو ہیں۔ اگر بالفرض مقررہ مقدار کے پانی اور کاربانک ایسڈ گیس پر الگ الگ ہر ایک مقررہ مقدار کی آگ خرچ کیجائے۔ تاکہ پانی اور کاربانک ایسڈ گیس سے اُن کے اپنے اپنے اجزا الگ ہوجائیں تو اس سب کا نتیجہ حسب ذیل ہوگا:-

(۱) دو جزو آگ جو دھوپ سے پیدا ہوئی ہے (۲) دو جزو ہائیڈروجن جو پانی سے جدا ہوئی (۳) ایک جزو کاربن جو اس گیس سے نکلی +

ان تینوں کے ملنے سے فرض کرو کہ کسی درخت کی ایک مکعب انچ لکڑی بنی لیکن جب اسی ٹکڑہ لکڑی کو جلایا جائیگا۔ تو یہ بلا کم و کاست مذکورہ بالا مقدار میں آگ - ہائیڈروجن اور کاربن واپس کردیگا۔ جن سے دھوپ - پانی اور کاربانک ایسڈ گیس اسی مقدار کی بنیگی جسقدر مقدار میں سے وہ نکلی تھی +

مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے اور میری حیرانگی کی کوئی حد نہیں رہتی جبکہ میں خیال کرتا ہوں

کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم پر نازل نہیں ہوا تو کس طرح آپ کو قدرت کے ان رازوں اور دیگر اسی قسم کے باریک مسائل کا علم ہوا جن کے متعلق ہمیں اب واقفیت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ سب باتیں اسی پاک کتاب میں اسکی تعلیم کو مشرح و واضح کرنے کے لئے لکھی ہوئی ہیں۔ آگ کا یہ منظر اس امر کی ایک بین دلیل ہے کہ اشیاء ایک شکل سے دوسری شکل میں آنے پر بھی اپنی اصلیت وجوہر کو قائم رکھتی ہیں۔ اور قرآن کریم نے بھی اسی نظارۂ آتش کی طرف نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ اشارہ کیا ہے جس سے امر ذیل بحث پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لکھا ہے کہ:-

اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہٗ قال من یحیی العظام وھی رمیم ہ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ ط وھو بکل خلق علیم ہ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذا انتم منہ توقدون (ترجمہ) کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا۔ باایں ہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا۔ کہتا (کیا) ہے۔ کہ کون (ایسی قدرت رکھتا) ہے کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں۔ اور وہ ان کو جلد کھڑا کرے (اے پیغمبر تم اس گستاخ سے) کہو کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا۔ وہ ان کو (دوبارہ بھی) جلد (اٹھا) ئے گا۔ اور وہ سب (طرح کا) پیدا کرنا جانتا ہے وہی (قادر مطلق) تو ہے۔ کہ (بعض) ہرے درختوں (کے آپس میں رگڑنے) سے تم لوگوں کے لئے آگ پیدا کرتا ہے پھر تم اس سے (اور آگ) لگا لیتے ہو سورہ یاسین رکوع ۵ آیت ۷۷ تا ۸۰۔

مسئلہ زیر بحث کے متعلق جسقدر تشریحات میں نے قرآن شریف سے پیش کی ہیں وہ اسمیں شک نہیں مادی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ بعض اشخاص کی جو موت کے بعد ہر ایک شخص کے ذاتی احساس کے برابر جاری و قائم رہنے کا ثبوت چاہتے ہیں۔ ان سے تسکین نہ ہو۔ کیونکہ بقول بعض یہ مسئلہ مادہ کی حدود سے بالکل باہر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ

اول اول احساس تمام حیوانات میں پیدا ہوتا ہے پھر انسانی جامہ میں وہ ایک خاص ذاتی رنگ اختیار کر لیتا ہے انسان ایکدوسرے سے نہ صرف ظاہری صورت اور اپنے جسم کی ساخت میں ہی اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی دماغی و روحانی قابلیتوں کے لحاظ سے بھی وہ ایکدوسرے سے مختلف ہیں۔ الغرض جہانتک جذبات اخلاق اور احساسات کا تعلق ہے ہر ایک شخص میں ایک علیحدہ اور بین نشان موجود ہے جو اسکو دوسروں سے ممیز کرتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیامت کے دن ہر انسان میں اپنا ذاتی احساس موجود ہوگا یہی سوال ہے جس نے فی الحقیقت حیات بعد الموت اور روز جزا کے مسئلہ کا دارومدار ہے۔ اگر اس دُنیا سے رُخصت ہونے کے بعد انسان میں وہ علم اور احساس برابر موجود نہ ہے جو عالم سفلی میں اس کے اندر تھا تو پھر اس کے اعمال کے متعلق جوابدہی نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف نے اس مسئلہ پر نہایت اعلیٰ طریق پر سورۃ الطارق میں روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

ان کل نفس لما علیہا حافظ ○ فلینظر الانسان مم خلق ○ خلق من ماء دافق ○ یخرج من بین الصلب والترائب ○ انہ علی رجعہ لقادر ○ یوم تبلی السرائر ○ ترجمہ۔ کوئی شخص نہیں جس پر (ہماری طرف سے) چوکیدار (یعنے کراماً کاتبین فرشتے تعینات) نہ ہوں۔ تو انسان کو چاہئے۔ کہ (اور نہیں اتنی ہی بات کو) دیکھے۔ کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنے قطرہ منی) سے جو (انزال کے وقت) اچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے۔ بیشک خدا آدمی کے مرے پیچھے) اسکے لوٹانے یعنے (دوبارہ پیدا کرنے پر (بھی) قادر ہے۔ جس دن لوگوں کے بھید جانچے جائیں گے (قرآن سُورہ الطارق آیات ۴ - ۹)

وہ کیڑا جس سے انسان بنتا ہے اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اُسے خوردبین کے بغیر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن اس کے اندر اس شخص کے تمام جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی خواص موجود ہیں جس سے وہ نکلا ہے بالفاظ دیگر نُطفۂ پدر ہی ایک ایسا مؤثر اور محفوظ ذریعہ ہے جو ایک باپ کا ذاتی علم واحساس اُس کے بیٹے تک پہنچاتا ہے لیکن جبکہ وہ نُطفۂ مادر کے ساتھ ملتا ہے تو اسمیں کچھ تغیر پیدا ہوتا ہے۔ اور ماں کی خصوصیات کا

بھی اسمیں رنگ آجاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو نطفہ میں اُن آباؤ اجداد کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں جنہیں گذرے ہوئے کئی پشتیں ہوچکی ہیں۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کسی شئے کے ضروری اجزا کو اتنی چھوٹی جگہ میں جمع کیا جاسکتا ہے کہ بدوں امداد خوردبین وہ نظر بھی نہیں آسکتے۔ اگرچہ وہ اپنی اصلی جگہ ایسی صورت میں چھوڑتے ہیں۔ جو دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن آیندہ ترقی کے لئے وہی ایک مرکزی مقام اختیار کر لیتے ہیں موت سے کوئی چیز بھی جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے نیست و نابود نہیں ہوتی۔ موت تو کسی فرد واحد کا اپنے ہمجنسوں سے اس صورت میں جُدا ہونے کا نام ہے جسمیں وہ کسی حادثہ کی وجہ سے اپنے موجودہ حالات کے ماتحت زیادہ ترقی کرنے کے ناقابل ہوجائے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دوسری حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنی منزل مقصود ہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ انسان کا نام عالم صغیر رکھا گیا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کا دل شکل اور دیگر صفات کے لحاظ سے زمین کا قائمقام ہے۔ اور اسمیں گویا تمام رُوئے زمین کا نچوڑ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سورہ ۲۳ رکوع ۵ آیت ۱۱ میں کہتا ہے کہ :-

انا خلقنٰھم من طین لازب۔ ترجمہ - ان بنی آدم کو تو ہم نے (اسی معمولی) لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے +

انسان کے دل میں کئی قسم کے بیشمار جذبات پیدا ہوتے ہیں جسے انسانی احساس یا علم کہتے ہیں۔ ان جذبات نے پھر اسی زندگی میں تکمیل کی ایک خاص حد تک پہنچنا ہوتا ہے۔ تاکہ اسمیں اعلیٰ اخلاق فلسفہ اور رُوحانیت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر اُسے زیادہ ترقی کے لئے دوسرے جہان کی طرف رُخ کرنا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں تو وہ اسی انسانی چولے ہی میں ضروری تکمیل کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں لیکن بالعموم ان کی ترقی جزوی اور ادھوری رہجاتی ہے۔ پھر انکی زندگی میں کوئی ایسا حادثہ واقعہ ہو جاتا ہے۔ جو اس کے جسم کے تمام اجزا کو علیحدہ کر کے اسکی ترقی کا مانع ہوتا ہے پس اسی کا نام اصطلاح عامہ میں موت ہے لیکن اپنے واقعہ سے اسمیں آیندہ ترقی کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر کچھ چیز گیس کی ہیئت میں انسان کے جسم سے اسکے سر کی طرف سے

نکلکر آسمان کا رُخ کرتی ہی۔ اور اس گیس کو وہی لوگ اپنی حالت شکر و انبساط میں دیکھ سکتے ہیں جن کی رُوحانیت بہت بڑھی ہوئی ہو اور عالم ارواح سے ان کا خاص تعلق ہو۔ اس گیس میں ہر ایک انسان کے اپنے وہ تمام احساسات موجود ہوتے ہیں جو اس کے اندر اس زندگی میں تھے لیکن یہ گیس بمعہ اپنی تمام ترقی کرنیوالی قوتوں کے کرۂ ایتھر (نہایت لطیف ہوا) میں معطل رہتی ہی۔ اس حالت کا نام جیساکہ میں نے اوپر بیان کیا ہی اسلامی علم الٰہیات نے عالم برزخ رکھا ہی۔ یہ گیس اس صورت میں قیامت تک رہیگی۔ جبکہ اُسے ایک نیا لباس آیندہ ترقی کرنے کے لئے پہنایا جائیگا۔ اور یہ ترقی محدود نہ ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہ ثم رددنٰہ اسفل سافلین ہ الا الذین امنو وعملو الصلحت فلھم اجر غیر ممنون ہ ترجمہ۔ کہ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اسکو (بوڑھا کر کے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجہ میں لوٹا لائے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے (ان کو تنزل پیری سے تنگدل نہ ہونا چاہئے کیونکہ) اُن کے لئے (آخرت میں) اجر ہے بے انتہا (سُورہ ۹۵ التین آیت ۴-۶)

ثمراتِ اسلام

کلام الٰہی

خداوند تعالیٰ کے تمام انعامات میں سے افضل ترین اور نہایت ہی قیمتی اس کا سچا اور یقینی کلام ہے جو اس نے ایک انسان کی طرف بھیجا۔ اس کلام کے ذریعے ایک شخص میں خدا کا علم ترقی کے معراج پر پہنچ جاتا ہی۔ وہ خدا کو دیکھنے لگ جاتا ہی۔ اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اسقدر قوی ہو جاتا ہی۔ کہ گویا اس نے اپنی آنکھوں اسے دیکھا ہے۔ اس کے دل پر خدا کا خوف اور اس کا جلال طاری ہو جاتا ہی۔ اور اس کے تمام شک و شبہ اس طرح دُور ہو جاتے ہیں جس طرح سُورج کی روشنی سے اندھیرا اور وہ پھر زمین پر فرشتوں کی طرح چلتا ہی۔ اپنی راستبازی کیلئے یکتا ہوتا ہی۔ گناہوں سے سخت نفرت اور خدائے واحد سے اُسے از حد محبت ہوتی ہی۔ وہ اللہ تعالیٰ

کی تابعداری اس سے ڈرنے اور اس پر بھروسہ رکھنے میں ممثال ہوتا ہے۔ اور رشتہ دوستی کو قائم رکھنے میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ہوتا۔ کلام اللہ ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ متقی و پرہیزگاروں کو خداوند تعالیٰ اپنے الہام سے مشرف کرتا رہیگا۔ اور عقل بھی یہ چاہتی ہے کہ دنیا میں یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ تاکہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچے +

گناہ اور ظلم و تعدی کا تب ہی علاج ہو سکتا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ کا جلال اور اس کا جمال یقینی طور پر ظاہر ہو۔ اور تجربہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے۔ کہ انسان کو نافرمانی اور تعدی سے باز رکھنے کیلئے صرف دو ہی طاقتیں ہیں یعنے خداوند تعالیٰ سے کامل و سچی محبت اور اس کا سچا ڈر کیونکہ درحقیقت اسی کے احکام کی نافرمانبرداری ہوتی ہے۔ اور انہیں کو توڑا جاتا ہے۔ اگر کسی مہربان اور فیاض دوست سے سچی محبت ہو تو اس بات کا ڈر بھی ساتھ ہی نظر آتا ہے کہ مبادا کسی وجہ سے رشتہ دوستی ٹوٹ جائے۔ لہذا جس شخص کے دل میں خدا کی کامل محبت و ڈر ہو یا جس شخص کو کسی ایسے دوسرے شخص سے محبت ہو جس کی اعلےٰ قوتوں سے وہ متاثر ہوتا ہے تو یہ ہر دو لوگ قسم کے لوگ گناہ کی جکڑبندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص ان ہر دو جماعتوں سے باہر ہے۔ اس پر گناہ کا ہر اثر کرنے سے نہیں رک سکتا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو بیگناہ جتلاتے ہیں اور اپنے دل کی صفائی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ لوگوں کو اور خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ معصیت سے نجات کا ملنا غیر ممکن ہے جب تک کہ خدا کے رعب و خوف سے تمام انسانی جوش و جذبات پر موت وارد نہ ہو۔ اور دل میں اس کی کامل محبت پیدا نہ ہو جائے۔ اور جب تک کہ خدا کی ہستی اور اس کے جمال و جلال کا کامل یقین نہ ہو۔ اس وقت تک ان باتوں کا احساس دل میں پیدا نہیں ہو سکتا +

پس خدا کی ہستی پر پختہ ایمان ہی نجات کی جڑھ اور خدا کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے یہی ایمان انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ تکلیفات اور ابتلاؤں میں خدا کی رضا پر راضی رہے۔ اور اسی محبت کی خاطر جلتی آگ میں داخل ہونے پر ایمان رکھے۔ یہ ایمان کی وجہ سے محبت الٰہی جوش میں آکر انسان کو موت کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنے تمام آرام اور آسائش کو خدا کی خوشنودی کیلئے خیرباد کر دیتا ہے۔ کسی کی شاباش یا تعریف کی وہ پرواہ

نہیں کرتا اور صرف اللہ ہی کے لئے تمام دنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے وہ اپنے منہ سے کوئی کلمہ بد نہیں نکالتا گویا اس کے منہ پر مہر لگی ہوئی ہے لیکن اس قسم کا ایمان تب ہی حاصل ہو سکتا جبکہ انسان خدا کو یا تو اپنی آنکھ سے دیکھے یا خدا خود اس کے ساتھ کلام کرے۔ اور اپنے کلام کا ثبوت بھی اپنے جلال و اپنی طاقت و کشش سے دے اور ساتھ اسکے آسمانی نشانات بھی ظاہر کرے۔ الہامات کے بغیر خدا کی ہستی اور اسکی صفات پر یقین کامل نہیں ہو سکتا۔ پہلے انبیاء کی الہامی کتب اور ان کے معجزات خدا کی ہستی کی قطعی دلیل اس زمانہ میں نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ تو اس وقت کسی نے ان معجزات کو دیکھا ہے اور نہ اس وقت کلام الٰہی نازل ہوا ہے۔

قانون فطرت ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ انسان شک و شبہ کو پسند نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے لیکن ہر ایک امر میں کامل یقین اور ایمان حاصل کرنے کی پیاس ان کے اندر ہے لہذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق اور علیم و بصیر خدا نے جس نے انسان کے دل میں اس قسم کی تڑپ اور پیاس کو بجھانے اور اس کے اندر کامل یقین اور ایمان پیدا کر دینے کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس یقین کو حاصل کرنے کے کیا ذرائع پیدا کئے گئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہم صاف کہ دیتے ہیں۔ کہ وہ ایمان اور یقین فقط ان قوانین پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ یعنے خدا سے محبت رکھنے سے جس کی تائید میں خرق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس خیال کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔ کہ خدا کا کلام جو زمانہ ماضی میں نازل ہوا۔ وہ اس یقین کو پیدا کرنے کیلئے کافی ہے اور کسی تازہ الہام کی ضرورت نہیں۔ اسی خیال سے ان لوگوں کو دھوکہ لگا ہے جنکی رائے میں انجیل ہی میں خدا کا کلام ہے۔ اور اس کے بغیر کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں ان لایعنی اور فضول باتوں کا جواب یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی آنے کی غرض تو محض لوگوں میں پختہ ایمان پیدا کرنا ہے۔ خدا اپنا کلام لوگوں کی طرف اسلئے بھیجتا ہے کہ وہ اسکی ہستی اور اس کے صفات پر ایمان لائیں اور بدی کی راہوں کو ترک کر کے ان راہوں پر قدم ماریں جو خدا کی بتلائی ہوئی ہیں تاکہ اسکے فضل سے وہ مالا مال ہوں۔ ان کا ایمان بڑھتا جائے۔ اور وہ بدی اور ظلم کی راہیں

چھوڑ کر راستی اور سچائی کی طرف چلیں لیکن جب کسی پیغمبر کا زمانہ گذر جاتا ہے تو اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر اُتارا ہوا ہوتا ہے لوگوں کے دلوں پر اثر کم ہوتا جاتا ہے اسکی کشش کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک قصہ ماضی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسلئے وہ اپنی غرض پوری نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں کے دلوں میں سے وہ ایمان مفقود ہو جاتا ہے جو پہلے تھا مثلاً یہودیوں ہی کا حال دیکھو ان کے ہاتھ میں تو پیغمبروں کی کتابیں ہیں لیکن دل میں دغا وفریب۔ عیسائیوں میں کتنے لوگ اس وقت موجود ہیں جنکی دائیں گال پر اگر دھپڑ پڑے تو بائیں گال پیش کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان کا کوٹ اُتارے تو وہ اُسے اپنا لبادہ بھی دیدیتے ہیں۔ اور کتنے ایسے نظر آتے ہیں جو بدنظری سے بچے ہوئے ہیں اور جن کے دل میں حرص وطمع اور دغا نہیں +

غرض کہ جس طرح لوگوں کو ہر صبح تازہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اپنا ایمان تازہ کرنے کے لئے تازہ الہام کی بھی حاجت ہے۔ جب نور ایمان امتداد زمانہ کی وجہ سے کمزور ہوتا جاتا ہے تو لوگ کلام الٰہی پڑھتے ہیں لیکن ان پر اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لہذا وہ کلام ان میں سے گویا گم ہو کر آسمان کی طرف واپس جاتا ہے۔ اور ان کے پاس خالی استخوان ہی استخوان رہ جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں ایک نیا مقناطیسی اثر اور کشش پیدا کیا جاتا ہے۔ خدا کا کلام اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اسمیں کامل یقین اور ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم جو آسمان کی طرف اُٹھا لیا گیا تھا وہ اب اس کے ذریعہ زمین پر پھر واپس آتا ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے۔ اسی کے ماتحت خدا کے تازہ کلام سے لوگوں کے دلوں میں پھر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس قانون پر چلتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے منسوخ ہو چکا ہے۔ ان کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نئے الہام الٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو یہ قانون اس تالاب کی مانند ہو جاتا ہے جسمیں پانی بالکل ساکن ہو۔ اور اسمیں کیچڑ اور گند کثرت سے ملجائے۔ اس قسم کا قانون ان لوگوں کے لئے بالکل غیر مفید ہو جاتا ہے۔ جو اس پر عمل کرنا چاہیں۔ کیونکہ اسمیں سوائے نے سُود زمانہ گذشتہ کی باتوں کے

اور کچھ نہیں ملتا۔ ان کے پاس آسمان سے تازہ پانی یعنے تازہ الہام الٰہی نہیں پہنچتا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے ان لوگوں کی طرف سے مُنہ موڑ لیا ہے۔ چنانچہ کسی مُردہ مذہب کا نشان ہی یہ ہے کہ تازہ الہام کا نور اسمیں نظر نہیں آتا۔ جو لوگ اس پر چلتے ہیں وہ ایسے کلام پر ایمان رکھتے ہیں جن کی تائید تازہ کلام الٰہی سے یا تازہ آسمانی نشانات سے نہیں ہوتی ہے۔ ان کے دل ایسے مردہ ہو جاتے ہیں اور نورِ ایمان و یقین جس سے معصیت اور عدول حکمی یا نے اعتدالی کا وجود مِٹ جاتا ہے انہیں نصیب نہیں ہوتا۔ تقریباً تمام دیگر مذاہب کی موجودہ تعلیم ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ الہام الٰہی کا دروازہ اب بند ہے لیکن اسلام اس دروازہ کو سب کے لئے کھولتا ہے۔ اور اسلام ہی کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے +

نصب العین مشرق و مغرب

انا للہ وانا الیہ راجعون (قرآن شریف)

تُو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا (انجیل باب پیدائش)

اسلام اور عیسائیت کے پیرو متذکرہ بالا آیات سے جو انکی اپنی اپنی مقدس کتابوں میں ہیں بخوبی واقف ہیں۔ ان آیات کو ان ہر دو مذاہب کے لوگ ایک ہی موقعہ پر اپنے اعتقاد کے مطابق پڑھتے ہیں جب مسلمان کسی کی وفات کی خبر سنتے ہیں تو ان کی زبان سے بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون نکلجاتا ہے اور عیسائیوں میں بھی کوئی ایسا جنازہ نہیں جہاں باب پیدائش کی یہ آیت کہ "تو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا" نہ پڑھی جاتی ہو لیکن ان آیات کے نصب العین میں بہت بھاری اختلاف ہے۔ ایک تو خدا کی طرف لیجاتی ہے اور دوسری خاک کی طرف۔ یہ سبق ہمیں بچپن ہی سے ملتا ہے یعنے اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک امر بخوبی ذہن نشین ہو کر پھر آسانی سے نہیں بھول سکتا۔ اور ہماری تمام

زندگی پر نامعلوم طور پر وہ برابر اثر کرتا رہتا ہے ہمارے آیندہ کے کاروبار اور ہماری اعتقادات وغیرہ انہیں بچپن کے خیالات اور یادداشتوں کے سانچے میں ڈھلتی ہیں۔ اگر انسان مغرب اور مشرق کے حالات کا مطالعہ کرے تو اسکے اس اصول کی صداقت معلوم ہو جائیگی +

"تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا" اس آیت نے مغرب والوں کے چلن اور خصائل کو ڈھالنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور انکی زندگی کی طرز پر بہت کچھ اثر ڈالا ہے۔ اہل مغرب اپنے تئیں خاک سمجھتا ہے۔ یعنے مسئلہ ارتقا کے مطابق وہ اپنے آپ کو مادی طاقتوں کے نتائج کی آخری منزل خیال کرتا ہے۔ جیسے کہ پھر خاک ہی میں ملجانا ہو۔ چنانچہ اسی خیال پر وہ کوشش کرتا ہے کہ جہانتک ممکن ہو سکے اسی موجودہ مقام دنیا ہی میں بہت کچھ فائدہ حاصل کرے۔ اس مسئلہ کی جڑھ یہی ہو کہ زندگی کے لئے جدوجہد کیجائے۔ اور جیساکہ ہکسلے اور دیگر مغرب کے اہل الرائے کہتے ہیں۔ ہر ایک ایسی چیز پر جو خاک سے بنی ہو یہ قانون جاری ہو۔ کہ صرف اعلیٰ اور عمدہ چیز ہی دنیا میں باقی رہ سکتی ہو لیکن ہمیں یہی قانون تمام اس قسم کی مخلوقات میں بھی نظر آتا ہے جو نطق نہیں رکھتی وہاں زندگی کا راز اپنی ہستی کو قائم رکھنے ہی میں نظر آتا ہے۔ ہر ایک کا یہی خیال اور اصول نظر آتا ہے کہ جو کچھ ممکن ہو حاصل کر لیا جائے۔ کیونکہ بعد موت سواء خاک کے اور کچھ نہیں۔ اپنے آپ کو اس مسئلہ کے ماتحت دوسروں کے مقابلہ میں افضل خیال کیا جاتا ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ میری خاطر پیدا ہوئے ہیں۔ مجھے کسی طرح فائدہ پہنچ جائے خواہ وہ ہلاک ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عالم کا ذرہ ذرہ بھی تو اسی اصول پر چلتا ہے اور اسی وجہ سے قائم ہے لہذا اسی اصول پر مغربی فلسفہ کی بنیاد ہے۔ اور دولت ہی انکی دیوی یا خدا ہے۔ اب ذرہ مسلمانوں کا حال بھی دیکھ لو۔ اور غور کرو۔ انکی زندگی کا مقصد کیا ہو وہ تو ہر ایک موقعہ پر کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا خیال ہو کہ میں ایسا خود غرض اور کمینہ اور دنیا دار ار کیوں بنوں میں نے خدا کے پاس جانا ہے۔ اسلئے دنیا کے مال و متاع سے مجھے آلودہ نہ ہونا چاہئے۔ اور دولت کی دیوی کی جو کہ چند روزہ ہے مجھے پرستش نہ کرنی چاہیئے۔ وہ خیال کرتا ہو کہ مجھے چند گھنٹے آرام اور

آسائش کے میسر آ سکتے ہیں لیکن بعد ازاں میں خاک میں ملکر ہمیشہ کے لئے نسیاً منسیا نہیں ہو جانا بلکہ میرے لئے ابدی زندگی ہے۔ اور میںنے خدا کے پاس جو حی و قیوم ہے جانا ہے اسلئے وہ اپنے دائمی گھر جانے کیلئے تیاری کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے خیال رہتا ہے کہ اگر اس نے وہ راہ اختیار نہ کی جو خدا نے بتلائی ہے تو خدا اُسے رد کر دیگا۔ جو خالق اور رب العالمین بھی ہے۔ امداد گویے اور کالے۔ توانا اور ناتوان سب پر اس کی عنایات برابر جاری ہیں۔ چونکہ کتاب الفطرت میں بھی اسی قسم کے وسیع اور ربانی اخلاق نظر آتے ہیں۔ اسلئے ان کے مطابق وہ بھی عمل کرنا چاہتا ہے اگر خدا سب کا باپ ہے۔ تو تمام لوگ اس کے بھائی ہیں۔ اسلئے خود غرضی اور دوسروں کو اپنا غلام خیال کرنا اس کے اور خدا کے نزدیک قابل نفرت بات ہے +

علاوہ ازیں ایک مسلمان سمجھتا ہے۔ کہ میں نے اس دنیا سے کوچ کر کے خدا کے حضور جانا ہے۔ میرے اندر بھی خدا کی صفات کا ایک حصہ ہے۔ اور جب تک اس حصہ کو اچھی طرح روشن نہ بنالوں میں کبھی خدا سے مل نہیں سکتا۔ وہ باپ ہے اور میں بیٹا ہوں نا مرد کے علم الہیات جاننے والے فلاسفر نے بھی اسی انا للہ و انا الیہ راجعون کے خیال کو جو ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت موجود رہتا ہے دوسرے الفاظ میں یوں ظاہر کیا ہے کہ میں باپ کی طرف سے آیا ہوں اور باپ ہی کے پاس واپس جانا ہے لیکن جناب مسیح ہی کے لئے یہ خصوصیت نہ تھی۔ خدا کو باپ کہ کر عام لوگ پکارتے ہیں۔ اور اس طور پر دعا بھی مانگتے ہیں۔ یہ دعا سچی ہوتی ہے۔ ظاہرانہ رنگ میں نہیں ہوتی۔ استعارہ کے طور پر انسان بیٹا ہے اور خدا اس کا باپ ہے +

اسلامک ریویو: مولانا اکبر صاحب نے جو ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اس زمانہ کے ہیں اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں اپنے مختصر لیکن پر مغز اور بامعنی اشعار کی وجہ سے مشہور ہیں اپنی مضمون کو ایک رباعی میں ادا کیا ہے جو کہ اپنے اندر نہ صرف دلچسپی رکھتی ہے بلکہ نہایت ہی مناسب موقعہ ہے اسے ذیل میں ناظرین کی تفریح طبع کیلئے نقل کیا جاتا ہے ۵

مشرقی کو ہے شوق روحانی　　مغربی کو خیال جسمانی
کہا منصور نے خدا ہوں میں　　ڈاروِن بولا بوزنہ ہوں میں

منصور حلاج - ہم یہاں مختصراً منصور کے حالات جس کا ذکر تیسرے مصرعے میں ہے بیان کرتے ہیں تا کہ

اہلِ مغرب اُن دنوں [illegible] منصور حلاج آٹھویں صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اپنے زمانہ کا ایک بڑا پارسا صوفی تھا۔ وہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا۔ اور نہایت بےنفس اور بےغرض تھا خدا کی یاد میں محو ہو جانے سے روحانی حالت اس حد تک پہنچ گئی جسے مغربی اصطلاح میں مسیحائی کہتے ہیں خیال ہے۔ اس سے عجیب عجیب باتوں کا ظہور ہونے لگا۔ اسمیں خدا کا نور اور جلال اس حد تک حلول کر گیا کہ وہ سُکر و انبساط کی حالت میں انا الحق کہہ اُٹھا۔ لیکن اس زمانہ کے فریسی طبع امرا یا کار دیندار اُس بات کو برداشت نہ کر سکے۔ اسلئے جناب مسیح کی طرح پر الزام لگایا گیا اور عدالت میں اس پر باضابطہ جرح قدح کی جا کر آخر اُسے بھی سولی پر کھینچا گیا۔ اس کی زندگی کے حالات اور واقعات ایسی کتابوں میں درج ہیں جن کے معتبر ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں لیکن باایں ہمہ مشرق میں اسی طرز کا ایک ہی آدمی نہیں۔ ہماری تاریخوں میں اس قسم کے بے نظیر انسان بہت سے نظر آتے ہیں لیکن مشرقی لوگ روحانیات میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ مسیح کو خدا مان نہیں سکتے +

رسیدِ زر

امداد مشن جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب [illegible] آباد ضلع [illegible] ۵ر
مفت تقسیم جناب حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب [illegible] ۵ر
امداد مشن۔ جناب منہاج الدین صاحب۔ مردان صہ

مفت تقسیم جناب سید احمد صاحب میاں ٹولہ ۵ر
امداد مشن۔ جناب بابو محمد شعیب صاحب بصرہ ۱۲ ۵ر
مندرجہ بالا رقوم بصد شکریہ مشتہر کیجاتی ہیں جزاکم اللہ احسن الجزا

خادم - آنریری سکرٹری - ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور

جدید تصنیفات حضرت خواجہ جمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

ذرات عالم کا مذہب (قیمت ۸) تفصیل مضامین:- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ طاقتور ذرے یعنے انسان کا مذہب۔ الہام ایک ضرورت حقہ ہے۔ تناسب ارتقا کی جان ہے۔ اخلاق توازن جذبات کا نام ہے۔ روح کی پیدائش اور فرائض۔ روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے۔ بعض لحوم ممنوعہ۔ مسئلہ ارتقاے انسانی۔ صحیفہ ارتقا کفارہ پر ایمان لانا خودی کی ہتک کرنا ہے۔ مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں۔ اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی۔ رومن کلیسیا بہتر اور افضل ہے۔ انسان کیلئے اپنی اصلاح ہی بہترین تسبیح ہے۔ رب العلمین معبود ہے +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں — ضخامت ۲۱۶ صفحات - قیمت قسم اول عہ۔ قسم دوم عہ۔ علاوہ محصولڈاک ہے

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ۔ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ وسُنی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجود۔ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر۔ تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے! دراسکے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ۔ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح۔ بنام تمام فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث اثنان سبعون فی النار وواحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں لیعروہی جماعت ہے کی تشریح۔ شیعہ ہائے بیان پر بحث۔ اپنے عقاید کا اظہار۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح۔ مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و غلو کی مماثلت جناب بہاؤ اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ۔ دنیا میں ضرورت نبوت! غیرہ میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیاری کریگی۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمتمیں بھی مودبانہ التماس کیگئی ہے۔ کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے! اور مسلم قوم نے انہی فرقی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر - - - - - - ۲ر مجلد

اسلام اور علوم جدیدہ - قیمت مجلد - - - - - - ۱۴ر

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ مسیح سقراط حسین — مصنفہ عالیجناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی — تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر۔ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔ ہر سہ شہدا کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کر کے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے +

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس کی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالۂ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

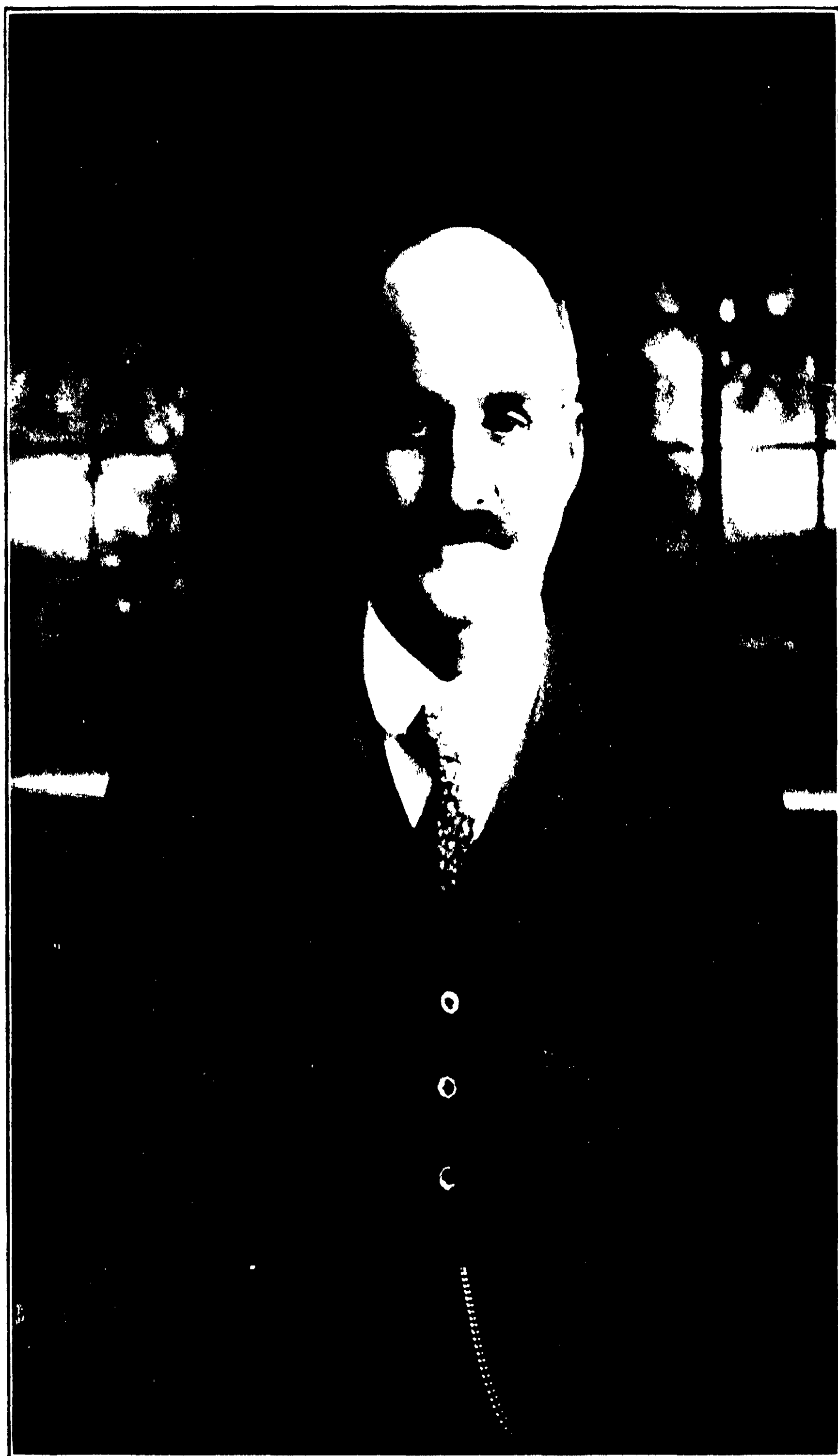
زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریدار بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے،

جلد (۷) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۴)

قیمت سالانہ للعہ



Mr. George Hamid Williams

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر (۴)

نام سی بی انکی شکل و شباہت سے انکے قلم سے لکھے ہوئے مضامین کے ذریعہ آپ کو
اُن سے آشنا کراتے ہیں پھر یہ باتیں اُس رسالہ میں لکھتے ہیں جو انکی زبان میں
انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ جس سے واقعات مندرجہ رسالہ پر مُہر صداقت
لگجاتی ہے۔ ہم تو اپنے مشن کے متعلق کہانیاں اردو اخباروں میں نہیں چھاپتے
جس کی صحت یا عدم صحت کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ہم اگر لکھتے ہیں۔ کہ کسی عید پر تین سو
یا کم و بیش مسلمان نماز کے لئے ووکنگ میں جمع ہوئے تو اسکی تصدیق نماز عید کا
فوٹو کرتا ہے۔ اس کا نقشہ تماشہ سینوٹوگراف کے ذریعہ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں
پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس پر ایک پیسہ بھی نہیں خرچتے۔ لیکن خدا کی مشیت سینما والوں
کو خود ہمارے گھر میں لے آتی ہے تاکہ خداوند کا وہ کام جو ووکنگ میں ہو رہا ہے اُسے
انگلینڈ سے لے کر ایک طرف امریکہ جاپان تک۔ دوسری طرف رُوس سے آسٹریلیا
تک الغرض کُل دُنیا دیکھ لے کہ ووکنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ اہلِ بصیرت سمجھ سکتے
ہیں۔ کہ سینوٹوگراف اس رنگ میں ہماری خدمتیں کر رہا ہے +

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ ان آٹھ سالوں میں مسلمانانِ عالم کو ہمارے مشن کے
متعلق کافی تجربہ ہو چکا اسکی نوعیت اور اسکی اہمیت اس کا مفید یا غیر مفید ہونا
اب احاطۂ تنقید سے نکل چکا ہے۔ پھر مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ آپ لوگ کیوں
غفلت کر رہے ہیں۔ میں ڈنکے کی چوٹ اور علی وجہ البصیرت آپ کو اطلاع دیتا ہوں
کہ آجکل سے انتشار نے جو مختلف شکلیں مسلمانانِ ہند کی جدوجہد میں اختیار کر رکھی
ہیں۔ اُن کے مفید یا غیر مفید ہونے کا ابھی تجربہ باقی ہے۔ عجب نہیں کہ وہ مفید
ثابت ہوں۔ اگرچہ ان میں کی ایک تحریک نہایت ہی نقصان دہ ثابت ہوئی یعنے تحریک
ہجرت۔ کس طرح ہزارہا مسلمان نے خانماں ہو کر اپنے روپیوں کی جائداد کو پیسوں پر بیچکر
ہجرت کرتے ہیں۔ اور یہ عاجز مسلمان ناکام واپس آکر مسکنت و ذلت میں پڑے۔
ہجرت فی نفسہ وہ مقام عالی ہے جو اسلامی فتوحات کی کُنجی جس سے تمہارا سنہ شروع
ہوتا ہے کیسی قوم کا سن عیسوی کوئی ہجری کوئی شمسی۔ الغرض مختلف قومیں اور مختلف سن

لیکن ہمارا سن ہجری ہی۔ تا کہ آٹھوں پہر ہجرت کا مقدس فعل ہماری آنکھوں
کے سامنے رہے۔ لیکن اس سے وہ ہجرت مُراد نہیں جو ہم میں سے بعض نے افغانستان
کی طرف کی۔ انشاء اللہ العزیز عنقریب آپ کے سامنے میری کتاب "روح ہجرت"
آجائیگی جسے میں انشاء اللہ العزیز اسی مہینہ لکھوانا شروع کرونگا بہرحال
میرا مطلب یہ ہے وہ تجربہ میں آچکی ہی اس کا مفید ہونا ثابت ہو چکا ہے
پھر ہماری موجودہ تحریکوں کی طرح اس کا مجوز یورپ نہیں۔ اس کا مجوز اور
سفارش کنندہ خود خدا اور اس کا رسول اور قرآن ہے +

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ۔ میں آپ سے کیا چاہتا
ہوں تمہاری کمائیوں میں سے تھوڑے پیسے جو بزنگ زکوٰۃ ہوں۔ وہ مشن کو
بھیجدو۔ اپنی خیرات میں پہلا حصہ مشن کا رکھو۔ میں پہلے اپنی جیب کو کھولکر
تمہاری جیب کھلواتا ہوں۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کریم النفسی
اور سخاوت مسلمان کی شان ہے +

سردست یہ رسالہ نئی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوتا ہے بہتر
کاغذ لگایا گیا ہے جو اس سال کی قیمت بھیج چکے ہیں وہ ازراہ مہربانی ڈیڑھ روپیہ
اور منیجر کے نام بھیجدیں۔ اور جنہوں نے ابھی تک قیمت ادا نہیں کی۔
وہ آیندہ ساڑھے چار روپے بھیجدیں والسلام

"فلسفۂ اسلام" کے عنوان سے میں ایک اپنا لکچر اندراج رسالہ کے لئے خود ہی
ترجمہ کر کے بھیجتا ہوں۔ اس لیکچر کی علمی حیثیت کچھ بھی ہو۔ اس کا علمی پایہ
خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ لیکن میں دنیا جہان کے ادبی اور علمی رسالہ جات
سے واقف ہوں۔ اور میں کہ سکتا ہوں کہ جس رسالہ میں اس قسم کے مضامین شائع
ہوں اسکی قیمت سالانہ ساڑھے چار روپے کوئی حقیقت نہیں +

از سنگاپور ۷ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

طالب دعا
خواجہ کمال الدین

قرآن شریف کی ہدایات

دربارۂ طریق وعظ

قبل ازیں ہم نے بہت سے مضامین طریق اشاعت اسلام کے متعلق لکھے ہیں اس دفعہ ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام کو دوسروں تک پہنچانے کے بارے میں کس قسم کی ہدایات دیتا ہے۔ ہم نے اس مضمون میں بتلایا تھا کہ اسلامی مشنری یا واعظ غیر مسلم لوگوں کو مسلمان بنانے کے درپے نہیں رہتا۔ اس کا کام فقط وعظ کرنا ہے۔ کیونکہ کلام اللہ ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ اسلام میں لوگوں کا آنا ان کی اپنی مرضی اور فیصلہ کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور کسی صورت میں بھی جبر یا ترغیب کو عمل میں نہ لانا چاہئے جناب مسیح کی بھی یہی تعلیم تھی۔ چنانچہ اپنے حواریوں سے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں قبول نہ کرے یا تمہاری بات نہ سنے۔ تو تم وہاں سے رخصت ہو جاؤ (سینٹ مرقس باب ۶ آیت ۲) اے کاش وہ ان ہدایات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے۔ تاکہ دنیا کو گوناگوں پار سایانہ شرارتوں سے نجات ملجاتی جو زمانۂ حال کے مشنری جناب مسیح کے مقدس نام کی آڑ میں بدقسمتی سے روا رکھتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے گرد و پیش بیٹھنے والے اس اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ وہ اس بارے میں تشریح اور زیادہ تر احکام اُن سے حاصل کرنے کے موقعہ پیدا کرتے۔ اسلئے جناب مسیح نے آنیوالے نبی کیلئے اس بات کو ادھورا ہی چھوڑا۔ اس آنیوالے نبی یعنے نبی موعود کے متعلق سینٹ جان یعنے یوحنا کے باب ۱۳۔ آیت ۲۵ کا مطالعہ کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آخرش اسلام کی مقدس کتاب کو اُتارا اور ہمیں ہر ایک دیانتدار

مشنری و واعظ کی ہدایت کے لئے خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو ذیل کا سنہری قانون باندھ دیا +

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ۔ ترجمہ۔ بلا طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت نیک کے اور بحث کران سے ساتھ اس چیز کے کہ وہ بہت بہتر ہو۔ (سورہ ۱۶ ۔ آیت ۱۲۵) اس آیت شریف میں وعظ کرنے کے تین درجے یا طریق رکھے ہیں۔ اول یہ ہے۔ کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف نہایت دانائی اور احتیاط سے بلایا جائے۔ دوم۔ ان تک خدا کا پیغام موعظ حسنہ کی صورت میں پہنچایا جائے ممکن ہو کہ اس دوسرے طریق کے باعث کچھ بحث مباحثہ شروع ہو جائے لیکن اس موقعہ پر گفتگو نہایت ملائمت سے کی جائے۔ یہ آخری مرحلہ گویا تیسرا درجہ یا طریق وعظ ہے۔ ایکدوسری جگہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ولا تجادلوا اهل الکتب الا بالتی هی احسن ترجمہ۔ اور مت جھگڑا کرو اہلکتاب سے مگر اس طرح سے کہ وہ بہت اچھی طرح ہو (سورہ ۲۹ آیت ۴۶)+

یعنے اس آیت میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ اہلکتاب یعنے عیسائیوں۔ یہودیوں اور ہندوؤں ۔ کے ساتھ مذہبی بحث کس طرح کریں ہمیں ہدایت ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ گفتگوئے مذہبی کے وقت حتے الامکان نہایت نرمی اور لطف سے پیش آئیں لیکن اگر وہ ہماری بات کی طرف بالکل توجہ نہ کریں ۔ تو ہمیں ناراض نہ ہونا چاہئیے ۔ اور نہ جامہ سے باہر ہو جاتا چاہئیے ۔ بلکہ قرآن شریف کے اس حکم کی تابعداری کرنی چاہئیے جسمیں فرمایا ہے کہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون (ترجمہ پھر اگر منہ موڑیں تو مسلمانو! ان لوگوں سے کہدو کہ تم اسبات کے گواہ رہو کہ ہم تو (ایک ہی خدا کو) مانتے ہیں (آل عمران رکوع ۷) اسمیں ایک سچی اسلامی روح اور تعلیم ہے۔ یعنے ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ گواہ ہیں کہ ہم نے ان تک خدا کا حکم و پیغام پہنچانے کا فرض ادا کر دیا ہے ۔ اب ہم سب کچھ

خدا ہی کے ہاتھ میں چھوڑتے ہیں۔ اور ہم اسکی رضا پر خوش ہیں +

یہ سب آیات صاف بتلاتی ہیں۔ کہ اسلام کا وعظ کرنے میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم نہایت عقلمندی اور نرمی سے کام لیں۔ دلائل اور معقولیت سے اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کریں۔ اور بدزبانی و سخت کلامی سے بالکل پرہیز کریں بلکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسی بات نہ کریں جس سے وہ رنجیدہ خاطر ہو یا دق آجائے +

قرآن شریف میں ایک اور نہایت ہی مفید حکم درج ہے یعنے سورہ ۶ آیت ۱۰۸ میں لکھا ہے کہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ ترجمہ۔ اور مت بُرا کہو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں سوا خدا کے +

کیا قرآن شریف کے ان احکام سے کہیں بھی پایا جاتا ہے کہ اسلام جبر سے پھیلایا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ اسی کتاب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم دیتی ہے۔ کیا اس قسم کا بہتان قابل معافی ہوسکتا ہے ہم ڈویمر اور مارگولی ایتھ اور دیگر عیسائی مصنفین کو جو دیدہ و دانستہ ہمارے مذہب پر اتہام باندھتے ہیں ڈنکے کی چوٹ بلاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ تمام قرآن میں سے ایک ہی آیت پیش کریں جسمیں اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم ہو۔ اس قسم کے نام نہاد عربی دان محض اپنی جہالت اور عربی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ وہ اس قسم کے الزامات کے جواب میں قرآن شریف کی وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جنمیں مدینہ کے مسلمانوں کو ان لوگوں کے برخلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیگئی ہے جنہوں نے انکے شہر اور انکی جان اور مال پر حملہ کیا +

دنیا میں اسلام اس طرح پھیلا جس طرح کہ جنگل میں آگ پھیلجاتی ہے لوگوں نے اپنا پُرانا مذہب ترک کرکے نئے دین کا خیر مقدم کیا۔ لیکن کیا کوئی تاریخ دان یقینی طور پر بتلاسکتا ہے۔ کہ جب عرب سے باہر اسلام نے قدم رکھا

توکس جگہ اور کب اس کے پھیلانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ ہم معتبر
میں مشنریوں یا اسی قسم کے لوگوں کی ان تحریرات کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں
جو نے تکے اور بغیر سوچے سمجھے الزامات سے پُر ہیں۔ مگر اس کے خلاف ہم
کہتے ہیں کہ یورپینی عیسائیت ہی تلوار کا مذہب ہے۔ اور اپنے اس قول کی تصدیق
میں بلا توقف معتبر مغربی مصنفین کی تصنیف پیش کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی اس سے
انکار کر سکتا ہے۔ کہ عیسائی بادشاہوں کے حکم سے بت پرستوں سکسنوں اور سکنڈینیوں
والوں کو۔ نیز برٹن۔ گال اور ایرین کو بزور شمشیر بپتسمہ نہیں دیا گیا۔ ہمیں کوئی
شک نہیں کہ امتداد زمانہ سے پرانے واقعات بہت حد تک بھولجاتے ہیں۔ اور
گذشتہ اسی سال نے کلیسیا کے سیاہ کارناموں کو بھلانے میں بہت کچھ مدد دی
ہے۔ فرقۂ رشنلزم اور لبرل کرسچینز (آزاد خیال عیسائیوں) نے تین پشت پہلے
کے جنگجو مشنریوں کے خونخوار جوش کو بہت ناپسند کیا۔ اور زمانۂ حال کے مشنری
جانشینوں نے وہی الزام دوسروں پر تھوپنا شروع کیا جو حقیقت میں ان پر لگایا
جاتا تھا۔ لیکن یہ نئی چال بہت دیر تک کارگر نہ ہو سکی۔ اور نئے واقعات نے
انکی اصلیت کو طشت ازبام کر دیا۔ ان لوگوں کے قتل کئے جانے پر گرجہ میں
جا کر بھجن گانے اور نذریں پیش کرنے، جو اُن کے خیال کے مطابق برائے نام
عیسائی واعظوں کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے ایسے
ہم مذہبوں کا دنیا میں رہنا گوارا نہ کرتے جن کا شغل کچھ اور ہوتا۔ مثلاً ہیلیس کے
قتل کا واقعہ جو کہ کچھ عرصہ ہوا وتی آیینا میں چھپا ہمیں زمانۂ وسطیٰ کے شہدا
کی یاد دلاتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کلیسیا کا وضع کردہ عیسائی مذہب کس طرح
یورپ میں پھیلایا گیا۔ لکھا ہے کہ ہیلیس کی معہ نیز صد دیگر اشخاص کے رسوں
کے ساتھ مشکیں باندھی گئیں۔ پھر ایک کٹر پادری نے سپاہیوں کی بندوقوں
کی طرف اشارہ کر کے ہیلیس سے کہا کہ یا تو تم اس دستاویز پر دستخط کر دجس سے معلوم
ہو کہ تم نے سچے مذہب کو قبول کیا ہے یہ جنگی عیسائی تمہاری روح کو دوزخ

میں بھیجدیں گے۔ اس پر سب قیدیوں نے دستخط کردئیے سوا ایلیس کے جس پر سپاہیوں نے اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنی بندوقوں سے اُسے خوب زد و کوب کیا۔ حتیٰ کہ اس کے بازو اور پسلیاں چُور ہوگئیں اور وہ زمین پر گر گیا مگر پھر بھی اس نے اپنا دین چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور آخرش اسکی تکالیف کا خاتمہ ایک سنگین نے کیا جو اس کے پھیپھڑوں کے آرپار کردیگئی +

جبکہ یہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جوان سے تھوڑا سا اختلاف رائے رکھتے ہوں اس طرح سلوک کرتے ہیں تو انکی اس بیرحمی اور وحشیانہ پن کا اندازہ صرف دماغ ہی میں آسکتا ہے جو یہ غیر مذاہب کے مقلدین کے ساتھ روا رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ روا رکھتے ہیں۔ ہم بڑے شوق سے اس دن کا انتظار کررہے ہیں جبکہ آزاد خیال عیسائی تمام یورپ کو اپنے ساتھ ملاکر مغرب کی سرزمین میں اس قسم کی وحشیانہ حرکات کا خاتمہ کردیں گے۔ اور انکی بدولت کوئی ایسا کام نہ ہوگا جو مسیح کی تعلیم کے خلاف ہو +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

لندن میں لیکچروں کا سلسلہ

گذشتہ اتوار سے لندن مسلم پریئر ہوس (اسلامی نماز گاہ) میں بھی پندرہ روزہ لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل نومسلمین اور دوسرے لوگوں کو جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں ایک ایٹ ہوم دیا گیا جسمیں مولوی مصطفےٰ خانصاحب نے لیکچروں کا اعلان کیا +

مسٹر خالد شیلڈرک نے بھی ایک مختصر سی تقریر میں نومسلمین اور ہمدردانِ اسلام کو اسباب کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ کہ ہم اس وقت بہت تھوڑے ہیں۔ اور بالمقابل غلط فہمیاں پھیلانیوالے اور دشمن بہت زیادہ۔ ایسی حالت میں ہمیں آپس میں ملکر محبت اور اتفاق سے کام کرنا چاہیئے۔ اور جہانتک ہوسکے اسلام کو پھیلانے اور غلط فہمیوں

کی تردید میں ایکدوسرے کی مدد کرنی چاہئیے +

اِس سلسلہ میں سب سے پہلا لیکچر گذشتہ اتوار کو مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے (Postion of Islam among other religions) "دُوسرے مذاہب میں اسلام کا مقام" پر دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰی حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئیوں سے ثابت کیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مذاہب کے موعود ہیں +

مسجد ووکنگ میں اس اتوار کو پروفیسر ہنری لیون ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی نے ایک لسبیط لیکچر اسلام پر دیا +

پیرس میں مسجد کچھ عرصہ ہوا۔ ایک لندنی اخبار کے حوالہ سے ہمنے لکھا تھا۔ کہ پیرس کی مجلس جنگ اپنی مسلمان رعایا کی خدمات کی یادگار میں ایک مسجد وہاں بنوانے والی ہے۔ حال ہی میں ٹائمز نے اس کے متعلق ایک تازہ اطلاع شائع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد جلد ہی اب پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ اور اس کی امامت اور اسمیں قرآن کریم کے درس و تدریس کے لئے مراکو سے کسی مسلمان عالم کا تقرر عمل میں آئیگا۔ اِس دِل خوش کن خبر پر ایک مسلمان حکومت فرانس کے لئے طبعاً شکر گزار ہوگا۔ اگرچہ یہ خوشی مبدل بہ رنج ہو جاتی ہے۔ جب اسی فرانس کا ہاتھ حکومت اسلامیہ کی تباہی میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس قدر خوشی کی بات ہے کہ انگلستان کی طرح فرانس میں بھی اسلام کا ایک مرکز قائم ہو جائیگا۔ جو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا بڑا ذریعہ ہوگا +

یہ الٰہی کام ہیں۔ کہ ایک طرف جب اسلام کا پولیٹیکل طور پر زوال ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے پہلو سے اسکی عظمت کے سامان پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ بتاتا ہے کہ اب اسلام کو اللہ تعالیٰ تبلیغ کے ذریعہ سے ہی ترقی دینا چاہتا ہے۔ اور دوسرے ذرائع اسکے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو بالآخر اسلام کی تمام کھوئی ہوئی عظمتوں کو قائم کرنیکا موجب ہوگا

تاجران بخارہ مسجد ووکنگ میں

کچھ دنوں سے بخارہ کے چند تاجر کچھ تجارتی اسباب لے کر انگلستان آئے ہوئے ہیں ۔ پرانی وضع کے سفید ریش اور دیندار لوگ ہیں ۔ ایک دو ان میں حافظ قرآن اور حاجی بھی ہیں ۔ یہ خود امیر بخارہ کے ملازمین میں سے ہیں ۔ اور دراصل امیر ہی کا مال لیکر بغرض تجارت آئے تھے جسمیں خدا کے فضل سے انہیں بہت بڑی کامیابی ہوئی ۔ خود تو فارسی کے سوائے کوئی زبان نہیں جانتے ہیں لیکن ہندوستان سے ایک ترجمان ساتھ لائے ہوئے ہیں جو زبان کی دقت کو حل کر دیتا ہے +

گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ یہ تمام لوگ جو تعداد میں چھ آدمی ہیں مسجد ووکنگ میں آئے ۔ انگلستان جیسے ملک میں مسجد کو دیکھ کر اور اس میں خدائے واحد کے آگے سربسجود ہو کر انگریز نومسلمین کو سلام علیکم کہتے ہوئے سن کر اور انکے خلوص اسلامی سے واقف ہو کر جو خوشی اور راحت ایک مسلمان کو ہو سکتی اور ہوتی ہے ۔ وہ بھی اس سے بہرہ اندوز ہوئے +

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اگرچہ پڑھ نہ سکتے تھے لیکن اس کی شکل ہی دیکھ کر از حد محظوظ ہوئے ۔ دوپہر کا کھانا یہیں کھایا ۔ تیسرے پہر مکرمی مصطفی خانصاحب کا لیکچر "اسلام کے موعود مذہب" ہونے پر مسجد میں سُنا ۔ اس کا مفہوم مغرب کے بعد ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد المحی صاحب عرب نے زبان فارسی میں انہیں سُنایا ۔ اور اس کے بعد ایک طویل تقریر بزبان فارسی میں ان کے سامنے اشاعت اسلام کی اہمیت پر کی ۔ انہیں بتایا کہ آپ نے اس جگہ دیکھا ہے کہ کس طرح سے دین کی اشاعت کا کام چند مہاجرین وطن کرتے ہیں یہ ہندوستانی لوگ ہیں ۔ جو اشاعت اسلام کا کام یہاں کرنے آئے ہیں ۔ اتنی دور سے محض اس دینی خدمت کے لئے یہ یہاں آکر بیٹھے ہیں ۔ اور کتنی مدت سے یہاں کام کرتے ہیں پھر نومسلمین کو بھی آپنے دیکھا ہے میں عرب ہوں ۔ اور چھ سال سے یہاں مقیم ہوں اور اس کام کی اہمیت کا شاہد عینی ہوں

پس میں آپ کو کہتا ہوں۔ کہ جب آپ واپس جائیں۔ تو امیر صاحب کی خدمت میں یہ تمام کیفیت بیان کریں جو آج آپ نے یہاں دیکھی ہے۔ ان کو بتائیں۔ کہ ہندوستانی مسلمانوں نے یہ کام شروع کر رکھا ہے۔ اور ہزارہا روپیہ وہ اس پر صرف کرتے ہیں میرا پیغام امیر صاحب کو دیں۔ کہ ایک عرب وہاں تھا جس نے یہ پیغام دیا تھا۔ کہ آپ مسلمان ہیں خدا نے آپ کو دولت ریاست اور امارت عطا کی ہے۔ یہ دولت و اموال اور بڑے بڑے خزانے یوں پڑے ہوئے اس دنیا میں بھی کسی فائدہ کا موجب نہیں جب تک امورِ حسنہ پر انہیں صرف نہ کیا جائے۔ بلکہ یوں پڑے پڑے خزانے تو چوروں اور ڈاکوؤں کا شکار بن جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں کس دولت اور خزائن کو بالشویک بخارا سے لے گئے ہیں۔ پس چاہئے کہ ان خزانوں کو مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں صرف کیا جائے۔ انہیں کہئے۔ کہ ایک عرب کا یہ پیغام ہے۔ کہ ان خزائن کا ایک حصہ اس مسجد کو دیں جہاں سے دین حق کی اشاعت ہوتی ہے جہاں سے توحید کا چشمہ مقام تثلیث میں پھوٹا ہے جہاں سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کے ساتھ ایسی نفاست سے طبع ہوا ہے اور ایک عالم میں اسکی اشاعت ہو چکی ہے۔

غرض اسی طرح کی ایک لمبی تقریر میں مولوی عبد المجید صاحب نے مشن کی ضروریات اور فوائد کو ان پر واضح کیا۔ اور مکرر سہ کرر امیر بخارا کو پیغام پہنچانے کے لئے انہیں تاکید کی۔ جس کو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ اور کہا کہ ہم ضرور ان تمام باتوں کو وہاں بیان کرینگے۔ اور تمام حالات کو منکشف کر کے اس مشن کی امداد کی ترغیب دیں گے۔

شام کے بعد یہ تمام لوگ یہاں سے رخصت ہوئے۔ اور جاتے ہوئے مکرم مولوی مصطفٰی خان صاحب کو اپنے ہاں دعوت دے گئے۔ اللہ تعالٰے ان کے دلوں کو اسلام کی خدمت کے لئے کھول دے۔ اور دنیا و آخرت ہر دو کی تجارت ان کے اور سب مسلمانوں کے لئے باعثِ حسنات ہو۔ آمین!!!

(دوست محمد از مسجد ووکنگ انگلستان)

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

انما الصدقات للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم فے الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل - فریضة من الله والله علیم حکیم سورہ توبہ سیپارہ ۱۰ رکوع ۸

آیت مندرجہ بالا نے آٹھ طریق اور مصرف بتلائے ہیں جنمیں ہر قسم کے صدقات اور خیرات خرچ ہونی چاہیئے۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے اور اپنی خیرات وصدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زر صدقات سے ہی طے ہوجاتے مسلمانوں کی قوم۔ ایثار اور خیرات وصدقات میں اب بھی کسی قوم سے پیچھے نہیں۔ صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہوکر قومی کاموں کے لئے وقف ہوجائے تو ہم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہوجائیں۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقر اور مسکینی تو کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہو رہی۔ خود اسلام پر بحیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکینی ہے۔ کہ اس کے مقابل فرداً فرداً کسی فقیر ومسکین کی تلاش ایک بے ضرورت امر ہے۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا۔ جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں۔ کہ فرداً فرداً محتاجوں کا تکفل کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد وپیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ وزکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت ومزدوری کرنے سے بےفکر تو نہیں کر رہی۔ اور اسمیں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے ضروری ہے کہ صاحب زکوٰۃ کو زیادہ تر قومی فقر اور قومی مسکینی کے دور کر دینے کا فکر کریں۔

زکوٰۃ کا ۱/۴ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہیے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قائم کی ہیں۔ ان میں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں مولفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا۔ کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام قریب قریب ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا۔ پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اسطرف توجہ نہیں کرتے چلو وہ جس طرح چاہیں اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام اور نو مسلمین کے تالیف قلوب کے لئے الگ کریں۔ اور اگر وہ اس مال میں سے اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب پر کم از کم ۱/۴ نہیں خرچتے وہ دراصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں +

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالیٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے ووکنگ مشن کے نتائج محتاج تشریح نہیں۔ نہ اسکی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گذشتہ آٹھ سالوں کے اندر ۳۵۰ سے زاید اصحاب دائرہ اسلام میں آچکے ہیں۔ ان نو مسلموں میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ انمیں صاحب قلم بھی ہیں۔ جو تحریر و تقریر سے ابتغاءً لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں۔ یہ امورات مسلمہ ہیں۔ خاص مقام ووکنگ میں جو ہمارا مرکز ہے لوگوں میں ہماری طرف سے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہے۔ لوگ ہماری باتیں سنتے اور ہماری آواز پر کان دھرنے کے مانوس ہو رہے ہیں۔ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اس طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اسلامک ریویو ہزارہا کا بیحد تعداد میں مغربی دنیا میں تقسیم ہو۔ اگر اہل اسلام میں سے فرداً فرداً ہر ایک متنفس کا فرض ہے کہ اشاعت اسلام میں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لے اور امداد کرے

تو پھر گھر بیٹھے ہی ہر ایک بھائی انگلستان میں اشاعت اسلام کا فرض نہایت آسانی سے ادا کر سکتا ہی۔ اگر اپنی زکوٰۃ اپنی خیرات اپنے صدقات ہی کچھ حصہ ہمیں دیا جاوے تو ہم ان کی طرف سے رسالہ اسلامک ریویو انگلستان یا دیگر بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کریں۔ اسکی قیمت اگرچہ صہ سالانہ ہے +

(اسلامک ریویو کی قیمت میں رعایت)

لیکن ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ جو شخص اپنی طرف سے یہ ریویو مفت تقسیم کرائے وہ ہمیں للعہ روپیہ سالانہ قیمت رسالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگر برادران اسلام کچھ تھوڑی سی توجہ بھی اس طرف کریں۔ تو کئی ہزار رسالہ و دیگر اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہو جانا کونسا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کے فضلوں کے منتظر رہیں۔ اور دیکھیں کہ کس قدر تھوڑے سے عرصہ میں حیرت افزا نتائج مرتب ہوتے ہیں ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ہمارے گذشتہ نتائج ہمارے آیندہ نتائج کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ اسلئے برادران اسلام کیخدمت میں التماس ہے۔ کہ اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے کیا اس سے زیادہ حقدار اس زکوٰۃ وصدقات کا کوئی اور مشن ہی۔ اگر ہی تو اس کا نام لو پھر کیوں آپ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا طریق تحریر و تصنیف ہے مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں۔ بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے۔ کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت شائع کیجاویں۔ پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں۔ تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آویں۔ اور ان کے پاس رہکر اسلام سیکھیں +

ضروری نوٹ

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

فلسفۂ اسلام

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری)

مندرجہ بالا موضوع پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلّغ اسلام نے رنگون کالج کے اگزیمینیشن ہال (کمرہ امتحان) میں جناب ڈاکٹر روس صاحب پرنسپل رنگون کالج کی زیر صدارت لیکچر فرمایا + مترجم

(ماخوذ از رنگون میل رنگون)

صاحب صدر نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں ذیل کے کلمات فرمائے :-

"آج دوپہر کے معزز مقرر مسٹر خواجہ کمال الدین صاحب کو جو مسلم دنیا میں عموماً اور انگریزی مسلم دنیا میں خصوصاً ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں آپ سے معرف کرانے میں مجھے از حد مسرت ہے ۔ اور اب میں انکی خدمت میں التماس کرتا ہوں ۔ کہ وہ اپنے لیکچر سے سامعین کو مستفیض فرمائیں" +

اس کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی تقریر شروع فرمائی جو کہ نہایت ہی دلچسپ اور پند ونصائح سے مملو تھی ۔ اور جس کی سامعین نے از حد قدر کی +

ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين ۔ ثم جعلنه نطفة فی قرار مکين ۔ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظماً فکسونا العظم لحماً ثم انشانه خلقاً اخر ط فتبارك الله احسن الخالقين ۔

ترجمہ ۔ اور ہمنے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا ۔ پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا ۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا ۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی ۔ پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی

ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر (آخر) ہم ہی نے اس کو دگویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا۔ تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے۔ جو (سب) بنانیوالوں میں بہتر (بنانیوالا) ہے۔ سورۂ المومنون۔ رکوع ۱۔ آیت ۱۱-۱۴ ۔

آج کے لیکچر کے مجوزین نے جو مضمون تجویز کیا ہے وہ اتنا بسیط اور اسقدر مختلف پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہ اس پر کما حقہٗ کچھ کہنے کے لئے یہ وقت جو مجھے دیا گیا ہے کسی صورت میں کافی نہیں۔ اِس مضمون کی مختلف شاخیں اور خدا کی کتاب یعنے قرآن نے اپنی ہمہ گیر تعلیم میں کسی کو نہیں چھوڑا۔ بہرحال میں اسلامی نکتہ خیال سے دو تین امور پر برعایتِ اختصار روشنی ڈالتا ہوں۔ انسان کی ابتداء اور اس کا انجام یعنی معاد کس چیز سے انسان نکلا اور وہ کونسی منازل ارتقاء ہیں جن میں بلوغیت انسانیت کے مقام تک پہنچنے کیلئے ہمنے گذرنا ہے۔ آیات بالا میں قرآن نے ان امور پر بحث کی ہے۔ انسان جس سے مُراد اس کا جسم ہی نہیں بلکہ رُوح بھی ہے کیونکہ یہ لفظ مجموعۂ جسم و رُوح پر عائد ہوتا ہے۔ سلالہ طین سے نکلا یعنے انسان کا جسم اسکی رُوح اور ان دونوں کے کُل قویٰ جو ہر ارضیہ سے کشید کئے گئے ہیں زمین کی کُل مخفی طاقتیں نطفۂ انسانی میں آ جمع ہوئیں۔ اور اس جوہرِ حیات انسان نے اپنے مزید نشو و نما کے لئے رحمی دُنیا میں جا قیام کیا۔ یہاں یہ بڑھتا بڑھتا تکمیل جسم تک پہنچ گیا۔ بطنِ مادر میں جب ہاتھ کان ناک دل دماغ سب بن گئے۔ تو بلوغت یا ارتقا کی ایک نئی منزل پیدا ہو گئی۔ ثم انشانا ہ خلقاً اٰخر۔ وہ منزل منزلِ ادراک ہے۔ یعنی انسان میں نفسِ مُدرکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بیرونی چیزوں کا احساس و ادراک کرتا ہے۔ یہی چیز اس کے فہم و علم کی بُنیاد ہے۔ انسانیت کی یہ منزل بلوغت ان تمام منازل سے مختلف ہے۔ جو آج کل کے معلومہ نکتۂ آغاز سے اس حد تک نفس انسان نے طے کیں۔ ایتھری ذرّات کا ملکر برقی ذرات پیدا کرنا۔ برقی ذرات

کا ہئی ترکیب پر سالمات میں متشکل ہونا سالمات سے عناصر اور عناصر کا ایک تنظیم (آرگینک) ترکیب میں جوہر حیات حاصل کرنا اور اس حالت سے آہستہ آہستہ چند مدارج کے بعد خانہائے دماغ کا پیدا ہونا۔ الغرض کرۂ ارضی مختلف شکلوں اور استحالوں میں گذرتا ہوا اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ جسم انسانی میں ایک اور خون اور گوشت کے کرہ میں متشکل ہو گیا۔ وہ خون اور گوشت کا کرہ قلب حیوانی ہے۔ مگر ان دو کروں کی کیفیات میں فرق ہے۔ کرۂ ارضی میں جو کچھ بشکل جسمانیات تھا۔ لوہا۔ سونا چاندی اور دیگر معدنیات و فلزات۔ نباتات وغیرہ وہ سب کے سب اس کرۂ لحمی یعنی قلب انسانی میں بشکل ادراکیات آجمع ہوئے ہیں۔ یعنی ان ہی چیزوں نے جو کرۂ ارض میں موجود ہیں اپنی مادی کیفیت چھوڑ کر ذہنی۔ علمی۔ ادراکی کیفیت کو کرۂ لحمی میں آحاصل کیا۔ اور یہاں ان کا نام جذباتِ حیوانیہ۔ ہوائے نفس۔ خیالات ارضیہ ہو گیا۔ جن کو بحیثیت مجموعی مدرکۂ حیوانی کہتے ہیں۔ یہ نفس مدرکہ ہر ایک حیوان اور ایسے ہی انسان میں ہوتا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ مدرکہ حیوانی جس میں کہ جذبات وخواہشات ہی ہوتی ہیں۔ وہ نہ تو کسی تادیب وتہذیب کی اہلیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ نہ کوئی اور ترقی اس کے آگے ہے لیکن مدرکۂ انسانی جو بروقت پیدائش مدرکہ حیوانی سے ملتا جلتا ہے۔ اور نفس انسانی کی اس حالت کا نام قرآن کریم نے نفس امّارہ رکھا ہے۔ اپنے اندر تہذیب تعدیل اور ترقی کی استعداد رکھتا ہے۔ یہی جذبات انسانیہ تربیت پا کر خلق سیرت حسنہ اخلاق فاضلہ خیالات ملیۂ حکیمانہ ذہنیات اور روح بن جاتے ہیں +

اگر فلسفہ اسلام میں انسان کو عالم صغیر کہا گیا ہے۔ تو اسلئے نہیں کہ جس طرح کُل کائنات میں کرۂ ارضی ہے۔ اسی طرح جسم انسانی میں قلب انسانی کرۂ ارضی کی شکل وصورت میں قائم ہے بلکہ اسلئے بھی کہ زمین کے کل جوہر اور قویٰ قلب انسانی میں موجود ہیں فرق یہ ہے کہ وہاں انکی کثیف شکل ہے۔ یعنے وہاں وہ عالم مادیات

میں ہیں یہاں جوہروں نے لطیف شکل اختیار کر لی۔ اور وہی جوہر ادراکیات میں آگئے۔ یہ موقع نہیں کہ میں اس امر خاص پر روشنی ڈالوں صرف مثال کے طور پر اپنے مافی الضمیر کو آپ کے دل تک پہنچانے کے لئے اس طرح کہتا ہوں کہ انسانی اخلاق میں ایک ایسی چیز کا نام ہٹ ہے۔ جو ایک امر مذموم ہے۔ اسکی شکل محمود کا نام استقامت ہے۔ یہ ہٹ اور استقامت عالم ادراکیات میں ان دو چیزوں کے قائمقام ہیں۔ جو عالم مادیات میں چپٹانی کنکر اور فولاد کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی کرۂ ارضی میں کا سونا اگر کرۂ لحمی میں آکر علو ہمتی بن جاتا ہے۔ تو وہاں کی چاندی قلب انسانی میں ملائمت طبع پیدا کر رہی ہے +

الغرض اگر مختلف سالمات اور عناصر مثلاً شورہ۔ کاربن۔ ہائڈروجن آکسیجن۔ فاسفورس۔ کرۂ ارضی میں نباتات۔ معدنیات۔ پھل پھول پیدا کر دیتی ہیں تو یہی چیزیں قلب انسانی میں مختلف جذبات و ہوا و ہوس کا موجب ہو جاتی ہیں جس طرح زمین کے شکم میں مختلف دھاتیں بشکل فلزات ہوتی ہیں۔ جن کو پاک صاف کر کے ہم لوہا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا وغیرہ چیزیں پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح قلب انسانی کے فلزات ہمارے جذبات ہوا و ہوس خواہشات نفس ہیں۔ ان کو پاک و صاف کر کے اور تربیت و تعدیل دیکر مکارم اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ جن سے انسان میں سیرت حسنہ پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی کتاب قرابادین کا اگر ہم مطالعہ کریں تو بعض خوراک اور بعض ادویات کا تعلق بعض اخلاق انسان سے نظر آتا ہے۔ انسان کے جگر کو جذبۂ غصہ سے تعلق ہے جگر کے بے اعتدال ہو جانے پر انسانی طبیعت میں رنج تلخی بات بات پر بگڑنا پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مریض یرقان کی طبیعت میں غصہ بڑھ جاتا ہے اصلاح جگر سے اصلاح مزاج ہو جاتی ہے۔ ادویات تو ہم جگر کو اعتدال پر لانے کے لئے کھاتے ہیں لیکن نتیجتاً جذبۂ غضب بھی کھوئے ہوئے اعتدال کو

واپس لے لیتا ہے۔ عربی زبان نے جگر اور غصہ کے لیے ایک ہی لفظ کبد
تجویز کر کے ایک اشارہ کیا کہ جگر اور غصہ جوہر میں ایک ہیں۔ ایک
مادی شکل میں اور دوسرا ادراکی شکل میں۔ اس نظریہ سے یہ سمجھ آجاتی
ہے۔ کہ جسم و ادراک کا کس قدر ایکدوسرے سے تعلق ہے۔ اچھے یا بُرے
اخلاق و خیالات کا پیدا کرنا کہاں تک جسمانیات اور خوراک سے تعلق
رکھتا ہے۔ انگریزی زبان کی ایک ضرب المثل کہ تندرست دل میں ہی
تندرست دل و دماغ ہوتے ہیں۔ اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ ویدک
اور مسلم اطبّا نے لکھا ہے۔ کہ سیب انگور۔ انار۔ ریشم۔ کستوری۔
سونا۔ چاندی۔ موتی برنگ ادویات استعمال کرنے سے قلب انسانی
کی انبساط و انشراح کا موجب ہوتے ہیں۔ ان ہی سے قلب انسانی کی طاقتیں بڑھ جاتی
ہیں جیسا بھی ہمیں استعداد وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وسعت جسمی ہی جو ادویات مذکورہ بالا
کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انسان کے دل میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام وسعت قلب ہے،
اور پھر یہی وسعت قلب بلند ہمتی شجاعت سخاوت۔ کریم النفسی وغیرہ وغیرہ
اخلاق فاضلہ پیدا کر لیتی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان چیزوں کا ہر ایک کھانیوالا
ان اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ دنیا میں کسی منطقی قضیہ کا عکس لازماً صحیح نہیں ہوتا جن عناصر
سے مذکورہ بالا چیزیں کرۂ ارضی میں پیدا ہوتی ہیں وہ سب کی سب انسان کے جسم
میں بصورت زیادہ تر شکل خون موجود ہوتی ہیں جن کا مرکز جسمی طور سے قلب انسانی ہے۔ ایک مسلم المزاج،
انسان مذہب حقہ پر چلکر قلب سلیم اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ پھر یہی قلب سلیم
کستوری سیب۔ انار۔ انگور۔ کھجور۔ شہد۔ دودھ۔ ریشم۔ یاقوت
وغیرہ کے اجزا سے جو اس کے خون میں موجود ہیں روحانی اور
اخلاقی۔ میوہ جات بنا لیتا ہے۔ یہی مندرجہ بالا چیزیں اس کے قلب
کی دنیا میں برنگ اخلاقیات یعنی بصورت اخلاق فاضلہ۔ روحانیات
پیدا ہو جاتی ہیں۔ عبدالقادر بیدل نے کیا لطیف بات کہی ہے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن آ تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن آ

بطور ایک بات یہاں کہتا ہوں تمہارے مادیت پرست انگریزی خواں بعض مذہبی صداقتوں کے سمجھنے سے قاصر رہکر جھٹ اعتراض پر اُتر آتے ہیں۔ وہ نعماء جنت مندرجہ قرآن یعنی سونا۔ چاندی۔ کستوری۔ ریشم۔ مروارید۔ انگور۔ کھجور۔ انار وغیرہ پر منہ چڑھاتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ جسمانیات میں یہ تو وہی چیزیں ہیں جو قوی قلب انسانی کو مضبوط کرتی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ جنتی زندگی حاصل کرنے کے لئے از روئے تعلیم قرآن جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ قلب سلیم ہے۔ جس کے معنے اخلاق فاضلہ اور روحانیات ہیں۔ یہاں بھی تو قلب سلیم میں سونا۔ چاندی۔ ریشم۔ کستوری بر رنگ اخلاق ہوتے ہیں۔ وہاں کسی مناسبت سے ان کا یہ نام جنت میں پالینا کونسا امر محال ہے۔ رہا یہ کہ انکی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کا اصل علم تو خدا کو ہے لیکن ان اخلاق روحانیات کا جسمانی شکل اختیار کر لینا کونسا مشکل امر ہے۔ اگر جسمانیات ادراکیات و ذہنیات میں منتقل ہو سکتے ہیں جیسے ہم نے بالتشریح اوپر بیان کیا ہے۔ تو ادراکیات و ذہنیات کا پھر جسم اختیار کر لینا کونسا مشکل امر ہے +

یہاں میں یہ تو بیان نہیں کرتا کہ روز ازل ہر روح کی کیا صورت و شکل تھی مگر روئے زمین پر جب وہ آیا تو وہ جسم میں سے نکلا۔ میں جانتا ہوں کہ مختلف مذاہب اور مختلف فلسفوں میں روح کی کیفیات پر مختلف بحثیں موجود ہیں۔ میں از روئے تعلیم قرآن روح سے نفس انسانی کی وہ حالت بالغ مراد لیتا ہوں جس سے اخلاق فاضلہ اور روحانیت پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا روح جسم انسانی میں باہر سے نہیں آئی۔ یہ تو ان ہی نور ذرات کی ایک حالت بالغہ کا نام ہے جس سے زمین و آسمان بنیں (اللہ نور السموات والارض)

یعنی نور سے زمین بنی زمین سے انسان نکلا۔ اور انسان کے قلب میں وہی نور نازل روح
بنکیا کیا شان ربی ہے جس پر کل لوگ ہنستے تھے اسی پر سائنس نے مہر صداقت لگا دی
سائنس نے آج تسلیم کرلیا کہ کل مظاہر کائنات اپنی ابتدائی شکل میں نوری ذرات تھے +
جس طرح آسمان سے اُترا ہوا پانی مردہ زمین کو حرکت دے کر اسکی قوی مخفیہ کو
مختلف شکلوں میں پیدا کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل کی مردہ زمین
روحانی بارش کی محتاج ہوتی ہے جو اسکی چھپی ہوئی طاقتوں کو باہر لاوے۔ زمین
کی طاقتیں کیفیت جسم اپنے اندر رکھتی تھیں۔ اسلئے جو پانی ان کے لئے آسمان
سے اُترا اُس نے مادی شکل اختیار کی۔ لیکن قوی قلب کو ادراک وعلم سے تعلق ہے
اسلئے ان کے تحرک کے لئے جو ماءالحیات آئے۔ اسکی شکل بھی علمی اور ادراکی ہونی چاہئے
چنانچہ یہ بارش وہ علم انسانی ہے جو سب اول الہام ربانی کی شکل میں آسمان سے نازل ہوا
جس پر علماء ربانی اور فضلاء زمانہ کی تحقیق وتدقیق اور غور وفکر نے مفید ازدیں
کیں۔ جس طرح جسم کی زندگی اور پرورش کے لئے آسمان سے پانی کے قطرے اُترے۔ اسیطرح
انسان کی ادراکی زندگی کے لئے فطرت علم برنگ الہام آسمان سے نازل ہوئے +

اسلامی نکتہ خیال سے مذہب اسلام اسلئے نہیں آیا کہ ہمیں چند ایک اعتقادات
وایمانیات اور ایسی چند وہمی باتیں تحکمانہ طور سے سکھلائے جن کے ماننے پر ہماری
نجات کا حصر ہو۔ مذہب انسان کو قوانین اور شرائط عطا کرتا ہے۔ جس کے حدود
میں وہ اپنی جسمانیات کی تربیت کرے۔ مذہب کی ہدایات کے ماتحت ہم کھانے پینے کی
چیزیں تجویز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اثر ہماری صحت جسم و اخلاق پر پڑتا ہے۔
پھر مذہب ہمارے معاملات دنیوی ہمارے تعلقات مجلسی اور منزلی کے قواعد مرتب
کرتا ہے۔ کیونکہ یہی باتیں ہمارے جذبات اور خواہشات نفس کی اصلاح کرکے ہم میں
عمدہ اخلاق روحانیات پیدا کرتی ہیں۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اخلاق
انسانی پر خوراک کا اثر ہوتا ہے۔ اسکے ضمن میں ایک اور بات کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم ہوچکا
ہے کہ کل جانور اور ایسے ہی انسان کے اجسام میں ایک ہی قسم کے اجزا ترکیب پاتے ہیں

سؤر کتا۔ بکری مرغ کے اجزاء جسمی ایک ہی ہیں۔ صرف یہ اجزاء مختلف مقدار پر مختلف جانوروں میں ترکیب پاتے ہیں۔ اس اختلاف مقدار سے اختلاف شکل پیدا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ اختلاف جذبات حیوانات ہے بالفاظ دیگر اس اختلاف مقدار سے جو گوشت و پوست سؤر میں پیدا ہوتا ہے وہ بکرے کے گوشت پوست سے کیفیات جسمی میں الگ ہوتا ہے۔ یہ اختلافات جسمی مختلف حیوانات کے مختلف جذبات کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی سے مختلف مدرکات حیوانات پیدا ہوتے ہیں۔ جسم انسانی بھی ان ہی اجزا سے بنتا ہے لیکن اختلاف مقدار اجزاء نے انسانی گوشت اور اس کے جذبات کو حیوانات سے مختلف پیدا کیا۔ اب اگر خاص مقدار اجزاء کسی جانور میں خاص قسم کا گوشت پیدا کر کے خاص جذبات کا مولد ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس جانور کا گوشت انسانی جسم میں چلا جائے۔ اس جانور کی مخصوصہ مقدار اجزاء کو انسانی جسم میں بڑھا کر اس جانور کے اخلاق کو ساتھ ہی انسانی جسم میں منتقل کر دیگی۔ لہٰذا ہم غلطی نہیں کرتے۔ اگر لحم خنزیر کو دسترخوان پر نہیں لاتے ہمیں خطرہ ہے کہ ہم خنزیر کے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کر لیں گے +

اب میں پھر اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر ہمارے جذبات گوشت و پوست سے نکلتے ہیں۔ تو پھر انکی تہذیب و تکمیل کا کیا سامان ہونا چاہئے۔ ہم ان جذبات کو مار نہیں سکتے۔ یہ جسم کے ساتھ زندہ رہینگے لہٰذا جن مذاہب اور فلسفوں نے جذبات کے کلیتہً ذبح کرنے میں تکمیل نفس سمجھا ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسی لئے رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ نہ جذبات کشی و نفس کشیوں کی سفارش کی ہے۔ ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہم ان جذبات ردیہ کو دبانے کی بجائے انکو تہذیب میں لے آئیں اسلام میں جذبات کے مارنے کا نام اصلاح جذبات ہے۔ یہ جذبات انسان کے پیدا کردہ نہیں۔ یہ تو عطیہ ربی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ جذبات ادنے قسم کے ہوتے ہیں

اور شان انسانیت کے بھی شایاں ہیں لیکن یہی جذبات حیوانیہ آئندہ تعمیر و ترتیب اخلاق میں مواد و مصالح کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً ایک خاص قسم کے جذبہ کا نام تم نے شہوت جسم رکھا ہوا ہے۔ تم بیشک اسے نفرت سے دیکھو لیکن اس پاک جذبہ کی بھی تشریح و تفریق کرلو جس کا نام تم نے پاک محبت رکھا ہوا ہے لیکن ایک ادنےٰ حیوان بھی اپنے بچوں سے محبت ظاہر کرتا ہے۔ بہرحال اس پاک محبت کی جڑھ تک چلے جاؤ کہ یہ کہاں سے آئی تو تمہیں اسکی تہ میں وہی شہوت حیوانیہ نظر میں آئیگی وہی جذبہ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ پاک وصاف ہوتا ہؤا محبتِ الٓہیہ میں منتقل ہوگیا۔ رسم شادی اس امر کی ایک نہایت عمدہ تشریح ہے کہ کس طریق پر ایک جوش حیوانی آخر کار پاک جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ حیوانی چیز رُوحانیت کے بلند سے بلند مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ زوجیت و شادی کی وجہ اول تو تسکین حیوانیت ہوتی ہے۔ لیکن منشاء ایزدی جو نکاح سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ تسکین نہیں بلکہ اس سے ان اخلاق فاضلہ مثلاً محبت شفقت۔ رحم وغیرہ کے جذبات کو جگانا اور پرورش کرنا ہے۔ قرآن کریم نے غرض شادی کو کیسے پیارے ذیل کے الفاظ میں لکھا۔ وجعل بینکم مودۃً و رحمۃً۔ ہم نے مرد اور عورت باہمی مودت اور رحمت کے لئے پیدا کئے۔ جو لوگ غیر متاہل رہتے ہیں۔ وہ بھی ان جذبات سے خالی نہیں ہوتے لیکن ان اخلاق کریمانہ کے طبعی طریق پر پیدا کرنے کے وسائل سے محروم رہجاتے ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعت میں عموماً چڑچڑاپن اور تنک مزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مزاج کے افراد عموماً یورپ نے صنف ضعیفہ میں کثرت سے پیدا کئے ہیں یعنی وہی عورتیں جو ساری عمر بے نکاح رہتی ہیں۔ انسان شادی کرکے اپنے اردگرد ایک کنبہ پیدا کرلیتا ہے بی بی بال بچے۔ بہن۔ بھائی۔ ماں۔ باپ یہ سب کے سب ملجلکر ہم میں سیرتِ حسنہ پیدا کرنے کا موجب ہوجاتے ہیں۔ ہمارے تیز جذبات کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ نرم دلی لُطف کرم۔ محبت۔ مُروّت۔ مواسات کو عمل میں لانے کے موقعہ پیدا کر دیتے ہیں

انسان کسی غیر کے بچے کی لغو حرکت یا بیہودگی پر ناراض ہو سکتا ہے لیکن وہی بیہودگیاں اس کے اردگرد گھر میں ہوتی رہتی ہیں۔ ناراض ہونا درکنار بعض وقت ان پر ہنس دیتا ہے بہت سی خلافِ طبع باتوں پر اسے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ بہت سی نرم گرم باتیں اسے سننی پڑتی ہیں۔ لیکن ان سب کے مقابل اُسے محبت ہی ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ جن باتوں کی عشر عشیر کی برداشت اُسے غیر سے نہیں ہوتی۔ اپنے عیال میں وہ ان سب باتوں کو شیر مادر سمجھ لیتا ہے پھر سر کے پسینہ سے کمائے ہوئے روپیہ کو وہ اہل وعیال کے نظر کر دیتا ہے خود غرضی کو چھوڑنے اور ایثار نفس کا پہلا سبق اُسے اِس طرح دائرہ عیال میں ملتا ہے۔ الغرض انسان کا کنبہ ایک اخلاقی مکتب ہے۔ جہاں جذبات حیوانیہ آہستہ آہستہ نرم ہوتے ہوئے آخر کار انسان کے سینہ میں اس چھوٹے سے چھوٹے شعلہ محبت الٰہیہ کو مشتعل کر دیتے ہیں جو ہر انسان میں موجود ہے یہی وہ مقام ہے جہاں انسان مظہر الٰہیت کا جامہ پہن کر خدا کا اوتار سمجھا جاتا ہے الغرض کنبہ کی چار دیواری میں نہایت آسانی سے انسان کا نفس مدرکہ شخصی کے رنگ کو چھوڑ کر مدرکہ اہلی کا لباس پہن لیتا ہے +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے چلنے سے پہلے میں اِن اصطلاحات کی تشریح کردوں۔ مدرکہ سے مُراد ضروریاتِ لاحقہ کا احساس اور ان کا تہیہ ہے بالفرض انسان کو بھوک لگتی ہے۔ اس بھوک کے دفعیہ کے لئے وہ روٹی کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اور ان وسائل پر غور کرتا ہے جس سے روٹی میسر آئیگی پھر ان وسائل کو عمل میں لاتا ہے۔ یہ سب کے سب باتیں نفس مدرکہ کی کیفیات مختلفہ ہیں۔ جس وقت ایک انسان یہ سب کے سب امور محض اپنی ذاتی ضروریات کیلئے کرتا ہے تو اُسے اصطلاح میں مدرکہ شخصی کہتے ہیں لیکن جب وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات قرار دیتا ہے تو حسب حالات مدرکہ شخصی وسیع ہونے لگتا ہے مثلاً شادی کرنے سے انسان اہل وعیال کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم

جانتا ہے۔ تو اس کا نفس مدرکہ مدرکہ شخصی نہیں بلکہ مدرکہ اہلی ہو جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ انسان قومی اور ملکی ضروریات کو اپنی ضروریات کی طرح محسوس کرنے لگتا ہے۔ اسے مدرکہ قومی وملکی کہتے ہیں۔ اسی کا دوسرا نام حب قوم و حب وطن ہے لیکن بدقسمتی سے جس کی بداستعمالی دنیا میں مختلف جنگوں کا موجب ہوئی اس سے قومی جنگ ہوتے ہیں۔ اس قسم کی بداستعمالی کا علاج ایک ہی ہے۔ جو قرآن نے تجویز کی ہے۔ ہم اس مدرکہ قومی یا حب قومی کو مدرکہ انسانی اور حب انسانی میں منتقل کردیں۔ ہم ہر ایک انسان کے لئے خواہ کسی قوم و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔ اس قسم کا احساس اپنے نفس میں پیدا کریں جیسا احساس اپنی قوم یا اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں لیکن رفعت مدرکہ کی یہ آخری منزل نہیں اسکی کامل وسعت کا مقام آگے ہے جہاں پہنچکر نفس انسانی ہر مخلوق کی ضروریات کو اپنی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت مدرکہ انسانی کا نام مدرکہ کونی ہوجاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان کا قدم خدا کے قدم میں ہوتا ہے۔ وہ خدا کے ساتھ عجز وانکسار سے چلتا ہے۔ یہی وہ انسان ہے جو خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ یعنے اس اللہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ جو رب العالمین ہے جو ہر مخلوق کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ اور رفع کرتا ہے صبات کی بھی حقیقت یہی ہے۔ کہ کیوں ایک مسلمان اپنی نماز کے شروع میں الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے۔ وہ اس خدا کی عبادت کرتا ہے جس کا نام رب العالمین ہے۔ اور حقیقت عبادت یہ ہے کہ ہمیں رنگ رب العالمین ہوجائے۔ اسی مقام پر آکر تکمیل نفس ہوجاتی ہے معراج انسانی کی یہی منزل ہے۔ اور اسکے آگے سلوک کا کوئی درجہ نہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ مقام عالی اس ردی چیز سے نکلا ہے جس کو تم شہوت نفس کہتے ہو۔ جن کا نام تم نے ادنے جذبات رکھا ہوا ہے۔ وہی ان چیزوں کے ماں باپ ہیں جسے تم اخلاق کریمانہ اور سیرت حسنہ کہتے ہو اسلئے یہ امر یاد رکھو کہ تم ان جذبات حیوانیہ کو مار نہیں سکتے۔ ان کو تعدیل و تہذیب میں لے آؤ۔ اس لئے قرآن نے کہا ہے۔ و نفس وما سواھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام

نے رہبانیت کی ممانعت کردی۔ الغرض جس کا نام تم نے روحانیت رکھا ہوا ہے وہ جذباتِ ردیّہ کی رفعت و بلوغت کا مقام ہے۔ الہام آلہی کا بھی مقصد یہی ہے کہ انسان کو آخری کنارۂ حیوانیت سے اٹھا کر جہاں وہ ہر وقت پیدائش ہوتا ہے۔ آستانِ الوہیت پر پہنچا دیں۔ اور اس شعلۂ نور کو جس سے روز ازل کو ہماری پیدائش ہوئی تھی اپنی اصلی حالت میں لے آئے۔ یہ نور ربانی ہر ایک فطرت میں چھپا ہوا موجود ہے۔ جسے مذہب روشن کرنے آتا ہے۔ اسی کے چمکنے پر ہم بارگاہ الوہیت کی دہلیز پر جا کھڑے ہو جاتے ہیں اور لازوال زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ اور حسب استعداد دیدارِ خداوندی سے فیضیاب ہوتے ہیں اِس مقام پر پہنچے ہوئے اِنسان سے بعض دفعہ افعال خداوندی سرزد ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک مجہول الِنسان انہیں خدا بنا لیتا ہے۔ لیکن یہ تو کمال انسانی کی وہ منزل ہے جہاں ابراہیم۔ اسمعیل۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ اور بعض کے نزدیک رامچندر اور کرشنا نظر آتے ہیں۔ یہ عظیم الشان لوگ اِن الہامات کے علاوہ جو خدا نے انکی ہدایت کے لئے اُنہیں ہیں اپنے سُنن اور حالات ہماری ہدایت کے لئے چھوڑ گئے ؂

بہشت و دوزخ کا اسلامی مفہوم

یہ روحانی حالت جو میں نے اوپر بیان کی ہے بروئے تعلیم قرآن ہر انسان میں پیدا ہو جانی چاہئے جو وارث فردوس ہونا چاہتا ہے۔ اسلئے بروئے تعلیم قرآن یہ حالت بعض میں اسی جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کی زندگی کو بعد الموت جو مقام حاصل ہوتا ہے قرآن نے اس مقام کا نام جنت رکھا ہے۔ انگریزی میں جو اس لفظ کا مترادف پیراڈائیز یا ہیون ہے۔ ان لفظوں میں یا دنیا جہان کی کسی زبان کے مترادف لفظ میں اسکی کیفیت کا مفہوم نہیں ہوتا جو لفظ جنت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ جنت کے لغوی معنی ہی ہمیں جنت کی حقیقت سے آگاہ کر دیتے ہیں جس حقیقت کا نقشہ مخالف مجاہل زمانہ نے بدترین رنگ میں کھینچا ہے لفظ جنت کے دو معنے ہیں۔ اول جو چیز چھپی ہوئی ہو کسی کو نظر نہ آوے۔ اسکے دوسرے معنے کسی چیز کا بالغ ہو جانا۔ اس کے جوہروں کا باہر آجانا یا بیج کا کامل و مکمل باغ ہو جانا اور اسکے ہر ایک جوہر

کا پورا نشو ونما پالینا ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کائنات کا ہر ایک ذرہ ہر ایک سالمات ہر ایک عنصر الغرض مادے کی ہر ایک نوعیت کی ایک شکل بذات خود ایک جنت نہیں وہ کونسی چیز ہے۔ جسمیں ہزار در ہزار جوہر مخفیہ ہیں لیکن ان ہی کی مناسب آبیاری کیجائے ان میں سے کیا کچھ نکل آتا ہے۔ تمہارے ارد گرد جو سیاہ مٹی کے ڈھیلے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ایک عقلمند باغبان کچھ عرصہ کیلئے محنت کرے تو یہی ایک عمدہ بوستان اور گلزار بن جاتے ہیں جنمیں طرح طرح کے درخت بیلیں۔ بوٹے۔ پھل پھول نظر آنے لگتے ہیں۔ اب یہ جنت کا نمونہ باغ ایک وقت تو مٹی کے ڈھیلے ہی تھے۔ لیکن لفظ جنت کا اطلاق اس وقت بھی ان پر ہو سکتا تھا۔ یعنی اس وقت انمیں یہ سب خوبصورتی چھپی ہوئی تھی۔ جو جنت کے پہلے معنی ہیں اب وہ ظاہر ہو گئی۔ اور اس طرح دوسرے معنوں میں جنت بنگئی۔ اس مثال کے بعد قرآنی مفہوم جنت کا شاید مشکل نہ ہوگا ہر ایک انسان کے اندر جنت ہے۔ اس کے اندر ہزارہا قسم کی استعدادیں اور بے انداز قابلیتیں موجود ہیں۔ ان قوی سربستہ نے ایک دن کھلنا ہے۔ انھوں نے اپنے کمال بلوغت کو دیکھنا ہے۔ ان بالقوی چیزوں کو بالفعل ہو جانا ہے۔ قرآن نے مذہب والہام کا بھی مقصد یہی بتلایا۔ اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون۔ یعنے الہام آلہیہ اور ایمان لانیوالے لوگ اپنے رب کی طرف سے ایک راستہ پر قائم ہو جاتے ہیں۔ جو ان کے رب سے انہیں ملا ہے۔ جس پر چلکر وہ فلاح پالیتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ فلاح کے معنے کسی چیز کے اندر کسی اور چھپی ہوئی چیز کو باہر لانا ہے وحی الٰہی نازل ہو کر انسان کو چند ایسی راہیں بتلا دیتی ہے۔ جس پر چلکر اس کی چھپی ہوئی طاقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں انسانی جوہروں میں سے کچھ تو اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن باقی جوہر کل کے کل بعد الموت دُنیا میں ظاہر ہونگے۔ یہ دنیا درصل تیاری کی دنیا ہے۔ ان جوہروں پر اس دنیا کے کچھ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس زمین پر آکر جوہر انسانی سے حجابوں کو اُتار کر اُسے آئندہ ترقی

کے قابل بنا دیتا ہے۔ یہ اسکی جنتی زندگی ہوگی چونکہ اسلامی جنت ترقی کا مقام ہے۔ لہٰذا اگر ایک انسان اپنی روح کو دنیوی حجابوں سے اس دنیا میں پاک صاف کرے۔ تو اسے جنت کا پروانہ مل جائیگا۔ لیکن اگر ایک انسان اپنے قوئ میں آیندہ ترقی کی استعداد پیدا کرنے کے بغیر یہاں سے رخصت ہو یا ان قوئ کو ہی بگاڑے اور انکی تباہ شدہ حالت میں مرے تو لازماً وہ فردوس بریں میں قدم رکھنے کے قابل نہیں اسے کہیں اور جگہ جا کر اپنی بگڑی ہوئی صورت کو درست کرنا ہے۔ جن آلائشوں میں اس نے جوہر انسانی کو ڈالدیا ہے وہ جب تک دور نہ ہوں تو آئندہ ترقی کیسی ممکن ہے۔ الغرض جنت میں قدم دھرنے سے پہلے جہاں انسان کو مذکورہ بالا پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جانا ہے۔ اسی کا نام اسلام نے دوزخ رکھا۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے دو لفظوں میں ادا کردیا۔ قد افلح من زکّٰها و قد خاب من دسّٰها وہی آئندہ پھلے پھولیگا جو (اپنے جوہر روح کو آلائشوں سے) پاک صاف کرے۔ اور وہی ناکام رہیگا جس نے اپنی قوتوں کو دبا دیا۔ الغرض جو انسان کی دوزخ اور بہشت کا باعث ہے۔ وہ انسان کے اندر ہے یعنی وہ قلب انسان ہے۔ اگر ہم اس کے مخفی جوہروں کو جس کا تعلق نفس مدرکہ سے ہے کامل نشو و نما دیں۔ اور قلب انسان کو باصطلاح قرآن قلب سلیم بنالے یعنی انسان کا دل جو وقت ہر قسم کے غل و غش سے پاک ہو جائے۔ اور ہر ایک قسم کے جذبات نفس ٹھنڈے ہو جائیں۔ تو ہم اسی دنیا میں اپنی جنت شروع کر لیتے ہیں لیکن اگر ہمارے مخفی جوہر دنیوی خس و خاشاک کے نیچے دب جائیں۔ اور ان پر آلائشوں کا کوڑا کرکٹ ڈھیروں کے ڈھیر جمع ہو جائے تو جس طرح جنگلوں میں خود بخود آگ لگ کر زمین کو فالتو چیزوں سے پاک کر دیتی ہے۔ اسیطرح قلب انسانی بھی موت کے بعد اس خس و خاشاک سے الگ ہونے کے لئے ایک آگ بھڑکائیگا۔ جو اس موادِ ردیّہ کو جلا دے۔ چنانچہ قرآن کے حکیمانہ الفاظ نے نار جہنم کو اسیطرح تعبیر کیا۔

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ ۔ یہ خدا کی آگ انسانی دل پر سے بھڑکتی ہے +

اسلامی بہشت و دوزخ کی یہ ایک مجمل کیفیت ہے ۔ اس کی اصلی حقیقت و کیفیت کو سمجھنا انسانی دل و دماغ سے باہر ہے ۔ عذاب جہنم یا نعماء جنت کو اس جگہ کما حقہ سمجھ لینا متعقل تصور انسانی میں لانا ایک امر مشکل ہے ۔ اور ایسا ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا ۔ کیا ایک نابالغ بچہ ہزار ہزار تشریحات سے بھی لذت تعلقات زناشوئی سے واقف ہو سکتا ہے ۔ ایک شخص جس کے کان تال سُر سے آشنا ہی نہیں وہ موسیقی کی خوبیوں کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے ایک معمولی عقل اور ناتراشیدہ دماغی کیفیات کا انسان کسی شہر کی خوبصورتیوں کی کیا داد دے سکتا ہے ۔ اب اگر یہ ساری باتیں محالات سے ہیں تو پھر آنحضرتؐ نے صحیح طور پر فرمایا ہے کہ بہشت میں وہ چیزیں ہیں کہ جسے انسانی آنکھ نے نہ دیکھا نہ انسانی کان نے سُنا نہ وہ کسی متعقل تصور میں آسکتی ہیں ۔ قرآن کریم بھی یوں ہی فرماتا ہے ۔ وبرزت الجحیم للغاوین ۔ اور ان خطاکاروں کے آگے دوزخ کھول دیجائیگی جو کچھ مختلف کتب ہائے مقدسہ میں بہشت و دوزخ کے متعلق لکھا ہے وہ دراصل تشبیہات و تمثیلات میں جیسے کہ قرآن بھی اشارہ فرماتا ہے واتوا بہ متشابہاً لیکن میں یہ علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ بہشت و دوزخ کی بہتر و بہترین تشریح جو ادراک انسانی میں آسکتی ہے وہ قرآن و حدیث میں موجود ہے +

الغرض انبساط خوشی راحت آسائش آرام کے خزانے کے خزانے بعد الموت زندگی میں ہمارے لئے موجود ہونگے ۔ اگر ہم قویٰ کی اصلاح کریں لیکن جن چیزوں سے ہماری محبت کے تعلقات ہیں مثلاً اہل و عیال ماں باپ بیوی بچے دوست ان اپنے پیاروں کے سوا اگر اس دنیا کی زندگی حرام ہو جاتی ہے تو وہاں جب کہ احساس و ادراک تیز ہونگے ان کے سوا زندگی اور بھی تلخ ہو جائیگی مگر ہمیں قرآن یقین دلاتا ہے کہ ہم اور ہمارے متعلقین سب کے سب پاک صاف ہو کر بہشت میں داخل ہونگے ۔ ہمدرد

ازواجھم فی ظلال علی الارائک متکئون۔ وہ اور انکی بیبیاں سایہ تلے بلند نشستگاہوں میں ہونگے۔ اس جگہ میں بیہودہ اعتراض کو بھی دور کردیتا ہوں کہتے ہیں کہ ہم مسلمان عورت میں روح کا ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ ان نادانوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ بہشتی زندگی ایک روحانی زندگانی ہے ایک ترقی یافتہ روح ہی جنت میں داخل ہوگی۔ جب بروے تعلیم قرآن عورتیں بھی بہشت میں جاوینگی تو عورتوں کا روح ہونا مسلم ہوگیا۔ پھر قرآن کریم نے موقع بموقع جہاں اخلاقی روحانی ترقیات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں مرد۔ عورت کا یکساں ذکر ہے۔ ازواج مطہرۃ یعنے ہم اور ہماری بیبیاں ہر قسم کے جذبات سے پاک صاف ہوکر خدا کے بہشت میں داخل ہونگے۔ جنتی درختوں کے سایہ تلے ہم اور ہمارے ازواج ہونگے ہماری بیبیاں ہماری حوریں ہمارے بچے ہمارے غلمان ہاں انکے علاوہ بھی جو خدا چاہے عطا کریگا۔ بعض کا خیال ہے جنتی زندگی از قسم جسمانیات ہوگی۔ یہ امر کونسا مشکل ہے جب جسمی چیزیں اوراکی چیزیں ہوجاتی ہیں۔ اور ان ہی امور روحانیات پیدا ہوتے ہیں بعض فلسفیوں کے نزدیک اعصاب دماغی باریک ولطیف ہوتے ہوتے خیالات بن جاتے ہیں۔ یعنی اگر جسم ادراکیات وروحانیات میں منتقل ہوسکتا ہے تو امور روحانی کا لباس جسمی اختیار کرلینا کونسی بڑی بات ہے۔

بہرحال یہ امر ظاہر ہے کہ بہشت و دوزخ دونوں کا ذمہ وار قلب انسانی ہے مقام و حدود جنت کے متعلق کچھ کہنا بھی ضروری نہیں لیکن اگر کرۂ ارضی جیسی بڑی بھاری چیز اپنی کل قوتوں کو لئے ہوئے قلب انسانی کے کرۂ لحمی میں متشکل ہوسکتی ہے تو کیفیات قلب انسانی کا زمین وآسمان کو اپنے حدود میں لے آنا کونسی بڑی بات ہے قرآن نے صحیح طور پر کہا ہے کہ جنت کے حدود زمین وآسمان تک پھیلے ہوئے ہیں بعض بیہودہ دشمنان اسلام نے جنت قرآن پر نہایت غلیظ حرف گیری کی ہے۔ جس کا بہترین جواب حقارت آمیز خاموشی ہونی چاہئے۔ پست فطرت لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حیات بعد الموت میں نسل انسانی کی افزائش نہیں ہوتی یعنی کوئی اور مزید اولاد پیدا

نہیں ہوتی تو پھر مرد و عورت میں جسمی تعلقات کے معنی کیا ہیں۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ انسان کس طرح اس لازوال راحتی مقام تک پہنچے۔ اسلامی نکتۂ خیال سے میں اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ نفس انسانی میں زمین کی کُل قوتیں جذبات و خواہشات کی شکل میں آ جمع ہوئے ہیں انہیں نفرت و حقارت سے نہ دیکھنا چاہئیے۔ اسی سے علم و عمل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی جذبات ہم میں بعض ضروریات اور خواہشات پیدا کر دیتے ہیں جن کے اسباب و نتیجہ کے تلاش میں ہمارا علم بڑھ جاتا ہے پھر دریافت اسباب پر ان کے حصول کی کوشش ہماری عملی قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ ان جذبات ارضیہ کو ہم دو موٹے عنوان کے نیچے لاتے ہیں۔ غصہ اور شہوات یعنی لوبھ اور کرودھ۔ ہر منتظم جسمانی وجود میں ایک قوت مدبرہ کام کرتی ہے وہ مفید چیزوں کو لے لیتی ہے اور غیر مفید چیزوں سے پرہیز کر لیتی ہے جسم حیوانی میں یہ باتیں ان دو جذبات سے ہوتی ہیں۔ ان کے مشترک عمل سے ہم میں احساس ذاتی پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت ہم بعض چیزوں کو اپنا اور بعض چیزوں کو دوسرے کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہم میں میرے اور تیرے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ جو کچھ اسباب تمدن و راحت ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں۔ یہ سب چیزوں کو میرا بنانیکی خواہش نے پیدا کیا۔ یہ خواہش گویا خواہش زندگی اسی سے ہم میں خواہش ملکیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اس میرا۔ اور تیرا کی خواہش پر لاکھ منہ چڑھائے لیکن جب تک خواہش ملکیت انسانی عمل و حرکت کی موجب ہے۔ اس میرا اور تیرا کو ہم نہیں گنوا سکتے۔ بالشوزم بھی اس خواہش کو نہیں مار سکتا۔ یہ تو عطیہ فطرت ہے۔ اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے امور عالیہ پیدا ہوتے ہیں۔ کم سن بچوں کو دیکھو۔ ان میں یہ جذبہ میرا کسقدر مضبوط ہوتا ہے۔ بچہ کسی چیز کو دیکھے اسے اپنی ہی سمجھتا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ بات مجھ سے سُن رکھو کہ جس بچہ میں یہ جذبہ زبردست ظاہر ہو اگر اُسے اچھی تربیت اور عمدہ مواقعے ملگئے تو وہ بچہ قوم کا سرکردہ ہوگا۔ الغرض

یہ جذبہ میرا عطیہ ربی ہے۔ اور اسی کا ظہور نفس انسانی کی پہلی شکل میں ہوا۔ اسی جذبہ کی تہذیب و تادیب کرنی ہے۔ انسانوں میں بعض افراد بالکل حیوان مزاج ہوتے ہیں جس وقت انہیں کوئی خواہش پیدا ہو یا کوئی جذبہ بھڑک اُٹھے تو نفس ضرورت کیلئے جو بھی پہلی چیز ان کے راستہ میں آجائے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ایک گائے بھوک کے وقت اس بات کو نہیں سوچتی۔ کہ جس گھاس کی طرف وہ دوڑ رہی ہے اس کے کھانے کا حق اُسے حاصل ہے یا نہیں۔ اسے ہم مُدرکۂ حیوانی کہتے ہیں لیکن جس وقت انسان میں دوسرے کے حقوق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ میری اور تیری میں تمیز کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت نفس انسانی میں جو احساس پیدا ہو جاتا ہے اُسے ہم مُدرکۂ شخصی کہتے ہیں۔ انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اس سے سوسائٹی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کوئی سوشل رشتے انسانوں میں قائم نہیں ہو سکتے جب تک میرے اور تیرے کی عزّت نہ کیجائے جس کا نام دنیا نے اخلاق رکھا ہوا ہے۔ اسکی پہلی منزل اس میرے اور تیرے کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسانی سوسائٹی اس وقت عملی شکل اختیار کر لیتی ہے جب حقوق غیر کی عزت ہونے لگتی ہے اس عزّت و لحاظ کے قائم رکھنے کیلئے کل قوانین بنائے جاتے ہیں۔ جناب موسیٰ کو شریعت کے دس احکام اس خاطر دیئے گئے تھے۔ نفس انسانی کی بلوغت و ترقی کی یہ دوسری منزل ہے۔ اس وقت وہی جذبات ردّیہ اخلاق بنجاتے ہیں۔ جب ہم دوسرے کے مقبوضات و ملکیت کو دوسرے کا سمجھتے ہیں الغرض اس میرے اور تیرے سے جو حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ ان ہی کے لحاظ اور قیام کیلئے قوانین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنہیں بعض وقت کوئی انسان یا چند انسان مثلاً بادشاہ وقت یا مجلس واضعان قوانین بناتے ہیں۔ یا بعض وقت یہی قوانین بشکل شریعت مذہب لاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے قوانین نافذ الوقت کی عزت کی خواہ وہ انسان سے ہو یا خدا سے +

یہی احساس ذاتی یا بُدھ کہ شخصی اِنسانی سوسائٹی میں بہت سی تکالیف کا موجب ہؤا اسی سے دغا فریب چوری ۔ ڈکیتی ۔ رہزنی پیدا ہوتی ہے ۔ یہ تمام مذموم افعال اُن ناجائز کوششوں کا نام ہیں ۔ جن کے ذریعہ ہم دوسروں کی چیز کو بلا کسی استحقاق کے اپنا بنانا چاہتے ہیں ۔ یہ عدالتوں کے مقدمات یہ باہمی تنازعات یہ لین دین کے جھگڑے سب میرے ۔ تیرے کی شکلیں ہیں یعنی وہی میرا اور تیرا جو حسب تشریح بالا علم وعمل اور تدوین اخلاق کا موجب ہؤا وہی ان تمام مصائب کو انسانی سوسائٹی میں لے آتا ہے ۔ الغرض اس میرے اور تیرے کے امور کو سمجھنا اور ان کو صحیح مقام دینا ہر مذہب وسوسائٹی کا فرض اولین ہے اس معاملہ میں مشرقی اور مغربی مزاج بالکل مختلف واقع ہوا ہے ۔ ایک ہندو یا بُدھ مذہب میرے کو تیرے پر قربان کرنے کے لئے آٹھوں پہر طیار رہیگا ۔ لیکن ایک مغربی تیرے کی کم پروا کریگا ۔ اگر میرا معرض نقصان میں ہو ان دو متضاد مزاجوں نے دو طرح کے حالات ۔ خیالات ۔ اعمال مختلفہ پیدا کر کے یورپ اور ایشیاء کی تاریخ کو اُلٹ دیا +

یہ دو قسم کے مزاج تاہم حسن وقبح سے خالی نہیں ۔ میرے کی قربانی دراصل قربانی نفس ہے ۔ اس سے نفس کشی یا نے نفسی کے جوہر انسان میں پیدا ہو کر انسان کے اندرونی دوزخ کو بہشت بنا دیتے ہیں لیکن یہی تعلیم کہ سب تیرا ہے میرا کچھ نہیں بعض انسانوں کو سست نکما فل کاروبار سے لاپرواہ بنا دیتی ہے ۔ اس فلسفہ سے آہستہ آہستہ قوت عمل مر کر انسان کو بحالتِ جمود تک لے آتی ہے ۔ تمدن انسانی نے اس سے بہت نقصان اُٹھایا ۔ بالمقابل مغربی طبیعت سے کُل قویٰ تحرک میں آجاتے ہیں ۔ قوت عمل تا بحد کمال کام کرنے لگتی ہے ہر ایک طرف انسان جوش خروش سے ہاتھ مارتا ہے ۔ لیکن یہاں اس کا یہ عملی فائدہ ہے ۔ وہاں اسی جذبہ میرا نے دنیا کو سخت نقصان پہنچایا ۔ یہی نفسانیت اور خود غرضی کو بدترین شکل میں پیدا کر دیتی ہے یہی وجہ جرمن حکیم نیٹ شا کے ظالمانہ فلسفے کا باعث ہے جس نے یہ وجود

جنگ پیدا کیا۔ الغرض دونوں مشرق اور مغرب کے میلان طبع نقص سے خالی نہ تھے اسلام نے آکر ان دونوں کی اصلاح کی۔ جس طرح مشرق اور مغرب کے عین درمیان ملک عرب میں اسلام پیدا ہوا اسی طرح اسلام نے اس میرے اور تیرے کے متضاد مقامات میں درمیانی مقام قائم کیا۔ اسلام کی تعلیم کے ماتحت انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک صحیح کوشش اور جائز عمل سے چیزوں کو حاصل کرے اور انہیں اپنا بنالے۔ اس طرح جب میرے کا مقام طے ہو گیا۔ تو پھر ان مکسوبہ چیزوں میں سے صرف اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کچھ رکھ کر یعنی اسقدر کہ جس سے وہ زندہ رہکر کام کر سکے باقی کل کے کل میرے کو تیرا کرے۔ یعنی اپنی چیزیں دوسروں کے فائدے میں خرچ کر دے۔ یہ امر کسی قانونی تحکم یا جبر کے ماتحت نہ ہو جیسے کہ سوشل ازم تجویز کرتا ہے۔ بلکہ یہ سب باتیں اس سے بشکل خیرات و حسنات سرزد ہوں۔ ایک ہندو یوگی یا بدھ مذہب کا بھکشو میرے کو لاکھ لعنتیں دیکھے۔ وہ دنیا کو چھوڑ کر اپنے اطمینان قلب کی تلاش کسی راہبانہ خانقاہ یا جنگل میں کرے۔ جہاں جاکر وہ جذبہ میرا کے نقاضوں سے بچ جائے۔ اُن کے بالمقابل ایک مغربی محنت کرتا کرتا مر جائے۔ حتیٰ کہ سب تیرے کو میرا کر لے۔ لیکن مسلمان کا مقام ان دونوں کے درمیان ہے اسے قرآن و رسول نے یہی تعلیم دی کہ وہ متدینانہ طریق پر کسب و حصول اشیاء میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے۔ اور جب وہ اس طرح مالک ہو جائے۔ تو پھر اپنی مکسوبہ کو دوسروں کی نذر کر دے لیکن کسی جبر سے نہیں جیسے کہ بالشویک کر رہے ہیں بلکہ رضاء الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اور ابتغاءً لوجہ اللہ +

فلسفۂ نیٹشا نے تو انسان اکبر کو اس وجود میں دیکھنا چاہا جو اپنی منشاء اور خواہش کو پورا کرکے رہے۔ خواہ اس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ اس حکیم جرمنی کے نزدیک مرد وہی ہے کہ جو اسبات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے کہ اسکے قول و فعل کا کیا نتیجہ ہو رہا ہے۔ اگر وہ اپنی بات کر کے رہے۔ لیکن کتاب حکیم نے جس انسانِ اعظم کو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شکل میں دیکھا اسکی زندگی کا دستور العمل ذیل کے مقدس الفاظ میں بیان کیا +

ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین - یعنی میرا مرنا جینا میری نماز اور میری قربانیاں سب رب العالمین کے لئے ہے - یعنی اس اللہ کی منشاء کے پورا کرنے کے لئے ہے - جو ہر ایک چیز کا خالق اور پرورش کنندہ ہے +

یہ مقام تکمیل نفس انسانی کی تیسری منزل ہے یہاں پہنچکر انسان کی کُل سعی و عمل خلق اللہ کے نفع کے لئے ہوتا ہے - امور بالا پر غور کرنے سے ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی نکتہ خیال میں نفسانیت یا جذبہ حیوانیت اخلاق اور روحانیات سے کیا مراد ہے - جذبہ میرا کے جو دلدادہ ہیں وہ مقام حیوانیت پر کھڑے ہیں جو میرے اور تیرے میں لحاظ رکھتے ہیں - وہ اخلاق کے آستانہ پر چلے جاتے ہیں لیکن جو میرے کو تیرے میں منتقل کرنا جانتے ہیں وہ روحانیت میں قدم رکھتے ہیں - بالفاظ دیگر جو اپنے نفس کی خاطر دوسروں کو نقصان دیتا ہے وہ حیوان ہے - جو اپنے اور دوسروں کے حقوق کو یکساں دیکھتا ہے وہ صاحب اخلاق ہے - لیکن جو دوسروں کے فائدہ کیلئے اپنی ذات کو نقصان پہنچانا جانتا ہے وہ وارث روحانیت ہوسکتا ہے، فلسفۂ مشرقی اگر دنیا کو تیاگ تو مغربی فلسفہ دنیا کے پیچھے پڑنا سکھاتا ہے دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ ہوجانا تعلیم اسلام ہے جس کی مرضی ہو یہ کرکے دیکھ لے معراج روحانیت تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے - آنحضرتؐ کی ذات پاک اس تعلیم کا عملی نمونہ ہے - اس مقام پر پہنچا ہوا انسان یہاں ہی خدا کے بہشت میں جا داخل ہوتا ہے - اس روحانیت کے مالک انسان اپنے بیگانے میں تمیز نہیں کرتے - وہ مروت اور احسان میں کسی استحقاق یا حقوق کے پیچھے نہیں جاتے - خدا کی طرح وہ ایک دوسرے انسان میں تمیز نہیں کرسکتے - اُن کی محنت کے ثمرات یکساں طور پر ہر ایک کو پہنچتے ہیں - وہ عباد الرحمٰن میں سے ہوتے ہیں - کیونکہ فیض رحمانیت بھی بلا امتیاز سب کے لئے ہوتا ہے یہاں ایک انسان متخلق باخلاق اللہ ہوتا جاتا ہے - اس پر خدا کا رنگ چڑھتا ہے - اس کیفیت کو قرآن نے صبغۃ اللہ سے تعبیر کیا ہے تخلقو باخلاق اللہ

کی یہی تفسیر ہے۔ اس مقام روحانیت کو حاصل کر کے انسان ان کو زندہ کرتا ہے جو دوسروں کی نگاہ میں مردہ ہوتا ہے۔ یہی لوگ اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان بخشتے ہیں۔ جسے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے کاروبار ہوتے ہیں۔ فطرت کے اسرار ان پر کھلجاتے ہیں جس کو وقتاً فوقتاً یہ بزرگ اپنے مقصد کے حصول میں استعمال کرتے ہیں ان کے فوق العادت کارنامے دیکھ کر معمولی عقل کا انسان حیرت میں چلا جاتا ہے اسکی عقل کچھ کام نہیں دیتی۔ اور اسی عالم تحیر میں پکار اٹھتا ہے۔ کہ یہ تو انسان نہیں یہ تو خدا ہے یہ بھگوان ہے۔ یہ ابن اللہ ہے۔ یہ وشنو کا اوتار ہے۔ نہیں نہیں۔ دوستو نہیں یہ غلطی لگ گئی۔ تم جسے خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو (بشر مثلکم) تم جیسا انسان تم جیسے قویٰ تم جیسی استعدادیں اور تمہاری طرح خاص حدود میں محدود ہو کر چلتا ہے فرق یہ ہے۔ اسکی استعدادیں چمک اٹھی ہیں۔ اس کے جوہر مخفیہ روشن ہو گئے ہیں یا بالفاظ دیگر اس نے تکمیل نفس کر لیا۔ یہ عظیم الشان لوگ خود آگ نہیں ہوتے بلکہ بقول کرشن لوہا ہیں جو آگ میں پڑ کر آگ کی صفات حاصل کر لیتے ہیں تمہارے آگے بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے۔ اسمیں شک نہیں اس کھیت کی کاشت اور کلبہ رانی بہت مشکل ہے لیکن فصل بھی بیش بہا ملتا ہے۔ یہ انسانی اکتساب میں ہے۔ اس کو ہماری اصطلاح میں ولایت کہتے ہیں۔ اس کو نبوت سے تعلق نہیں نبوت ان راہوں کو دنیا میں تعلیم دینے آئی ہے جن پر چلکر یہ مقام کسی کو حاصل ہوتا ہے اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ذریعہ وہ تمام کی تمام راہیں قرآن کی شکل میں تمہارے لئے آ چکیں۔ اس لئے نبوت ختم ہو چکی۔ برادران اگر ان راہوں کو تم کہیں اور نہ حاصل کر سکو تو کچھ مضائقہ نہیں قرآن تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس سے لیلو۔ وہ سب کیلئے کھلا پڑا ہے خدا تعالے آپ کے ساتھ ہو والسلام علی من اتبع الھدیٰ

اِس پر لیکچرار ایک لمبی اور زور دار شور کی تالیوں کی گونج میں بیٹھ گیا۔ اور ڈاکٹر اِس پریذیڈنٹ نے ذیل کے الفاظ کہے :-

میں نے نہایت مسرت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کی باتوں کو سُنا ایسے موقعے بہت ہی نادر ہوتے ہیں جب خواجہ صاحب کی سی قابلیت فضیلت اور وسعت معلومات کے سے انسان اِس فصاحت و بلاغت سے ہمیں اس ہال میں مخاطب کریں میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب نے اس لیکچر سے لطف اُٹھایا ہوگا میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہوں کہ میں بہت ہی اِس لیکچر سے محظوظ ہوا۔ اگرچہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں مسٹر کمال الدین کی ہر ایک بات سے متفق ہوں +

جو کچھ خواجہ صاحب نے مشرق اور مغرب کی طبیعت میں امتیازی نشان بتلایا ہے اِس سے میں اختلاف رکھتا ہوں نفس پرستی اور نفس کی قربانی یہ دونو باتیں دنیا میں ہر جگہ یکساں نظر آتی ہیں۔ ہاں ان کے ماتحت مختلف باتیں مختلف جگہوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی طرف خواجہ صاحب اشارہ کر رہے تھے +

اِس کے علاوہ خواجہ صاحب کے لیکچر کا فلسفی حصہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور اس میں بھی جو مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ ان کے لیکچر میں اسلامی مسئلہ بلوغت وارتقاء (ایولیوشن) یعنی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرنا اخلاقیات میں یہ منازل بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس کا نام موجودہ علم سیکالوجی نے رفعت رکھا۔ اس کے علاوہ مجھے لیکچر میں وہ حصہ بھی نہایت ہی دلچسپ نظر آیا جس میں رُوح اور جسم کے تعلقات پر لیکچرار نے روشنی ڈالی۔ اور ان تعلقات کو شخصی۔ خاندانی اور سوسائٹی کے تعلقات میں دکھلایا۔ موجودہ فلسفہ مغربی رُوح اور جسم کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے لیکن اخلاقیات کو سامنے رکھ کر اگر ہم اس نظریہ پر غور کریں۔ تو مجھے خواجہ صاحب کے کلام سے کُلّی اتفاق ہے۔ انہوں نے کس صفائی سے بیان کیا کہ کس طرح آہستہ آہستہ تمہاری دلچسپیاں کنبہ کے دائرہ سے نکلکر باہر آجاتی ہیں اور ترقی کر جاتی ہیں۔ اور میں کہ سکتا ہوں کہ یہ اصول اب ہر جگہ دائر و سائر ہو رہا ہے۔ آپ میں خط و کتابت رسل رسائل میل جول کے ذریعہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز عالمگیر ہوتی جاتی ہے۔ اور ہم ایک دوسرے کے نشانہ

سے واقف ہوتے جاتے ہیں لیکن ابھی شک نہیں کہ جس بات کو ہم بتانا چاہتے ہیں وہ شخصیت سی تی ہے۔۔۔۔۔ اخیر میں میں اس لکچر کیلئے خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس مشن میں خواجہ صاحب مصروف ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ زیور علم سے آراستہ دنیا کے آگے صحیح اسلامی نکتہ خیال پیش کیا جائے۔ اور ہر ایک شخص کو اس تحریک کو خوشی سے ساتھ دیکھنا چاہئے جس کا مقصد ناواقفوں کے ایسے غلطیوں کو دور کرنا ہے +

رسید زر

یکم فروری لغایت ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن ـ جناب شیخ خدا بخش صاحب مردان	۲۰	۴	۰
✻ " " محبوب خان صاحب مندرگی	۲۵	۰	۰
" " ایم ـ بی عبدالکریم صاحب مدراس	۷۵۰	۰	۰
" " این رکن الدین صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
" " ملنگ عبدالقادر صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
" " انعام دار عبدالرزاق صاحب مدراس	۲۰۰	۰	۰
" " ڈی ـ ایچ محمد یوسف صاحب مدراس	۱۰۰	-	۰
" معرفت جناب غلام دستگیر صاحب [illegible] ربی ارکاٹ	۲۲۵	۸	۰
" " منہاج الدین صاحب مردان [illegible]	[illegible]	۰	۰
" " محمد اسمٰعیل صاحب کانپور	۱۰۰	۰	۰
تقسیم مفت جناب حضور میجر حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۵۰	۰	۰
امداد مشن جناب ایم محمد غوث صاحب	۴۳	-	۰
" " ـ اے علی معرفت حضرت امیر ملیح اللہ	۲	۰	-

مذکورہ بالا رقوم بصد شکریہ درج رسالہ کی جاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا +

خادم

فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

✻ اس کے علاوہ جناب مدراس نے سات ہزار کی رقم براہ راست اخراجات ووکنگ کیلئے ارسال فرمائی ہے۔ جسکی تفصیل انشاء اللہ بعد ازاں شائع ہوگی

اسلام کے متعلق خیالات

از قلم جناب جعفر مارٹیمر (برکن ہیڈ)

اِن وجوہات کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ ایک گونہ لطف حاصل ہوتا ہی جن سی کہ سچے اور راحت بخش مذہب کے متلاشی قائل ہوکر اپنے مذہبی خیالات میں تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں۔ اور یہ لطف خصوصاً اس وقت دوبالا ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس قسم کے لوگ پُر مغز فلسفہ اور صحیح اصولوں کی تلاش میں کسی ایسے مذہب پر ایمان لے آتے ہیں۔ جو کہ اس مذہب سے زیادہ معتبر اور سچا ہو جسمیں انکی تربیت بچپن سی ہوئی ہو +

اسلام کا میں ایک سرگرم پیرو ہوں۔ میں نے اسے قبول کرنے سے پیشتر نہایت درجہ غیر جانبداری اور بے تعصبی کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر اس کے متعلق تحقیقات کی اور انہیں اصولوں سی اسکی صداقتوں کو پرکھا۔ لیکن میں اس امر کے ماننے میں تامل نہیں کرتا کہ اپنے مذہب کو تبدیل کرنے میں انسان کو بہت کچھ پس وپیش کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات بالخصوص انگلستان میں نظر آتی ہی جہاں کہ بچپن ہی سی مغربی تعلیم کے اثر سی تمام دیگر مذاہب کے خلاف نفرت اور حقارت دل میں پیدا ہو جاتی ہی مشہور ہی کہ انگریز لوگ اپنے مذہب کے علاوہ کسی غیر مذہب کے علوم آلٰہیہ میں دلچسپی نہیں لیتے۔ گو گذشتہ چند سالوں میں ہمنے دیکھا ہی کہ بڑے بڑے مشہور اہل الرائے نے مشرقی مذہب کی صداقتوں کو قبول کیا ہے۔ انہیں لارڈ سٹنلی ساکن آلڈرلے ہے جو کہ ایک مشہور و معروف خیر خواہ خلق اللہ تھا۔ اور جس نے مرتی دفعہ یہ خواہش ظاہر کی کہ اُسے اسلامی طریق پر دفن کیا جائے +

میرا یہ دعویٰ ہی کہ اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اعتقادی اصول میں فرق نہیں۔ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور آپس میں نیک برتاؤ کا اصول بھی ایک ہی ہی۔ ہمیں ایسے فرقے دکھائی نہیں دیتے جن کے اصول مذہبی میں زمین آسمان کا فرق ہو لیکن عیسائیت میں ایسے فرقے جو تعداد میں اس وقت چار صد کے قریب ہیں نظر آتے ہیں۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ انگلستان جیسی جگہ میں جو کہ آزادی کا ملک ہی اور جسے اپنی حریت پر ناز ہی۔ اگر کوئی شخص

دہریہ ہو جائے یا دنیا پرست ہو کر خدا پر ایمان نہ رکھے تو اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرنے لگے۔ اور اس پر اور اس کے رسول حضرت محمد صلعم پر ایمان لے آئے تو پھر چاروں طرف سے اس پر تعصب اور جہالت کے تیر برسائے جاتے ہیں مسلمانوں کے خیالات اور اعتقاد کے متعلق انسان ٹھیک طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا جب تک کہ مختلف رنگ کے تعصبات سے خود علیحدہ نہ ہو جائے۔ اور اپنے مذہبی لیڈروں کے غلط وعظوں اور لکچروں اور اخبارات کے مذہبی مضامین کی بھی چنداں پرواہ نہ کرے۔ لیکن صلیبی جنگوں کے وقت سے لیکر آج تک اسلام کی ہمیشہ سخت مخالفت رہی ہے۔ اور عیسائی ممالک میں اسلام کے دشمنوں اور جاہل مصنفوں کی جھوٹی تحریروں کو پڑھ کر اس کے خلاف عام طور پر رائے زنی کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی تعصبانہ اور ہٹ دھرمی کی باتوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ مصمم کر کے میں نے اسلام کے اصولوں اور اسکی تعلیم پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور ملک اور رنگ کے خیال کو خیر باد کہہ کر اور خوف اور شرم سے علیحدہ ہو کر میں نے یہ رائے قائم کی کہ خدا کا اور ان لوگوں کے مذہب کا جو میری طرح ایک ہی بادشاہ کی رعیت ہیں مجھ پر حق ہے کہ میں اس اخوت کو لوگوں پر ظاہر کروں جو اسلام میں پائی جاتی ہے اور میرا یقین ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اور ایسا معقول اور مدلل مذہب ہے کہ سب لوگوں کو اسے قبول کرنا چاہیئے +

عیسائیت ہمیں سکھلاتی ہے کہ دنیا میں امن قائم رکھو اور ایکدوسرے کے ساتھ نیک نیتی سے پیش آؤ۔ اور کہ اپنے ہمسائیوں کے ساتھ اس طرح محبت کرو جس طرح تم اپنے آپ سے کرتے ہو۔ اور کہ ایکدوسرے سے الفت رکھو۔ یہ آب زر سے لکھنے کے قابل باتیں ہیں لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر بلا لحاظ رنگ و ملت ان پر عمل کیا جاتا۔ اس صورت میں عیسائیت میں اس قدر فرقے پیدا نہ ہوتے۔ میں اس جگہ خدا کے متعلق عیسائیوں اور مسلمانوں کے ایمان کا مقابلہ مختصراً کرنے کی کوشش کرونگا۔ یہودی عہد نامہ قدیم کے مطابق یہوواہ یعنی خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ یہودیوں کو قانون اور خدا کا دین سکھلانے کے لئے پیغمبر ہو کر آئے ہم اُسے ایک پیشگوئی کی بناء پر سب سچ قرار دیتے ہیں انکے

بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر اور معلم کی حیثیت میں تشریف لائے۔ گویہ ہر دو پیغمبر اپنے خصائل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہ تھے مسیح نے لوگوں میں وعظ کیا۔ اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اور تمام عمر ہر ایک قسم کی روحانی تعلیم دی لیکن مسیح کی اصلی اور سچی تعلیم میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو اسلام میں پائی نہ جاتی ہو۔ مگر باوجود اس کے ایک پکا عیسائی سمجھا جانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ بنیسمہ کفارہ۔ مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور اس کے دوبارہ نزول پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ عیسائی مذہب کے مطابق جبتک اس قسم کا ایمان نہ ہو نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کیجاتی ہے کہ میں ہی راہ ہوں میں ہی صداقت ہوں۔ اور میں نور ہوں۔ اور میری ہی بدولت تمہیں ابدی زندگی مل سکتی ہے۔ لیکن یہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ لکھو کہا لوگ جنھوں نے عیسائیت کا نام تک نہیں سنا وہ کسی طرح نجات کی راہ پر قدم نہیں مار سکتے۔ اگرچہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق اس دنیا میں نیک کام کرتے ہیں اور آخرت میں ان کا اثر اور ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں +

تثلیث کا بھاری مسئلہ جو عیسائیت پیش کرتی ہے آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک خدا میں تین خداؤں کا ہونا ایام جاہلیت کا ایک مسئلہ ہے عقل اُسے مان نہیں سکتی۔ کہ کس طرح دو بادشاہوں کی حکومت یکساں طور پر ہوسکتی ہے۔ اور تین اشخاص کے خیالات ایک جیسے کیسے ہوسکتے ہیں۔ جناب مسیح نے بحیثیت ایک پیغمبر کے تعلیم دی جس طرح کہ حضرت موسیٰ اور دیگران سے پہلے نبیوں نے۔ جناب مسیح کی تعلیم کے چھ سو سال بعد جبکہ عیسائیت میں توہمات اور بت پرستی کے رنگ میں مختلف قسم کی عبادات نظر آنے لگیں اور جب دنیا تنزل کی طرف جا رہی تھی۔ تو حضرت محمد صلعم نے جو کہ عرب کے ایک نہایت متقی معلم تھے ایک مذہب کی بنیاد ڈالی جس کی بنیاد نہایت ہی مستحکم طور پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی جب اس اولوالعزم صحرا کے رہنے والے نے خدا کی واحدانیت کا شور ڈالا تو آپ کی اس قدر مخالفت کی گئی کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس زمانہ میں عربوں اور

عیسائیوں میں توہمات۔ بُت پرستی اور اخلاقی گند اس قدر تھا کہ اسکی نظیر کسی اور جگہ نہ پائی جاتی تھی۔ عربوں کے مذاہب مختلف تھے۔ کوئی اجرام فلکی کی پرستش کرتا کوئی آتش پرستی میں محو۔ کوئی بُت پرست اور کوئی کسی اور اصول کا پابند تھا۔ لیکن اسبات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلعم نے تیس سال سے کم عرصہ میں مشرق و مغرب میں اپنا دین پھیلا کر ایک زبردست اصلاح کردی۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں جتنے عیسائی ہیں اتنے ہی مسلمان ہیں۔ اور انگلستان کے ماتحت اسقدر مسلمان لوگ ہیں کہ کسی دوسری طاقت کے ماتحت نہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جس کا لحاظ انگریزوں کو ضرور رکھنا چاہئے۔ جب ہم ان سینکڑوں فرقوں کا جو عیسائیت میں ہیں۔ اور جو ایکدوسرے کے جانی دشمن ہیں خیال کرتے ہیں تو اسلام کی وحدت بالکل نرالی دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ حضرت محمد صلعم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جبکہ بُت پرستی اپنے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اور جبکہ تمام عبادتگاہیں جنمیں خدا کی کبھی پرستش ہوتی تھی بتوں سے پُر تھیں۔ اور وہاں انکی پرستش کیجاتی تھی۔ تاہم آپ نے سود۔ علم رمل یا غیب دانی۔ بچہ کشی۔ سؤر کا گوشت کھانے سے لوگوں کو روکدیا۔ آپ نے کثیر الازدواجی کے متعلق بھی شرائط لگادیں۔ اور جو کچھ بھی اچھی بات عیسائی یا یہودی تعلیم میں پائی جاتی تھی اُسے زندہ کردیا +

میرا دعویٰ ہے کہ اسلام بالکل وحدانیت سکھلاتا ہے۔ اور خدا اور انسان کے درمیان کسی واسطہ اور شفیع کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہر ایک مسلمان خود ہی اپنا پادری ہے اور سواء عبادت اور نیک اصول کے اور کوئی رسم انہیں نہیں۔ مسلمانوں نے ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کیا ہے۔ یعنے وہ مذہب کے لحاظ سے سب آپس میں بھائی ہیں۔ رنگت اور قومیت کی انمیں تمیز نہیں۔ خدا اور قرآن پر انکا ایمان ہے۔ اور جب سے کہ اسلام دنیا میں آیا ہے۔ اس ایمان اور اعتقاد میں کبھی بھی فرق نہیں آیا قرآن شریف کو لکھو کہا لوگ بڑی محبت اور جوش سے پڑھتے ہیں۔ اسے خدا کی طرف سے

الہامی کتاب اور ضابطہ قوانین سمجھتے ہیں ۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر جن کا تھوڑا سا میں نے اوپر ذکر کیا ہے کوئی بھی شخص جس کے اندر تحقیق کا مادہ ہے اسلام کے سچے اور معقول اصولوں کو ماننے کے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہی اصول ہمارے زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہیں قرآن شریف راستی انصاف ۔ آزادی اور رواداری کا از حد حامی ہے ۔ مذہب میں اخوت کا ہونا ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ اس کے بغیر محبت یا رواداری ممکن نہیں ۔ مغربی قوموں کو ذرہ بھر بھی خیال نہیں آتا ۔ کہ جناب مسیح جو ان کے اپنے پیغمبر تھے وہ خود مشرق میں پیدا ہوئے ۔ وہ یہودی النسل تھے ۔ اور ان کے مذہب کا جس پر وہ اسقدر ناز کرتے ہیں سرچشمہ مشرق ہی ہے +

جہالت اور بے علمی کی وجہ سے اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے کہ یہ بزور تلوار پھیلایا گیا ہے لیکن اس قسم کے فضول اعتراضات کی کوئی ہستی نظر نہیں آتی ۔ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں یا عقل سے کام لیں ۔ ارض مقدس کی طرف ذرہ نظر دوڑائیں تو ہمیں وہاں ایک خوفناک نظارہ دکھائی دیتا ہے ۔ مزار مقدس ہی کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان حد سے زیادہ نفرت اور تعصب پیدا ہوا اور انکی آپس میں لڑائیاں ہوئیں ۔ کربیا کی خندقوں میں ان لوگوں کی نعشیں نظر آتی ہیں ۔ جو اس جنگ میں موت کا شکار ہوئے جو کہ عیسائیوں نے اس مقدس مزار پر اپنا دعویٰ قائم کرنے کے لئے کی ۔ اسی طرح سوڈان میں بھی عیسائی اور مسلمان سپاہیوں کی ہڈیاں ہمیں بکثرت نظر آتی ہیں یسوع کی فرضی قبر کو قبضہ میں لانے کیلئے آج سے باراں سو سال پیشتر صلیبی جنگیں ہوئیں لیکن آج تک تعصب اور بیر برابر قائم ہے + عیسائیوں میں کئی ایک فرقے ہو گئے ہیں جو ایکدوسرے کے سخت مخالف ہیں اور قانون اور آزادی کو نقصان پہنچا کر اور اسکی پرواہ نہ کرکے اپنے اپنے عقاید کو منوانا چاہتے ہیں لیکن اسلام میں امن اور وحدت کا دورہ نظر آتا ہے ۔ اسمیں کوئی ایسی عدالت مقرر نہیں کی گئی جسمیں مذہبی عقاید کی تحقیقات ہو کر لوگوں کو سخت سزائیں دیجائیں اور لوگونکو شہر بدر کیا جائے ۔ جیسا کہ ہسپانیہ سے یہودیوں اور موروں (عربوں) کو کیا گیا ۔ عیسائیت کے نام پر اسقدر ظلم اور بے رحمی کو روا رکھا گیا ہے کہ اسلام کے سوا مجھے کسی جگہ بھی آزادی سے سانس لینے

کیلئے جگہ نہیں ملتی۔ اگر کسی مذہب کے متعلق رائے زنی کرنا ہو تو اصل اور بہترین معیار یہ ہے کہ اس مذہب کے پیروؤں کی عملی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ انسانیت اور تعظیم و تکریم میں محمد صلعم کے متبعین کا مقابلہ عیسائی نہیں کر سکتے۔ کارلائل اپنی کتاب ہیروز اور ہیرو ورشپ میں لکھتا ہے۔ کہ جسقدر جھوٹ جوشیلے لوگوں نے محمد صلعم کے متعلق بیان کیا ہے اس سے ہماری اپنی ہی ذلت ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے۔ کہ چونکہ اب ہم میں سے کسی کے مسلمان ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اسلئے میں محمدؐ کی تمام خوبیاں جو از روئے انصاف میں بیان کر سکتا ہوں کرونگا۔ پھر ایک جگہ وہ بیان کرتا ہے کہ محمدؐ کو خدا نہیں مانا جاتا بلکہ جیسا کہ خدا نے بتلایا ہے وہ ایک پیغمبر ہے۔ نیز اسلام مسیحیت کے خلاف نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت کے بین بین ہے +

کارلائل صاحب کی تحریر اس کے اپنے زمانہ کے متعلق ہے لیکن اس وقت اسلام نے بہت ترقی کی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اگر وہ اب زندہ ہوتا تو میرے خیال میں اسکی رائے اسلام کے متعلق پھر بھی اچھی رہتی۔ اور وہ اسلام کو خدا کی طرف سے سچا دین تسلیم کرتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے ایک دیندار عیسائی دوست نے کچھ عرصہ ہوا مجھ سے کہا کہ میں رومن کیتھلک ہونے کی بجائے مسلمان ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی فرقے ایکدوسرے سے سخت متنفر ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو خود تو تحقیقات نہیں کرتے۔ لیکن بہ دلیری سے کہدیتے ہیں کہ فلاں شخص کی تبدیلی اعتقاد کی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اگر وہ ہمیں سؤر کھانے کی اجازت دے۔ لیکن اگر دیانتداری سے نکتہ چینی اسلام پر کیجائے تو اس کے تمام اصول صحیح اتریں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ محمدؐ کی پرستش کی جاتی ہے۔ البتہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ عیسائی لوگ صلیب کی ضرور پوجا کرتے ہیں۔ اسلام میں کثیر الازدواجی پر اعتراض کیا جاتا ہے لیکن میں ان شرائط اور پابندیوں کو بڑے زور سے پیش کرتا ہوں جو اسکے متعلق لگائی گئی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ عیسائیت کے مدعی اپنے گریبان میں منہ ڈالتے۔ اور دیکھتے کہ ان کے اپنے

ملک میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی مثالیں موجود ہیں حضرت سلیمانؑ کی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے سات سو بیویاں تھیں۔ اگر اسلام میں سور کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے تو انا جیل میں بھی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے اس گوشت کو استعمال نہ کرنے کا حکم موجود ہے۔ اور خود جناب مسیحؑ نے بھی خنزیروں کے ایک گلہ میں شیطانوں کا لشکر بھیج دیا جن کی وجہ سے وہ دریا کی طرف بھاگ گئے۔ اور وہاں غرق ہوئے۔ گوشت خنزیر ایک مضر خوراک ہے۔ کیونکہ خنزیر نہایت گندہ جانور ہے۔ اور یہ ایک عجیب بات اور بالکل صحیح ہے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک خاص قسم کی بیماری پائی نہیں جاتی۔ اسلام نے منشی چیزوں سے بھی روکا ہے۔ اور کسی مذہب میں بھی پرہیز گارانہ زندگی بسر کرنے پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جس قدر کہ اسلام میں مسلمانوں کو ان کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ شراب یا کوئی اور نشہ والی چیز استعمال کریں۔ اور اس حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے شراب خوری اور دیگر خرابیاں مشرقی ممالک میں بہت کم پائی جاتی ہیں میرا ایک ایرانی دوست بیمار ہوا۔ اسے برانڈی پینے کے لئے ہدایت دی گئی۔ لیکن اس نے اس قسم کی چیز استعمال کرنے کی بجائے موت کو ترجیح دینا پسند کیا۔ جو شخص کوئی منشی چیز استعمال کرتا ہے وہ اسلامی تعلیم کے رُو سے سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان نمازوں کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ اور جہاں کہیں موقعہ ملے پڑھ لیتے ہیں۔ اسلئے دوسرے مذاہب کو ان کے اس فعل سے شرمسار ہونا چاہیئے۔ سخاوت کرنے میں بھی وہ بہت دلیر ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کے پاس ہو وہ خدا کی راہ میں دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ مشرق کے بہت سے رواجات مغرب والے کی طبع کے موافق نہیں۔ مثلاً انگلستان میں عزت اور تکریم ظاہر کرنے کے لئے ٹوپی اُتاری جاتی ہے لیکن اگر یہی رواج مشرق میں جاری ہو تو وہاں اس سے آفتاب کی حرارت سے صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے۔ وہاں اس لئے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا جاتا ہے اگر نماز پڑھنے کے وقت جوتا اُتارا جاتا ہے۔ تو انجیل مقدس میں بھی تو اسی قسم کا حکم

ہے۔ اور اس پر یہودیوں اور عیسائیوں کا ایمان ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ جہاں تم عبادت کرتے ہو وہ پاک جگہ ہے عیسوی مذہب عبادت کے وقت گھنٹے بجاتے ہیں لیکن مسلمان اس وقت اپنی مسجدوں کے مناروں سے اذان دیتے ہیں میں دُعا کرتا ہوں۔ کہ خدا وہ دن جلد لائے جبکہ اس قسم کی پُر معنے آواز نماز کے لئے تمام انگلینڈ میں سُنائی دے۔ تاکہ وہ مسلمان جو دور دراز ممالک سے یہاں آئے ہیں وہ عبادتگاہ کی طرف جائیں۔ اور اس سے ہماری مسلمان رعایا میں از حد خوشی پیدا ہوگی +

وہ لوگ جو ٹرکی میں اسلامی طرز حکومت کے خلاف اخباروں میں لکھتے ہیں یا گرجوں میں وعظ کرتے ہیں یا عام جلسوں میں تقریریں کرتے ہیں انہیں خیال رکھنا چاہئے کہ ان کا یہ طریق عمل ایک شریف قوم کا دل دکھانے کے لئے کافی ہے۔ اس سے وہ گویا ہندوستان اور دیگر ممالک کے لکھو کہا مسلمانوں کی بیعزتی اور ہتک کرتے ہیں۔ انگلستان میں جو کچھ بھی سخت سُست اسلام کے خلاف کہا جاتا ہے وہ قابل افسوس ہے۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہاں اس سب کے ذمہ وار متعصب عیسائی ہی ہیں تو عوام کی ذمہ واری کم ہو جاتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو جو سچائی اور صداقت کے حامی ہیں۔ دلیری اختیار کرنی چاہئے۔ اور جو ان میں سے کمزوروں کی حمایت کرنے سے ڈرتے ہیں وہ خود ایک طرح سے غلامی کی حالت میں ہیں۔ گو ابتدا میں ان کے ساتھ بھی تعصب کیا جائیگا۔ اور ان پر تمسخر کیا جائیگا۔ لیکن انجام کار انکی عزت ہی ہوگی۔ اگر حضرت محمد صلعم کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو زندگی کے اعلےٰ درجہ پر انسان پہنچ سکتا۔ اور وہ ہر جگہ مسلمانوں میں بھائی کی طرح سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ دُنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ گویا اسلامی محبت اور اخوت کی وجہ سے سب یکجان ہو جاتے ہیں +

تاجران کتب اور بک ایجنسی والوں کو پچیس فیصدی کمیشن

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ — قیمت فی خطبہ ۳ر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپ لئے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں +

۱۔ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲۔ ؍ ؍ ؍ توحید۔ دعا۔ تصوف
۳۔ ؍ ؍ ؍ خطبات عیدین
۴۔ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵۔ اسلام اور دیگر مذاہب
۶۔ حقوق نسوان۔

[illegible]

لمعات انوار محمدیہ — رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی نمونہ نیز اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ۔ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر مجلد ۱۰ر

مروارید ثلاثہ

۱۔ براہین نیرہ۔	حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت	۱۲ر
۲۔ اسوۂ حسنہ	؍ ؍ بہ زندہ و کامل نبی	۸ر
۳۔ ام الالسنہ	؍ ؍ بہ زندہ و کامل زبان	۱۲ر

ان تین کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ کتابوں میں کتاب قرآن نبیوں میں (حضرت محمد عربی) اور زبانوں میں زبان عربی۔ براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے تہذیب تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں جمع کی گئی ہے۔ اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمونی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل دکھلایا گیا ہے۔ ام الالسنہ ایک جدید تصنیف ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دنیا کی دیگر زبانوں کی ماں کی ماں ہے

المشتہر۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور

مفصل و مشرح فہرست کتب سوسائٹی ہذا کی بتبع عزیز احباب کو ضرورت ہو بذریعہ کارڈ مطلع فرماویں

تاجران کتب ۔۔۔ چھپیں ۔۔۔ کتب ۔۔۔ ابن عربی ۔ بوصرورت بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

دراتِ عالم کا مذہب

(قیمت ۸/) تفصیل مضامین :- مذہب سائنس میں حقیقی دامن کا ساتھ سب سے طاقتور ذرے یعنے انسان کا مذہب ۔ الہام ایک ضرورت حقہ ہے مناسب مقصد اس کی ارتقا کی جان ہے اخلاق توازن جذبات کا نام ہے روح کی پیدائش اور فرائض روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے بعض لحوم ممنوعہ مسئلہ ارتقائے انسانی صحیفۂ ارتقا کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں ۔ اہل ہند کی جدید بُت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی ۔ رومن کلیسیا بہتر اور فضل ہے انسان کیلئے اپنی اصلاح ہی بہترین تسبیح ہے ۔ رب العٰلمین معبود +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

ضخامت ۲۱۶ صفحات قیمت قسم اول عہ/ قیمت قسم دوم ۱۲/ علاوہ محصولڈاک ہے

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنّی و مراسم نماز پہلے الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد ۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر ۔ تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے ۔ اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح ۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں ۔ اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث ۔ اپنے عقاید کا اظہار نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی ۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث ۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح ۔ مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افراط و تفریط کی مماثلت جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ دنیا میں ضرورت نبوت ۔ اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ یہ کتاب اُمید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ہو ۔ یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دُور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنیکے لئے تیار کریگی اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کیگئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دُور کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی تفرقہ اندازیوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اُٹھائی ہیں +

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۔ قیمت بجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶/

اسلام اور علوم جدیدہ ۔ قیمت مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲/

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط ۔ مسیح ۔ حسین علیہ السلام مصنفہ عالیجناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر کتاب نہایت ہی قابل دید ہے ۔ ہر سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرکے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے +

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون دروازہ لاہور میں ملفوظ الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیرادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷) | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر (۵)

قیمت سالانہ للعہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ترجمۃ القرآن اردو

انگریزی ترجمۃ القرآن کی اشاعت پر کثرت سے احباب نے اس بات کی خواہش کی کہ اردو ترجمہ و تفسیر بھی اس نہج پر شائع کی۔ چنانچہ حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے احباب کے اصرار سے اس کام کو شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک ایک بڑے حصہ کی تکمیل کر چکے ہیں۔ پہلے ارادہ تھا کہ انگریزی کی طرح اردو ترجمۃ القرآن بھی ایک ہی جلد میں شائع ہو۔ مگر شائقین نے اصرار کیا۔ کہ اسکی اشاعت ایک ایک پارہ کر کے ہوتی رہے۔ اور اس میں یہ بھی فائدہ نظر آیا کہ شائقین کے لئے بھی یہ سہولت رہیگی کہ وہ ساتھ کے ساتھ پڑھتے رہینگے۔ اور اقساط میں نکلنے کی وجہ سے ادائیگی قیمت میں بھی کم استطاعت اصحاب کو آسانی ہوگی +

پہلے خیال تھا کہ جنوری میں پہلا پارہ شائع ہو سکیگا۔ مگر کتابت کی مشکلات اور بعض دوسری دقتوں سے پہلا پارہ شائع نہ ہو سکا۔ اب چونکہ یہ پارہ مطبع میں جا چکا ہے اسلئے انشاء اللہ ماہ مئی میں شائع ہو جائیگا۔ اور آئندہ ہر ماہ ایک پارہ باترتیب نکلتا رہیگا +

کل تفسیر کا اندازہ ۲۹ × ۲۲ / ۸ سائز کے ۲۰۰۰ سے ۲۵۰۰ صفحات کے درمیان ہے اور ہر ایک پارہ کی قیمت اسکے حجم کے لحاظ سے تقریباً ایک سو صفحہ فی روپیہ کی شرح سے ہوگی محصول ڈاک اور خرچ وی پی اس کے علاوہ بذمہ خریدار ہوگا۔ جن اصحاب نے اپنے نام درج رجسٹر کرائے ہیں۔ ان کو ہر ایک پارہ طیار ہونے پر بذریعہ وی پی بھیجدیا جایا کریگا۔ جو اصحاب یکمشت پیشگی قیمت ادا کر دیں ان کی سہولت کیلئے انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ جو صاحب عہ روپیہ پیشگی دیں ان کا نام باقاعدہ خریداروں میں درج ہو کر اصل قیمت پر ہر ایک پارہ جیسا شائع ہوگا پہنچایا جائیگا خرچ ڈاک بذمہ انجمن ہوگا۔ اور جب یہ رقم ختم ہو جائیگی تو اسقدر مزید رقم وصول ہونے پر ایک پارہ انہیں پہنچایا جائیگا علیٰ ہذا القیاس۔ اور جو صاحب عہ روپیہ پیشگی دیں ان کو تمام تفسیر خواہ اس کے صفحات دو ہزار صفحات سے زاید ہوں اس قیمت پر دیجائیگی اور محصول ڈاک بذمہ انجمن ہوگا۔ اگر تفسیر کے صفحات دو ہزار سے کم ہوں تو اسکی قیمت بحساب ایک روپیہ فی سو صفحہ انکو واپس دیجائیگی شائقین کو چاہئے کہ درخواستیں درج رجسٹر کرانے میں توقف نہ کریں۔ قرآن کریم نہایت اعلےٰ درجہ کا خوشخط اعلےٰ درجہ کے سفید ولایتی کاغذ پر لفظی مگر بامحاورہ ترجمہ بین السطور نیچے۔ لغت کی پوری تشریح اور ضروری مقامات کی تفسیر مع حوالجات جن کا اندازہ وہ لوگ آسانی سے کر سکتے ہیں جنہوں نے نکات القرآن کو پڑھا ہے۔ مگر نکات القرآن اور انگریزی ترجمۃ القرآن دونوں سے زیادہ بسط و شرح اس تفسیر میں ہے مسلمانوں کی موجودہ ضروریات۔ حالات زمانہ اور مخالفین کی نکتہ چینیوں کو مدنظر رکھا گیا ہے غرض یہ تفسیر بہمہ صفت موصوف اور مسلمانوں کی ضرورت حقہ کو جو ایک عرصہ سے محسوس ہو رہی تھی پورا کرنیوالی ہوگی

پہلا پارہ ۱۲۸ صفحات پر ختم ہوا ہے۔ اسکی قیمت عہ ہوگی +

تمام درخواستیں بنام مہتمم دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں



Mr. W. Rashid Daymond.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۵)

فہرست مضامین

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کو جناب مسٹر ڈبلیو رشید ڈے مانڈ کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے

حضرت خواجہ صاحب ٹنگاپور سے روانہ ہوگئے ہیں۔ امید ہے کہ ماہ رمضان کے شروع میں انشاءاللہ تعالیٰ لاہور پہنچ جائینگے۔ حضرت خواجہ صاحب کی صحت سابقہ سے بفضل ایزدی بہت اچھی ہے انشاءاللہ العزیز آپ کچھ عرصہ تک عازم ووکنگ ہونگے۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

چھ اور معزز انگریزوں کا قبولِ اسلام

اپریل ۱۹۳۱ء کے پہلے ہفتہ کی ولایتی ڈاک خدا کے فضل سے بہت بڑی خوشخبری لائی ہے۔ چھ معزز طبقہ کے انگریزوں نے اسلام قبول کیا۔ مفصل رپورٹ انشاءاللہ آیندہ ماہ کے رسالہ میں شائع ہو جاویگی۔ ان میں سے ایک اعلیٰ درجہ کے لکچرار ہیں۔ انھوں نے اسلام قبول کرتے وقت ترکی وفد کی ووکنگ میں آمد پر ایک نہایت موثر تقریر کی۔ بکر سمیع نے صاحب امیر ترکی وفد نے بھی فارسی زبان میں ایک تقریر کی جس کا ترجمہ انگریزی میں سُنایا گیا۔ دوسرے ترکی وفد نے بھی جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب موجودہ امام مسجد ووکنگ کو چاء پر بلایا تھا۔ ان سے بھی اشاعت اسلام کی ضرورت پر بات چیت ہوتی رہی۔ دو قرآن شریف دونوں وفود کو پیشکش کیے گئے۔ جن کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ موجودہ سلطان ٹرکی کے داماد جو اپنے والد وزیراعظم کے ساتھ آئے ہوئے تھے انکو

اشاعت اسلام سے بہت دلچسپی ہے۔ اور جرمنی میں فوجی تربیت حاصل کرتے وقت انہوں نے ایک گھرانے کو مسلمان بھی کیا تھا۔ ان چھ معززوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ایک سالم خاندان ہے۔ ایک شخص نے افریقہ سے مع تصویر کے قبول اسلام کا اعلان بھیجا ہے۔ ایک قابل پروفیسر صاحب زیر تبلیغ ہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا سینہ اسلام کے لئے کھول دے +

جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب و منشی دوست محمد خان صاحب و دیگر عملہ ووکنگ بفضل ایزدی نہایت گرمجوشی سے خدمات مشن سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار رہو۔ آمین ثم آمین +

رازِ حیات حقیقتِ توحید

ضرورت مصائب حاضرہ نے حضرت خواجہ صاحب کے قلم سے مندرجہ بالا عنوان کی دو کتابیں لکھوائی ہیں۔ جو ابھی زیر کتابت ہیں۔ یہ ہر دو کتب ایک پُر درد دل کی صدائیں ہیں۔ اور اس زمانہ میں متلاشیانِ ہدایت کو صراط مستقیم کی طرف بلا رہی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں کس کس قسم کے جذبات نے لفظوں کی شکل اختیار کی ہے۔ اور کن کن مضامین پر مصنف نے جوہر افکار کو کاغذ پر جما دیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل سطور سے نظر آتا ہے۔ جو ہر دو کتاب کے شروع میں بطور خلاصہ کتاب مصنف نے دیا ہے۔ ایک میں وہ روح توحید کو مخاطب کرتا ہے دوسری میں قوت عمل کو۔

رازِ حیات یا انجیل عمل کی ابتدائی عبارات یہ ہیں:-

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت

جو کماتے ہو خود ہی کماتے ہو جو گنواتے ہو خود ہی گنواتے ہو +

میرا نفع، نقصان میرے ہی اعمال کے نتائج ہیں۔ میں اپنی رنج و راحت خود ہی پیدا کرتا ہوں۔ میری ترقی میرا تنزل میرے ہی ہاتھ کے کھیل ہیں۔ میری عزت میری ذلت میرا اقبال میرا ادبار میری ثروت میری مسکنت میری شوکت میری نکبت سب میرے ہی افعال کے نتائج ہیں۔ میں ہی اپنی کشتی کا ناخدا ہوں۔ اپنی عمارت زندگی کا میں خود ہی انجنیر ہوں۔ قوائے فطریہ میری خدمت کیلئے پیدا ہوئے۔ مظاہر قدرت میرے ہی غلام ہیں لیکن میری اپنی ہی استعداد اور میری اپنی ہی تیاری ان سب کو میری نافع یا ہلاکت ۔ میری معاون یا مخالف بنادیتی ہیں۔ جس طرف میں قدم اٹھاتا ہوں خواہ وہ بلندی کی طرف ہو یا پستی کیطرف۔ یہ سب کی سب خدا کی بنائی ہوئی چیزیں میری اپنی ہی رفتار کے مطابق میرے ساتھ ہو جاتی ہیں میرے ارد گرد میرے نیچے اوپر کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں میرا اناثہ میری خیر میری برکت مضمر نہو لیکن اس خیر و برکت کا ظہور میرے ہاتھوں ہو دیکھ رہا ہے۔ جس کی غلط حرکت ان خدام و معاونین کو میری ہلاکت و تباہی کا باعث بنا دیتے ہیں خدا کا پانی میرے ہی عمل و حرکت کے ماتحت ابر رحمت یا سحاب زحمت ہو جاتا ہے۔ آگ میرے لئے ثلج جنت اور پانی میرے ہی اشارے پر میرے لئے نارِ دوزخ بن جاتا ہے۔ الغرض اس دُنیا میں آیندہ بھی میری زندگی کے دونوں پہلو روشن یا تاریک میرے ہی افعال کے آثار و اظلال ہیں +

(۲) حقیقت توحید میں روح توحید کو مصنف اِس طرح خطاب کرتا ہے :۔

لا الٰہ الا اللہ

آ! رُوح توحید پھر آ! اور اس قوم کو دوبارہ زندہ کر۔ جو آج تجھ سے نا آشنا ہے۔ مگر پھر دُنیا میں آج وہی ایک ہے جو تیری کشتی کی نام نہاد ناخدا ہے۔ تو ہی مذہب کی رُوح اور تو ہی تمدن و تہذیب کی جان ہے۔ تیری ہی پرستش میں اخلاق فاضلہ کی آبیاری اور تیرے ہی چھوڑنے سے ہر ظلمت و جہالت کی گرم بازاری ہے۔ تو ہی علوم جدیدہ کی محرک اور تو ہی حکمت و فضیلت کی مؤلد ہے۔ تیری ہی حقیقت

پر قائم ہونے سے انسان انسان ہے۔ تجھ سے نا آشنا ہونے سے وہ دوسروں کی برداری کیلئے کالانعام بلکہ از خود حیوان ہے۔ تو ہی جان جمہوریت اور تجھ سے ہی حقوق انسان کی حفاظت ہے۔ تجھ سے ہی حریت کا سر اونچا اور تجھ سے ہی استبداد کا سر نیچا ہو سکتا ہے۔ تو نے ہی انسان کو کل مخلوقات پر حکمران بنایا۔ تو نے ہی اُسے ملکوت السمٰوات والارض کا مسجود ٹھیرایا۔ علم و حکمت تیرے ہی رہین منت دنیوی دولت و ثروت۔ حکومت۔ شوکت الغرض سب کچھ تیری ہی خیر و برکت ہے۔ تیرے آنے سے ہی ہم نے سب کچھ پایا۔ اور تیرے جانے سے ہی ہر خوبی کو گنوایا +

مسئلہ اسلام

افریقہ میں اسلام کی سرعت اشاعت عیسائی مناّدوں کیلئے مسئلہ غور و خوض ہو گئی ہے۔ جو کہ اس ترقی کرتے جانے والے مذہب کی ناخوشگوار اشاعت پر اس کے روک تھام کی تجاویز پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ اور جن کے نقطۂ نگاہ میں یہ تحریک جناب مسیح کے مشن کے سراسر خلاف ہے۔ مسٹر گاہیرڈنر جن کی اسلام کے خلاف تبلیغی جدوجہد نے ان سے کتاب ریبوک آف اسلام لکھوائی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے ایک اور چھوٹی سی کتاب لیسیرج آف اسلام شائع کی ہے جس میں انہوں نے اس مہیب کام کی حقیقت کو منکشف کیا ہے۔ جس کا عیسائی مبلغین نے مقابلہ کرنا ہے۔ اور وہ اہم کام صرف یہی نہیں ہے کہ ان ممالک کو جو پہلے عیسائی تھے۔ اب مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے بلکہ سب سے بڑا کام اسلام کی سرعت اشاعت کی روک تھام کرنے کا ہے۔ تمام کی تمام کتاب میں مصنف نے درد دل سے شور و پکار کی ہے کہ تمام اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت سے عیسائیت معرض خطر میں ہے۔ کیونکہ اسلام معقولیت کے ساتھ فطرت انسانی کو اپیل کرتا ہے۔ اس امر کو مشرح کرنے کے لئے میں اس کتاب سے ذیل کا اقتباس دیتا ہوں۔

"اس وقت مسئلہ نہ صرف تبلیغ عیسائیت کا ہے یعنی لوگوں کو عیسائیت کے گلہ میں شامل کیا جائے۔ بلکہ مرتدین کو واپس گلہ میں شامل کرنے کا ہے۔ افریقہ میں اور بہت حد تک روسی ایشیا میں اسلام کی روک تھام کا سوال در پیش ہے۔ مغربی افریقہ میں ڈیل کا واقعہ اسلام کی اس سرگرم و سرفروشانہ تبلیغی جدوجہد کا بین طور پر پتہ دیتا ہے۔ جو وہ نے دین و کافر اقوام کو اسلام میں لانے کے لئے مغربی افریقہ میں کر رہے ہیں۔" تمام کا تمام شمال اور مشرق اور رہم میں سی مغرب کا ایک کثیر حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا ہے۔ جنوب میں مشرک و کافر آباد ہیں۔ جو اسلام کے سخت دشمن اور اسے سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ جنوب سے اور نیچے گریٹ اعظم اور یوروبائے لوگوں میں بھی اسلام بڑی سرعت سے ترقی کر رہا ہے۔ اور اس اسلامی تبلیغی جدوجہد کے روح رواں بہت حد تک تاجر ہیں"۔

"درحقیقت اس تبلیغی جدوجہد کے لئے سب سے اہم چیز ایک دیسی ایجنسی کی ضرورت ہے، گورنمنٹ نے ہندوستان سے مسلمان کلرک اہل حرفت اور لوہار منگوائے ہیں۔ ہمیں ان ممالک میں ہندوستان اور مصر سے عیسائی منگوانے چاہئیں۔ اس ملک میں مصری عیسائی شدہ مسلمان زیادہ موزوں ہو گا۔ کیونکہ اگر وہ اس جگہ انکساری اور سادگی سے زندگی بسر کر سکتا ہے تو وہ ایک طوفان بپا کر دیگا۔ اس جگہ پر وہ کافر جو اسلام لائے انہوں نے دوسروں سے زیادہ لوگوں کو اسلام میں شامل کیا"۔

بہرحال ہمیں اپنے عیسائی دوستوں کی تحسین و توصیف کرنی چاہئے کہ انہوں نے اشاعت عیسائیت کیلئے ایک جدید تجربہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ازراہ دوستی ہم یہ امر بھی منکشف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اسلام کی کامیابی کا راز اس کے فطرتی مذہب ہونے میں مضمر ہے۔ عیسائیت کے لئے کامرانی اور کامگاری حاصل کرنے کیلئے یا تو فطرت انسانی کی توڑ مروڑ کی جائے۔ کہ وہ عیسائیت کے عجیب اور غیر آہنی ڈھکوسلوں کے لئے موزوں ہو جائے یا خود عیسائیت کی کانٹ تراش اور ترمیم کی جانی چاہیے۔ تاکہ وہ اسلام کے

فطرتی مذہب میں تبدیل ہو جائے +

یورپ اسلام کا منت کش ہے

یہ امر مسلمہ طور پر مانا گیا ہے - کہ یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن و معاشرت بہت حد تک اسلام کی مرہون منت ہے - تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اس امر حقہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام اس روشنی - علم و تہذیب کا علمبردار رہا ہے - جس پر موجودہ یورپ آج اس قدر نازاں ہے - لیکن پھر بھی یوروپین اقوام ان ایام میں مسلم سلطنتوں کو کمزور کرنے اور تعلیمات اسلام کو غلط پیش کرنیکے درپے ہیں - ان تحریکات کے بھنور میں جو اسلام کے خلاف آئے دن اٹھتی رہتی ہیں - بعض اوقات اسلام کی حمایت میں بھی کوئی تن تنہا آواز اٹھتی ہے جو عدوان اسلام کے بلند شور و شغب میں گھٹ کر دب جاتی ہے (باقی آیندہ)

پیرس میں مسجد

۵ جنوری ۱۹۲۰ء کے اخبار دی ٹائمز میں ذیل کا مضمون ہماری نظر سے گزرا ہے جو ناظرین رسالہ کے پیش کیا جاتا ہے - اخبار مذکور لکھتا ہے کہ

پیرس میں مسجد کی تعمیر کی تجاویز بڑے زور شور کے ساتھ ہو رہی ہیں - یہ عبادتگاہ اسی دار الخلافہ میں ان کثیر التعداد مسلمانوں کا روحانی مقام ہوگا جنہوں نے فرانس کے ساتھ نمک حلالی کا ثبوت دیا +

وہاں کی پارلیمنٹ نے کچھ عرصہ گزرا کہ قریباً آٹھ ہزار پونڈ اس غرض کیلئے منظور کیا تھا - اور امید کیجاتی ہے کہ شہر پیرس میں مسلمانوں کی مسجد کا سفید اور نپولین کے مقبرہ کا سنہری گنبد دونوں ایک دوسرے کے برابر دیگر مکانات سے بلند دکھائی دینگے - اس سے نپولین کی روح کو خوشی حاصل ہوگی - کیونکہ وہی پہلا فرانسیسی اس زمانہ میں تھا جس کے دل میں مسلمانوں اور فرانسیسیوں کے اتحاد کا خیال پیدا ہوا +

تعمیر کا کام مسلمان انجینیروں کے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اور الجیریا، مراکو اور ٹیونس کے مسلمانوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ ہر ایک اپنے ملک میں سے دو ہزار پانصد پونڈ بطور چندہ جمع کر کے مسجد کے مصارف کیلئے بھیجیں۔ الجیریا نے پہلے سے امام کا تقرر کر کے اپنی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک عمارت تیار کیجائیگی جسمیں لکچر دینے کیلئے کمرے اور کتب خانے بھی ہوں گے۔ تاکہ اس علاقہ کے نوجوان مسلمان قرآن شریف اور اسلامی کتب کا مطالعہ کر سکیں نیز یہاں ایک بڑے کمرے میں مشرقی صنعت و حرفت کی نمائش کا انتظام بھی کیا جائیگا

اسلامک ریویو: ایسی انشمندانہ تجویز پر ہم حکومت فرانس کو تہ دل سے مبارکباد کہتے ہیں کیونکہ اس سے فرانسیسیوں اور مسلمانوں کے تعلقات بہت مضبوط ہو جائیں گے مسلمان دنیا میں مذہب سے بڑھ کر کسی بھی چیز کو عزیز نہیں رکھتے۔ لہذا جو کچھ بھی ہمارے دین کیلئے کیا جائے وہ انکے دلوں کو مسخر کرنیکا موجب ہو گا۔ فرانس میں مسجد کا تعمیر کرنا گویا ان مسلمانوں کی یاد کو نہایت مناسب طور پر زندہ رکھنا ہے، جنھوں نے فرانس کی عزت اور قیام کیلئے لڑکر اپنی جانیں دی ہیں +

انگلستان کو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی طاقت خیال کیا جاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ مسلمان اس کے زیر نگین ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں ہندوستانی مسلمانوں کی خدمات کا سب نے اعتراف کیا ہے اور گورنمنٹ ہند نے بھی ان کے ایثار کا جو بعض وقت انہیں اپنے مذہبی حساسات کو دبا کر کرنا پڑتا تھا۔ سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ انگلستان بھی اپنی اس بڑی اتحادی صداقت کے نقش قدم پر چلکر ان لوگوں کی یادگار میں جو تاج برطانیہ کی عزت قائم کرنے کیلئے جنگ مذکور میں قتل کئے گئے ہیں۔ اپنے دار الخلافہ میں ایک مسجد تعمیر کرے کا لندن میں تعمیر مسجد کی تجویز سرکاری حلقوں میں تو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صاحب نے کچھ عرصہ سے پیش کر رکھی ہے لیکن افسوس ہے کہ تاہنوز اسبارے میں کچھ کارروائی نہیں کی گئی۔ فرانس نے مثال تو قائم کر دی ہے انگلستان سے اب امید کیجاتی ہے کہ وہ اسکی پیروی کریگا کیونکہ اس صورت میں اسے ان دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑیگا۔ جو کسی کام کے آغاز میں پیش آتی ہیں گو انگلستان کو پہل کر کے ان دقتوں سے ڈرنا نہ چاہیئے تھا +

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

از قلم جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ (انگلستان)

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط
واولئک ھم المفلحون

ترجمہ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے۔ جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور (آخرت میں) ایسے ہی لوگ اپنی مُراد کو پہنچیں گے +

اسلام ایک تبلیغی مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اور اسکی نسبت یہ خیال صرف مسلمانوں ہی کا نہیں۔ بلکہ تمام دیگر مذاہب بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ پروفیسر میکس مولر نے دسمبر ۱۸۷۳ء کو ویسٹ منسٹر ایبے میں تقریر کی ہے۔ دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک مشنری (تبلیغی) دوسرے غیر مشنری اور ممکن ہے۔ کہ اس تقسیم کے وقت اس کے دماغ میں قرآن شریف کی مذکورہ بالا آیت بھی ہو بہرحال اس تقسیم کی رُو سے غیر مشنری مذاہب میں تو یہودیت۔ برہمنی مذہب اور زرتشتی مذہب آتے ہیں۔ اور قسم اوّل (تبلیغی مذاہب) میں اسلام۔ بُدھ مذہب اور عیسائیت۔ بُدھ مذہب کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بانی یعنے بُدھ نے اپنے پیرووں سے کبھی یہ بھی کہا ہو۔ کہ اسکی تعلیم کو دُنیا میں پھیلایا جائے۔ لیکن مسیحی مذہب کی نسبت تو ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ جناب مسیح نے اپنے شاگردوں سے کبھی بھی یہ نہیں کہا۔ کہ اسکی تعلیم کو سوائے اسرائیلیوں کے کسی غیر قوم تک پہنچاؤ۔ کیونکہ اسرائیلیوں ہی کے لئے یہ تعلیم بھیجی گئی تھی۔ جیسا کہ متی باب ۱۵ آیات ۲۴ و ۲۶

سے صاف پایا جاتا ہے۔ یہ آیات جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں جناب مسیح نے ایک کنعانی عورت کے طلب اعانت کے موقعہ پر بولی تھیں:۔

میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

اور پھر اس نے کہا:۔

مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں (متی آیت ۲۴ و ۲۶)

ان آیات سے عیاں ہے کہ یسوع مسیح اسرائیلی گم شدہ بھیڑوں ہی کیلئے تشریف لائے تھے۔ اور آپ کی روحانی نمذ انہیں کے لئے وقف کی گئی تھی۔ اور عہد نامہ جدید کی انہیں آیات کی بنا پر اس کے حواریوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا۔ کہ آیا ان کی انجیل کو تمام انسانوں تک پہنچایا جائے۔ ہماری رائے میں وہ لوگ جو کہ عہد نامہ جدید کے احکام پر کاربند ہونا چاہتے تھے صحیح طور پر استدلال کرتے کہ ان کے استاد کی تعلیم اسرائیلیوں ہی کی گم شدہ بھیڑوں کے مئے ہے۔ اور انہیں حق نہیں۔ کہ وہ اس حلقہ سے باہر قدم رکھیں۔ لیکن پولوس کے دماغ نے جناب مسیح کی تعلیم کو چھوڑ کر نئے قسم کے مسائل گھڑ لئے۔ اسلئے اب اسی کے نقش قدم پر چلکر اصلی تعلیم سے پھر کسی اور طرف نکلجانا کوئی مشکل امر نہیں رہا۔ کلیسیا نے اس وقت ممالک غیر میں ایک کثیر التعداد مشنری صداقت کی تعلیم پھیلانے کے لئے بھیجی ہے۔ اور وہ بالکل نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ عمل جناب مسیح کی تعلیم کے بالکل برخلاف ہے۔ انہیں تو جناب مسیح کے یہ الفاظ ہی (بچوں کی روٹی کتوں کو ڈالنا) ملزم گردانتے ہیں میں نے چند روز ہوئے ایک مختصر سا رسالہ بنام کال آف دی ورلڈ (صدائے دنیا) پڑھا ہے جس میں مصنف نے بہت کوشش کی ہے کہ مشنری (تبلیغی) کام اور اسکی اہمیت کی طرف عیسائیوں کی توجہ کھینچی جاوے۔ اور اس اپنے جوش و سرگرمی کو اس نے الفاظ ذیل میں نکالا ہے:۔

ہمیں عذر لنگ اب چھوڑ دینے چاہئیں چین میں ایک عورت کا حال مجھے معلوم ہے اسمیں اتنا بھی ایثار نہیں کہ وہ اپنے لڑکے کو مشنری کام کیلئے وقف کرے لیکن اگر وہی لڑکا سول سروس کا امتحان پاس کرلے تو وہ اپنے تمام تعلقداروں سے مبارکباد کی امید رکھیگی میں پوچھتا ہوں کہ کیا مشنریوں کی تنخواہ ان کے بال بچوں کی پرورش ہی کیلئے ہے۔ اگر یہی صورت ہے۔ تو پھر انجیل کی اِس آیت کو لغو اور فضول سمجھ کر کاٹ دینا چاہئیے جسمیں لکھا ہے کہ تمہیں اپنے کھانے پینے اور پہننے کا فکر نہ چاہئیے تمہیں سب سے پہلے خدا کی بادشاہت اور اسکی سچائی کو تلاش کرنا چاہئیے۔ اس سے سب کچھ ملجائیگا +

لیکن اگر اسی عورت کو جس کی طرف مصنّف مذکور کا اشارہ ہے انجیل کا ذرہ بھر بھی علم ہو تو وہ اُسے ترکی بہ ترکی جواب دے سکتی ہے۔ یہ کہکر کہ کیا یسوع مسیح نے حکم دیا ہے۔ کہ میں اس کی تعلیم چین میں پھیلانے کے لئے اپنے لڑکے کو وقف کردوں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر انجیل کے صفحات کو ذیل کی آیات سے جو لغو اور فضول ٹھیرتی ہیں پاک کر دو :-

۱- میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔

۲- مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتّوں کو پھینک دیویں +

لیکن تعجب ہے کہ کلیسیا کس طرح تمام روے زمین پر اپنے مبلغ بھیجنے کا انتظام کرتی ہے۔ جبکہ ان کے عمل کے برخلاف انجیل مقدس کی صاف تعلیم موجود ہے۔ لہٰذا ہر ایک پادری صاحب کا جو باہر جاتا ہے یہ فرض ہونا چاہئیے کہ وہ تحقیق کرے۔ کہ آیا یسوع مسیح نے اپنے پیرووں کے لئے حکم دیا ہے کہ وہ باہر جا کر غیر اسرائیلیوں تک انجیل پہنچائیں۔ انجیل میں تو اس سوال کا جواب نفی ہی میں ملتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کلیسیا بڑے شدومد سے کوشاں ہے کہ سادہ مزاج عیسائیوں کو جو خود اس بارے میں سوچ بچار سے کام نہیں لیتے ذہن نشین کرادے۔ کہ اس نام نہاد عیسائیت کی تعلیم کو دُنیا میں

پھیلانے ہی سے وہ یسوع مسیح کی قائمقامی کا کام کر سکتے ہیں +

مگر اسلام کا طریق عمل بالکل مختلف ہے۔ یہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور جہاں کہیں بھی انسان پایا جا سکتا ہے وہاں تک اسکی تعلیم جا سکتی ہے ہمارے رسُول پاک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور ان کی تعلیم صداقت تمام جہان کے لئے قرار دیگئی ہے۔ حضور صلعم کے تبلیغی کام کا ذکر بار بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ میں یہاں چند ایک آیات پیش کرنا چاہتا ہوں جنمیں اس کام کا صاف ذکر ہے +

۱۔ تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراہ ترجمہ (خدا کی ذات بڑی) بابرکت (ذات) ہے۔ جس نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن اُتارا۔ تاکہ تمام جہان کے (لوگوں کے) لئے (عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہو (سورہ الفرقان آیت ۱)

۲۔ ان ھُوَ الا ذکرٌ للعٰلمین (ترجمہ) یہ (قرآن جو میں تم کو سناتا ہوں) دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے (سورہ ۳۸ - آیت ۸۷) +

۳۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) ہمنے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت (بناکر) بھیجا ہے (سورہ ۲۱ آیت ۱۰۷)

۴۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو تمام (دنیا کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بناکر) بھیجا ہے۔ کہ (ان کو ایمان لانے پر ہماری خوشنودی کی) خوشخبری سُنادو۔ اور (کفر کرنے پر ہمارے عذاب سے) ڈراؤ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے (سُورہ ۳۴)

۵۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (ترجمہ) وہ (خدا) ہی تو ہے۔ جس نے اپنے رسُول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا۔ تاکہ اس (دین) کو (اور) تمام دینوں پر غالب رکھے

اگرچہ مشرکین کو بُرا ہی کیوں نہ لگے (سورہ ۶۱ آیت ۹)۔

اِن آیات سے اسلام کا عالمگیر مذہب قرار دیا جانا صاف طور پر نظر آتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی اور بھی آیات ہیں۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ رسول صلعم نے اول اول اپنے دین کی تعلیم عرب ہی میں دی۔ لیکن آپؐ اسے خوب سمجھتے اور جانتے تھے۔ کہ آپؐ تمام دنیا کے لئے پیغام لے کر آئے ہیں۔ اور اسی لئے آپؐ نے ہمیشہ دنیا کے دیگر لوگوں تک اسلام پہنچانے کی تکلیف برداشت کی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جبکہ رسول کریم کو قریش کی طرف سے پہلی دفعہ اطمینان ہؤا۔ تو آپؐ نے بر اعظم کے تمام بادشاہوں کے پاس اپنے ایلچی و قاصد بھیجے۔ تاکہ انہیں دعوت اسلام دیں۔ مگر تمام دنیا کی اصلاح کا کام خود رسول اکرم صلعم کی زندگی میں سر انجام پا جانا غیر ممکن تھا۔ آپؐ کا کام بحیثیت مبلغ صرف اس قدر تھا۔ کہ آپؐ اس عالمگیر دین کے اصولوں کو جن کی وہ تبلیغ فرمایا کرتے تھے تکمیل تک پہنچا کر ایک زبردست قوم پیدا کر دیں جو کہ اس دین کو پھیلائے۔ اور آپؐ کے وصال کے بعد اس پر عمل کرے۔ چنانچہ یہ کام آپؐ نے کر دکھلایا۔ اس دنیا سے رحلت فرما جانے سے پیشتر ہی آپؐ نے مذہب کی تکمیل فرمادی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہوتا ہے آپ اپنے بعد ایک زبردست قوم چھوڑ گئے جس نے نہ صرف تمام عرب پر ہی حکومت کی۔ بلکہ جس کی فتوحات کی لہر پرانی دنیا کے کناروں تک پہنچی۔ یعنے تبلیغ اسلام کا کام آپؐ کے بعد مسلمانوں کے سپرد تھا۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ تبلیغ کا کام انہوں نے کسی مذہبی جنون کی وجہ سے اختیار نہ کیا تھا۔ بلکہ یہ متبرک کام خود قرآن شریف کے احکام کے ماتحت انہوں نے سر انجام دیا جیسا کہ فرقان حمید کی اس آیت سے عیاں ہے جس سے کہ میں نے اس مضمون کی ابتدا کی ہے لیکن میں

ناظرین کی توجہ آیت ذیل کی طرف پھیرتا ہوں جو کہ آیت مسطورہ بالا سے بھی زیادہ تر واضح ہے:-

وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (ترجمہ) ہم نے تم کو بیچ کی راس کی امت (بھی) بنا دیا ہے۔ تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) رسول (محمدؐ) گواہ بنیں (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲) شارحین نے لتکونوا شھداء کے معنے کی اس طرح تشریح کی ہے۔ کہ تاکہ تم ان کے پاس وہی پہنچاؤ۔ جو خدا کا رسول تمہارے پاس لایا۔ اور جو تم نے مذہب اور الہام کے متعلق اس سے سیکھا +

پس اس آیت کے ماتحت تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ اسلام کی تعلیم تمام روئے زمین پر پھیلائیں اور حقیقت میں ہر ایک مسلمان سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ مبلغ اسلام بنے +

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان احکام الٰہی پر عمل کیا گیا۔ اس کے جواب میں تمام اسلام کی تاریخ کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے لیکن اس سے یہ مضمون بہت طول پکڑ جائیگا۔ لہٰذا میں اس موقعہ پر ایک ہی ملک کا ذکر کرنا چاہتا ہوں یں ہندوستان ہی کو پیش کر کے بتلاؤنگا۔ کہ کس طرح تقریباً نو کروڑ انسانوں نے جو اس ملک کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں۔ اور جن کی تعداد پنجاب اور بنگال میں کثرت سے ہے اسلام کو قبول کیا۔ بعض اوقات معاندانہ طور پر نکتہ چینی کرنیوالے کہدیتے ہیں۔ کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں لوگوں کو بجبر اسلام میں داخل کیا۔ لیکن اس الزام کی واقعات تائید نہیں کرتے۔ کیونکہ اسلام نے ہمیشہ مذہبی رواداری کی تعلیم دی۔ چنانچہ اسمیں ذیل کا حکم ہے لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملہ میں کوئی جبر تشدد نہونا چاہئے)

صاف موجود ہے +

ہندوستان میں شاہان اسلام کا مذہبی جوش ان عربوں کے جوش سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جو ہسپانیہ میں پہنچے۔ اور جہاں انہوں نے آٹھ سو سال تک حکمرانی کی لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے جانے کے بعد ہسپانیہ اسی طرح مسیحی حلقے میں تھا جس طرح کہ عربوں کی سلطنت کے آغاز میں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اپنی دنیاوی حکومت کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا۔ اسلامی بادشاہوں نے کبھی بھی بجبر اسلام میں داخل کرنے کا فرض اپنے لئے اختیار نہیں کیا۔ وہ ملک گیری اور اس کے انتظام ہی میں مصروف رہے۔ اور اسی پر انہوں نے قناعت کی۔ میں اپنے اس بیان کی تصدیق میں آرنلڈ صاحب کی تصنیف "پریچنگ آف اسلام" (اشاعت اسلام) میں سے کچھ اقتباس کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ یوں لکھتا ہے:۔

"چھ کروڑ ساٹھ لاکھ مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی پائی جاتی ہے جو خود اسلام پر ایمان لائے یا ان کے بزرگ مسلمان ہوئے لیکن ان کا قبول اسلام بخوشی و برغبت تھا اور جبر و اکراہ کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا ان پر فقط امن سے کام کرنیوالے مبلغین کی تعلیم اور ترغیب ہی کا اثر پڑا تھا" +

پھر مسلمان فاتحین کے مذہبی میلان کے متعلق وہ لکھتا ہے:۔

"لیکن ان فاتحین میں روح کی اصلاح کیلئے لازماً ہر وہ تڑپ نہ تھی جو ایک سچے مبلغ اسلام کے اندر بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے اسلام نے بہت بھاری فتح حاصل کی۔ خلجی سنہ ۱۲۹۰ء سے سنہ ۱۳۲۰ء تک اور تغلق سنہ ۱۳۲۰ء سے سنہ ۱۴۱۲ء تک۔ اور لودھی ۱۴۵۱ء سے سنہ ۱۵۲۶ء تک ہند میں رہے لیکن یہ سب بالعموم جنگ و جدال میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ مذہب میں زیادہ دلچسپی نہیں لے سکتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی توجہ اسلام میں لوگوں کو داخل

کرنے کی بجائے حصول اخراج کی طرف ہی تھی"+

پھر مصنف مذکور ایک جگہ لکھتا ہے کہ

مسلمان حکمرانوں نے جبر سے اسلام کے پھیلانے میں بالکل کام نہیں لیا اس کا ثبوت اس امر واقعہ سے ملتا ہے کہ دہلی اور آگرہ جیسے مقامات میں جو کہ اسلامی طاقت وشوکت کا مرکز تھے زمانہ حال میں وہاں کی کُل آبادی کا دسواں حصہ تو دہلی میں اور ایک چوتھائی بمشکل آگرہ میں مسلمان ہیں +

اِس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے ہندوستان میں پھیلنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب نہایت صاف اور سادہ ہے اسلام ابتدا ہی سے ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ گو اس کے پھیلانے کیلئے کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ نہ کبھی تنخواہ دار مبلغ اس کی اشاعت کیلئے مقرر کئے گئے۔ اور نہ کوئی باضابطہ مذہبی جماعت یا ریاست اسمیں ساعی رہی۔ البتہ اس قسم کے مسلمان ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی رہنمائی صداقت کی اس روح سے ہوا کرتی تھی۔ جو کہ اس وقت تک چین نہ لیتی تھی جب تک کہ وہی روح خیال۔ قول اور فعل میں رونما نہ ہو۔ اور کہ جو اسوقت تک مطمئن نہ ہوتی تھی۔ جب تک کہ ہر انسانی روح تک پیغام اسلام نہ پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ اس صداقت کو جس پر ان کا ایمان تھا۔ نسل انسانی کے وسیع کنبہ کے کُل افراد اسے بطور صداقت قبول کریں۔ اسی طرز کے مسلمانوں کی بیغرض کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ اسلام پر اس آریہ ورت میں روحانی فتوحات کا دروازہ کھلا۔ اور انہیں کی بدولت ان مقامات میں۔ جہانکہ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار نہایت ہی کمزور حالت میں تھا۔ مثلاً جنوبی ہندوستان یا مشرقی بنگال میں اسلام نے مستقل طور پر بہت بھاری فتح تبلیغی رنگ میں حاصل کی۔ چونکہ یہ کام کسی باقاعدہ انجمن یا کمیٹی کا نہ تھا۔ اور محض انفرادی طور پر لوگوں نے محبت و

جوش اسلام کی وجہ سے کیا تھا۔ اسلئے ان کے کارناموں اور کامیابیوں کا حال مکمل طور پر دستیاب نہیں ہوتا۔ ہند کے مورخ البتہ کبھی کبھی اپنی تصانیف میں سرسری طور پر ان لوگوں کے کارناموں کا ذکر کر کے انکی تبلیغی کوشش وہمت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور ان کی تحریروں ہی سے ہندوستان میں اشاعت اسلام کے متعلق ہمیں کسی قدر علم حاصل ہوتا ہے +

ہمارا یہ علم گو بہت ہی تھوڑا ہے۔ تاہم ناظرین کرام کو اس سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے مختلف حصص میں مذہب اسلام کس طرح پھیلا۔ اب میں پہلے جنوبی ہند کا کچھ حال لکھتا ہوں۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ یورپ اور ہندوستان میں مسالجات۔ ہاتھی دانت اور جواہرات کی تجارت مدت سے عرب اور ایران کے باشندے ہی کرتے تھے جس کی وجہ سے ہندوستانیوں اور عربوں کو آپس میں مل بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چنانچہ عربوں نے اسے غنیمت سمجھ کر اپنے تجارتی کاروبار کے ساتھ ساتھ لوگوں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنا بھی شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں اس ملک کی حکومت ہندو راجوں کے ہاتھ میں تھی۔ جو غیر ممالک کے تاجروں کی ہر طرح حوصلہ افزائی اور حفاظت کرتے۔ اور ان کے تبلیغی کام میں بھی کسی قسم کی مداخلت نہ کرتے تھے جس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان لوگوں کی تجارت سے ملک بہبودی اور خوشحالی میں نمایاں ترقی دکھائی دیتی تھی۔ اس طرح راجاؤں اور مسلمان تجار کے تعلقات نہایت دوستانہ ہو گئے۔ اور لوگوں کو بھی اسلامی تعلیم کے مطالعہ کرنے کا اچھا موقعہ ملگیا +

مساوات انسانی کے مسئلہ نے جس پر یہ نیا مذہب زور دیتا تھا لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ اور وہ اس ذلت کی حالت سے نکلنے پر آمادہ ہو گئے جو ہندو مذہب نے ان کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ اس جگہ مالابار میں اسلامی سورج کی شعاع کے پہنچنے کا واقعہ کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جیسے سولھویں صدی کا

ایک مورخ یوں بیان کرتا ہے کہ سب سے پہلے مبلغ وہ لوگ تھے جو سیلون میں حضرت آدمؑ کا نقش قدم دیکھنے کیلئے آئے۔ جب وہ کرنگانور پہنچے تو وہاں کے راجہ نے انہیں بلوا بھیجا۔ چنانچہ اس قافلہ کے سردار شیخ شرف بن مالک نے جس کے ہمراہ اس کا بھائی مالک بن دینار اور اس کا بھتیجا مالک بن حبیب بھی تھا موقعہ پاکر مذہب اسلام اور حضرت محمد صلعم کی بعثت کی غرض کی تشریح کی۔ خدا کی عنایت و مہربانی سے حضور صلعم کی تعلیم نے اس راجہ کے دل میں گھر کرلیا اور اس نے اسے تسلیم کیا۔ اس کے دل میں رسول عربی صلعم کی محبت پیدا ہوئی۔ اور اس کے شیخ مذکور کو حکم دیا کہ حضرت آدم کے نقش قدم کی زیارت کے بعد جب وہ واپس آئے تو وہ اسے ضرور ملے۔ چنانچہ جب وہ قافلہ سیلون سے واپس لوٹا۔ تو وہ راجہ بھی خفیہ طور پر اس کے ساتھ اس جہاز میں سوار ہوگیا۔ جو عرب کیطرف جارہا تھا۔ اور اپنی سلطنت کا انتظام اپنے نائبوں کے حوالہ کرگیا۔ وہ عرب میں کچھ مدت رہا۔ اور جب وہ اس ارادہ سے اپنے ملک کی طرف لوٹنے کو تھا کہ وہاں جاکر وہ ایک مسجد تیار کرائے۔ اور اسلام کی اشاعت میں مصروف ہو۔ تو اچانک بیمار ہوکر راہیٔ ملک بقا ہوا۔ لیکن بستر مرگ پر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مالابار کی طرف اس مجوزہ تبلیغی سفر کو التوا میں نہ ڈالیں اور پھر ان کی مشکلات کو رفع کرنے کے لئے اس نے اپنے نائب السلطنتوں کے نام سفارشی خطوط لکھ دیئے اور ساتھ ہی انہیں حکم دیا کہ وہ اسکی موت کا علم لوگوں کو نہ دیں۔ یہ خطوط لیکر شرف بن مالک اور اس کے ہمراہی کرنگانور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان خطوط کی وجہ سے ان کا نہایت تپاک سے استقبال ہوا۔ اور انہیں زمین بھی عطا کی گئی جہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی۔ مالک بن دینار نے تو اسی جگہ بود و باش رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مالک بن حبیب نے چکر لگا کر تبلیغ کرنے اور علاقہ مالابار میں جگہ جگہ مساجد کی تعمیر کرنیکا

ارادہ کر لیا۔ چنانچہ کوئین کی طرف بڑھا اور اپنے ہمراہ اپنے بیوی بچوں اور مال تجارت لیگیا۔ اور وہاں اس نے ایک مسجد تیار کرائی۔ اور اپنی بیوی کو اس جگہ چھوڑ کر خود ہیلی مرادی چلا گیا۔ اور وہاں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ ان مساجد میں گیا۔ اور ہر ایک میں اس نے نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوا جس نے کہ کفرستان میں دین اسلام کو ظاہر کیا واپس آیا۔ ان واقعات کے سنہ صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن عام لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا ظہور خود رسول اکرم صلعم کی زندگی ہی میں ہوا بعض مؤرخین کے نزدیک یہ امور سنہ ۲۰۰ھ کے بعد وقوع میں آئے۔ صحیح تاریخ کا معلوم ہونا چنداں ضروری نہیں۔ جبکہ مالابار میں پرُ امن تبلیغی کام کی صاف صریح شہادت پائی جاتی ہے۔ انہیں سے اکثر مبلغ خود تاجر تھے۔ مگر ابن بطوطا جو کہ ایک مشہور و معروف اسلامی مورخ ہے لکھتا ہے کہ عرب سے بعض مولوی اور علم الٰہی کے عالم بھی آئے ہوئے تھے۔ جن سے مالابار کے مختلف گاؤں میں اُسے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن یقینی طور پر ہم نہیں کہہ سکتے کہ آیا انہیں تجار کو مؤرخ مذکور نے ان کے مذہبی جوش کی وجہ سے علمائے دین کا خطاب دیا یا اس جگہ کوئی علیحدہ گروہ ایسے علماء کا بھی تھا۔ بہرحال یہ تو بالکل ثابت شدہ امر ہے کہ قرن اولیٰ کے مسلمان اسلام کے پھیلانے میں عملی رنگ میں حصہ لیتے تھے ۱۸۲۱ء کے شروع میں مالابار کی آبادی کا پانچواں حصہ نومسلم قرار دیئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہند کے اس حصہ میں مسلم مبلغین کا اثر بہت زیادہ اور نمایاں تھا آرنلڈ صاحب لکھتا ہے۔ کہ اگر اہل پرتگال وہاں نہ آتے تو یہ سب حلقہ مسلمان ہو جاتا۔ کیونکہ لوگ کثرت سے مسلمان ہو رہے تھے۔ ایران، عرب اور ہندوستان کے دیگر گوشوں یعنے گجرات و دکن کے مسلمان تاجر بہت بڑا اثر ڈال رہے تھے +

میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ کہ ان اشخاص کا جنہوں نے اشاعت اسلام میں حصہ لیا کوئی تذکرہ فرداً فرداً ہم تک نہیں پہنچا۔ البتہ عبدالرزاق نامی ایک مؤرخ نے اپنی تبلیغی کوششوں کا حال لکھا ہے۔ جو اس وقت تک محفوظ ہے۔ اسے تیمور شاہ مرحوم نے ۱۴۱۴ء میں کالی کٹ کیطرف لیموران کے دربار میں اس سفیر کی درخواست پر بھیجا۔ جسے لیموران نے بادشاہ مذکور کی طرف بھیجا تھا۔ یہ سفیر خود بھی ایک پرجوش مسلمان تھا اور اس نے شاہ مرحوم کی خدمت میں لیموران کے پاس مبلغ بھیجنے کی ضرورت ظاہر کی۔ کہ قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنہ۔ ترجمہ (بلاؤ طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت کے) +

اسے اسلام کی دعوت دیکر اس تاریکی و گمراہی کو دُور کرے جس نے اس کے دل کو مردہ کر رکھا ہے۔ اور اسلام کی ضیا اور آفتاب علم کی روشنی سے اسکی روح کو منور کرے۔ چنانچہ عبدالرزاق کو اس سفارت کیلئے منتخب کیا گیا۔ وہ ایک دور دراز سفر طے کر کے کالی کٹ پہنچا۔ لیکن اسکی طرف کوئی التفات نہ کی گئی۔ اور وہ ناکام ہو کر خراسان چلا گیا +

ایک اور مشہور مبلغ اسلام کا پتہ بھی چلتا ہے یعنے سید ناصر شاہ جن کا نام جنوبی ہند میں اب بھی نہایت محبت اور ادب سے لیا جاتا ہے۔ یہ بزرگ جو کہ ۹۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۹ء میں رحلت کر گئے۔ عرب۔ ایران اور شمالی ہند میں سیاحت کرتے ہوئے آخر ش ترچنا پلی میں آباد ہوئے۔ اور باقی عمر اسی جگہ بسر کی۔ وہ بڑے عالم اور زاہد بھی تھے۔ اور اُن کے علم و عمل کو دیکھ کر ہندوستانیوں نے کثرت سے اسلام قبول کیا +

جنوبی ہند میں ایک بھاری تعداد ایسے نومسلموں کی بھی پائی جاتی ہے

جن کا بیان ہے کہ انھوں نے بابا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے پند و نصائح کی وجہ سے اپنا مذہب چھوڑا۔ اس بزرگ کی مزار پر اس وقت بھی ان نومسلموں کی اولاد زیارت کے لئے جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ اصل میں سیستان کے بادشاہ تھے۔ وہ تخت و تاج اپنے بھائی کے حوالہ کر کے خود درویشانہ زندگی اختیار کر کے مکہ و مدینہ کی طرف حج کے لئے چلے گئے۔ اور جبکہ وہ عرب ہی میں قیام رکھتے تھے۔ تو انہیں خواب میں رسولکریم صلعم کی زیارت ہوئی۔ اور حکم ملا کہ وہ ہندوستان میں جا کر اسلام کی تعلیم دیں۔ اس ملک میں پہنچ کر انھوں نے ترچناپلی میں ناصر شاہ صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ جنھوں نے دو سو علماء کے ایک قافلہ کا انہیں سردار بنا کر تبلیغ اسلام کیلئے بھیجا۔ چکر لگاتے ہوئے اُنھوں نے بالآخر شہر پنوکونڈا میں ہندوؤں کے ایک مندر کے پاس ڈیرہ جما دیا جسے وہاں کے راجہ نے کراہت کی نظر سے دیکھا۔ لیکن اس قافلہ کو بجبر وہاں سے نکالنے کی بجائے راجہ مذکور نے مختلف پہلوؤں سے جانچنا چاہا۔ کہ آیا اس بزرگ کا مذہب درست ہے یا وہ مذہب جو اس مندر کا پجاری پیش کرتا ہے۔ سب سے آخری تجربہ اس نے یوں کیا۔ کہ ان دونوں مذہبی پیشواؤں کو چونے سے بھری ہوئی بوریوں میں باندھ کر تالاب میں پھینک دیا۔ ہندو پجاری کا تو پتہ نہ چلا۔ لیکن بابا فخر الدین کو پہاڑی کی چوٹی پر دیکھا گیا۔ اس کرامت نے اس طرح دین اسلام کی صداقت و برتری پر مُہر لگا دی۔ یہ واقعہ دیکھ کر راجہ مذکور حلقہ بگوش اسلام ہؤا۔ اور اس کے ساتھ اس کی رعایا کا کثرت سے اسلام میں داخل ہونا بھی ایک طبعی نتیجہ تھا۔ جنوبی ہند میں اسی طرز پر اسلامی مبلغین نے نہایت امن و سلامتی سے اپنا کام کیا +

مالابار ہی سے غالباً [illegible] نے جزائر لکادیپ اور مالدیپ کیطرف

رُخ کیا جہاں اِس وقت سب کے سب قریباً مسلمان ہی ہیں۔ یہاں کے باشندے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کے بزرگ ان عرب سوداگروں کی کوشش سے مسلمان ہوئے جو سنہ ۱۲ء میں آئے۔ اور اسی جگہ نکاح کر کے آباد ہو گئے۔ تا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام میں داخل کریں + ان سوداگران کے نام ہمیں معلوم نہیں لیکن مقام مالی میں شیخ یوسف شمس الدین ساکن تبریز (ایران) کا مقبرہ اس وقت تک موجود ہے اور کہا جاتا ہے کہ شخص صاحب نے نہایت کامیابی کے ساتھ ان جزائر میں تبلیغی کام کیا۔ اسی طرح مقام اندورتھ میں بھی ایک عرب واعظ ممبا ملیا کا نامی کا مزار ہے۔ یہ بزرگ بھی اپنے تبلیغی کام کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ اور لکادیپ کے گرد و نواح کے جزائر میں اسلام کا قدم انہیں کی ہمت کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے +

دکن میں بھی مالابار کی طرح اسلامی تبلیغ کا بہت کچھ چرچا رہا ہے۔ سنہ [illegible]ء میں عرب تاجروں کی ایک بہت بڑی جماعت یہاں آکر آباد ہو گئی۔ اور وہاں شادیاں بھی کر لیں۔ دکھنی شاہان کے عہد حکومت میں مسلمان سوداگر اور مبلغ کثرت سے وہاں آئے۔ اور اور ان کے ذریعہ اسلام نے بہت بھاری رُوحانی فتح حاصل کی اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے پند و نصائح اور اپنے عمل سے کر دکھایا۔ کیونکہ دکھنی بادشاہوں کے زمانہ میں جبراً اسلام میں داخل کرنے کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا اور ان کا عہد تو رواداری کیلئے ضرب المثل تھا۔ ایک عرب مبلغ جسے پیر مہابیر خدایت کر کے پکارا جاتا ہے دکن میں سنہ ۱۳۰۴ء میں آیا۔ اسی سال کے اخیر میں ایک اور بزرگ سید محمد ساکن گلبرگہ تشریف لائے اور انہیں ضلع پونا کے کثیر التعداد ہندوؤں کے مسلمان کرنے میں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ پھر بیس سال کے بعد سید صاحب موصوف نے بلگام میں بھی ایسی ہی کامیابی اپنی تبلیغی کوششوں کی

سنہء کے شروع میں حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ کا جو بغداد میں ایک بڑے ولی اللہ گذرے ہیں - ایک رشتہ دار ہند میں آیا - اور اُس سے کنکال میں بہت سے لوگ مسلمان کیئے +

اسی طرح ایک اور اسلامی مبلغ محمد صادق سرمست چشتی جس نے بڑی کامیابی سے اپنا کام کیا - ہند میں آیا - لکھا ہے کہ وہ ۵۶۹ھ میں مدینہ سے آیا اور مغربی ہند میں پھر پھرا کر ناسک میں مقیم ہوا - جہاں اس وقت تک بھی اسکی اولاد موجود ہے +

ان اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے مبلغین ہند میں کم و بیش کامیابی کے ساتھ اسلامی خدمت کرتے رہے ہیں جن کے نام کتب تاریخ کے صفحوں پر دکھائی نہیں دیتے - چنانچہ شہر ملتان بھی اسی اسلامی تبلیغ کا ایک مرکز رہا ہے +

عربوں نے آٹھویں صدی کے شروع میں سندھ فتح کیا جس کے باعث اس ملک کے لوگوں کو اہل عرب کو اور ان کے مذہب کو بھی زیادہ تر غور اور توجہ سے دیکھنے کا موقعہ ملا - عربوں نے تین سو سال تک یہاں حکومت کی اس عرصہ میں ان کے مذہب کی تائید بہت طریقوں سے ہوئی - کئی ایک ہندوستانی شاہزادوں نے لطیب خاطر اسلام قبول کیا +

شاہ یوسیفان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے متعلق البدر دھوری نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا ذکر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام (تبلیغ اسلام) میں بھی کیا ہے - میں تھوڑا سا اس کا اقتباس ذیل میں دیتا ہوں :-

اِس ملک کے باشندے ایک دیوتا کی پرستش کرتے تھے جس کا مندر انہوں نے بنا رکھا تھا - وہاں کے بادشاہ کا لڑکا جب بیمار ہوا تو اس نے مندر کے پجاریوں سے کہا کہ وہ دیوتا سے لڑکے کی شفایابی کے لئے دُعا کریں + چنانچہ پجاری وہاں سے رخصت ہو کر کچھ عرصہ کے بعد واپس آئے

اور عرض کی کہ ان کی دعا متعلقہ صحت یابی دیوتا نے منظور کر لی ہے مگر اس کے بعد ہی اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔ اس پر بادشاہ نے مندر کو مسمار کر کے دیوتا کی مورتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور پجاریوں کو قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں اس نے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو اپنے ہاں بلوایا جنہوں نے خدا کی وحدانیت کا اُسے وعظ کیا اور وہ اس پر ایمان لا کر مسلمان ہوا +

اسی طرح باقی سوداگروں نے بھی جو عربوں کی فتح کے ابتدائی زمانہ میں ہند میں آئے اپنا تبلیغی اثر ڈالا۔ ان دنوں چین سیلون اور ہندوستان کے درمیان تجارت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی جو اپنے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو بھی پہنچاتے تھے۔ لیکن ان سوداگروں کی ہمت ان بزرگوں اور ولیوں کی زاہدانہ زندگی کے اثر سے بھی بہت کچھ بڑھی جن کے اندر اسلام کی طرف لوگوں کو کھینچنے کی خاص روح اور طاقت تھی ان میں سید یوسف الدین بھی ایک مشہور بزرگ ہیں جو سید عبدالقادر جیلانیؒ کے رشتہ دار تھے۔ انہیں خواب میں حکم ملا کہ وہ ہندوستان جا کر اشاعت اسلام کریں۔ لہٰذا وہ سندھ سنہ ۱۴۲۲ء میں تشریف لائے۔ اور دو سو خاندان کے لوگوں کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہوئے۔ بعد میں فوراً ہی ان کے قدم پر چلنے والے پیدا ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد بہت ہی بڑھ گئی +

المغرب میں اسلام

ازقلم جناب مسٹر چارلس روشر (نومسلم)

مراکش جسے عربی زبان میں المغرب الاقصا کہا جاتا ہے۔ بالعموم مسلمانوں ہی سے آباد ہے۔ بربریوں نے جو یہاں کے قدیمی باشندے ہیں عربوں کے اس ملک پر حملہ کے بعد ہی اسلام قبول کیا۔ ابوعبدالحکیم نے لکھا ہے۔ کہ سنہ ھ میں ایک بھی بربری ان علاقہ جات میں نظر نہ آتا تھا۔ جو حلقہ اسلام میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ یعنے المغرب میں عربوں کے پہنچنے کے ٹھیک ساٹھ سال بعد اس ملک کی یہ حالت ہو گئی۔ بربری لوگ دوسری قوموں سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ عربی نسل کے لوگ اس جگہ بکثرت ہیں۔ گو ان کے اندر اس افریقی خون کی آمیزش بھی ہے جو کوہ اطلس کے جنوبی علاقہ جات سے آیا تھا۔ ان کی تعداد ساٹھ ستر لاکھ کے درمیان ہے۔ یہاں یہودیوں کی بھی ایک کثیر جماعت ہے۔ اور وہ عام طور پر ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے ہسپانیہ کی مذہبی لعنتوں کے پنجے سے اپنی جان بچا کر مسلمان موروں کے ہاں آکر پناہ لی۔ گو ان موروں نے خود بھی ان عدالتوں کی وجہ سے سخت تکلیف اُٹھائی تھی۔ گذشتہ دس سال سے پہلے مراکش میں سوائے ساحل سمندر کی آبادی کے عیسائی بہت ہی کم نظر آتے تھے۔ اب بہت سے فرانسیسی۔ جو فرانس اور الجیریا کے رہنے والے تھے دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے آنے سے بیشتر یوروپین قوموں میں سے ہسپانی نسل کے لوگ بہت زیادہ تھے مگر یہ ایک عجیب امر ہے کہ مور اہل ہسپانیہ کو یوروپین نہیں سمجھتے اب غالباً وہ یورپ کی مختلف قوموں میں تمیز کرنا سیکھ گئے ہیں۔

بحث ماکین ایک مورخ نے کتاب دی مور میں جو ۱۹۰۹ء میں طبع ہوئی لکھا ہی کہ مراکش میں اب بھی اسلام اپنی اصلی حالت میں اور بیرونی اثرات سے بالکل محفوظ پایا جاتا ہے۔ مراکو آف ٹوڈے (مراکش زمانۂ حال) میں بھی ایم اوجین اوبن نے جو ایک فرانسیسی مصنّف تھا اور جس نے دیگر اسلامی ممالک میں اپنی عمر کا بہت سا حصّہ کاٹا تھا تحریر کیا ہے کہ اس نے مراکش میں ہی سب کچھ سیکھا۔ کیونکہ اُسے اس جگہ وہ اسلامی تہذیب نظر آئی جو زمانۂ وسطیٰ میں آکر گویا بالکل ساکن ہوگئی تھی +

اہلِ مراکش میں گذشتہ پندرہ سال کے اندر سیاسی اور مالی تغیّرات کسقدر سُرعت کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اور جدید مغربی تہذیب کے نقش قدم پر چلکر اُنھوں نے ترقی و تحقیق کی راہ پر پہلا قدم مارا ہے۔ اور امید ہے کہ ان کا یہ طریق کچھ عرصہ تک برابر جاری رہیگا کیونکہ مراکش نہایت ہی دولتمند علاقہ ہے۔ اور اصل میں یہ وہی سرزمین ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس جگہ سرمایہ مُہیّا کر دینے کا انتظام بھی تا حال جاری ہو۔ یہ طریق بالکل فوجی قوت اور فوجی کارروائیوں پر حصر رکھتا ہے۔ اور اہلِ ہسپانیہ اور اہلِ فرانس اپنی اپنی طاقت چُپکے چُپکے اِن موروں کو اپنی طرف کھینچنے میں صرف کر رہے ہیں جنھوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں اِتحادیوں کی فوجوں میں لڑنے والے سپاہی دے کر نہایت ہی گرانقدر مدد دی +

ان موروں کی تعداد جنھوں نے کسی قسم کی عیسائیت اختیار کی ہے اس قدر قلیل ہو۔ کہ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں لیکن یہ خطرہ ضرور ہے۔ کہ بہت سے مور اپنے نیک عمدہ اسلامی طریقوں سے منحرف ہوکر اس قسم کی بُرائیاں اپنے اندر پیدا کر لینگے جو ساحلی قصبوں کے رہنے والوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان قصبوں میں مے نوشی۔ قمار بازی

اور دیگر اسی قسم کی قباحتیں بکثرت نظر آتی ہیں۔ جو روز افزوں ہیں۔ معہ مشاہدہ کرنے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا مسیحی مشنری عیسائیوں کے برے نمونہ کے ہوتے ہوئے موروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوئی اُمید نہیں رکھ سکتے البتہ جو مور عیسائیوں کی بری عادات اختیار کرلیں گے۔ ان کے لئے برابر ہے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھیں۔ بیرونی حالات وواقعات سے اکثر دھوکہ لگتا ہے۔ اور مور لوگ چونکہ ظاہری اور بیرونی امور کو خوب دیکھنے والے ہیں۔ اسلئے عیسائیوں کی عادات کو دیکھ کر یورپ کی طرف سے آنیوالے ہر ایسے شخص کو جو خاص طرز کا لباس زیب تن کرے۔ اور ان کے طریق پر پوشش نہ رکھے اور ڈاڑھی بھی منڈواتا ہو وہ اُسے فوراً نصرانی قرار دیتے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے جو موروں کو بخوبی جانتا ہو اور اُن کی تاریخ اور ان کے میل و ملاپ کا اُسے تھوڑا سا بھی علم ہو اسبات کا سمجھنا نہایت آسان ہے۔ کہ ان کے نکتہ خیال سے تمام نصرانی (عیسائی) خواہ ان کی شکل وشباہت کیسی ہی پیاری ہو قابل نفرت اور غیر معتبر ہیں +

جب سے کہ موروں کو ہسپانیہ سے بدر کیا گیا۔ ہے نصرانیوں پر اعتبار نہ کرنا ان کی گھٹی میں داخل ہو گیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہی ملک ان کی فیاضانہ حکومت کے زمانہ میں ترقی اور خوشحالی کے معراج پر پہنچا +

موروں میں دیگر لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کا جوش مجھے نظر نہیں آیا گذشتہ ایام میں البتہ مراکش میں لوگوں نے خود بخود اسلام کی طرف رجوع کیا ہے لیکن یہ امر مستثنیات میں سے ہے +

خلالی شریف سلطان اسمعیل کا زمانہ (ستارھویں صدی کے آخری نصف حصہ) عیسائیوں کے اسلام میں داخل ہونے کے لئے بہت مشہور ہے۔ وہ بلاشبہ ایک زبردست حکمران تھا۔ اسے عمارات کی تعمیر کا گویا عشق تھا۔ اور بہت سے تعمیر کے کام اس نے جبری مشقت کے ذریعہ سے انجام دلوائے۔ ان کام کرنیوالوں میں

وہ عیسائی قیدی خصوصیت کے ساتھ شامل تھے جنہیں لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ یا جنہیں بربری بحری ڈاکو چرا کر یا گرفتار کر کے لائے تھے۔ ان میں سے اکثر اپنی حالت کو سدھارنے کیلئے بعد میں بقول ایک ضرب المثل کے مور یا ترک بن گئے +

اکثر حالات میں ان منکران دین نے اپنی قابلیت کا ثبوت دیا جس سے سلطان کو ہی فائدہ پہنچا۔ اور انہوں نے بھی ترقی کی۔ چنانچہ ان میں سے بعض کو ذمہ واری کے عہدے بھی دیئے گئے۔ اور اس طرح انہیں خوشحالی ہوئی لیکن وہ وہاں سے فرار ہو کر اپنی زندگی میں تبدیلی نہ کر سکے۔ کیونکہ یہ کوئی آسان امر نہ تھا +

اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ آیا عیسائی بطیب خاطر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ کیونکہ ہمارے پاس ایسی کوئی بھی وجہ نہیں جس سے ہم کہ سکیں کہ ان کی مذہبی تبدیلی جبر سے ہوئی تھی۔ بہر حال جو کچھ بھی ہوا وہ حقیقت میں سلطان اسمعیل کے تعمیر کے شوق کی وجہ سے ہوا اور نہ اسکی خواہش ہرگز نہ تھی کہ ان مفید اور کارکن لوگوں کو مسلمان کر کے ان کی ابدی نجات کا موجب ہو +

مراکش میں ایک خصوصیت ہے جو دیگر ممالک سے جن سے اس کا مقابلہ کیا جائے بالکل مختلف ہے۔ وہاں جا کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان ایک ایسی دنیا میں ہے جو مصر شام۔ روم اور ایران سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ اختلاف مذہب اور دیگر امور میں بھی یکساں نظر آتا ہے +

میرے خیال وہ مور جو مسلمان ہیں ملا کی فرقہ سے بالعموم تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ قریباً سب کے سب اپنے مذہب کے ظاہری فرائض اور رسم و رسوم کے بہت پابند ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی۔ اکثر مور تو صبح کی نماز تک بھی نہایت اہتمام کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں +

جہاں کہیں لوگوں کا اجتماع ہو سکتا ہے اس جگہ نماز کے لئے ایک جگہ

مخصوص کردیگئی ہے مثلاً دریا کے گھاٹ پر یا پہاڑوں کے دروں کے نزدیک
نیز ہر ایک گاؤں میں نماز پڑھنے کا انتظام ہے۔ خواہ وہاں باضابطہ مسجد
کی صورت نہ بھی دکھائی دے۔ مقبرے بھی جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ اور ہر جگہ
اسلامی روح محسوس ہوتی ہے۔ لوگوں کا طرز کلام بھی نہایت پاکیزہ اور
دیندارانہ ہے۔ گو ان کی اس قسم کی گفتگو عاد تاً ہی ہوتی ہو۔ لیکن یہ ضروری
نہیں کہ ان کے دل میں خلوص نہ ہو۔ بہر حال ان کی باتیں کان کو بھلی معلوم
دیتی ہیں۔ اور ان کا خوش کن انداز کلام دل پر اثر کر جاتا ہے +

مغرب میں اسلام کی یہ بھی خصوصیت ہے۔ کہ مراکش کے حکمران سلطان
کو مذہبی تقدس بھی دیا جاتا ہے۔ بعض پکے مسلمان مور تو موجودہ
ترکوں اور مصریوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے
یوروپین فیشن کے مطابق اپنا لباس اختیار کر لیا ہے۔ اور اپنی ڈاڑھیاں
منڈواتے ہیں۔ اور اکثر دیگر امور میں بھی صراط مستقیم سے دور چلے
گئے ہیں۔ مگر یہ قابل قدر مور ابھی نہیں سمجھے کہ قانون اور دیگر رسومات
کی اصل غرض بمقابلہ ان کے ظاہری الفاظ و پابندی کے زیادہ مفید
اور قیمتی ہے +

یہ لوگ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ ان میں تعلیم نہ پھیلے
اور وہاں چھاپے خانے قائم نہ کئے جائیں۔ اور ان کا میل و ملاپ
دیگر اقوام کے لوگوں سے براہ راست نہ ہو۔ ان کے دنیا نوسی طریقوں
کو جو انکی طبیعت میں راسخ ہو چکے ہیں دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ ان کے
خیالات میں وسعت پیدا کرنے کیلئے ایک خاصی مدت درکار ہے۔ البتہ یہ کام
جلد حاصل ہو سکتا ہے اگر اصلاح و ترقی کے لئے اسلامی مشنری یہاں بھیجے جائیں
جو ان لوگوں کو بیرونی دُنیا اور اس کے طریقوں سے پوری پوری اور صحیح اطلاع
دیں۔ اس وقت تو بہت کم مور ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اور ان میں بھی

بہت تھوڑے ہیں جنہیں اپنے حلقۂ زندگی سے باہر کا علم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اسلام مور قوم کی نجات کا موجب ہوگا لیکن ضروری ہے کہ انہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ میری غرض اس سے یہ نہیں کہ ان کے مذہب میں تبدیلی پیدا کر دیجائے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ انہیں جکڑبندیوں سے آزاد کر دیا جائے۔ اور ان کی آنکھوں پر سے وہ پردے اٹھا دیئے جائیں جو غلطی سے اپنی آنکھوں پر انھوں نے ڈال رکھے ہیں یعنے ان کے تعصبات کا جنہیں وہ اپنے معتقدات سمجھ رہے ہیں دُور کیا جانا ضروری ہے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے اثر کی وجہ سے موروں نے بھی بعض باتوں کو صحیح تسلیم کرکے خارج از بحث سمجھ رکھا ہے۔ لہٰذا خدا کی عطا کردہ قوت استدلال کی طرف ان کی توجہ دلائی جانی چاہئے جبتک یہ نہ ہو۔ ان کی ترقی مسدود رہیگی۔ اور ترقی میں سکون موت کے برابر ہے۔ زندگی تو پھیلاؤ و حرکت۔ انقلاب اور ترقی کا نام ہے۔ لہٰذا تمام دنیا میں یہی عمل برابر جاری رہنا چاہئے +

ملّت حضرت ابراہیمؑ

(از قلم علامہ جناب محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب)

اس زمانہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کا میل جول اس طرز پر ہے کہ وہ باہمی دوستانہ رنگ میں بحث و مباحثہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے موقعہ پر اسلام کے معتقدات اور عملیات کے متعلق اکثر عجیب عجیب باتیں ایک مسلمان کے کان تک پہنچتی ہیں۔ جن کو سنکر اس کے دل میں بہت غصہ اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جنہیں جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اسے پیچ در پیچ راہوں سے تفصیل کے ساتھ بحث کرنی پڑتی ہے۔ اس سے اگرچہ اس کے مخالف پر

بعض امور کی اصلیت کھلجاتی ہی لیکن ہمارے مذہب اسلام کے بارے میں وہ اپنے ساتھ ایک غلط خیال لیجاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اسلام بھی موجودہ عیسائیت ہی کی طرح زیادہ تر خشک مسائل۔ رواجات اور روایات کا ایک پیچ درپیچ مجموعہ ہے۔ لہذا یہ نہایت ضروری ہی کہ مسیحی اصحاب کو صحیح طور پر بتلایا جائے کہ ان کے اور ہمارے مذہب میں کس قسم کا فرق ہی۔ لیکن اگر اس قسم کے اختلافات پر ہی تمام تر توجہ دیجائے جسے مسلمان نہایت غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ تو اصل صداقت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یعنے پھر یہ امر نہیں کھل سکتا کہ اسلام ہی فقط دنیا کے لئے ایک حقیقی مذہب آیا ہے کیونکہ تمام دیگر سچے مذاہب کا جو خدا کی طرف سے آئے ہیں اسلام ہی ضروری جزو ہے +

یہ خیالات جن کا اظہار میں نے اوپر کیا ہے۔ یا بعد میں کیا جائیگا میرے دل میں ایک ایسے غیر مسلم دوست کی باتوں سے پیدا ہوئے جسے اسلام سے خاصی واقفیت تھی۔ اور جس نے قرآن شریف کے ترجمہ کا مطالعہ بھی کیا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں سے اسکی مذہبی گفت و شنید بھی رہا کرتی تھی۔ اس نے کثرت ازدواج اور بہشت کے متعلق مسیحی اور اسلامی معتقدات اور دیگر غیر ضروری معاملات کا بار بار تذکرہ کیا۔ اور جب اُسے بتلایا گیا۔ کہ یہ سب غیر ضروری امور ہیں تو اس نے پوچھا۔ کہ قرآن کریم تو اسلام کو حضرت ابراہیم کا مذہب قرار دیتا ہے۔ تو کیا یہ بھی پھر غیر ضروری امر ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس صورت میں زمانہ حال کے مہذب لوگ حضرت ابراہیم کے زمانہ کے پرانے اعتقادات پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں۔ جواباً اُسے کہا گیا۔ کہ اگر حضرت ابراہیم کا عقیدہ اس کے یا دیگر اس کے ہمخیالوں کے عقیدہ سے زیادہ تر صحیح ہو اور اسمیں کسی قسم کے توہمات کا بھی شائبہ نہ ہو تو پھر اس کے ماننے میں کس کو تامل ہو سکتا ہے۔

لیکن اس کا یہ سوال نہایت ضروری اور موزوں خیال کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا اثر تمام سچے مذاہب پر پڑتا ہے۔ لہذا اس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کے متعلق یوں ذکر آیا ہے

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین۔ ترجمہ۔ اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے۔ مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور بیشک ہمنے اسکو دنیا میں (بھی) انتخاب کرلیا تھا۔ اور آخرت میں (بھی) وہ نیکوں (کے زمرے) میں ہونگے + اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین (ترجمہ) جب ان سے انکے پروردگار نے کہا کہ (ہماری ہی) فرمانبرداری کرو (توجواب میں) عرض کیا۔ کہ میں سارے جہان کے پروردگار کا (یعنے تیرا ہی) فرمانبردار ہوں اسلم کے معنے فرمانبرداری کے ہیں اور اسلام کے معنے بھی سچی متابعت ہے۔ حضرت ابراہیم کی فرمانبرداری اور انکا ایثار ہی ان کا مذہب تھا۔ اور اسی کی تعریف قرآن مجید نے کی ہے۔ اس امر کو تو قرآن حمید نے صاف کردیا ہے۔ کہ ملت ابراہیم سے کسی ظاہری رسوم کی پابندی کی طرف اشارہ نہیں۔ مثلاً ان کا اپنے لڑکے کو قربان کرنے یا کسی انسان کی بجائے کسی جانور کی قربانی بلکہ اس سے مراد محض اس خدا کے برگزیدہ بندہ کا اپنی خواہش اور اپنے مدعا اور ارادہ کا خدا کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں ترک کردینا ہے۔

پھر فرمایا ہے۔ کہ

اذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما الھۃ انی ارٰک وقومک فی ضلل مبین ۝ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین ۝ فلما جن علیہ الیل راکوکبا قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین فلما را القمر بازغا

قال ھٰذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین ۰ فلما رأ الشمس بازغۃ قال ھٰذا ربی ھٰذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بریٔ مما تشرکون ۰ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا وانا من المشرکین ۰

(ترجمہ) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو۔ میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں (مبتلا) پاتا ہوں اور (جس طرح ابراہیم کے دل میں ہم نے یہ خیال پیدا کیا) اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا انتظام دکھانے لگے۔ تاکہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ تو جب ان پر رات چھا گئی ان کو ایک ستارہ نظر آیا (اور اس کو دیکھ کر) کہنے لگے کہ یہی میرا پروردگار ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو بولے کہ غروب ہو جانیوالی چیزوں کو تو میں پسند نہیں کرتا (کہ خدا مان لوں) پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے۔ یہی میرا پروردگار ہے۔ پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا۔ تو بولے اگر مجھ کو میرا پروردگار راہ راست نہیں دکھلائیگا۔ تو بے شک میں (بھی) گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے) بڑا (بھی) ہے۔ پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) بولے۔ کہ بھائیو! جن چیزوں کو تم شریک (خدا) مانتے ہو میں تو ان سے بے تعلق (محض) ہوں میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں (سورہ انعام رکوع ۹) +

جب حضرت ابراہیم نے سورج کو جگمگاتے دیکھا تو کہا کہ یہ پہلوں سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ فی الحقیقت

پیدا نہیں ۔ کیونکہ دُنیا میں دیگر اشیاء کی طرح اس کے لئے بھی کسی قانون کے ماتحت ایک راہ مقرر کردی گئی ہے ۔ اور انہیں اس کا علم ہو گیا ۔ کہ صرف ایک ہی ہستی بڑھ چڑھ کر ہے ۔ جس پر قانون قدرت حاوی نہیں ۔ اور جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور وہی اکبر ہے پس ہر ایک مسلمان کے ورد زبان اس وقت بھی اکثر یہی لفظ اللہ اکبر رہتے ہیں یعنے اللہ ہر ایک طاقت اور ہستی سے جو ہمارے ذہن میں آسکتی ہے بالاتر ہے ۔ اور اسکی ذات اس قدر ارفع ہے کہ انسان کا خیال وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا ۔ اور جب اس بڑی صداقت کا علم کسی شخص کو ہو جائے ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی حدنیت اور اسکی عظیم الشان ہستی کا اُسے یقین ہو جائے ۔ تو وہ آیت انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً پر عمل کرنے سے رُک نہیں سکتا ۔ ورنہ وہ من سفہ نفسہ کے ماتحت توہم پرست اور انسان کے خود ساختہ مسائل کو تسلیم کرنیوالا قرار دیا جائیگا +

اللہ تعالیٰ کی نسبت عجیب ہی مضحکہ خیز خیالات لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں ۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ۔

وقالوا اتخذ اللہ ولداً سبحنہٗ بل لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانتون ۝ بدیع السموات والارض واذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون ۝ (ترجمہ) اور کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے (حالانکہ) وہ (اس بکھیڑے) سے پاک ہے ۔ بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے محکوم ہیں (اس نادر) آسمان و زمین کا (وہی) موجد ہے ۔ اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے ۔ تو بس اسکی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے (سورۂ بقرہ آیات ۱۱۶ ۔ ۱۱۷) +

ان آیات سے یہ بتلانا مقصود ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اِس قدر بلند ہے کہ انکے شان و گمان میں بھی نہیں آسکتی ۔ اور ان کی کمزور و بودی

کوششیں اسکی ہستی کے بیان کرنیسے قاصر ہیں - وہ بیمثال ہے - اور اِس جیسا کہیں بھی نہیں مل سکتا - اسکی طرف مخلوق کی باتیں کبھی بھی منسوب نہیں ہوسکتیں +

اسی امر کے متعلق پھر فرمایا ہے - کہ

اولم یرالانسان انا خلقنہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۰ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ قال من یحی العظام وھی رمیم (ترجمہ) کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا - با اینہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا - کہتا (کیا) ہے کہ کون (ایسی قدرت رکھتا) ہے - کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں - اور وہ ان کو جلا کھڑا کرے (سورہ یٰسین آیات ۷۷ - ۷۸)

مسلمانوں کے نزدیک مغرب کا علم الٰہیات کا نصف سے زیادہ حصہ فرضی بحث سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - اسکی وہی حیثیت ہے جو آذر اور اسکی قوم کی بُت پرستی کی حضرت ابراہیم کی نظر میں تھی - یا عرب کے قبیلۂ قریش کی بُت پرستی - اور اس جگہ کے یہودیوں اور نصرانیوں کے من گھڑت مسائل کی جناب رسالت مآب حضرت محمد صلعم کے نزدیک تھی اللہ تعالیٰ کی کبریائی ان مسائل سے کسی صورت میں بھی ظاہر نہیں ہو سکتی ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے - کہ یہ لوگ خدا کی شان کو سمجھ ہی نہیں سکتے - ورنہ یہ اس کے رحم کو محض ان لوگوں تک ہی محدود نہ رکھتے جو کسی قسم کی جادو بھری رسومات پر چلتے ہوں یا خاص قسم کے چند کلمات پڑھتے ہوں قرآن کریم فرماتا ہے کہ انا الدین عند اللہ الاسلام - الاسلام کے معنے کامل فرمانبرداری ہے یعنے انسان اپنے تمام جذبات و مقبوضات - جسم و روح - اپنی مرضی و اپنا مدعا سب آسمان و زمین کے مالک کی مرضی اور ارادہ

کے بالکل ماتحت کر دے حقیقت میں بھی قربانی اسی کا نام ہے۔ اور ہم مسلمانوں کی نمازیں اور ہمارے رکوع و سجود اسبارے میں ہمیں ایک دائمی یاددہانی کا کام دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کا بس یہی مذہب تھا۔ یہ علم انہیں انسانی و حیوانی قربانی کے ذریعہ ہوا۔ اسی کی بدولت دنیا کو اس خونریزی سے جو انسانی قربانیوں سے ہوتی نجات ملی۔ یہ اولوالعزم انسان ترقی و تہذیب کے لحاظ سے اپنے وقت کے لوگوں کے مقابلہ میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ صدیوں میں بھی اُس تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنیوالے کی طرف نہایت راستی سے اپنا منہ پھیرتے ہیں اپنی دانش و عقل کا ثبوت دیا۔ ہر ایک انسان اس قسم کی قربانی کر سکتا ہے کسی پادری کی یا کسی قسم کے دیگر وسائل کی اسمیں ضرورت نہیں جس شخص نے اس قربانی کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ خود کر سکتا ہے۔ اور اس طرز کی قربانی کرنے پر وہ قرآنی اصطلاح کے بموجب مسلمان ہو جاتا ہے۔ خواہ اسے تمام زندگی میں مذہب اسلام کے بارے میں علم نہ دیا گیا ہو۔ اس طرح وہ خدا کا بندہ بن جاتا ہے اور اسے ایک عالمگیر اخوت کا تصور آجاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی دھندلا ہو۔ یعنے خدا تعالیٰ کی نعمتیں اسے وہی عالمگیر اخوت ملتی ہے جو حضرت ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی۔ اور جن کی اصل بنیاد ہمارے پیغمبر صلعم نے ڈالکر ثابت کر دیا کہ انسانی خوشی و راحت اور حقیقی ترقی کی یہی ایک راہ ہے۔ اور نیز الحقیقت اسلام کا دنیاوی مقصد یہ ہے کہ دنیا کو خدا کی بادشاہت کا صحیح علم دیا جائے۔ تاریخ کے پڑھنے سے مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اس مدعا کو پیش نظر رکھا انہیں سلطنت۔ شان و شوکت۔ دولت اور قوت دیگئی۔ اور جب انمیں سے اکثر نے خدا کا مقررکردہ مُدعا و مقصد فراموش کر دیا۔ تو بیرونی دنیا کو اسلام دیگر مذاہب کی طرح ایسے ہی فرضی و من گھڑت مسائل کا مجموعہ نظر آنے لگا۔ جو جھگڑے و فسادات اور تنگدلی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسلام کی قوت میں ضعف شروع ہونے لگا +

میں قرآن شریف کی آیات ذیل پر بھی جن پر عیسائی نکتہ چینی کرتے ہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں:۔

سیقول السفھاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا ط قل للہ المشرق والمغرب ط یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝ وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ط وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ ط وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ ط وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ط ان اللہ بالناس لرءوف الرحیم ۝

(ترجمہ) جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے وہ کہیں ہی گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے) تھے (یعنے بیت المقدس) اس سے ان کے (خانہ کعبہ کی طرف کو) مڑ جانے کی کیا وجہ ہوئی (اے پیغمبر) تم یہ جواب دو کہ مشرق اور مغرب (سب) اللہ ہی کا ہے۔ جس کو چاہتا (دین کا) سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اور (مسلمانو) جیسے ہمنے تم کو اب ٹھیک قبلہ بتادیا ہے۔ اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کی راس کی امت (بھی) بنا دیا ہے تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) رسول (محمدؐ) گواہ بنیں۔ اور (اے پیغمبر) جس قبلہ پر تم (پہلے) تھے (یعنی بیت المقدس) ہم نے اس کو اسی غرض سے قرار دیا تھا۔ کہ (جب قبلہ بدلا جائے تو) جو لوگ رسول کی پیروی کریں۔ ان کو ہم ان لوگوں سے (الگ) معلوم کر لیں۔ جو سرتابی کرکے اپنے اُلٹے پاؤں پھر جائیں۔ اور قبلہ کا بدلا جانا سب ہی پر شاق ہوا۔ مگر ان لوگوں پر (شاق نہیں ہوتا) جن کو اللہ نے (نیک) ہدایت دی (کہ انہوں نے تحویل قبلہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا) اور خدا ایسا نہیں۔ کہ تم مسلمانوں کے ایمان (کے کام یعنی نماز) کو (جو بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے ہو۔ اختلاف قبلہ کی وجہ سے) ضائع ہونے دے۔ خدا تو لوگوں پر بڑی ہی شفقت

رکھنے والا مہربان ہے + (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲ - آیت ۱۴۳)

پہلا قبلہ جس کی طرف مسلمان منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یروشلم تھا۔ ہمارے یہاں عیسائی مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے اس خیال پر اسے قبلہ مقرر کیا تھا۔ کہ یہودی اور عیسائی خود بخود آپ کے مذہب میں داخل ہو جائیں گے لیکن جب آپ پر کھلگیا۔ کہ یہ لوگ اس طرح بھی اسلام کی طرف نہیں آتے تو آپ نے مکہ کو قبلہ قرار دیا۔ اور پھر یہودیوں اور نصرانیوں کے آپ جانی دشمن بنگئے۔ لیکن تعجب ہے کہ آیات بالا میں ایسی فرضی عداوت و دشمنی کا ذکر تک بھی نہیں + مگر برعکس اس کے اس میں نیکی کی طرف ترغیب ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ

ولکل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات اين ما تكونوا يات بكم الله جميعاً ان الله بكل شئ عليم

ترجمہ۔ اور ہر ایک (فریق) کیلئے ایک سمت (مقرر) ہے جدھر کو (نماز میں) وہ اپنا منہ کرتا ہے۔ تو (مسلمانو) تم اختلاف سمت کی چنداں پروا نہ کر کے نیکیوں کیطرف لپکو (کہ اوروں سے بڑھ جاؤ) تم کہیں بھی ہو۔ اللہ تم سب کو (اپنے پاس) کھینچ بلائیگا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے +

حضرت محمد صلعم کے لیے صرف یہی حکم نہ تھا کہ آپ ان سب کو جن کا ایمان خدائے واحد پر ہے یا جو اس قسم کا ایمان ظاہر کرتے ہیں ایک ہی طرز پر عبادت کرنا سکھائیں بلکہ ان سب کو اخوت کے سلسلہ میں منسلک کرنا تھا بالفاظ دیگر مردوں اور عورتوں کو روزمرہ کاروبار میں خدائے واحد کے احکام کی تابعداری کرنے کی تعلیم دینا تھا۔ اسلامی جہاد یہ نہیں کہ ایک مسلمان بت پرستوں۔ یہودیوں اور نصرانیوں سے جنگ کرے۔ بلکہ اصل جہاد نیکی کا بدی کے مقابلہ میں کھڑا ہونا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ان احکام پر چلنے والوں کا جن کا ذکر تمام کتب مقدسہ میں آیا ہے اور جس کی تشریح قرآن مجید نے کی ہے۔ ان لوگوں کے مقابلہ پر آنا ہے جو احکام الٰہی کو توڑتے ہیں مگر مدینہ کے یہودیوں نے اس قبلہ کے معاملہ سے الٹا نتیجہ نکالا۔ انہیں خیال ہوا کہ

کہ رسول پاک صلعم کا میلان طبع یہودیت کی طرف ہے لہٰذا انہوں نے آپ کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی تک زور لگایا۔ لیکن جب ناکامی کا مُنہ دیکھا تو پھر آپ کے متبعین کو ورغلانے کی ٹھانی۔ آپ کو وہ (نعوذ باللہ) ایک جاہل عرب سے بہتر نہ سمجھتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ آپ نے کسی طرح بغیر امداد والہام ووحی سچے مذہب کا علم حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے کہا کہ

"آپ کو ابھی صداقت حاصل نہیں ہوئی۔ ہمیں حاصل ہے۔ جس صراط مستقیم کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ آؤ ہم آپ کو دکھائیں۔ اور یہ راستہ ہے۔ اور ہم اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہیں +

قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصریٰ ط تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین ہ بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ ۱۱۱ - ۱۱۲)

وقالوا کونوا ھودًا او نصریٰ تھتدوا ط قل بل ملۃ ابراھیم حنیفًا ط وما کان من المشرکین۔ ترجمہ۔ اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے سوا) جنت میں کوئی جانے نہ پائیگا یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں (اے پیغمبر ان لوگوں نے) کہو۔ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے۔ کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہو۔ تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کس قسم کا) خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے +

اور (یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ

تو راہ راست پر آؤ (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کے طریقے پر ہیں۔ جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے (سورہ بقرہ آیت ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول کریم صلعم نے یروشلم کی بجائے مکہ کو قبلہ قرار دیا۔ یہ وہی معبد تھا جسے حضرت ابراہیم نے آسمان اور زمین کے مالک کی شان کبریائی کے قیام کے لیے تعمیر کیا تھا۔ یہی معبد اس وقت بتکدہ بن رہا تھا۔ اسی تبدیل قبلہ کے موقعہ پر آپ کو حکم ہوا کہ آپ مسلمانوں کو کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خیر اُمّۃ کا خطاب دیا ہے:۔

کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔

ترجمہ۔ لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں۔ ان میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو۔ کہ اچھے (کام کرنے) کو کہتے اور برے (کاموں) سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو +

تمام مترجموں کا اور ایک کثیر التعداد شارحین کا بھی جن کی تصانیف کا میں نے مطالعہ کیا ہے خیال ہے کہ خیر اُمّۃ کا اشارہ عرب کی اس حیثیت کیطرف ہے جو اُسے جغرافیہ کے لحاظ سے دنیا میں ملی ہے لیکن سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے مجھ پر ایکدوسرے اور زیادہ تر روحانی معنے کھلے ہیں۔ اور جو پہلے معنے کے بھی منافی نہیں۔ ابتدا میں ایک ہی راہ تھی جو سیدھا اس مذہب کی طرف لیجاتی تھی۔ جو واحد خدا کی پرستش سکھلاتا تھا۔ اس سے ہٹ کر عیسائی تو ایک طرف چلے گئے اور یہودی دوسری طرف اور جس سے دیگر اقوام بھی بہت دور چلی گئیں۔ یہ راہ (ایک خدا کی عبادت) وہی تھی جو حضرت ابراہیم نے دکھلائی تھی۔ جو تمام مذاہب کا لب لباب ہے جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جسنے خدا کا رحم کسی ایک قوم یا مذہب کے لئے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہمیشہ قائم ہے ہر قوم وملت کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اسے دیکھیں۔ یہ قوم جسے خیر امت کہا گیا ہے صداقت کو تحمل وبردباری کے ساتھ ظاہر کرنے اور لوگوں کو اس امر کی نصیحت کرنے میں

کہ وہ محض وجاہت دنیا ہی میں نہ غرق ہوں ۔ بلکہ ایک زندہ بادشاہ کی خدمت بھی کریں بہت مفید ثابت ہوئی ہے ۔ اس نے شرارت گند اور کذب کے مقابلہ کے لئے نیکی پاکیزگی اور صداقت کو ابھارا ہے ۔ اور اس قسم کی قوم خلق اللہ کے لئے اس قدر فائدہ بخش ثابت ہوئی ہے ۔ کہ اس کے نبوت کی ضرورت نہیں ۔ اور اس کا فائدہ اس زمانہ میں بڑھ چڑھ کر ہونیوالا ہے ۔ اس میں کوئی کلام نہیں ۔ کہ مسلمانان قرون اولے نے اپنا روحانی مشن کما حقہٗ پورا کیا ۔ انہیں کے ذریعہ دنیا کے ایک بڑے حصہ میں اخوت انسانی کا بینظیر خیال پیدا ہوا ۔ جسمیں ایک ہی خدا کی بادشاہت مانی جاتی ہے ۔ اگر وہ اس وقت یہودیوں یا نصرانیوں کی باتوں کو صحیح سمجھ کر اُن کا مذہب قبول کر لیتے تو ان سے یہ کام ہرگز نہ ہوتا لیکن اللہ کو منظور نہ تھا کہ ان کا ایمان ضائع جائے ۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کا ایمان نہایت بار آور ثابت ہوا اور مدت تک وہ واقعی دنیا کیلئے بطور ایک صادق شہادت یا نشان کے تھے انہوں نے خلق اللہ کے سامنے راستبازی اور نیک کاموں میں ہمت اور کوشش کی سچی مثال قائم کر دی لیکن وہ نمونے اب اس وقت دکھائی نہیں دیتے لیکن ہم اب بھی خیر امۃ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ہمارا مذہب اس وقت بالکل درست اور آلائش سے پاک ہے البتہ بہت سے مسلمانوں نے رفاہ عام اور دیگر نیک کاموں میں جن کی تاکید قرآن مجید زور سے کرتا ہے ۔ دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے ۔ اسی لئے رسول اکرم صلعم ہم پر بطور شاہد ہونگے ۔ خود حضرت محمد صلعم کی تمام زندگی جو کہ تہذیب اور خلق اللہ کی بہتری و بہبودی کیلئے ایک نمونہ کامل تھی ۔ اور جو تمام عالم کیلئے ایک شاندار نمونے کا حکم رکھتی ہے ۔ اس وقت بھی مسلمانوں کے خلاف ایک شہادت ہے ۔ کیونکہ ہم نے اپنے اس منصب کی طرف سے پیٹھ پھیر رکھی ہے جس پر خدا نے ہمیں خیر امت کہ کر مقرر کیا تھا ۔ تاکہ تمام جہان کو ایک ہی اخوت کے دائرے میں داخل کریں ۔ لیکن ہماری اپنی غفلت کی وجہ سے غیروں

کی نظر میں اسلام بھی دیگر مذہب کی طرح خیال کیا جاتا ہے۔ اور اسلامی سلطنت بھی باقی سلطنتوں کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اب انشاءاللہ یہ زمانہ گذر گیا ہے۔ اور اسلامی دنیا اپنے خطرناک مصائب کی وجہ سے بیدار ہو گئی ہے۔ ان واقعات کی طرف دیکھنا جو ابھی ابھی ظہور پذیر ہوئے ہیں بیسود ہے۔ کیونکہ ان میں ہمیں کسی قسم کی ہدایت ایسی نہیں مل سکتی۔ اور نہ ان سے ہمارے اندر کوئی جوش کام کرنے کا پیدا ہو سکتا ہے ہمیں اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کی طرف نظر اٹھانی چاہیئے جسے ہمارے پیغمبر آخرالزمان صلعم نے دوبارہ قائم کیا۔ ہمیں اس زمانہ کو ہی اپنے خیال میں لانا چاہیئے جبکہ ہم نے خیر اُمت بن کر تمام دنیا میں چراغ ہدایت کا کام دیا۔ اس وقت صرف بدی کے مقابلہ میں نیکی کا کھڑا ہونا ازبس ضروری ہے اسلام اور عیسائیت کی جنگ کا تو ذکر ہی نہیں۔ اگر ہم اس امر کو اپنے نمونے سے سب پر واضح کر دیں تو تمام نیک نیت اور راستی پسند لوگ ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو جائینگے اور اگر پھر اسلامی سلطنت محفوظ ہو جائے۔ اور انشاءاللہ ہو کر رہیگی تو ہم اسے دیگر سلطنتوں کی طرح نہیں بلکہ رُوے زمین پر اُسے سچے خدا کی بادشاہت کا نمونہ بنانے میں کوشاں رہیں گے +

زمانہ کی رفتار

اور

تعلیماتِ اسلام

زمانہ حال میں ممالک متحدہ امریکہ اصُول جمہوریت کا زبردست حامی اور مرکز مانا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے جس قوم نے علم جمہوریت بلند کیا وہ مسلمان تھی۔ اسلام نے جس خوبی کے ساتھ مساوات اور اخوت کے مسئلہ کو سلجھایا ہے۔ آجتک اسکی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکی دن میں پانچ مرتبہ امیر و غریب کا شانہ بشانہ کھڑے ہونا۔ اور پھر ہفتہ میں ایکمرتبہ جامع مسجد میں

اور سال میں دو مرتبہ عیدگاہ میں اس خداوند دوجہان کی عبادت کیلئے جمع ہونا۔ اسلامی مساوات کا یہ ادنے نمونہ ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان عمر بھر میں ایکمرتبہ مکہ معظمہ حج کیلئے جاتے ہیں چینی۔ عربی۔ رومی۔ ہندی۔ مصری۔ ملائی۔ حبشی اور امریکی مسلمانوں کا وہاں اجتماع ہوتا ہے۔ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مضبوط زنجیر ان کو آپسمیں جکڑ رکھتی ہے۔ سب ایک ہی قسم کا لباس یعنے احرام پہنتے ہیں۔ سب ایک ہی بان یعنے عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ سب ایک ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ سب کا قبلہ ایک سب کی کتاب ایک۔ سب ایک ہی خدا کے ماننے والے اور ایک ہی نبی کے پیرو ہیں۔ کہاں ہیں جمہوریت کے دلدادہ آئیں اور اسکی نظیر پیش کریں +

مسلمانوں میں گوروں اور کالوں کا جھگڑا نہیں ہے۔ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ اسلام کا دائرہ تنگ نہیں ہے۔ اسلام نے جو حقوق عرب کے مسلمانوں کو دیئے ہیں وہی حقوق دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ایک قریشی اور ایک حبشی میں اسلام کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو خدائے پاک نے اپنی کتاب مقدس میں انما المومنون اخوۃ کہکر ایک عالمگیر رشتہ پیدا کر دیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ صحرائے سوڈان کے رہنے والے ہیں بھائی ہمارے بہت کالے کالے
وہ گو دیکھنے میں سیاہ فام سے ہیں منور مگر نور اسلام سے ہیں
پڑے ہیں قناعت سے ریت اور بن میں خدا یاد کرتے ہیں وہ سادہ پن میں
طرابلس میں ٹیونس میں الجیریا میں مراکش میں ایجپٹ میں نبولیا میں
ملیبار میں اور ابی سینیا میں ملایا میں جاوا میں سوماٹرا میں
سناتے ہیں مینار مسجد پہ چڑھ کر سمندر کی لہروں کو اللہ اکبر

خلیفہ اول مسند خلافت پر متمکن ہیں۔ اسلامی پارلیمنٹ کے ممبروں سے سوال کرتے ہیں کہ اگر میں نے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے خلاف کوئی کام کیا۔ اور میرے قدم صراط مستقیم سے لغزش کھائیں۔ تو ممبران کمیٹی کا کیا رویہ ہوگا۔ مسجد نبوی کے پارلیمنٹ ہال میں خاموشی طاری ہے۔ ایک طرف حق اور صداقت انہیں صاف گوئی کیلئے اکسا رہی ہے۔ تو دوسری جانب خلیفہ وقت اور پریسیڈنٹ

اسلامی جمہوریت کا لحاظ انہیں ساکت رہنے کیلئے مجبور کر رہا ہے۔ لوگ عجب کشمکش میں مبتلا ہیں کہ یکایک ایک بدوی کھڑا ہوتا ہے اور تلوار میان سے کھینچ کر بلند آواز سے کہتا ہے کہ اگر تمہارے قدم صراط مستقیم سے لغزش کھائیں تو میں اس تلوار کے ذریعہ تمہیں راہ راست پر لاؤنگا۔ خلیفہ وقت اس گستاخانہ مگر صداقت آمیز کلام سنکر خوشنودی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اسکی بیباکانہ تقریر اور اسلامی جوش کی داد دیتے ہیں آج مہذب سے مہذب ملک میں جہاں آزادی اور مساوات کا چرچا ہے کیا اسقدر آزادی ہے؟

اسلام نے اخوت المومنین کا سبق مسلمانوں کو دیکر اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

تمام کلمہ گو آپس میں بھائی ہیں چاہے وہ مشرقی ہوں یا شمالی۔ ایک نوجوان خوبصورت مغرب کا رہنے والا ہو یا سیاہ فام غیر مہذب ملک افریقہ کا باشندہ ہو۔ ملائی مسلمان عربوں کے رنج و راحت میں شریک ہوتا ہے لیکن مسلمان چینی مسلمان سے ہمدردی ظاہر کرتا ہے ہندی مسلمان حبشیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا ہے۔ ایک یورپی مسلمان ایک سوڈانی کو بھائی کہنے سے نہیں ہچکچاتا۔ ملک اور ملت رنگت اور قومیت انکی محبت میں سد راہ نہیں ہوتیں۔ المختصر جس قوم کو مساوات کا سبق سیکھنا ہو۔ اس کو چاہئیے کہ فرقان حمید کا مطالعہ کرے۔

مغربی ملکوں میں آجکل علمی تحریک نہایت زور شور سے جاری ہے۔ آج یورپ اور امریکہ علوم و فنون کا مرکز اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ خیال کئے جاتے ہیں تاریخ کو بغور مطالعہ کرنیوالے بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے قبل ممالک امریکہ و یورپ کی کیا حالت تھی دنیا میں علوم و فنون کا کہانتک چرچا تھا۔ بیشک مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ اس زمانے میں یونانی فلسفہ۔ رومی۔ تہذیب و تمدن مصری صنعت و حرفت ہندی علم ریاضی اور چینی کاریگری معراج کمال کو پہنچ چکے تھے۔ لیکن جو ترقی آج ہم مغرب میں دیکھتے ہیں وہ صرف اسلام ہی کی طفیل سے ہے۔ اسلام نے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ کہکر کمپلسری ایجوکیشن یعنے جبری تعلیم کا اصول دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس پر آج دنیا کی مہذب اقوام عامل ہیں وہی یورپ جسے آج اپنی علمی کمالیت پر ناز ہے۔ قرون متوسط میں علوم و فنون کا جانی دشمن تھا۔ عالموں اور فاضلوں کو وہ سزائیں دیگئیں کہ جن کے بیان سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے

ہیں۔ کسی کو زندہ جلا دیا جاتا تھا کسی کو آرہ سے چروا دیا جاتا تھا کسی کو زندہ کولھو میں پسوا دیا جاتا تھا۔ اور کسی کی تکا بوٹی کر کے کتوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔ صرف اس جرم پر کہ وہ علوم و فنون کی حمایت میں سینہ سپر تھے میں اس پر زیادہ لکھنا فضول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ امریکہ کے مشہور و معروف مورخ مسٹر ڈریپر جس کی قابلیت صداقت پسندی اور حق گوئی میں کسی اہل یورپ کو کلام نہیں اپنی کتاب ہسٹوری آف کانفلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلیجن یعنے "تاریخ معرکہ مذہب و سائنس" میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈال چکے ہیں اس زمانہ میں نظامیہ کالج بغداد۔ اور قرطبہ۔ دمشق سمرقند قیروان اور نیشاپور کی یونیورسٹیاں علوم و فنون کی مرکز تھیں جامع ازہر قاہرہ یادگار روزگار ہے۔ آج یورپ اور امریکہ اسلامی تعلیمات پر عامل ہیں اور علمی خدمت جیسے اہم ترین کام کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے +

دنیا کے مختلف مقامات میں آج ٹمپرنس سوسائٹی یعنے انجمن انسداد منشیات کی تحریک بھی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے مجھے جہانتک واقفیت ہے دنیا کے کسی مذہب کی مقدس کتاب میں نشہ آور چیزوں کے استعمال کی ممانعت نہیں کیگئی ہے۔ آج تیرہ صدی گزرنے کے بعد یورپ اور امریکہ کے مدبرین سیاست کو محسوس کر رہے ہیں۔ کہ اسلام نے جس چیز کو ام الخبائث کے لقب سے یاد کیا ہے وہ واقعی درست اور صحیح ہے۔ دنیا میں جس قدر برائیاں ہوتی ہیں۔ ان سب کا سرچشمہ شراب ہے۔ آج امریکہ میں ایک ایکٹ یا قانون نافذ کیا گیا ہے جس کی رو سے شرابخواری کی ممانعت قطعی طور پر کی گئی ہے اس بندش کا اثر امریکن سوسائٹی پر کیا ہوا وہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے جو امریکن اخبارات میں شائع ہوئی تھی چنانچہ لکھتے ہیں کہ جیلخانوں میں قیدیوں کی آمد کم ہوگئی ہے سنگین جرائم کی تعداد میں کمی ہوگئی ہے مختلف امراض کا ایک حد تک سدباب ہوگیا ہے پیدائش اور اموات کی تعداد میں کافی تغیر واقع ہوا ہے۔ لوگ مستعدی کے ساتھ کاروبار میں مصروف رہنے لگے ہیں حرام کاری سے لوگ اجتناب کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ انقلاب زمانہ نے یورپ اور امریکہ کو اسلامی تعلیم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کیلئے مجبور کر دیا ہے" +

تعدد ازدواج کے مسئلہ پر بھی آج یورپ اور امریکہ میں خصوصاً اور دنیا کے دیگر ممالک میں عموماً بہت کچھ غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اور طرح طرح کے اسکیم تیار ہو رہے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ حقیقی کامیابی صرف اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ہوگی۔ چند دن ہوئے فرانس کے ایک عالم نے موجودہ تکالیف اور مصائب کا دفیعہ یہ بتلایا کہ

شادی کی رسم ہی کو سرے سے اُڑا دیا جائے۔ اگر وہ اپنی مشکلات کا علاج قرآن شریف میں تلاش کرتے تو میں وثوق سے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ضرور اپنے مرض کی تیر بہدف دوا پاتے اور شفایاب ہوتے۔ واقعات بتلا رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں بھی دُنیا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر بیٹھ کر اور آپ کے تبلائے ہوئے حکیمانہ نسخہ سے اپنی بیماری کا علاج کرنا پڑیگا انشاء اللہ

طلاق کے مسئلہ نے بھی اہل یورپ کو مدت سے پریشان کر رکھا ہے۔ جگہ جگہ ڈیورس کورٹ یعنے مجلس طلاق کی بنیاد رکھی جارہی ہے کہاں ہیں مخالفین جو کہتے تھے کہ اسلام نے طلاق کا مسئلہ مردوں کے اختیار میں رکھ کر عورتوں کے جائز حقوق سے علانیہ چشم پوشی کی ہے لیکن آج اسی مسئلہ کو یورپ نے دوسرے لفظوں میں تسلیم کر لیا ہے۔ اور دُنیا کی مہذب قوموں کو اسلام کے آگے سر جھکانا پڑا ہے۔ اور دُنیا پر ظاہر ہو گیا ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیمات ہر ملک ہر قوم اور ہر صدی کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہیں۔ اور دنیا کی پیاس صرف اسلامی تعلیمات ہی بجھا سکتی ہیں کہاں ہیں مسٹر سیل و زویمر جو کہتے تھے کہ تعلیمات اسلام صرف جاہلوں اور وحشیوں کیلئے ہیں +

سود خواری۔ قمار بازی اور زنا کاری کے خوفناک نتائج سے صرف یورپ اور امریکہ نہیں بلکہ تمام دُنیا تھرا اٹھی ہے۔ طرح طرح کے قانون اور ایکٹ نافذ ہو رہے ہیں لیجسلیٹو کونسلوں میں ان پر خوب گرما گرم بحث ہوتی ہے لیکن یہ تمام بندشیں بندیاں صرف عارضی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام سیہ کاریوں سے ملک و قوم چھٹکارا پائیں تو ہمیں چاہئے کہ اسلام نے جو علاج ان کے دفعیہ کیلئے بتلایا ہے اس پر عامل ہوں پنجاب گورنمنٹ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے انسداد زنا کیلئے عملی کارروائی شروع کر دی ہے۔ اور اسلامی تعلیم کیطرف قدم بڑھانا شروع کیا ہے مسلمان گورنمنٹ کے اس فعل کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں اور اظہار مسرت کرتے ہیں +

پردہ سسٹم کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ معترضین نے اس مسئلہ کے سمجھنے میں سخت دھوکا کھایا ہے اسلام نے کسی صورت میں موجودہ ہندوستانی پردہ کی تائید نہیں کی ہے بلکہ اسلامی پردہ وہی ہے جو آج عرب ترکی اور ایران میں رائج ہے سوسائٹی کی بہتری اسی میں ہے کہ پردہ سسٹم کو جاری رکھا جائے۔ ہمارے ملک کی پارسی قوم نے مغربی تہذیب کی تقلید سے سخت نقصان اُٹھایا ہے چنانچہ پردہ کی مخالفت کرنے میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا جس سے آج وہ اپنی روش سے تائب ہو رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ پر انجمن قائم کر رہے ہیں۔ تاکہ پارسیوں کو اپنی قدیمی چال پر چلنے کیلئے مجبور کریں۔ ایک زمانہ تھا کہ امریکہ اور یورپ کی عورتیں اپنی آزادی بیحجابی اور بے پردگی پر ناز کرتی تھیں لیکن زمانہ نے صاف بتلا دیا کہ تیرہ سو سال قبل پیغمبر اسلام نے جس پردہ کی تعلیم دی تھی اسکی دنیا کو سخت ضرورت ہے مغرب میں ایک پردہ کے نہ ہونے سے لاکھوں خاندان تباہ ہو گئے۔ آج نہ صرف تعلیمیافتہ اور آزاد خیال عورتیں

اور امریکن پردہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں بلکہ مذہبی پیشوا اور کلیسیا کے متعصب پادری بھی اسکی حمایت میں سینہ سپر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں کا واقعہ ہے کہ نیو یارک میں ایک رئیس اعظم کی شادی ہونیوالی تھی۔ لوگ دُور دراز سے اسمیں شریک ہونے کیلئے آئے تھے۔ ٹھیک وقت مقررہ پر دولہا اور دلہن رسومات شادی ادا کرنے کیلئے گرجا میں گئے۔ چونکہ دلہن ایک مشہور نوابزادی تھی۔ اسلئے وہ نہایت قیمتی باریک اور مہین ریشمی کرتی زیب تن کئے ہوئے تھی۔ دونوں ہاتھ کہنیوں تک کھلے ہوئے تھے اور سینہ کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا۔ برقی روشنی نے عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا۔ جس وقت دونوں پادری صاحب کے آگے بڑھے تاکہ ایجاب وقبول کے بعد نکاح ہو جائے اسوقت پادری صاحب نے سخت خفگی کا اظہار کیا۔ اور دونوں پر نفریں کی اور لباس بدلنے کیلئے حکم دیا۔ چنانچہ دونوں مکان واپس آئے۔ اور سادہ لباس پہن کر اور پورے پردہ کے اہتمام سے کلیسیا واپس گئے۔ راہب موصوف نے نہایت خوشی کے ساتھ ان دونوں کا نکاح پڑھایا۔ اب اسی پادری نے اعلان کر دیا ہے کہ جو عورت نیم برہنگی کی حالت میں عبادت کرنے یا نکاح کیلئے گرجا میں داخل ہوگی وہ سخت سزا کی مستوجب ہوگی۔ آج دنیا پردہ کی ضرورت کو محسوس کر رہی ہے اور وہ وقت بہت قریب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام میں اسلامی پردہ کا رواج ہوگا۔ اور اس سے صفحہ ہستی سے بیحیائی، بیحجابی، حرامکاری اور بدکاری کا خاتمہ ہوگا۔ ناچ کا رواج بھی دنیا میں عام ہے مغربی ملکوں میں بال میں ناچنا سوسائٹی کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

. . . .

. . . . دنیا کی کسی تاریخ میں

بیحیائی اور بیغیرتی کی ایسی نظیر نہیں ملسکتی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں شرم وحیا کا بائیکاٹ ہو گیا ہے اور خلاق کا دیوالہ نکلگیا ہے تھیٹر وغیرہ سے آج جو نقصان سوسائٹی کو پہنچ رہا ہے۔ اسکی تلافی صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ کہ ان تمام برائیوں کا کافی انسداد کیا جائے۔ مقامی گورنمنٹ نے فاحشہ عورتوں کے ناچ کا انسداد کر کے رنگون کے پبلک کو ہمیشہ کیلئے مرہون منت بنا دیا ہے نیو یارک کے ایک پادری نے ناچ کے خلاف ایک زبردست مضمون لکھا ہے اور لوگوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ناچ گانے سے اپنے آپ کو دُور رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو اسکی روک تھام کیلئے کوشش کریں +

ملک میں آج مزدوروں کی جماعت میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ وہ اپنے حقوق کو بجبر حاصل کرنا چاہتے ہیں

اگر ہم تعلیمات اسلام پر عمل کرتے تو یہ تمام بےچینی جاتی رہتی۔ قرآن مجید احادیث صحیحہ میں جابجا غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کیلئے اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کیلئے سخت تاکید کی گئی ہے! آنحضرت صلعم نے غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی ہے اسلامی دنیا میں آج تک مزدوروں میں بےچینی نہیں پھیلی جس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام نے جس کی لاٹھی اسکی بھینس کی پالیسی کی سختی کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ اگر مغربی دنیا اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرے کہ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور اسی طرح رکھو جس طرح تم رہتے ہو" تو امید ہے کہ موجودہ بےچینی کا ایک حد تک ازالہ ہو جائیگا۔ اخیر میں میں اس قدر عرض کئے بغیر نہیں رہونگا۔ کہ اس مضمون سے میرا مقصد کسی خاص مذہب یا قوم پر حملہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ واقعات زمانہ سے میں نے اسبات کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اور دنیا کا آئندہ مذہب صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات جس طرح ساتویں صدی کے جاہل عربوں کیلئے مفید تھیں۔ اسی طرح بیسویں صدی کی مہذب قوموں کیلئے بھی مفید ہیں۔ وہ ان تعلیمات سے بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے حاصل کیا تھا۔ یورپ کی علمی پیاس صرف اسلام ہی کی تعلیمات سے بجھ سکتی ہے فلسفہ منطق سائنس اخلاق سیاسیات وغیرہ کا منبع قرآن مجید ہے۔ ہم جب تک قرآن مجید پر عامل نہ ہوں اس وقت تک حقیقی معنوں میں ترقی نہیں کر سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم یورپ امریکا اور جاپان کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اسلام کی فلسفیانہ تعلیمات سے ان کو آگاہ کریں۔ ان ملکوں میں اشاعت اسلام کی سخت ضرورت ہے۔ للہ مسلمانو! خواب غفلت سے جاگو اور خداوند تعالیٰ کا آخری پیغام دنیا کو پہنچاؤ۔ مسلمانوں نے ہمیشہ مہذب قوموں کو مسلمان کرنے کی کوشش کی ہے اگر ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی حفاظت اور اسلام کی ترقی کے لئے ان نو مسلموں نے جان توڑ کوشش کی تھی۔ اگر ہم پھر وہی اپنی اگلی شان و شوکت۔ اور عظمت و جلال دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہئے کہ اشاعت اسلام کو مشترکہ کام سمجھیں۔ اور سب ملکر متفقہ قوت سے تبلیغ اسلام کریں۔ خدا ہم کو اس کی توفیق دے آمین ثم آمین

خاکسار "مایت"

رنگون

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات عربیہ

قیمت فی خطبہ ۳/ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن - یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں +

۱ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲ ” ” توحید - دعا - تصوف
۳ ” ” خطبات عیدین
۴ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵ - اسلام اور دیگر مذاہب
۶ - حقوق نسواں

مکمل سیٹ غیر مجلد
مکمل مجلد ۱۲/

لمعات انوار محمدیہ

رسولکریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو - علمی ادبی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں - اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے - قیمت ۶/ بیجلد - مجلد ۱۰/

مروارید ثلاثہ

۱ - براہین نیرہ - حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲/
۲ - اسوہ حسنہ ” بہ زندہ و کامل نبی ” ۸/
۳ - ام الالسنہ بہ زندہ و کامل زبان ” ۱۲/

ان تین کتابوں میں علے الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں (حضرت) محمد عربی - اور زبانوں میں زبان عربی - براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے - تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں جمع کی گئی ہے - اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمونی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل کو کھلایا گیا ہے ام الالسنہ ایک جدید تصنیف ہے اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دیگر زبانوں کی ماں اور الہامی زبان ہے +

المشتہر - مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

تاجران کتب کو بحیثیت فیصدی کمیشن کے مفصل و مشرح فہرست کتب سوسائٹی زیر کتابت ہے جن صاحب کو ضرورت ہو بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

ذرات عالم کا مذہب (قیمت ۸/) تفصیل مضامین :- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہے سب سے طاقتور ذرے یعنی انسان کا مذہب - الہام ایک ضرورت حقہ ہے مقاصد الٰہی ارتقا کی جان ہے - اخلاق توازن جذبات کا نام ہے - روح کی پیدائش اور فرائض - روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے بعض ممنوعہ مسئلہ ارتقائے انسانی صحیفۂ الفاظ - کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور زوائد ترقی کیلئے سم قاتل ہیں - اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی - رومن کلیسیا بہترا ور فضل ہے - انسان کیلئے اپنی اصلاح ہی بہترین تسبیح ہے رب العلمین معبود +

ضخامت ۲۱۶ صفحات
قسم اول عہ/ قسم دوم ۱۴/ علاوہ محصولڈاک ہے

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ سنی و مراسم نماز پر علی الترتیب کلمات موجودہ ہند و مسلم اتحاد - فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر - تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے - اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح - ثابت کیا ہے کہ تمام فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں - حدیث اثنان سبعون فی النار و احد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح - شیعہائے ایمان پر بحث - اپنے عقاید کا اظہار - نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی - آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث - جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و حملہ کی مماثلت - جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ - دنیا میں ضرورت نبوت - اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے - جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں - یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی - خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ہو - یہ اس یگانگت و جمعیت کو دوبالا کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں - اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق و متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیار کریگی - اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں - کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر - قیمت بیجلد - - - ۶/

اسلام اور علوم جدیدہ - قیمت مجلد - - ۴/

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط - مسیح - حسین

تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر - کتاب بہت ہی قابل دید ہے - ہر سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کر کے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے ÷

مصنفہ عالیجناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُبلّغِ اسلام

جلد (۷) | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ع | نمبر (۶)

قیمت سالانہ للعہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں



Mr. A. A. O. Abdul Ghani Dixon

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) — بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ء — نمبر (۶)

فہرست مضامین

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مسٹر اے۔ اے۔ او عبدالغنی ڈکسن فری ٹون سیارلیون مغربی افریقہ سے ایک بزرگ کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے جنہوں نے حال ہی میں اسلامی لٹریچر مطالعہ کر کے اپنے قبول اسلام کا اقرار نامہ بمعہ فوٹو کے مسجد ووکنگ میں ارسال کیا ہے۔ صاحب موصوف کے انگریزی خط کا ترجمہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام" کے عنوان سے ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس نومسلم بھائی کو استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنے پاک دین متین پر چلنے کی توفیق دے +

تقریباً ایک سال کے طول وطویل سفر (سماٹرا۔ جاوا۔ سنگاپور۔ برما) کے بعد آج مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۱ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ امید قوی ہے کہ آپ تین چار ماہ تک لاہور ہی میں قیام فرمائیں گے۔ اور اس کے بعد انشاء اللہ العزیز عازم ووکنگ ہونگے +

ترکی وفد کے رؤسائے سے میری ملاقات

اشاعت اسلام کی اہمیت

پچھلے دنوں ترکی قوم کے دو وفد اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے لندن کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ ایک وفد قسطنطنیہ سے سلطان المعظم کی گورنمنٹ کی طرف سے تھا۔ دوسرا وفد مصطفےٰ کمال پاشا کے

فریق مقیم انگورا کی طرف سے قسطنطنیہ کے وفد کے رئیس ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم ٹرکی تھے۔ اور انگورا گورنمنٹ کے وفد کی عنان نیابت ہز ایکسلنسی بکر سامی بے کے ہاتھ میں تھی۔ دونوں وفد لندن کے ایک مشہور ہوٹل میں جو سوائے ہوٹل کے نام سے موسوم ہے فروکش تھے۔ اسلام کے رشتہ اخوت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ وہ زمین کے کسی گوشہ میں سکونت پذیر ہوں ایک لڑی میں پرو دیا ہوا ہے۔ اس رشتہ اخوت کے لحاظ سے میں نے ترکی قوم کے ان برگزیدہ حضرات سے ملاقات کا تہیہ کیا۔ جو ان دنوں اتفاق سے لندن میں اپنے سیاسی مسائل و مطالبات کے تصفیہ کیلئے پہنچ گئے تھے ❖

ہز ایکسلنسی بکر سامی بے سے ملاقات

میں نے دونوں صاحبان کی خدمت میں ایک ہی وقت چٹھیاں لکھیں۔ وفد انگورا کے رئیس ہز ایکسلنسی بکر سامی بے کی طرف سے پہلے جواب موصول ہوا۔ اور انہوں نے نہایت خوشی سے ملنے کیلئے وقت دیا۔ ہز ہائنس توفیق پاشا کی طرف سے جواب میں تاخیر اسلئے ہوئی۔ کہ آپ بدقسمتی سے بیمار ہو گئے۔ چنانچہ کانفرنس میں بھی دونوں فریق کی وکالت و سفارت بکر سامی بے ہی کرتے رہے کیونکہ توفیق پاشا علالت کی وجہ سے شمولیت مجلس سے معذور تھے ❖

غرض میں ۲ مارچ کو مقررہ وقت پر خواجہ نذیر احمد صاحب خلف خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ سوائے ہوٹل میں پہنچا۔ ہز ایکسلنسی کا قیام اس وسیع و شاندار عمارت کی تیسری منزل پر تھا۔ ہوٹل کے خدام نے ہمیں برقی جھولوں کے ذریعہ تیسری منزل پر پہنچا یا۔ اور وہاں ہز ایکسلنسی کے سکرٹری نے ملاقات کے کمرے کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ ہم کمرے میں داخل ہو کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ ہز ایکسلنسی تشریف لے آئے۔ اندر قدم رکھتے ہی آپ نے ہمیں اس اسلامی طریق خطاب سے مخاطب کیا جو مسلمانوں کا امتیاز خصوصی ہے۔ اور جس کا ارشاد قرآن مجید

کی آیت من القی الیکم السلام میں ہوا ہے۔ ہز ایکسیلنسی نہایت وجیہ کشیدہ قامت اور مسن بزرگ ہیں۔ انگریزی لباس پہنے ہوئے تھے۔ فرانسیسی اور فارسی زبان میں بلا تکلف بول سکتے ہیں۔ اسلئے فارسی زبان میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور ترجمان کی ضرورت پیش نہ آئی۔ سلام علیکم اور مزاج پرسی کے بعد قریباً آدھ گھنٹہ تک مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ جنمیں ہز ایکسیلنسی نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خواہ وہ کہیں رہتے ہوں۔ بیحد ہمدردی کا اظہار کیا۔ ہز ایکسیلنسی مجھ سے مسلمانان ہند کی تعلیمی حالت دریافت کرتے رہے۔ اور جب میں نے علیگڈھ میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کا ذکر کیا۔ تو آپکے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔ اور آپ نے فرمایا:۔

" ہم مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ عیسائی ہمارے دشمن ہیں۔ یہودی ہمارے دشمن ہیں ہندو ہمارے دشمن ہیں مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن جہالت ہے۔ مسلمانوں کو قرون اولے میں علم وفن کے ذریعہ سے ہی ترقی ہوئی تھی۔ اب بھی اسی سے ہوگی۔ ہم نے پہلے زمانہ میں تلوار سے ترقی حاصل نہیں کی۔ بلکہ علوم سے کی تھی۔ آج بھی اسی سے کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے انگورا میں اس غرض کیلئے ایک مجلس علمی منعقد کی ہے۔ جسے سیاسیات سے کچھ غرض نہیں بلکہ اس کا مقصد صرف علمی تحقیقات ہے۔ اور ہماری خواہش ہے۔ کہ عرب۔ شام۔ پنجاب۔ ہندوستان چین بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس مجلس علمیہ میں شریک ہوں "+

اس کے بعد میں نے ووکنگ مشن کا ذکر کیا۔ جس پر ہز ایکسیلنسی نے نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے برطانوی برادران کی ملاقات اور مسجد ووکنگ میں نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ (چنانچہ اس کے بعد آپ اپنے متعدد ہمراہیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ جس کی مفصل کیفیت قبل ازیں بھیجی جاچکی ہے) +

دوران گفتگو میں میں نے ہز ایکسیلنسی کیخدمت میں ترجمۃ القرآن انگریزی

پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ترکوں کو اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کرنی چاہیئے
جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ "بیشک یہ ہمارا فرض ہے۔ اور اشاعت اسلام سے
بہت بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں
اس ملک یا دوسرے ممالک یورپ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ دور ہو جاتی ہیں آپ
جو کام یہاں کر رہے ہیں۔ ہم اس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور میں
انگورا میں جا کر اس کا نہایت خوشی سے ذکر کرونگا"

ہز ہائینس توفیق پاشا کا مکرمت نامہ
اور
ہز ایکسیلنسی داماد اسمعیل حقی سے ملاقات

دوسرے دن بعد ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم ٹرکی کی طرف سے جواب موصول ہوا
کہ ممدوح خود تو بیمار ہیں۔ اسلئے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ لیکن آپ کی جگہ آپکے
فرزند ارجمند ہز ایکسیلنسی داماد حقی نے جنہیں ہز میجسٹی سلطان کے ساتھ نسبت
فرزندی بھی حاصل ہے بڑی خوشی سے ملیں گے۔ اور اسی غرض سے آپ نے
مجھے ۴ مارچ بروز پنجشنبہ شام کے چار بجے چاء پر مدعو کیا۔ چنانچہ میں وقت
مقررہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کے ساتھ حاضر ہو گیا۔ ہز ایکسیلنسی اپنے والد ماجد
کے ساتھ سوائے ہوٹل کی چھٹی منزل پر اقامت پذیر تھے۔ خدام ہوٹل نے
آپ کی فرودگاہ کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ اور وہاں آپ کے سکرٹری نے
استقبال کیا۔ ہز ایکسیلنسی فرنچ بول سکتے ہیں۔ مگر میں اس سے نابلد
تھا۔ اسلئے ترجمان کی ضرورت پڑی۔ اور اس ضرورت کو ہز ایکسیلنسی کے
سکرٹری نے جو انگریزی میں گفتگو کر سکتے تھے پورا کیا۔ ابتدائی مراسم مزاج پرسی
کے بعد لندن کانفرنس کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں۔ اور ہز ایکسیلنسی نے

نے ہمیں سمرنا کی آبادی کے نقشے دکھائے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خاص سمرنا میں ترکوں کی آبادی یونانیوں سے زیادہ ہے +

اس کے بعد اشاعت اسلام پر میں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا جس میں ہز ایکسیلنسی نے بڑی دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑی خوشی سے ان خوشنما تائید گرانقدر نتائج کو سُنا۔ جو ووکنگ مشن کو اس مختصر زمانہ میں حاصل ہوئے ہیں ہز ایکسیلنسی کو اشاعت اسلام میں ایک شغف معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا:-

"جب میں جرمنی میں فوجی تربیت کے لئے تھا۔ تو میں نے بھی ایک خاندان کو حلقہ بگوش اسلام کیا تھا۔ ایک فوجی افسر کے ساتھ میری دوستی ہوگئی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے اُسے اسلام کے اصول اور تعلیم بتانی شروع کی۔ کچھ عرصہ میں وہ اس قدر متاثر ہوگیا کہ اس نے قبول اسلام کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد اس کے رشتہ داروں نے اسکی مثال کی تقلید کی۔ اور سارا خاندان مسلمان ہوگیا" +

اس کے بعد میں نے آپ کیخدمت میں انگریزی ترجمۃ القرآن پیش کیا جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اپنے والد ماجد ہز ہائنس توفیق پاشا کے جو دوسرے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے دکھانے کو لے گئے اور اپنے والد ماجد کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے ہدیہ اسلامی کو قبول کیا۔ اور قرآن کریم کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا کر اپنے پاس رکھ لیا اسکے بعد چاء پیش کیگئی جسمیں ہز ایکسیلنسی کے دوسرے رفقاء اور اراکین وفد بھی شریک ہوئے۔ چاء نوشی کے وقت بھی مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ غرض تقریباً ایک گھنٹہ کی پُر لطف صحبت کے بعد ہم نے اجازت طلب کی۔ ہز ایکسیلنسی نے دوبارہ نہایت مؤثر الفاظ میں ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اور از راہ محبت برقی جھولے تک مشائعت کے لئے تشریف لائے۔ ہز ایکسیلنسی کے اخلاق نہایت وسیع ہیں اور میرے دل پر ان کا خاص اثر ہے +

مُسلمانوں کیلئے سبق

میں نے یہ تمام کیفیت محض دل لگی کے لیے نہیں لکھی۔ نہ میرا مطلب اس سے خود نمائی ہے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان ان خیالات سے کوئی عملی فائدہ حاصل کرلیں۔ ترک قوم مسلمانوں میں ایک ممتاز قوم سمجھی جاتی ہے۔ مسلمانان ہند کے دلوں میں بھی ان کی بڑی عزت و وقعت ہے کہ زمانہ دراز کی حکومت کرنیوالوں کو آئین حکومت کم از کم ہم سے زیادہ آتے ہونگے۔ اس قوم کے برگزیدہ ممبروں کی رائے میں نے پیش کردی ہے۔ جیسے ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو آویزہ گوش بنانا چاہتے۔ ان کے سارے خیالات کا خلاصہ اگر سمجھنا چاہو۔ تو صرف یہی ہے۔ کہ علم کی دولت حاصل کرو۔ اور اشاعت اسلام کی برکت سے دنیا میں بڑھو۔ یہی وہ اصول ہیں جن سے مسلمانوں نے ترقی کی تھی۔ اور ان ہی سے آج وہ اپنی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ کاش کالجوں اور سکولوں کی شکست و ریخت کے مدعی اور طلباء کو تحصیل علوم سے نے بہرہ رکھنے والے بزرگ جنھیں آج تک ترکوں سے ہمدردی کا دعویٰ بھی ہے ترکوں کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں۔ ترکی وفد اپنے اپنے مقامات پر واپس چلے گئے۔ لیکن ان کے خیالات میں مسلمانان ہند کی خدمت میں نصیحت کے لئے پیش کررہا ہوں +

مرادِ ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

مصطفیٰ خاں
مسجد ووکنگ انگلستان

ناظرین کرام اس امر کی طرف توجہ فرمائیں۔ اس پُرفتن زمانہ میں اشاعت اسلام کیطرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز اشاعت دین میں ہی مضمر ہے +
خادم۔ مینیجر

ایک جنونی دماغ کا خبط

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ لوگ جن کا سر غرور سے پر ہوتا ہے اپنی کامیابیوں کے زمانہ میں دیوانہ وار اس قسم کے کلمات بول اٹھتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی اعلیٰ طاقت کا مالک خیال کرتے ہیں جو معمولی انسانوں میں نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے ایک قیصر بھی تھا جس نے آج سے پندرہ سولہ سال قبل مشاہدات قدرت اور الہام الٰہی کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے وقت سنا ہے کہ ذیل کے الفاظ بولے:۔

"انسانی ترقی و تربیت کے لئے خدا بذاتہٖ انسانی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ خواہ وہ انسان پادری ہو یا بادشاہ کافر ہو یا یہودی یا عیسائی۔ چنانچہ موسیٰ۔ ابراہیم ہیومر شالمین۔ لوتھر شیکسپیر۔ گوائٹے۔ کینٹ۔ اور شاہنشاہ ولیم اعظم کے ذریعہ جنہیں خدا نے منتخب کیا۔ بڑے بڑے غیر فانی نتائج مرتب ہوئے۔ میرا دادا بھی اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کا کام دیتا ہے"۔

اس طور سے ظاہر ہے کہ اگر شاہ جرمنی گزشتہ جنگ میں فتح حاصل کر کے غیر فانی نتائج و کامیابی حاصل کر لیتا تو وہ یقیناً مدعیٔ نبوت ہوتا۔ بلکہ اغلب ہے کہ وہ اپنے آپکو خدا کا اوتار قرار دیتا۔ اس صورت میں خدا کے ان تمام راستباز بندوں کی صداقت جنہوں نے نبوت یا رسالت کا دعویٰ کیا دھندلی پڑ جاتی۔ اور سچ و جھوٹ اور الہام الٰہی و پرجوش دماغ و شیطانی خواب میں کوئی امتیاز نہ رہتا +

یہ امر قابل غور ہے کہ شاہ جرمنی جس کے قبضہ قدرت میں بڑے بڑے مادی ذرائع تھے باوجود طرابولی بولنے کے اپنی تمام سلطنت کو قریباً تباہ شدہ پا کر خود ایسی حالت میں پہنچتا ہے کہ اسے غیر ملک میں جا کر پناہ لینی پڑتی ہے۔ اسکے بالمقابل ہم ربانی رسولوں کو دیکھتے ہیں ابتدا میں وہ بہت کمزور و بے بس نظر آتے ہیں۔ اور اس بیکسی کی حالت میں جبکہ انکی مخالفت بھی انتہائی درجہ تک پہنچ جاتی ہے وہ اپنے دشمنوں کی تباہی و بربادی اور اپنے مشن کی ترقی و کامیابی کی پیشگوئی کرتے ہیں لیکن جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح ظہور میں آتا ہے پس اسی سے یقینی طور پر خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے اور اسکے رسولوں کی صداقت ظاہر ہوتی ہے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

ترکی وفد مسجد ووکنگ میں

"ہز ایکسیلنسی باقر سامی بے کا وعظ انگریز نومسلمین کو"

ایک افریقن ایک انگریز مرد اور عورت کا قبول اسلام

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ اس وقت ترکوں کے دو ڈیلیگیشن لندن میں اتحادی کانفرنس کے سامنے اپنے دعاوی پیش کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو سلطنطنیہ کی حکومت کی طرف سے ہے۔ اور ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم اس کے رئیس الوفد ہیں۔ دوسرا وفد کمال پاشا یا انگورا کے نیشنلسٹ ترکوں کا نمائندہ ہے۔ اور اس کے رئیس ہز ایکسیلنسی باقر سامی بے ہیں +

یہ موقعہ نہیں کہ ان ہر دو وفود کے کاموں۔ اور کانفرنس میں ان کے پیشکردہ دعاوی اور ان کے نتائج کو دھرایا جائے۔ ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ ہمارے ناظرین کرام سن چکے ہونگے۔ صرف اسقدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ دوران کانفرنس میں ہز ہائنس توفیق پاشا تقاضاء عمر اور اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے بہت بیمار رہے۔ کچھ تو اس وجہ سے بہت بیمار تھے۔ کچھ تو اس سبب سے بھی کہ کانفرنس سے پہلے ہی ہر دو وفد خوش قسمتی سے ایک رائے پر پہنچ چکے تھے اور ان کا اتحاد ہوگیا تھا۔ ہز ایکسیلنسی باقر سامی نے ہی ہر دو وفد کی نمائندگی کرتے رہے۔ ہز ایکسیلنسی خود بھی بوڑھے آدمی ہیں۔ اگرچہ ان کی شکل وشباہت اور عظیم الجثہ ہونا دیکھنے والے پر ایک خاص رعب طاری کرتا ہے +

مسجد میں تشریف آوری ہز ایکسیلنسی اپنے دوران قیام لندن میں ایکبر تبہ

مولوی مصطفی خان صاحب بی اے کو ملنے کا موقعہ دیا۔ اس کے بعد خود گذشتہ ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کو معہ اپنے ساتھیوں کے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اس دوسرے موقعہ پر بہت سے انگریز نومسلم اور دیگر اصحاب بھی تشریف لے آئے تھے جنمیں لارڈ ہیڈلے الفاروق ڈاکٹر ایچ ایم لیون مسٹر خالد شیلڈرک۔ مسٹر گرد حبیب اللہ اور بہت سے دیگر اصحاب بھی شامل تھے +

دعوت اور نماز } قریباً ۲ بجے ہز ایکسلنسی اور دیگر ممبران وفد یہاں آئے۔ اور تھوڑی دیر تک عربی اور فارسی میں باتیں کرنے کے بعد ما حضر اپنے ہمراہیوں اور دوسرے معزز مہمانوں کے ساتھ تناول فرمایا۔ اس کے بعد مسجد میں ہمارے عرب دوست مولوی سید عبد الحیی صاحب مولوی فاضل نے اپنے مخصوص عربی لہجہ میں صدائے **اللہ اکبر** بلند کی۔ یعنی نماز ظہر کیلئے اذان کہی۔ جس کو سننے سے بہت سے ممبران وفد خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ سرزمین تثلیث میں اللہ اکبر کی آواز ایک مسلم کے قلب پر جو اثر کرتی ہے۔ وہ ان کے چہروں سے نمایاں تھا۔ اسی عالم مسرت میں سب کا فوٹو لیا گیا۔ اور اس کے بعد نماز باجماعت پڑھی گئی +

ایک افریقن پروفیسر کا قبول اسلام اور لارڈ ہیڈلے کی } نماز کے بعد ایک افریقن پروفیسر نے جن کا نام پروفیسر (پاکپاکوارنی) Khakpa Quarney ہے اور سترہ برس تک عیسائی رہ چکے ہیں۔ قبولیت اسلام کا اعلان کیا جس پر رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے نے سب سے پہلے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اور اسے مبارکباد دی اور اس کے بعد لارڈ موصوف نے ایک مختصر سی تقریر اسلام پر کی۔ اور اپنی دو انگریزی نظمیں اور ایک دعا جو سورہ فاتحہ کا ترجمہ ہے پڑھ کر سنائی +

ہز ایکسلنسی باقر سلمی خاں کی تقریر } اسی وقت ہز ایکسلینسی باقر سلمی خاں رئیس الوفد نے مسلمانوں اور دیگر حضرات کو فارسی زبان میں ایک دلنشین وعظ کیا جسکا ترجمہ ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں مسٹر عبد الصمد خاں صاحب قنصل ایران کرتے گئے آپ نے فرمایا۔ کہ اس جگہ آکر اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نماز پڑھ کر جو مسرت سب مجھے

حاصل ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ میں اس دن کو نہ صرف خود ہی خوشی کے ساتھ یاد رکھونگا۔ بلکہ جب میں انگورا میں واپس جاؤنگا۔ تو اپنے اہل وطن سے بھی اسی کا ذکر کرونگا جو سب غائبانہ اس خوشی میں شریک ہونگے۔ یہ مقدس گھر (مسجد) ایسی جگہ نہیں کہ جہاں سیاسی مسائل پر کچھ کہنا مناسب ہو لیکن جس مقدس مشن کو لے کر ہم آئے ہیں اس کے متعلق میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کا منشاء قیام امن کی کوشش کرنا ہے۔ صرف اپنے ہی ملک میں نہیں۔ بلکہ کل دنیا میں قیام امن اس مشن کی غرض اور مدعا ہے +

میں کوئی دینیات کا عالم نہیں۔ مسائل دینیات اور امور مذہبی کی توضیح یہ ان (مولوی مصطفےٰ خان صاحب کی طرف اشارہ کر کے) لوگوں کا کام ہے جو عالم دین ہیں لیکن میں اس قدر کہونگا۔ کہ مغرب میں اسلام کو بہت بُرا رنگ دیا گیا ہے۔ اور اسکی تصویر کو بہت بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک بالکل سادہ اور اور بڑا ہی معقول مذہب ہے۔ وہ پانچ ارکان جس پر دین کی عمارت کھڑی ہے کیا ہیں۔ پہلا رکن کلمہ شہادت ہے یعنی توحید آلہی اور رسالت نبوی کا اقرار۔ توحید ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر کل دنیا جہان کی سلامتی اور امن موقوف ہے۔ اگر ایک خدا کی بجائے بہت سے خدا ہوں تو دنیا سلامت نہیں رہ سکتی۔ ان تمام خداؤں میں نزاع اور خانہ جنگی برپا رہیگی۔ ایک کی مرضی دوسرے کے خلاف ہونے پر جو نتائج ہوتے ہیں۔ وہ ایک سے زیادہ خداؤں کے ہوتے ہوئے کہاں موجب رحمت ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسرا رکن نماز ہے۔ نماز نہ صرف انسان کو بہت سی بدیوں اور بداخلاقیوں سے ہی بچاتی اور خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق جوڑتی ہے بلکہ اسلامی نماز اپنی ہیئت کذائی کی وجہ سے انسان کی صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ ابھی ہم نے کھانا کھایا ہے۔ اس کے بعد ورزش ضروری ہے نماز نے اس غرض کو بھی پورا کر دیا۔ پھر تیسرا رکن روزہ ہے۔ جس میں ہمیں نہ صرف بہت سی خواہشات اور بُری باتوں سے بچنے کی ہی ایک قسم کی مشق ہوتی ہے

بلکہ دوسرے غربا کی جنھیں کھانا نہیں ملتا حالت کو بھی سمجھنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اور جتنے الوسع ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی چوتھا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ وہ بات ہے جس کے لئے جملہ بولشوسٹ اور سوشالسٹ لوگ سرگردان ہیں۔ وہ اغراض جن کو یہ گروہ اپنے خود ساختہ اصولوں کے ذریعہ سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ زکوٰۃ کا اصول ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے ان کو پورا کر چکا ہے (حسب فرمان نبوی۔ تؤخذ المال من امرائھم و ترد الی غربائھم) پھر حج کو دیکھو۔ دنیا جہان کے مستطیع مسلمانوں کا ایک جگہ سال بھر میں ایک مرتبہ جمع ہونا کیا غرض اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ ایک قسم کی کل مسلمانوں کی کانفرنس ہے۔ مختلف ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہو کر ترقی کی راہیں سوچ سکتے ہیں۔ کس قدر معقولیت سے بھرے ہوئے یہ تمام اصول ہیں لیکن کس قدر غلط مغرب نے ان کو سمجھا ہے +

اسلام کے متعلق یہ بالکل غلط خیال سمجھایا گیا ہے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب اقوام سے دشمنی اور بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ہرگز کسی سے دشمنی اور بغض کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ سب کے ساتھ خواہ کوئی کسی مذہب اور قوم سے تعلق رکھتا ہو حسن سلوک اور نیکی سے برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے +

واپسی قریباً نصف گھنٹہ تک ہز ایکسیلنسی نے یہ تقریر کی۔ اور اس کا ترجمہ لوگوں کو سنایا گیا۔ اس کے بعد آپ دو تین ممبران ڈیلیگیشن کے ساتھ واپس لندن تشریف لیگئے۔ کیونکہ ہز ایکسیلنسی کو ایک ضروری مجلس میں شریک ہونا تھا۔ باقی ممبران شام تک ٹھیرے رہے +

مسجد ووکنگ کا ہفتہ وار لیکچر ہز ایکسیلنسی کے واپس جانے کے بعد ساڑھے تین بجے حسب دستور مسجد میں مولوی مصطفےٰ خانصاحب کا ہفتہ وار لیکچر اسلام ہوا جس میں انھوں نے ہز ایکسیلنسی کی مندرجہ بالا تقریر کی طرف بھی ضروری

اشارات کئے۔ اور اس کے ضروری پہلوؤں پر دوبارہ خوب روشنی ڈالی۔ اس لیکچر کے وقت حسب دستور ووکنگ کے اکثر مقامی اصحاب بھی آ گئے۔ اور کثرت حاضرین سے مسجد بالکل بھر گئی۔ لارڈ ہیڈلے اس وقت پریسیڈنٹ تھے۔ انہوں نے حسب معمول دعا کی۔ اور پھر خود اور انہوں نے بھی اور ڈاکٹر ہارون مصطفےٰ لیون نے بھی تقریریں کیں +

افریقن نومسلم کی تقریر آخر میں اس افریقن پروفیسر نے جن کے قبول اسلام کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ایک پرجوش تقریر میں افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کی جد و جہد کا حال بتایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اسلام کے سادہ اصول اہل افریقہ کے دلوں میں ایسے گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اس کے بالمقابل موجودہ عیسوی جاہ و جلال اور ساز و سامان کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اپنے سترہ سالہ تجربہ کو جو عیسوی مذہب میں رہکر انہیں ہؤا۔ اسلام کی طرف مائل کرنے والا اور اس کا حامی بتایا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج انہوں نے اسلام کو علے الاعلان قبول کیا پروفیسر موصوف بہت قابل اور سمجھدار آدمی ہیں۔ انگریزی خوب لکھ اور بول سکتے ہیں۔ افریقہ میں پہلے پروفیسر تھے۔ اب لندن میں اکسپورٹ امپورٹ (برآمد درآمد) کا تجارتی کاروبار شروع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا اسی دن شام کو راقم الحروف سے نماز کے اوقات اور اس کے ضروری مسائل ایک ایک کر کے پوچھتے رہے نماز پر انہیں کتاب بھی دیگئی جو یہاں نومسلمین کے لئے چھپی ہوئی موجود ہے +

شام کی چاء کے بعد ڈیلیگیشن کے باقی تمام ممبر بھی واپس تشریف لیگئے +

ایک انگریز خاندان کا قبول اسلام ان کے جانے کے تھوڑے عرصے بعد ایک اور انگریز اور اسکی بیوی نے جو ہر دو آج کی دعوت میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ اور کچھ عرصہ پیشتر سے زیر تبلیغ تھے۔ اور لندن میں نماز جمعہ اور اتوار کے لیکچروں میں شامل ہوتے رہے تھے۔ نہایت خوشی سے قبول اسلام کا اظہار کیا۔ اور

ڈیکلریشن لکھ کر دیئے ۔ ان تینوں نو مسلمین کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱۔ پروفیسر پاکپا کوارٹی (افریقی) اسلامی نام عبد الکریم

۲۔ پے ماسٹر مسٹر ریونز (انگریز) " عزیز

۳۔ مسز ریونز (عورت) " عزیزہ

اس خاندان کا ایک چھوٹا بچہ بھی والدین سے ساتھ تھا ۔ جس کی عمر پانچ سال کے قریب ہے ۔ اس کا نام حمید رکھا گیا +

افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام

جس دن کے یہ واقعات اوپر لکھے ہیں ۔ اسی دن صبح کی ڈاک میں افریقہ سے ایک صاحب کا خط اور فوٹو آیا خط میں انہوں نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر بھیجا تھا ۔ جس کا ترجمہ ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے میں ذیل میں دیتا ہوں +

مکرمی اس خط کے ذریعہ سے میں آپ کو ان کتابوں اور خط کے پہنچنے کی اطلاع دیتا ہوں ۔ جو آپ نے مجھے بھیجی تھیں ۔ میں نے جواب آج تک اسلئے نہیں دیا ۔ کہ میں چاہتا تھا ۔ کہ پہلے ان کتابوں کا ایک کثیر حصہ پڑھ لوں ۔ تاکہ اسبات کا فیصلہ کر سکوں کہ اسلام کو آیا میں قبول کر سکتا ہوں یا نہیں ۔ آج میں پورے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوا ہوں ۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس سے انسان کا قلب راہ الٰہی میں نشو ونما حاصل کر سکتا ہے ۔ اسلئے میں آج سے مذہب اسلام کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہوں ۔ اور آپ کا ڈیکلریشن فارم پر کر کے ارسال کرتا ہوں ۔ اس کے ساتھ میں اپنا فوٹو بھی ارسال خدمت کرتا ہوں +

(دستخط آموس اگسٹن اوبگ ڈکسن)

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان سب نو مسلمین کو استقامت عطا فرمائے اور اپنے پاک دین پر انہیں چلنے کی توفیق دے +

خاکسار

دوست محمد از ووکنگ

اسلام کا اثر

عیسائی مشنریوں نے گو اسلام کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے لیکن ایسے بے تعصب عیسائی مصنف بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کی چلن اور انکی روش کو ڈھالنے میں ایک معجز نما کام کیا ہے۔ جن لوگوں کو ان واقعات اور تذکروں کے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے جو مورخ صاحبان نے خلافت کے آغاز و زوال کے متعلق لکھے ہیں ان پر ایک بات تو ضرور سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اسلام نے جنگل و بیابان کے وحشی لوگوں کو قعر ذلت سے نکالکر تہذیب کے معراج پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن حال ہی میں کپتان سی ڈبلیو ۔ آر صاحب نے اسبارے میں اخبار مسلم ورلڈ میں تحریر کیا جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جاتا ہے +

بعض دفعہ اسلام کو مردہ کہکر پکارا جاتا ہے ۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو قوم اسے اختیار کرتی ہے اسکی تمام ترقی مسدود ہو جاتی ہے لیکن اس امر کا کچھ لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ اہل عرب نے ہسپانیہ میں اس وقت تہذیب کی مشعل کو بلند کیا ۔ جبکہ تمام یورپ تاریکی کی چادر میں لپٹا ہوا تھا ۔ اور یہ صحیح بھی مان لیا جائے کہ اسلام اس قوم کی ترقی کو بھی رد کر دیتا ہے جو تہذیب کی شاہراہ پر کسی خاص مقام پر پہنچ چکی ہو تو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ افریقی قوموں پر جو تہذیب کے لحاظ سے ادنےٰ مقام پر کھڑی ہیں اسکا اثر بڑی سرعت کے ساتھ ہو رہا ہے شمالی نائیجیریا کی وحشی قومیں ہر روز اسلام کے دائرہ کو وسیع کر رہی ہیں ۔ بادہ نوشی مردم خوری وغیرہ قباحتوں کو خیرباد کہکر وہ مسجدوں اور بازاروں کی تعمیر کیطرف رخ کر رہی ہیں اور انہوں نے تنہائی کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا ہے حبشیوں کے لئے اسلام مضر اور بیجان ثابت نہیں ہوا ۔ اور کم از کم انکے لئے وہ مردہ نہیں" +

مذہب اسلام خواہ قسطنطنیہ ۔ دہلی یا مراکو کے درباروں میں یا مغربی افریقہ جیسے گمنام مقام میں جہاں کہیں بھی پھیلتا ہے اسکا اثر لوگوں کے قلوب پر صوراً اور عملاً یکساں ہوتا ہے +

اسلام میں خدا کا مفہوم

نامعلوم اور نگاہوں سے اوجھل خدا کی ہستی کا مطالعہ ایک ایسا مضمون ہے۔ جو مذہب اور فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن رب العالمین اور اسکی صفات کاملہ کا جو مفہوم حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم نے دنیا پر مبرہن فرمایا۔ وہ ارفع و اعلیٰ مفہوم دنیا بھر کے دانشمندوں و عاقلوں کے مفہوم پر بازی لے گیا۔ کلام پاک قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلعم کو احمد کہا گیا ہے۔ جو اسباب کی دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ خداوند تعالیٰ کی صفات کے سب سے بڑھ کر فصیح مشرح ہیں۔ اسلام کے معنے خداوند تعالیٰ کی رضا کے سامنے کامل طور پر تسلیم کو خم کر دینا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری ایک مسلم کی زندگی کا امتیازی نشان ہے۔ یہ امر اطمینان بخش ہے کہ دنیا کے مذہبی امور پر غور و فکر کرنے والے حلقہ میں بھی اب اس حقیقت نفس الامری کا احساس ہونے لگ گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ویلش اپنے ایک چھوٹے سے رسالہ "نامعلوم" میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

"جب میں نے حسب استطاعت خداوند تعالےٰ کے مقام کو معلوم کر لیا ہے۔ تو وہاں میں نے اپنا قیام کر لیا ہے۔ خواہ وہ مقام اب پھر موت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تو مجھے تمام دنیا بھر کی چیزوں سے عزیز اور پیارا ہے۔ دوسرا کوئی اس مقام کو قوانین قدرت سے تعبیر کرے۔ اگر اسے یہ زیبا دیتا ہے لیکن ہمارے مسلم بھائیوں کا لفظ اسلام نہ "اللہ اکبر" سب سے ارفع و اعلےٰ ہے۔"

اسلام میں حقوقِ نسوان

از قلم جناب محمد مارسڈیوک پکتھال صاحب (نومسلم)

یا یھا الذین امنو لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ○

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بھتانا واثما مبینا ○

ترجمہ مسلمانو! تم کو روا نہیں کہ عورتوں کو میراث (میت) سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کرلو۔ اور جو کچھ تم نے ان کو (ترکہ شوہری میں سے) دیا ہے۔ اس میں سے کچھ چھین لینے کی نیت سے انکو (گھروں میں) قید نہ رکھو (کہ دوسرے سے نکاح نہ کرنے پائیں) ہاں ان سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد ہو (تو قید رکھنے میں مضائقہ نہیں) اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو۔ اور تم کو (کسی وجہ سے) بی بی ناپسند ہو۔ تو عجب نہیں۔ کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو۔ اور اللہ اس میں بہت سی خیر (و برکت) دے +

اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدل کر اسکی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو۔ تو گو تم پہلی بی بی کو بہت سا مال دیدیا ہو۔ تاہم اسمیں سے کچھ بھی (واپس) نہ لینا۔ کیا تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے کہ کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کرکے اپنا دیا ہوا (اس سے واپس) لیتے ہو۔

ان آیات کو اور قرآن شریف کی بہت سی دیگر آیتوں کو جنمیں مستورات کا ذکر ہے۔ زمانہ حال کے انگریز ہر دو مرد و زن سنکر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس خیال سے

ان میں تعجب پیدا ہوا۔ کہ کسی انسان پر بذریعہ الہام یہ ظاہر کیا جائے کہ عورت کے دل میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ چونکہ ان لوگوں کے کان اس قسم کی باتیں سننے کے عادی نہیں وہ ان آیات کو ممکن ہے کہ کسی قدر مستورات کی تحقیر کا موجب خیال کریں۔ اور انکی توجہ ان کے اصل مطلب کی طرف نہ جائے۔ اور وہ نہ سمجھیں کہ یہ حقیقت میں استقرار حقوق لنسوان کی سند کا کام دیتی ہیں +

زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے دستور کے مطابق مستورات بھی ورثہ میں اسی طرح لیتے تھے جس طرح مال وزر اور مال مویشی۔ اور عورتیں اپنے ولی کی ہر طرح ملکیت خیال کیجاتی تھیں جب کبھی کسی مرد کی محبت کسی عورت سے ہوتی تو وہ اپنی محبوبہ کو مال و دولت بطور تحفہ دیتا لیکن اس سے متنفر ہونے پر اپنا تحفہ جبراً اس سے چھین لیتا تھا عالم لنسوان کا ان کے دل میں کوئی عزت نہ تھی۔ اور وہ ضرورت سے زاید لڑکیوں کو قتل کر دیتے جس طرح کہ ضرورت سے زیادہ بلی کے بچوں کو لوگ پانی میں غرق کر دیا کرتے ہیں +

اسلام نے ان تمام باتوں میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ سب سے اول اس نے انسان پر ظاہر کیا کہ خدا کے ساتھ عورت کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ مرد کا اور ان کے طبعی اور استعدادی اختلاف کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے انہیں روحانی قویٰ بھی یکساں رکھ دیئے ہیں۔ اور اسکی نظر میں انکی قدر و منزلت بھی ایک سی ہے۔ اس کے بعد بتلایا کہ چونکہ عورت جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے کمزور ہے۔ اور اس آیندہ نسل کے محافظ اور اس کے قائم رہنے کا باعث ہے جس کا محافظ خدا بھی ہے لہٰذا اس کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک ہونا چاہیئے۔ اور اس کی عزت و احترام لازمی ہے۔ پھر ہمیں بتلایا کہ عورت قانون کی نظر میں بالکل علیحدہ اور آزادانہ حیثیت رکھتی ہے اپنی جائداد پر اُسے کلی اختیار ہے خواہ وہ جائداد اُسے بطور ورثہ ملی ہو یا بطور نذرانہ اور اسے عدالت میں اپنے خاوند کے ناجائز سلوک کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ یہ حقوق زمانہ حال کے نکتہ خیال سے اور عملی رنگ میں بہت ہی مفید اور ضروری ہیں۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ عیسائی ممالک میں منکوحہ عورتوں کی جائداد پر حقوق کو اور بد سلوکی اور ناانصافی کی حالت میں اپنے خاوندوں سے طلاق کیلئے ان کے دعوے کو

قانوناً تسلیم کرنے سے کم از کم باراں سو سال پیشتر یہ سب کچھ تسلیم ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے اخبار ڈیلی ہیرلڈ بڑی جرات سے لکھتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو غلامی کی حالت تک پہنچا دیا ہے۔ نامہ نگار نے غزالی کی اس تحریر کو پیش کیا ہے جس میں اس نے مرد و زن کے رشتہ کو آقا و غلام کا رشتہ قرار دیا ہے۔ لیکن جس طرح ایک عیسائی اس خیال کو اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا جو ایک مسلمان کا عورت اور نکاح کے متعلق ہے اسی طرح اس کے دماغ میں لفظ غلام کے معنے پہنچانا جبکہ وہ کسی مسلمان کے منہ سے نکلا ہو بہت ہی مشکل ہے غلام کا لفظ بولنے پر عیسائیوں کے سامنے اسی بدقسمت حبشی کی شکل آجاتی ہے جسے کہ آبادیوں کے کام پر لگایا جاتا ہے جو اپنے نگراں کا ... کوڑوں کا تختہ مشق بنتا ہے جسے کسی قسم کے بھی انسانی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور جس کی رہائش کا انتظام سؤر کی رہائش کے انتظام سے بدتر ہوتا ہے اور اگر وہ پھر ذرہ بھر بھی سرکشی کا مرتکب ہو تو آقا یعنے سفید رنگ والا نگران اسے بغیر تحقیقات بندوق کی نظر کر دیتا ہے۔ یہی نقشہ مسیحی غلامی بلکہ انگریزی غلامی کا آج ... سو سال پہلے تھا لیکن اسلامی غلامی کبھی بھی [illegible] یہ تو ایک رشتہ محبت و عنایت تھی +

میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ میں نے کتابوں سے نہیں لیا۔ اور نہ شنید ہی پر میری تحریر مبنی ہے بلکہ اسلامی غلامی کے متعلق میری تمام عمر کا تجربہ ہے۔ اور میں نے اپنی جوانی میں اس کے متعلق حالات دیکھے ہیں۔ لہذا میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ آقا و غلام کے رشتہ سے زیادہ نازک اور دل پر اثر کرنے والا رشتہ بہت ہی کم خیال میں آسکتا ہے۔ جب مسلمان اپنے آپ کو خدا کا غلام کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو عیسائی اس سے سخت گھبرا جاتے ہیں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس معنی کو نہیں سمجھتے جو اسلام نے اس لفظ کے لئے ہیں۔ مگر اس معنی کو مد نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر ایک عورت کو اپنے خاوند کا غلام ہی ہونا چاہیئے۔ لفظ غلام یہ چاہتا ہے کہ عورت کے اندر اپنے خاوند اور اسکے تمام معاملات کیلئے دلبستگی ہو۔ اس کی رائے پر اسے اعتماد ہو۔ اور اسکی وہ تابع فرمان ہو۔ اگر عورت میں اپنے خاوند کیلئے یہ باتیں نہیں ہیں تو اس کا نکاح ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ پھر اپنے خاوند کیلئے اپنے دل میں کوئی محبت

نہیں رکھ سکتی۔ اور اس طرز کی محبت کے بغیر جیسے مسلمان نے غلام سے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں نکاح میں کوئی خوشی اور لطف نہیں رہ سکتا۔ اور اسلئے اس کا فسخ کر دینا ہی بہتر ہے۔

لیکن خاوند کی تابعداری کے واسطے بھی عورت کے لئے حد بھی مقرر کر دیگئی ہے اور یہ حد اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلنے سے قائم ہوتی ہے۔ خاوند کی فرمانبرداری کا فرض نکاح کی وجہ سے اس پر لاحق ہوتا ہے نکاح دیگر معاہدات کی طرح جو از روئے قواعد اسلام ہوں متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک دیوانی معاہدہ ہے نہ کسی قسم کی مذہبی قسم۔ یہ فسخ بھی ہو سکتا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی قانون نہیں جس کے رو سے تمام عمر کے لئے دو ایسے اشخاص کو اکٹھا باندھ دیا جائے جن کے مزاج ایکدوسرے سے مختلف ہوں اور جو ایکدوسرے سے متنفر ہوں اور خدا کا منشا بھی کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ مرد و زن یکساں اس کے پاک قانون پر کاربند ہوں۔ اور اس راہ مستقیم پر چلیں جو خدا کی طرف لیجاتا ہے جو خدائی احکام کے ماتحت ایکدوسرے سے بذریعہ ایک معاہدہ کے وابستہ ہیں۔ مگر بالکل علیحدہ علیحدہ ہستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے آزاد خادم ہیں ان کے باہمی معاہدہ کی بنا پر خاص فرائض عائد ہوتے ہیں جو کہ صاف طور پر مشروط ہیں۔ ان فرائض کا ایک ہی وقت میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ پورا کرنا ایک مرد کیلئے اگر آسان نہیں تو ممکن ضرور ہے۔ لیکن ایک عورت ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ پورا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کثیر الازدواجی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ گو اس کے لئے حکم و جبر نہیں لیکن ایک سے زائد خاوند کا رکھنا قطعاً بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ جس عورت نے نکاح کرنے میں غلطی کی ہو اسکی اصلاح کیلئے راہ بھی کھولدی ہے یعنے وہ بعد طلاق دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے +

مستورات کے متعلق مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیالات میں کچھ بہت زیادہ اختلاف نہیں۔ اور اس اختلاف کے سمجھنے میں اس قدر دقت بھی نہیں جس قدر کہ اس اختلاف کے

سمجھنے میں جو ان مذہبوں نے تعلقات زناشوئی کے بارے میں قائم کر رکھا ہے
پکے مسلمان مرد و زن باہمی تعلقات میں سخت دیندارانہ طور پر رہتے ہیں جسکی
وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں ۔ اور سوسائٹی کے اس معاہدہ
پر کاربند رہتے ہیں ۔ جو کہ خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے ۔ وہ اپنے باہمی
رشتہ کی پرستش نہیں کرتے جیسا کہ عیسائیوں کا بلکہ تمام یورپین کا دستور ہے ۔
اگر ہم یورپ کی ان تصانیف کو دیکھیں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں اور جو
گذشتہ صدی میں شائع ہوئی ہیں ۔ اور جنہیں لوگ نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے
ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا ۔ کہ مرد و زن کے رشتہ ہی کو زیادہ دلچسپی دیگئی ہے
اور انسانی ہستی کی غرض و غایت اسی کو سمجھا گیا ہے ۔ جہانتک نسل انسانی کے قیام
کا تعلق ہے ۔ اس حد تک تو یہ رشتہ نہایت ہی اہم و ضروری ہے ۔ لیکن یہ
اہمیت ویسی نہیں جیسے کہ اس کے پرستار خیال کرتے ہیں ۔ ان کی رائے اس
معاملہ میں ایک وہم کے ماتحت ہے ۔ وہ اس رشتہ میں دو انسانی روحوں کا کامل
ملاپ دیکھنے میں گویا مرد کی روح کو اس دنیا میں فقط کسی ایسی عورت کی روح کی
تلاش میں رہنا چاہئے جسے وہ اپنا ساتھی بنائے ۔ لیکن یہ بات محض خیالی
اور ناممکنات میں سے ہے جیسا کہ میں نے کئی بار ذکر کیا ہے ۔ کیونکہ دو انسانی روحوں کی
رفاقت ہو نہیں سکتی ۔ ہر ایک فرد بشر کی روح خواہ وہ مرد ہو یا عورت پیدائش سے
لے کر لحد تک یکہ و تنہا ہی رہتی ہے جب تک کہ اس کا ملاپ اللہ تعالیٰ سے نہ ہو
اور اس ملاپ کے ذریعہ وہ ان تمام روحوں سے ملجاتی ہے جو جنہیں خدا کی رفاقت
یعنے جنت نصیب ہوا ہو ۔ شادی کے متعلق عیسائیوں کا یہ خیال کہ ایک ہی
بیوی کی جاوے جسے طلاق دینے کی اجازت بھی نہ ہو ایک نہایت ہی غلط بنیاد
پر بظاہر قائم ہے جس کے رو سے وہ دو انسانی روحوں میں مکمل ملاپ کو ممکن قرار دیتے
ہیں لیکن اسلام اس رائے کے خلاف ہے ۔ اس کے نزدیک ہر ایک عورت
ہر مرد کی طرح آزادانہ طور پر اور تنہا اس منزل کو طے کرتی ہے جو خدا کی طرف لیجاتی ہے

البتہ یہ دونوں صرف بعض امور میں ملتی ہیں۔ اور انہیں میں ایکدوسرے کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور جبکہ وہ ایکدوسرے کو مدد دینے اور وہ باہمی خدمت کرنے کی ذمہ داری اُٹھاتے ہیں۔ تو پھر ان کے فرائض کی تخصیص اس معاہدہ کے ذریعہ ہوتی ہے جسے وہ قبول کرتے ہیں۔ پھر ان کے باہمی فرائض اور ان کے حقوق جو ایکدوسرے پر یا ان کی اولاد پر اگر کچھ ہو مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ میں نے ان فرائض کو غلامی کی طرح اسلامی غلامی سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یعنے اسلام میں نکاح کو عمر بھر کی غلامی کبھی بھی نہیں سمجھا گیا۔ البتہ ہر ایک اسلامی معاہدہ کی تکریم کیجاتی اور اس سے بڑھ کر معاہدہ نکاح میں کوئی ایسا تقدس نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔ اسکی تحریم و تکریم فریقین کی باہمی محبت و الفت ہی کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس قسم کی اُلفت اور باہمی عزت معدوم ہو تو اس معاہدہ کا فسخ کر دینا ہی بہتر ہے +

آپ اگر اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انگلستان اور برّاعظم یورپ میں مرد و زن مذہبی قیود سے آزاد ہو کر باہمی میل جول میں کس قدر نئے اعتدالیوں کی طرف جا رہے ہیں لیکن اس اندھیرے کے خاتمہ کیلئے جو قوانین وقتاً فوقتاً تجویز کئے جا رہے ہیں وہ تعجب ہے کہ اسلامی قوانین کی مانند ہیں لیکن باایںہمہ ان لوگوں کے دل سے رشتۂ زناشوئی کا وہمی تقدس دُور نہیں ہوتا۔ اور وہ اب بھی دو انسانی رُوحوں کی رفاقت کے غلط خیال پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی دنیاوی رفیق کی تلاش کے لئے آزادی کو خیال میں لانا چونکہ گناہ ہے۔ حالانکہ خدا کی منشاء کے یہ عین مطابق ہے اسلئے حیاء و شائستگی سے دُور بھاگنے کی طرف ان کا رجحان ہو جاتا ہے اسلام نے حیاء کو ربّانی قانون کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ اور مرد و زن کے معاملات میں مسیحی کلیسیاء کے مقابلہ میں اسلام نے بہت زیادہ آزادی دی ہے۔ وہ نئی طرز جو اب یہاں سوسائٹی اختیار کر رہی ہے اسلام ہی کی وجہ سے فروغ پا سکتی ہے۔ اور اسی کی بدولت سوسائٹی زمین و آسمان کے مالک کی خدمت میں مصروف ہو سکتی ہے +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف اور رسول اکرم صلعم کی تعلیم کے متعلق ان یورپین لوگوں میں غلط خیالات کے ہوتے ہوئے اسلام کس طرح انہیں رہ راست پر لاسکتا ہے۔ انمیں سے اکثر تو اس وقت تک یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم اعتقاداً عورت کو ذی روح خیال نہیں کرتے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس قسم کا عقیدہ تو کفار عرب کا تھا۔ اور اسی عقیدہ کے مقابلے اور اس کے کھنڈن کرنیکے لئے اسلام پیدا ہوا۔ عورت کے متعلق ہمارے خیال کی تردید میں عیسائیوں کے پاس ایک ہی صحیح دلیل ہے اسے وہ عمل پذیر تو سمجھتے ہیں لیکن بلند خیالی کے مرتبہ سے بہت گرا ہوا جانتے ہیں لہٰذا ان کے نکتہ نگاہ سے اس میں کوئی نرالا پن اور تخیل کا کام نہیں۔ اسبارے میں انکی ناواقفیت کا حال تو اس چھٹی سے معلوم ہوتا ہے جو اخبار ڈیلی ہیرلڈ میں شائع ہوئی اور جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔ گو میں اپنے افسوسناک تجربے کی بنا پر اپنے ہمعصروں کے اخبارات میں ہر قسم کے رطب و یابس دیکھنے کیلئے تیار رہتا ہوں لیکن میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت حسرت ہوئی کہ ایک تعلیمیافتہ انگریز اپنی جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے اس قسم کی غلط بیانی کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ اور پھر ایک اور روش میں اسے شائع کرکے اپنی بیوقوفی کا ثبوت دیتا ہے۔

جو کچھ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلق تو چھٹی مذکور کے اس حصہ کے ساتھ ہے جو جھوٹ سے بھرا ہوا ہے مگر اسمیں کسی قدر سچائی بھی تھی۔ نامہ نگار نے لکھا ہے کہ بعض مصری دہقان جنہیں اسے رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اپنی بیویوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کرتے تھے لیکن اس کا جواب نہایت ہی آسان ہے۔ تمام کسان جنمیں عیسائی بھی شامل ہیں اپنی بیویوں کو غلام ہی کی حیثیت جتنے ہیں بلکہ اس سے بڑھکر لد و جانوروں کی۔ مگر میرے نزدیک یہ بھی جواب درست نہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت شفقت اور انصاف کا سلوک کریں۔ اور انکی خاص عزت کریں۔ ان کیلئے تعلیم کا حاصل کرنا بھی

ایک فرض قرار دیا گیا ہے مگر ایک حکم کی تعمیل میں غفلت دوسرے حکم کیطرف سے لاپرواہی کا موجب ہوتی ہے۔ اگر کسی کی سمجھ میں ہی کوئی قانون نہ آیا ہو تو اسکی تعمیل وہ کس طرح عقلمندی سے کر سکتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عورت کی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں نے بہت کچھ کوتاہی دکھلائی ہے لیکن اسمیں اسلام کا کوئی قصور نہیں الزام تو ان پر عائد ہوتا ہے جنہوں نے اپنی شرارت کی وجہ سے یا محض جہالت کے باعث قانون کی حد کو توڑا۔ اس قسم کے نقائص اب بالکل دور کئے جانے چاہئیں۔ ورنہ یہ دشمنوں کو ہمارے برخلاف حربہ کا کام دینگے۔ اور اسلام کی ترقی میں بیحد رکاوٹ پیدا کریں گے۔ علاوہ بریں اس جگہ چاروں طرف نمایاں طور پر ہمیں ملامت کا سامنا ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ ورنہ لندن میں اسلامی جماعت کو وعظ سنانے کے فرض ادا کرنے میں میں کوتاہ رہونگا میرا اشارہ ان بے اعتدالیوں کی طرف ہے۔ جن کے مسلمان طلبا میں سے اکثر انگلستان میں مرتکب ہوئے ہیں مگر اس کے لئے وجوہ بھی ہیں۔ یہ طلبا ایک ایسی سوسائٹی سے آتے ہیں۔ جہاں کہ بالغ عورتیں اپنا منہ اور جسم عوام سے چھپاتی ہیں ان کا اس جگہ آنا ایک بربادکن انقلاب پیدا کرتا ہے۔ اہل یورپ ان تحریکات و تحریصات کو نہیں سمجھ سکتے جو مشرق سے آنے والوں کے سامنے قدم قدم پر آتی ہیں لیکن اگر انگلستان میں آج بدچلن مسلمان دکھائی دے تو اس سے اسلام کو از حد نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس سے انگریزوں کے دل میں اسلامی اخلاق کے معیار کا غلط خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں میں غیر معمولی طور پر سختی کے ساتھ مرد و زن کے باہمی تعلقات کا خیال رکھا جاتا ہے اور مستورات کے متعلق ہر ایک قسم کی بدچلنی کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا بعض مسلمانوں کے اس جگہ ناروا بدچلنی کو دیکھ کر اصلی اسلامی طرز معاشرت پر کوئی یہاں یقین کر سکتا ہے اسلئے اس کا نازیبا طریق عمل خطرناک ہے۔ نہ صرف عام لوگوں کے نکتہ خیال سے بلکہ خود انکے لئے بھی

ایک مسلمان تو خود اپنا مالک نہیں وہ تو خدا کا بندہ و غلام ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے مالک کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اسی مالک نے اس کے لئے حیا پردہ بننے کا حکم صادر کیا ہوا ہے پس اگر وہ ایسی سوسائٹی میں وارد ہوتا ہے جو نامعقول تو ہے لیکن دلکش بھی ہے تو اسے بڑی متانت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہئیے اسلام کبھی بھی سمجھدار یورپین کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اگر مسلمان جیسا کہ بعض میں بیحیائی اور بدمعاشی میں بدترین یورپین سے بڑھ جائیں۔ وہی لوگ سچے اور صادق بندے خدا کے ہیں۔ اور انہیں ہی اس دنیا اور عاقبت میں بھی اجر ملیگا جو ان خطرناک تحریصات کا مقابلہ کرتے ہیں جو عیسائی سوسائٹی کو نوجوانوں کے سامنے پیش کرتی ہے سوسائٹی مذکورا افسوس ہے۔ کہ زر پرستی اور بدعنوانی کی وجہ سے کھوکھلی ہو چکی ہے۔ اور یہ سزا یوروپ کو صرف ایک بیوی کے ساتھ جکڑے رکھنے کی وجہ سے ملی ہے۔ پس سچے مہاجر۔ اور اسلام کے پکے حامی وہی ہیں جو بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے بچیں۔ دعا ہے کہ خدا ان پر اپنا فضل و کرم بھیجے +

بنی آدم کیلئے پیغام

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب (نومسلم)

قالت الیھود والنصاریٰ نحن ابنوٗا اللہ واحباوٗہ ط قل فلم یعذبکم بذنوبکم ط بل انتم بشر ممن خلق (ترجمہ) اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں (اور اے پیغمبر ان سے) کہو (کہ اگر تم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہو۔ اور تو وہ تمہارے گناہوں کے بدلے میں تم کو (وقتاً فوقتاً سزا ہی کیوں دیا کرتا ہے (تو تم نہ اللہ کے بیٹے ہو نہ چہیتے بلکہ خدا نے جو (اور بشر) پیدا کئے ہیں۔ ان ہی میں کے بشر تم بھی ہو۔

(المائدہ رکوع ۳) +

قرآن شریف کی آیات بالا نہایت ہی غور طلب ہیں۔ ان میں نہ صرف مسلمانوں ہی کو مخاطب کیا گیا ہے بلکہ تمام الہامی مذاہب کے متبعین کیلئے واضح اور صریح الفاظ میں ایک اعلان ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جناب رسالت مآب صلعم پر نازل فرمایا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے وہ ہم پر ظاہر ہوا۔ وہ بطور ہادی کے ہے اور نذیر بھی ہے نہ صرف کسی خاص قوم اور فرقہ کیلئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض مذاہب کی جھوٹی تعلیم کے باوجود اللہ تعالےٰ کسی خاص قوم کا خدا نہیں۔ بلکہ وہ تمام خلق اللہ کا خالق۔ اور رب ہے۔ زمانۂ قدیم میں لوگ بہت سے دیوتاؤں میں سے ایک کی پرستش اور عزت خاص طور پر کیا کرتے تھے جیسے ایک خاص قوم کا مربی مانا جاتا تھا۔ اور اسے حاسد بھی خیال کیا جاتا تھا جو سزا دینے میں رحم سے کام نہ لیتا تھا۔ اور جنگ کی حالت میں وہ بہت تند اور خونخوار ہو جایا کرتا تھا۔ زمانہ حال کے مختلف فرقوں کے مسیحی لوگوں کے پاس جو کتاب موجود ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف کیسے ہی تنگدل واقع ہوئے ہیں جن میں اسرائیلی قوموں کی تاریخ دی گئی ہے۔ ان فرقوں کا خدا تو صرف یہودیوں ہی کا طرفدار ہے جو دنیا کی دیگر اقوام کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار رہے۔ اس کا حکم بقول اس کے پرستاروں کے یہ ہے کہ دیگر اقوام میں ہر فرد بشر کو ہلاک کر دیا جائے۔ اور کسی کو بھی اس زمین پر زندہ نہ چھوڑا جائے۔ گویا ان کے نزدیک یہ سرزمین یہودیوں کا ایک باغ ہے۔ اور دیگر اقوام کا خالق خدائے واحد نہیں بلکہ ان کی زندگی اور قیام کا ذریعہ کچھ اور ہی ہے +

جب مصر سے ایک خانہ بدوش عبر قوم فلسطین میں داخل ہوئی تو وہاں کے باشندوں نے اس کا مقابلہ تلوار سے کیا۔ فلسطین میں اسرائیلیوں کے آنے سے بیشتر ایک بڑی بہادر اور جنگجو قوم آباد تھی انہوں نے اسرائیلیوں کا مقابلہ داؤد کے عہد حکومت تک اچھی طرح کیا۔ بلکہ مغلوب ہونے پر بھی وہ

نیست و نابود نہ ہو سکے۔ اور اب بھی انکی نسلیں اسی سرزمین میں آباد ہیں جہاں سے کہ اسرائیلی بھی پھر تلوار کے زور سے ٹھیک اسی طرح نکالے گئے جس طرح وہ شمشیر بکف داخل ہوئے تھے عہد نامہ قدیم (تورات) کے مصنف اس زمانہ میں غیر اسرائیلی قوموں کو غلام تصور کرتے تھے جن کا کام فقط منتخب کردہ اور پسندیدہ قوم کی خدمت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اسرائیلیوں کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی۔ کہ خدا کو صرف انہیں کا فکر ہے +

یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ جناب مسیح کی آمد کی وجہ سے دنیا میں یہ جدید خیال کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے پیدا ہو گیا ہے۔ مگر اسکی تصدیق عہد نامہ جدید (انجیل) سے نہیں ہوتی۔ اور اسکی ورق گردانی ہمیں بے سود نظر آتی ہے۔ چنانچہ انجیل کے مصنف خود کہتے ہیں کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک و قوم کے لئے تھا کیونکہ وہ اپنے شاگردوں کو باہر بھیجتے وقت یوں حکم دیتے ہیں:-

"جنٹیلز کے راہ میں مت جاؤ۔ اور کنعانیوں کے شہر میں مت داخل ہو بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کی طرف جاؤ" +

اور پھر آپ نے ایک کنعانی عورت سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ "تم جو عبادت کرتے ہو۔ اس سے تم ناآشنا ہو۔ اور ہم جو عبادت کرتے ہیں ہم جانتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں کیلئے ہے" +

متی کی انجیل کے ۱۵ باب میں ایک کنعانی عورت جناب مسیح سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اسکی لڑکی کو شفا بخشے لیکن اسی باب کی ۲۴ آیت میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ اس نے جواب میں کہا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور پھر آیت ۲۶ میں کہا

"اس نے کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالدینی اچھی نہیں" +

اسلئے ہم یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ قومی دیوتاؤں کا جو دیرینہ خیال یہودیوں میں مروج تھا اسمیں کسی قسم کی اصلاح کا ہونا ناممکن امر ہے۔ اور کیا میں اپنے عیسائی دوستوں کو یہ

یاد دلانے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ وہ اس امر کو مطالعہ کریں۔ اور اپنی ضمیروں سے پوچھیں۔ کہ وہ کس بنیاد پر جناب مسیح کے مشن کو اسرائیلیوں کے سوا باقی اقوام کیلئے بھی قرار دینے کا ادعا کرتے ہیں۔ ایک اور نقطہ قابل ذکر اور عجیب یہ ہے۔ کہ عیسائی بڑے سے بڑے عالم مصنفین بھی جناب مسیح کو اپنی تحریروں میں "شہزادہ امن" لکھتے ہیں لیکن میں اپنے ناظرین کرام کی توجہ فقط انجیل مقدس کی طرف ہی مبذول کرتا ہوں۔ کہ وہ متی باب دس آیت ۳۴ میں خود جناب مسیح کے اپنے ہی الفاظ پڑھ لیں۔ جو کہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں" +

اگر ہم انجیل پر انحصار کریں تو جناب مسیح کے مشن پر غور کرتے وقت ہمیں ذیل کے نتائج پر پہنچنا پڑتا ہے:۔

اوّل۔ جناب مسیح ایک ایسے استاد کی حیثیت میں آئے۔ جو صرف یہودیوں کی خاطر بھیجا گیا تھا +

دوم۔ چونکہ وہ خود یہودی تھے وہ تمام غیر یہودیوں کو کتا سمجھتے تھے۔ اور دیدہ دانستہ یہودیوں ہی تک اپنی تعلیم کو محدود رکھنے کی ہدایت شاگردوں کو دیا کرتے تھے +

سوم۔ ان کے شاگردوں کے لئے حکم تھا۔ کہ وہ قوم سمارٹین کے شہروں میں نہ جائیں۔ باوجود اس کے کہ وہ یہودیوں ہی کی طرح خدا کی عبادت کرتی تھی گو بعض جزویات میں ان سے ان کا اختلاف تھا۔ جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ جناب مسیح اعتقاد کے لحاظ سے ایک پکے یہودی تھے +

چہارم۔ جناب مسیح خدا کو تمام انسانوں کا پرورش کنندہ خیال نہ کرتے تھے +

پنجم۔ انکو (مسیح) یقین تھا۔ کہ یہودیوں کو متحد کرنا تو درکنار وہ روئے زمین پر خونریزی کے باعث ہوں گے +

بعض یہ کہہ سکتے ہیں کہ قبر سے جی اٹھنے کے بعد جناب مسیح نے اپنے شاگردوں کو تمام دیگر اقوام کی طرف وعظ کرنے کیلئے بھیجا لیکن اس بات پر میرا یہ اعتراض ہے کہ اگر جناب مسیح نے قبر سے نکلکر اس قسم کی تعلیم دی۔ گو ان کا پہلا تمام کلام اسکے برخلاف ہی ہی تو کیا۔ اب ہمیں ان کا پہلا مسئلہ کہ نجات صرف یہودیوں کیلئے ہے بھلا دینا چاہیئے۔ اور اس امر پر یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جناب مسیح محض ایک مصلح اور معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور پکے یہودی خیال کے تھے۔ اور ان کے دماغ میں کبھی یہ بات نہ آئی تھی۔ کہ یہودیوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کا بھی رب ہے لیکن قبر کے اندر جاتے ہی انہیں یقین واثق ہو گیا۔ کہ خدا تمام مخلوق کا محافظ ہے۔ انجیل کے پڑھنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ اور خود عیسائی نکتہ چین اقبال کرتے ہیں کہ جناب مسیح کے اس کلام پر جو انہوں نے قبر سے نکلنے کے بعد کیا کوئی معتبر شہادت موجود نہیں۔ اور اب تو بالعموم تسلیم کیا جاتا ہے کہ مرقس کی انجیل کا اخیری حصہ جسمیں لکھا ہے کہ تم تمام دنیا میں پھر نکلو اور ہر انسان کو انجیل سناؤ سب جعلی ہے پس ہمیں اپنا پہلا خیال قائم رکھنا پڑتا ہے یعنے یہ کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک سے تعلق رکھتا تھا اور صرف یہودیوں ہی کیلئے تھا۔ میں عیسائی صاحبان سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا انہوں نے انجیل کی ان آیات کے معنوں پر جنہیں میں نے اوپر لکھا ہے کبھی غور سے مطالعہ کیا ہے؟ جناب مسیح نے تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کی تعلیم جنٹیلز تک نہ پہنچائیں۔ تو پھر اہل یورپ کیوں اس تعلیم پر چلتے ہیں جو ان کیلئے کبھی بھی مخصوص نہیں کی گئی۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ ایک غیر یہودی قوم نے جناب مسیح کو خدا بنا رکھا۔ اور اسکی پرستش وہی قوم کرتی ہے جسے وہ کتا کہکر پکارا کرتے تھے میری یہ بات تلخ تو معلوم دیگی لیکن دیانت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اور اس امر واقعہ کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اے لوگو جو تم گرجوں میں جاتے ہو اور جناب مسیح سے دعائیں مانگتے ہو اور اپنے تئیں عیسائی کہلاتے ہو ذرہ سوچو تو سہی۔ کہ انجیل تو تمہیں یہ تبلاتی ہے کہ جناب مسیح نے تم تک اپنی تعلیم پہنچانے سے شاگردوں کو روک دیا تھا۔ اور انہوں نے اجازت

نہ دی تھی۔ کہ اس کلام کو جسے وہ فقط یہودیوں کے لئے لائے تھے تمہیں سنایا جائے کیونکہ تم یہودی النسل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک کتوں کی حیثیت رکھتے تھے اگر تمہارا ایمان انجیل پر ہے جس کی وجہ سے تم کسی طرف کے بھی نہیں رہ سکتے۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ جناب مسیح کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ایسے نہیں جن سے معلوم ہوسکے کہ خدا تمام انسانوں کا حامی و حافظ ہے۔ ہرگز نہیں لیکن آؤ ذرہ قرآن شریف کی اس آیت کے الفاظ پر غور کریں جس سے میں نے اس مضمون کا ابتدا کیا ہے۔ یہودی اور نصرانی تو اس وقت تک بھی نہایت تنگخیالی سے خدا کو اپنا ہی خیال کرتے اور دیگر اقوام کو نجات سے محروم رکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کے پیارے قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیالات میں ذرہ بھر بھی ترقی و تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور خدا اور انسان کے باہمی تعلق کے بارے میں کوئی تازہ خیال دل میں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن قرآن کریم کی آیت ذیل کیسی صحیح ہے:۔

"ان سے کہدو کہ وہ تمہارے قصوروں کے لئے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے" +

اس سے بڑے زور شور کے ساتھ خدا کے کسی خاص قوم کی طرفداری کرنے کی تردید کی گئی ہے۔ اس سے دنیا میں ایک نیا خیال پیدا کیا گیا ہے جسے اس آیت

"مخلوق میں سے تم بھی ایک بشر ہو۔ جس کو اس نے پیدا کیا" +

نے ظاہر کیا ہے۔ اور جس کے رو سے انسان کو خالی خیال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تاکہ دیگر انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا یا اس کا رشتہ دار نہ سمجھ لیں +

انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بالمقابل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنے رسول کریم صلعم کو لوگوں کیلئے رحمت کے رنگ میں بھیجا گیا ہے۔ یہ بالکل نیا اور نرالا خیال ہے اس سے ایک ایسی ہستی کا نشان

دیا گیا ہے۔ جو تمام مخلوق کا خدا اور نگہبان ہے۔ جو ایک خاص چھوٹی سی قوم کی طرف اپنا رسول ہی نہیں بھیجتا بلکہ تمام دنیا کی طرف۔ انجیل سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں کے لئے نہ تھا مگر حضرت محمد صلعم کا پیغام ہم سب کے لئے تھا۔ اور وہ ایسے وقت خدا کی جانب سے پہنچا۔ جبکہ چاروں طرف تنگخیالی کا دور دورہ تھا۔ اور جبکہ کسی فرد بشر کو بھی اللہ تعالیٰ کے حقیقی فضل و رحم کی حقیقت کا علم تک نہ تھا۔ ہمارے رسول اکرم صلعم کی بعثت سے پہلے زمانہ کا نام زمانہ جاہلیت رکھا گیا ہے۔ اور یہ نام نہایت ہی مناسب ہے۔ حضرت محمد صلعم دنیا کیلئے وہ پیغام لائے جس کے انتظار میں وہ تھی۔ آپ کا درد اور سوز سے بھرا ہوا آواز جنگلوں اور بیابانوں تک پہنچا۔ اور جس کسی نے سنا وہ بیدار ہو گیا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں انقلاب ہوا اور اخوت کا خیال پیدا ہوا اور انہیں سمجھ آئی۔ کہ سب انسان ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں۔ جن پر ایک ایسی ہستی کی نگرانی ہے۔ جس کا فضل و رحم دنیا کے ہر ایک گوشہ میں پہنچتا ہے۔ عیسائی صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ انجیل اور قرآن شریف کا مطالعہ کریں۔ اور جو کچھ ان دونوں مقدس کتابوں میں جناب مسیح اور ان کے مشن کے متعلق لکھا ہے ان کا مقابلہ کریں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ وہ فی الحقیقت اس تنگخیالی کی راہ پر نہیں چلتے جس کی طرف انجیل رہنمائی کرتی ہے۔ بلکہ وہ لاعلمی میں اس تعلیم پر چل رہے ہیں۔ جو قرآن مجید نے جناب مسیح کی طرف منسوب کی ہے۔ اب نیا سال شروع ہوا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم دیانت و امانت سے کام لیں۔ اور تمام تعصبات اور تنگ دلیوں سے کنارہ کرکے صداقت اور راستی کی طرف رخ کریں۔ یہ خیال کہ تمام دنیا کا فقط ایک ہی واحد خدا ہے کوئی نیا نہیں۔ یہ قدیم سے چلا آرہا ہے البتہ من گھڑت مسائل اور توہمات کے پردے نے ایسے لوگوں کے دلوں سے نہاں کر دیا تھا لیکن رسول عربی صلعم کی آمد سے پھر دنیا کو اس کا علم ملا۔ چنانچہ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان

ڈھوکا۔ **ترجمہ**۔ کہہ دو کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگ ہی جانیوالا تھا"۔ ہمارا بھی اب فرض ہے کہ ہم کذب کو چھوڑ کر صداقت کے پیچھے چلیں۔ کیونکہ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے وہ سب انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہمیں چاہئیے کہ ہم اسے تمام دنیا میں پہنچائیں اور جو لوگ اندھیرے میں ہیں ان تک اس کی روشنی پہنچا کر اپنی ذمہ واری سے سبکدوش ہو جائیں۔ خدا کرے کہ اس سال نو میں اسلام کی اشاعت کے لئے لگاتار کوشش ہو ہم سب بہت فراخ دلی سے اس شاندار پیغام کو ہر جگہ پہنچائیں جو ہمارے رسول پاک صلعم اپنی زندگی میں اس ہستی کی طرف سے تمام دنیا کیلئے لائے جس نے سب کو پیدا کر کے انکی پرورش کا انتظام بھی کر دیا +

مکالمۂ الٰہیّہ (الہام)

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے)

اہل مغرب کو اگر اس بیجان مادہ کی چار دیواری کے اندر کامیابی پر فخر ہے۔ تو عالم عالم روحانیات میں معجزنما ترقی پر ایک مشرقی کہیں بڑھ چڑھ کر نازاں ہے ابتداء آفرینش سے ہی مشرق میں فلسفہ نے تربیت حاصل کی۔ اور مختلف مذاہب نے نشو و نما پائی۔ مغرب میں تو مادہ ہی کا راج اور اس کے بالمقابل سب کچھ ہیچ خیال کیا جاتا ہے لیکن مشرق روحانی امور ہی میں زندگی کی ماہیت اور اصلیت کو دیکھتا ہے۔ اول الذکر کے نزدیک روحانی خوبیاں اور معاملات فضول توہمات سے بڑھ کر درجہ نہیں رکھتے مگر برعکس اس کے آخر الذکر انکی مادی کامیابیوں کو بچوں کے دل بہلانیوالے کھلونوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور بیشمار صاحب ہوش مرد و زن کو ان کے ساتھ کھیل میں مستغرق دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ لہذا مغربی متشککین کو چاہئیے کہ جب تک وہ ہمارے دلائل پر جو ذیل میں حوالۂ قلم کئے جاتے

میں ... نہ لیں۔ الہام الٰہی سے انکار نہ کریں اور نہ ہی اپنے ذہنیات کی منحرف شدہ حالت کی ایک ایجاد خیال کریں +

سب سے پہلے میں کتاب فطرت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ انسانی دماغ اور یہ تمام وسیع دُنیا ایک ہی خدا کے ہاتھ سے بنی ہوئی ہیں۔ دونوں عالم یعنی روحانی اور جسمانی کا خالق چونکہ ایک ہی ہے اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ان دونوں کا مدعا اور اصول ایک ہی قسم کا ہو۔ مثلاً اگر عالم جسم یا مادیات ہمیں ترقی کا کوئی طریق دکھائی دے تو ہمیں اسی قسم کا طرز عمل رُوحانی عالم میں بھی نظر آ جائیگا۔ گویا دو نہریں ایک جسمانی اور دوسری رُوحانی ایک دوسری کے برابر چلتی ہیں۔ اور ایک ہی ضابطہ قانون کے ماتحت ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرنے کے بعد میں فطرت میں اس خاص قانون کو پیش کروں گا جو کہ عالمگیر ہے اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک طرف خواہشات اور ضروریات لگا دی گئی ہیں تو دوسری طرف ان کے رفع کرنے کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ اور روزمرہ ہمارا مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ حد سے زیادہ گرمی بارش کی آمد کا پیش خیمہ ہوتی ہے بالکل یہی حال انسان کا بھی ہے۔ کیونکہ وہ اس دنیا کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے انہیں قوانین کے ماتحت ہے۔ فطرت انسانی کے ساتھ بیشمار جذبات لگا دئے گئے ہیں لیکن ان کے مطابق اشیاء بھی پیدا کر دی گئی ہیں مثلاً پیاس بجھانے کے لئے پانی کا مہیا کیا جانا اس انتظام کو ظاہر کرتا ہے جس نے ہر انسانی خواہش کی تسکین کیلئے ضروری اشیاء پہلے ہی سے بہم پہنچا رکھی ہیں۔ یہ قانون روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اور کوئی عقلمند اس کی تردید نہیں کر سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک خواہش اور ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کے لئے ایک نہ ایک چیز بطور علاج پیدا کر دی گئی ہے۔ یہی قانون انسان کی جسمانی ضروریات کے متعلق ہر جگہ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور اسی قسم کا ضابطہ قوانین دماغی اور رُوحانی دنیا میں بھی حاوی ہونا چاہئے۔ اب ہم سب سے اول ان قوانین کو لیتے ہیں جن کا تعلق انسان کے دماغ سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ انسان کے اندر بچپن ہی سے تحقیق کرنے کا مادہ ہے۔ ہم ہمیشہ اشیاء کی حقیقت اور کیفیت دریافت

کرنے کے درپے رہتے ہیں لیکن قدرت نے ہر ایسے سوال کیلئے جو ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہے ایک جواب تیار کر رکھا ہے جو دماغ کی اس فطری خواہش کو پورا کر دیتا ہے یہ دنیا تمام فطرت انسانی کی اندرونی خواہشات کو حقیقت کا رنگ دینے کیلئے ایک قسم کا گویا کارخانہ ہے +

انسانی ڈھانچے کی مشین میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اس کا ہر ایک پرزہ کیا چھوٹا اور کیا بڑا اپنی اپنی مناسب جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ جس چیز کی ضرورت انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے بیرونی دنیا میں اس کے پورا کرنے کا مناسب انتظام اُسے نظر آتا ہے۔ اگر اُسے دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کی گئی ہیں تو اس غرض کیلئے روشنی بھی پیدا کر دی گئی ہے۔ تاکہ وہ ان سے کام لے۔ اور اگر کان دیے گئے ہیں تو ہوا بھی پیدا کر دی گئی ہے تا کہ وہ سُن سکے۔ اور میری رائے میں منہ کا بنایا جانا ہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ روزی کا انتظام بھی قدرت نے کر دیا ہے کیونکہ اس قادر مطلق کی عنایات کا یہی تقاضا ہے۔ اسکی رحمانیت نے بھی ہماری جسمانی ضروریات کا نہایت ہی احتیاط سے انتظام کر رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے فضل سے انسان کی دماغی اور دیگر حاجات کا بھی احسن طریق پر بندوبست کیا ہے لیکن اگر ہماری رُوحانی ضروریات کی طرف سے وہ بالکل لاپرواہ ہو تو کیا یہ اس کے انتظام پر ایک بدنما داغ نہیں۔ کیونکہ روح ہی انسان کا اعلےٰ اور ہمیشہ قائم رہنے والا جزو ہے۔ اس نے یقیناً ہمارے روح کی خواہشات کی تسکین کیلئے کافی انتظام کر رکھا ہے +

اب آؤ ذرا جسم کی اندرونی حالت کا ملاحظہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت انسانی میں حیات جاودانی کی از حد خواہش ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں شوق یا خواہش اس حد تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ مدت کے بعد کے حالات دیکھنے کی پیاس بجھانے کیلئے اس زندگی کا خود ہی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ خدا کے بارے میں کامل علم حاصل

تو فطرت انسانی کا عین تقاضا ہے + باقی آئندہ

غزوات نبوی

نمبر ۲

(از قلم جناب مولوی مصطفٰے خان صاحب بی اے مسلم مشنری انگلستان)

غزوۂ سویق

اسلام کے لئے بدر کی فتح ایک نمایاں تھی ۔ بہت سے سرداران قریش جو ہمیشہ اس نئے مذہب اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے منصوبے باندھتے رہتے تھے خود اس صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئے ۔ عبد اللہ بن اُبی جو مدینہ کا مشہور رئیس تھا اور کہ جو ابھی تک کافر تھا بظاہر مسلمان ہو گیا ۔ گو تمام عمر منافق ہی رہا اسی طرح قبائل عرب جو ہوا کا رُخ دیکھنے کے منتظر تھے ۔ اگرچہ حلقۂ انقیاد میں داخل نہ ہوئے ۔ مگر تاہم مسلمانوں کے غلبہ سے متاثر ہو گئے اور سہم گئے ۔ قصہ کوتاہ اسلام کے لئے یہ پہلا دفعہ تھا ۔ کہ وہ نہایت آب و تاب طاقت کے ساتھ جلوہ افگن ہوا ۔ ان خوشگوار حالات کے اندر مخالفت کی چنگاری بھی اندر ہی اندر سُلگ رہی تھی ۔ اگرچہ حضرت نبی کریم صلعم کا یہود سے معاہدہ ہو چکا تھا ۔ کہ وہ ہر معاملہ میں غیر جانبدار رہینگے ۔ لیکن اب جنگِ بدر کے نتائج نے جب مسلمانوں کا پلہ بھاری کر دیا ۔ تو یہود میں بھی حسد و بغض کی آگ بھڑک اُٹھی ۔ اور وہ مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہوئے ۔ یہودی اپنی دولت و ثروت و تجارتی کاروبار کی وجہ سے مدت مدید سے مدینہ میں رؤسا کی حیثیت رکھتے تھے ۔ لیکن اب چونکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ان کے اقتدار و سیادت کو زائل

کردیا۔ اسلئے وہ مسلمانوں کے حاسد بن گئے۔ اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اس کے علاوہ قریش کی آتش غضب شکست کھانے کی وجہ سے بھڑک اُٹھی تھی۔ کیونکہ میدان کارزار میں ان کی بہت سی قیمتی جانیں تلف ہوچکی تھیں۔ مکہ میں قریباً ہر ایک گھر ماتم کدہ بنا ہؤا تھا۔ اور ان کے دل جوش انتقام سے لبریز تھے۔ اور انتقام لینے کا ان میں طوفان بپا تھا۔ ابوجہل اور عتبہ کی موت سے قریش کی ریاست و قیادت کا تاج ابوسفیان کو پہنایا۔ اور ابوسفیان اب چونکہ رئیس قریش ہوچکا تھا اسلئے اس نے اپنا سب سے اوّل فرض منصبی یہ سمجھا۔ کہ مقتولین کشتگان بدر کا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ اس نے قسم کھالی۔ کہ جب تک اس واقعۂ جانکاہ کا قرار واقعی سبق مسلمانوں کو نہ دے لونگا۔ اور پورا پورا انتقام کشتگانِ بدر کا مسلمانوں سے نہ لے لونگا تب تک غسل جنابت نہ کرونگا۔ چنانچہ اس منصوبہ کے ساتھ دو سو شتر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ دریعض پر حملہ آور ہؤا۔ جو مدینہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں پہنچ کر کچھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ان کے گھروں اور گھاس کے انباروں کو جلادیا۔ لیکن جب اس حملہ کی خبر حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچی۔ تو مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ اور سراسیمگی اور گھبراہٹ میں جلدی سے بھاگنے کی وجہ سے ستو کے بورے پھینکتا گیا۔ چونکہ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اسلئے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

انہی ایام میں حضرت نبی کریم صلعم نے ایک اور مشہور و معروف عملی نمونہ و مثال سے اپنی شرافت و نجابت قلبی کا ثبوت دیا۔ آپ ایک روز تنہا درخت کے سایہ تلے اپنے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر آرام فرما رہے تھے۔ جبکہ یکایک ایک غور سے آپ کو چونکا دیا۔ اور آپ نے دیکھا۔ کہ دعثور ایک شقی القلب خونخوار جنگجو آپ کے سرہانے تیغ برہنہ لئے کھڑا ہے۔ اس جنگجو

نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ "اے محمد (صلعم) اس وقت تم کو کون بچا سکتا ہے" حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ "اللہ" قوت ایمان سے اس لبریز جواب کو سنکر دعثر مرعوب ہو گیا اور شمشیر برہنہ اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر اسی تلوار کو حضرت نبی کریم نے فوراً پکڑ لیا اور اسے گھما کر پوچھا۔ کہ "اے دعثر اب تو بتا۔ کہ تم کو کون بچا سکتا ہے" تو اس کا جواب یہ تھا۔ کہ آپ کے لطف و کرم کے سوائے مجھے اور کون بچا سکتا ہے۔ پھر حضرت نبی کریم صلعم نے یہ فرمایا۔ کہ تم بھی رحم سیکھو۔ اور تلوار کو واپس کر دیا۔ اس کریم النفسی نے آپ کے خون کے پیاسے کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

غزوہ اُحد

غزوہ سویق قریش کی آتش غیظ و غضب کو فرو نہ کر سکا۔ یہ مصمم ارادہ کر کے کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر کے رہینگے۔ قریش نے پھر ایک دفعہ مدینہ پر یورش عظیم کا تہیہ کر لیا۔ اور اس کے لئے بڑے جوش اور سرگرمی سے تیاریوں میں مصروف ہوئے۔ انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہودی مسلمانوں کے دشمن جان ہیں۔ اور اسی بناء پر ان میں حملہ کرنے کی جرات بھی ہوئی۔ اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی اچھی طرح علم تھا۔ کہ مسلمانوں کو بہت سے خانگی مشکلات و تکالیف ہیں۔ اسلئے انھوں نے نہ صرف مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ہی سازش کی تھی۔ بلکہ قرب و جوار کے قبائل کے ساتھ بھی اسلام کے خلاف رشتۂ اتحاد گانٹھ لیا۔ انھوں نے اپنے شاعر سفیروں کو تمام اطراف میں روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنی آتشیں تقاریر اور پرجوش اشعار سے مسلمانوں کے خلاف آتش غضب کو بھڑکائیں۔ اور جوش انتقام خون کو ابھاریں۔ تہامہ اور کنانہ دو بڑے قبائل مکہ کے بت پرستوں کے ساتھ ملگئے۔ اور انھوں نے نقد اور فوج سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ابوسفیان کا قافلہ شام سے بہت سا سیم و زر لے کر گھر واپس آچکا تھا۔ قریش مکہ نے اس دولت کو مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک اور جنگ پر صرف کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اپنے سامان حرب و دیگر ساز و سامان پر نازاں ہو کر متحدہ فوج جو عرب کے قریباً ایک بڑے حصہ پر مشتمل تھی۔ ابوسفیان کی سرکردگی

میں مدینہ کی طرف بڑھی - یہ فوج تین ہزار پر مشتمل تھی - جو ہر ایک قسم کے سازوسامان سے مسلح و مزین تھی - اور کہ جسمیں سات سو نبرد آزما زرہ پوش تھے - بت پرستوں کی اس سپاہ نے جنہیں راستہ میں کوئی بھی مزاحمت نہ ہوئی بڑھتے بڑھتے مدینہ کے شمال مشرق کی طرف ایک مضبوط جگہ پر ڈیرہ جما یا - جہاں صرف احد کی پہاڑی اور ایک گھاٹی انہیں شہر سے علیحدہ کرتی تھی مسلمان اب اپنے اندفاع پر مجبور تھے - اگرچہ ان کے دل عدو کی فوج عظیم دیکھ کر دہل گئے لیکن پھر بھی انہوں نے نہایت ہی اطمینان سے معاملہ پر غور کیا - اور اندفاع کے طریقہ پر بحث کی جس پر اختلاف رائے پیدا ہو گئی - اکابرین میں سے جنمیں عبد اللہ بن اُبی بھی شامل تھا - اور کہ جو رئیس المنافقین تھا مشورہ دیا - کہ مسلمان شہر میں پناہگیر ہو کر مقابلہ کریں - اور شہر کی چاردیواری کے اندر ہی حملہ کے منتظر رہیں لیکن نوخیز و نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جن کے ارمان جنگ بدر میں نہ نکل سکے تھے - اور کہ جو جوش غضب سے بھرے ہوئے تھے - اس پر مصر ہوئے - کہ باہر نکلکر دشمن کا مقابلہ کیا جائے - لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی رائے اول الذکر طبقہ کے ساتھ تھی - اب چونکہ کثرت رائے یہی تھی - کہ باہر نکلکر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے - اسلئے آپ نے کثرت رائے کو ہی ترجیح دی - اور اندفاع کے لئے باہر نکل پڑے مسلمانوں کی فوج میں ایکہزار جان نثار تھے لیکن یہود کی مخفی اور بدطینت دشمنی کا نتیجہ یہ ہؤا - کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین جو تین صد کی جمعیت لیکر آیا تھا بگڑ کر واپس چلا گیا - کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے میری رائے پر عمل نہیں کیا +

عبد اللہ بن ابی اور اسکی جمعیت کی علیحدگی نے مسلمانوں کی فوج کی طاقت کو ضعف پہنچایا - اور اب صرف رسالت مآب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف سات سو جانباز سرفروش رہ گئے تھے جنمیں فقط دو گھوڑے تھے - اس قلیل فوج اور اس بے سروسامانی کے ساتھ وہ متوکل ذات پاک

تین ہزار مسلح و سازو سامان سے آراستہ و پیراستہ جنگجوؤں کے مقابلہ پر مبارز ہوئی۔ عربوں میں یہ ایک عام رواج تھا۔ کہ وہ صنف ضعیف کو بھی رزمگاہ میں اس مقصد کے لئے لایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ غیرت دلانیوالے اشعار سے سپاہیوں کو ہمت و جوش دلائیں۔ اور انہیں اس خیال سے اُبھاریں۔ کہ ان کی شکست سے فاتحین ان کے طبقہ نسواں کی بیحرمتی کریں گے۔ اسلئے اس رواج کے مطابق قریش کی فوج بھی اپنے ساتھ عورتوں کی ایک جمعیت عظیم لائی تھی۔ جن کی سردار و پیشرو ہندہ ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ کی دختر تھی (جو جنگ بدر میں کام آیا تھا) فوج کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور ذیل کے جوش دلانے والے اشعار سے بہادروں و نبرد آزماؤں کو گرماتی تھیں +

نحن نبات طارق — ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔
نمشی علی النمارق — ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔
ان تقبلو العانق — اگر تم بڑھ کر لڑوگے تو ہم تم سے گلے ملینگی۔
او تدبروا الفارق — اگر تم نے پیچھے قدم ہٹایا۔ تو ہم تم سے الگ ہو جاوینگی۔

قصہ کوتاہ متخاصمین افواج مقام احد پر مبارز ہوئیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے صبح کی نماز ادا کر کے پہاڑی کے عین نیچے مقام فرمایا۔ آپؐ نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ اپنی فوج کے عقب میں ایک بلندی پر متعین فرمایا۔ تاکہ وہ عقب فوج کی حفاظت کریں۔ اور ان کو تاکیدی حکم فرمایا۔ خواہ کچھ ہی ہو جائے وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ قریش جنہیں اپنی تعداد پر بھروسہ تھا۔ وسیع میدان میں منتشر ہو گئے۔ اور اپنے لشکر کے عین مرکز میں اپنے بتوں کو نصب کیا۔ خاتونان نے جنگی اشعار پڑھنے شروع کئے۔ پہلا حملہ مہیب و خطرناک تھا لیکن مسلمانوں نے بڑی ہمت و مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا۔ جس سے قریش کی فوج میں سراسیمگی و بے ترتیبی چھاگئی۔ مسلمان حضرت حمزہؓ (حضرت نبی کریم صلعم کے چچا) کی سرکردگی میں دشمن کی فوج کے دل میں گھس گئے۔ اور چاروں طرف وار کرتے جاتے تھے

مسلمانوں کی فتح اس وقت یقینی تھی۔لیکن شومئی قسمت سے انہوں نے اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ سمجھ کر اور دشمن کو فرار ہوتے دیکھ کر تیر اندازوں نے جنہیں ایک خاص مقام پر متعین کیا گیا تھا اس عہدہ کو چھوڑ دیا۔اور غنیمت کی طرف جھک پڑے۔سپہ سالاران قریش میں سے خالد بن ولید ان کی غلطی کو تاڑ گیا۔اور انکی غلطی سے استفادہ اٹھا کر مسلمانوں کی عقب کی فوج پر حملہ آور ہؤا۔اور ساتھ ہی قریش کی پیادہ سپاہ بھی لوٹ پڑی۔اور حضرت نبی کریم صلعم کی سپاہ کا غنیم نے محاصرہ کر لیا۔مسلم فوج کے لئے یہ موقعہ نہایت ہی نازک تھا۔اور مسلم سپاہ کے مشہور و معروف سردار جنمیں حضرت حمزہ بھی شامل تھے۔لڑائی میں مصروف ہو گئے۔حضرت ابو بکرؓ۔حضرت علی حضرت حمزہ رضؓ کو زخم شدید آئے +

اب غنیم کی ساری جد و جہد اس امر کے لئے تھی۔کہ آنحضرت صلعم کی طرف رجوع ہوں۔ایکدفعہ آپ اپنی فوج سے بالکل کٹ کر علیحدہ ہو گئے۔اور شدید سے شدید حملہ کا آماجگاہ بنے۔اس وقت اعدا مسلسل طور پر آپ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔پس اس حالت کو دیکھ کر مسلمانوں نے آپؐ کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔صحابہؓ میں ایک شخص حضرت ابو دوجانہ اپنی پشت دشمن کی طرف کر کے آنحضرت صلعم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔اور دشمن کے تیروں کو اپنی پشت پر لیا۔حضرت طلحہؓ نے قریش کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔اور اسی حالت میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو بیٹھے۔غنیم جبکہ اس طرح اس رحمت عالم پر تیر برسا رہے تھے اور آپؐ کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔تو وہ وسیع القلب ذات اپنی کریم النفسی سے ان کے لئے ذیل کے مشہور و معروف الفاظ میں دُعا کر رہی تھی +

"رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون"

ترجمہ:- "خدا میری قوم کو بخش دے وہ جانتے نہیں" +

آپؐ کے سر مبارک میں کچھ زخم آئے۔اور آخر کار آپؐ کے دوست آپؐ کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجانے میں کامیاب ہوئے۔جہانتک دشمن کا پہنچنا مشکل تھا۔حضرت علیؓ چٹان

کی غار سے اپنی سپر میں کچھ پانی لائے۔ اور آپ کی دختر حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے جو آپ کی وفات کی خبر سنکر میدان کارزار میں آپہنچی زخم مبارک دھوئے۔ اور انکی پٹی کی۔ پھر حضرت نبی کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ظہر ادا کی +

اب قریش مدینہ پر حملہ کرنے یا مسلمانوں کو احد کی چوٹی سے نکالنے سے بہت تھک چکے تھے۔ قریش نے مسلمان مردوں کے عضو نہایت درندگی سے کاٹکر مدینہ کے علاقہ کو چھوڑ دیا۔ ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے حضرت حمزہؓ کا دل اور کلیجہ نکالا اور منہ میں الحقیقت اس کا ایک حصہ نگل گئی۔ اور دوسرے مسلمان مردوں کے ناک اور کان کاٹکر ان کے ہار اور کنگن بنائے +

حضرت نبی کریم صلعم کا دل مردوں کی اس قسم کی ہتک و توہین دیکھ کر غم و غصہ سے بھر آیا لیکن انھوں نے دشمنوں کی نعشوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی اور بیعزتی سے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس اس طرح اس وحشی رواج یعنی نعش کے عضو کی قطع و برید سے تمام ملک عرب میں مدت مدید سے مروج تھا مسلمانوں کو محترز رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر مدینہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے لوگوں کو جمع کیا۔ تاکہ غنیم کی لوٹنے والی فوج کا تعاقب کر کے یہ دکھلایا جائے کہ مسلمان اب بھی طاقتور و مضبوط ہیں۔ ابوسفیان راستہ میں کچھ مسلمانوں کو قتل کر کے بہت جلد مکہ واپس چلا گیا۔ اور پھر وہاں سے ایک دھمکی آمیز پیغام بارگاہ رسالت میں ارسال کیا۔ کہ "میں بہت جلد اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے واپس لوٹونگا" حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیغام سنکر فرمایا۔ کہ "ہم اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں" +

جہالتِ عظیم

مسٹر جے - ایل میکنٹائر نے چرچ مشنری ریویو کے مارچ نمبر میں ایک غلط واقعہ کا اظہار کر کے اس جہالت عظیم کا مجسم ثبوت دیا ہے - جو اسلام کے متعلق یورپ میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہے - آپ تحریر فرماتے ہیں :-

تاریخی مصائب میں سے ایک یہ بھی ہے - کہ محمد (صلعم) کی باوجود پندرہ سولہ ازواج تھیں - لیکن ان کے بعد ان کی بیٹی کے سوا اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی - پس عرب کے قانون پیدائش کی رُو سے جو نظام ارث کی تتبع کرتا ہے - محمدؐ کے کوئی جائز ورثا نہیں ہیں - وہ لوگ جو اسلام کی طرف سے عُذر معذرت کرتے ہیں - اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت محض اسلئے ہوئی تھی - تاکہ خاندانوں کا سلسلہ نسب جاری رہے انہیں اس سے بڑھ کر کثیر الازدواجی کی مکمل شکست کی موثر مثال اور کہاں مل سکتی ہے - کہ ان کے بانی کی ہی جانشینی کرنے والا فرقۂ ذکور میں سے کوئی صلبی بچہ نہیں" + (اسلامک ریویو)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے - کہ رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کی پندرہ یا سولہ بیبیاں نہ تھیں - اس واقعہ کے تحریر کرنیوالے مصنف کے ہم مرہون احسان ہونگے - اگر وہ اپنے دعوے کو تقویت دینے کیلئے کسی معتبر سند کا حوالہ پیش کرے صحت واقعہ اور صداقت نہایت ہی ضروری چیزیں ہیں - اور ان سے کسی قسم کا گریز کرنا کسی کے لئے کفارہ نہیں ہوسکتا اصول تعدد ازدواج کے متعلق جس کی اجازت اسلام نے دی ہے کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ تسلسل خاندان ہی فقط شرط نہیں - جس کے ماتحت دو بیبیوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے - ان شرائط میں سے جن کے ماتحت تعدد ازدواج کی اجازت ہے - یہ بھی ایک شرط ہوگی -

لیکن اصلی اور حقیقی شرط نہیں - وہ لوگ جو اسلام کی تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہیں - انہیں اِس امر کا علم ہونا چاہئے - کہ تعداد ازدواج کا حکم غزوہ احد کے بعد ہؤا جبکہ مسلم سپاہیں قتل و غارت کی وجہ سے فرقۂ ذکور کی آبادی میں بہت کمی واقع ہو گئی - یتیمے اور بیوگان کی ایک جماعت کثیر کی حفاظت کی ضرورت لاحق ہوئی - قومی تباہی کے ایسے نازک وقت میں کثیر الازدواجی ہی ایک ضروری و حکمی علاج تھا - اسلئے عام طور سے سوسائٹی کی سود و بہبود کے لئے یہ اصول شائع کیا گیا - بہبودی و بھلائی کے انہیں اصولوں کا منفرداً اطلاق بھی ہوسکتا ہے - تاہم یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعدد ازدواج کی فقط بعض حالات کے اندر اجازت ہی تھی اور یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ دوسرے لفظوں میں قاعدہ سے ایک استثنائ ہے +

دُنیا نے ابھی جنگ عظیم سے مخلصی پائی ہے - اور تمام کا تمام یورپ طبقۂ نسواں کی فالتو آبادی سے معمور ہے - یہی مسئلہ اب مُہذّب دُنیا کے سامنے ہے - تاہم ہم یہ خیال نہیں کرتے - کہ کلیسیا جس کا یہ قیاسی اصول ہے کہ ایک ہی بیوی ہونی چاہئے - اور کہ جسکے اس بیہی اصول میں کسی قسم کے استثنا کی اجازت نہیں - اس مسئلہ کو ان خیالات کو لئے ہوئے حل کرسکے - جسمیں اس کی آبرو ریزی نہ ہو - یورپ کو جلدی یا دیر سے تعدد ازدواج کے اسلامی اصول کے سامنے تسلیم خم کرنا ہوگا - وگرنہ لاتعداد بداخلاقی کا وہ شکار ہو کر رہیگا +

وحدانیت

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ۝
ولم یکن لہ کفواً احد ۝

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی تین اور صفات بھی بتلائی ہیں۔ یعنے اپنا قادر مطلق اور بے نیاز ہونا۔ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا ہونا اور بے مثال و بے ہمتا ہونا یہ سب صفات خدا کے واحد ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ خداوند تعالیٰ کو اپنی وحدانیت منوانے میں کوئی خاص غرض و فائدہ مد نظر ہے۔ اور اسے ان ہستیوں سے ضد اور عناد ہے جن کی خدائی کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی اپنی شان کبریائی کے مقابلہ میں ان کرشن و عیسیٰ جیسے خداؤں کی حیثیت جنہیں لوگوں نے ایک غرضی اور دور از فہم خدائی کا چولا پہنا رکھا ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی وحدانیت پر زور دینا صرف اسلئے ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی ذات کے مختلف صفات لوگوں پر ظاہر ہو جائیں ان میں سے ایک اس کا احد ہونا بھی ہے۔ اور اسی لئے حضرت رسول اکرم صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے تئیں اللہ کا عبد سمجھیں۔ عبد سے مراد مخلوق ہے جو اپنی نسبت اپنے خالق یا خدا سے کرنا چاہتی ہے اس سورۃ بالا کے لکھنے سے میں یہ خصوصیت کے ساتھ بتلانا نہیں چاہتا کہ خدا کی وحدت کے متعلق غلط خیالات کی تردید میں اسلام دنیا میں کیسے سبقت لے گیا ہے لیکن میں اس نتیجہ کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں جو تخلقوا باخلاق اللہ کے حکم کے ماتحت خدائی صفات میں حصہ لینے سے

مرتب ہو سکتا ہے۔ اس سورہ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالے یکتا ہے اسی طرح
ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہمجنسوں میں یکتا ہونے کی کوشش کرے
اور اسے چاہیئے ان خدائی صفات میں سے کم از کم چند ایک ہی اپنے اندر پیدا
کرے۔ انسان خدا کی پرستش کبھی مکمل طور پر نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اسکے
دل میں کسی نہ کسی خدائی صفات کا عکس نظر نہ آئے۔ مسلمان عام طور پر سورہ بالا
کو اپنی نمازوں میں بکثرت پڑھتے ہیں۔ لیکن کیا ایک لحظہ بھر کے لئے بھی
کبھی کسی نے غور کیا۔ کہ ہر روز بار بار اس کے پڑھنے میں کیا راز پوشیدہ ہے
اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالے یکتا اور بے ہمتا کہلوا کر خوش ہوتا
ہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک بھی کسی نہ کسی رنگ میں لاثانی
ہو گو اس کا بے مثال ہونا کمیت و کیفیت میں خدا جیسا نہ ہو۔ اس غرض کیلئے
اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتیں عطا کر رکھی ہیں۔ ہم پر یہ فرض ہے
کہ ہم ان قابلیتوں سے جو ہم میں خدا نے ودیعت کر رکھی ہیں پورا پورا فائدہ
اٹھائیں۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کسی بلند رتبہ پر پہنچنے کو قومی فرض خیال
کرتے ہیں لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ کام سراسر مذہبی ہی خیال کیا جاتا ہے
اگر اس اہم فرض کی طرف سے غفلت کو کام میں لاویں تو گویا ہم اپنی پیدائش
کی بڑی غرض کا انکار کرتے ہیں۔ وحدانیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی بڑی صفت صمدیت
کا ذکر ہے۔ جو چاہتی ہے۔ کہ ہم کسی دوسرے کی ہمت اور مدد پر حصر
نہ رکھیں۔ جو لوگ دوسروں کا ہاتھ دیکھتے اور ان کے محتاج ہیں۔ وہ جو
اس خالق کی عزت و تقدیس نہیں کرتے۔ جس نے انہیں اس غرض کیلئے
پیدا کیا کہ وہ خود اپنے لئے دنیا میں روزی پیدا کریں۔ اور راہ نکالیں
اسلام کیلئے وہ زمانہ نہایت ہی منحوس تھا۔ جبکہ اس نے اس تعلیم کی اصل غرض کی طرف
سے آنکھ بند کر لی اور سست پڑ گئے۔ اسلام کی طرح وہی مذہب سچا ہو سکتا ہے
جو لوگوں کو بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے۔ اور یہی خدا کی دوسری

صفت (صمدیت) ہے +

لم یلد ولم یولد میں اللہ تعالیٰ کی صحیح ہستی کا صحیح علم دیا گیا ہے۔ اور جیسے کہ دنیا کے زیادہ تر حصے نے قبول کیا ہوا ہے۔ میری غرض اس جگہ یہ نہیں کہ تم ان تمام مذاہب کو جنمیں آسمانی باپ اور اسکے بیٹے کے متعلق نہایت دلچسپ قصے درج ہیں تہ و بالا کر دو۔ میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مختصر سی آیت پُر از معانی و اسرار ہے +

آپ اگر ان اسباب اور طریقوں پر غور کرو۔ جن سے کوئی قوم بنتی اور بڑھتی ہے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ابتدا میں ایک بڑے قبیلے کا ایک ہی سردار ہوا کرتا ہے۔ وہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے ایک قوم کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک باپ اور اس کے بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اسلام تمام قومی اور ملکی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ اور کسی خاص سوسائٹی سے وابستہ نہیں۔ ایک مسلمان جو اس خدا کا بندہ ہے لم یلد ولم یولد ہے وہ کسی فرقہ و قوم کی تنگ الجھنوں میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ وہ اس قسم کی باتوں کو ناقابل برداشت گناہ خیال کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان عالمگیر اسلامی برادری کے خیال کو چھوڑ کر کسی خاص ملکی و قومی تنگخیالی کو پسند کرتا ہے وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ اسے تو اس قسم کے محدود و قومی خیالات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ تمہاری قومیت میں تو سوسائٹی کے باہمی تعلقات کا رنگ ہے اور خدا ایسی باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ لیکن مسلمانوں کی قوم روحانی رشتہ سے جکڑی ہوئی ہے اور اس کا رہبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے

اللہ تعالےٰ کی آخری بڑی صفت لیس کمثلہ شئی ہے اس امر کے ثبوت میں خدا کی اس صفت پر ہمارا پختہ اور سچا اعتقاد ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قوتوں کا جائز استعمال کر کے اپنے ہمجنسوں میں ہم بھی لاثانی سمجھے جائیں۔ کیونکہ خدا کی عطا کردہ قابلیتوں اور طاقتوں کا اصل شکریہ تو اسی طرح ادا ہو سکتا ہے جبکہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ہم خود اپنی ہمت سے اپنا کام سنواریں +

فرقہ بندی

"ماہیت" رنگون

ایک مدت سے اسلام پر تباہی اور بربادی کی جو لہر بڑھتی چلی آرہی ہے۔ اور مصائب و تکالیف کی جو گھنگھور گھٹا اسلامی دُنیا پر چھائی ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کے اطراف و جوانب میں مختلف کانفرنسیں اور انجمنیں قائم ہو رہی ہیں اور اس تباہ کن سیلاب کی روک تھام کیلئے مختلف ذرائع عمل میں لائے جا رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس قدر جد و جہد کے باوجود اس وقت تک خاطرخواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم یہ باعث مسرت ہے کہ مسلمان اب خواب غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ انہیں اپنی ناگفتہ بہ حالت کا اچھی طرح سے احساس ہو گیا ہے۔ جس طرف ہم نظر کرتے ہیں مسلمانوں کو جوش و خروش سے خداوند عالم کی آخری شمع ہدایت کو بجھنے سے بچانے کے لئے کوشش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آج وہ ہر جائز اور ممکن طریقہ سے اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت اور اقتدار دوبارہ قائم کرنے کیلئے مستعد ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمنے افرادی طاقت کے بل پر اس عظیم الشان اور مقدس تحریک کا بیڑا اٹھایا ہے ہمیں اپنے مرض کے اصلی اسباب معلوم نہیں ہیں۔ صرف ظاہری علاج کارگر نہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کی اگلی عظمت اور سابقہ شان و شوکت کو دُنیا میں از سر نو قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ باطنی علاج کی طرف بھی متوجہ ہوں شجر اسلام کھوکھلا ہو گیا ہے باہمی عداوت اور نااتفاقی کی دیمک اندر ہی اندر تمام درخت کو چاٹ گئی ہے۔ فرقہ بندی کے جراثیم نے چمن ہاشمی کو گدلا کر دیا ہے۔ اسلامی درخت گرا چاہتا ہے صرف باد مخالف کے ایک جھونکے کی ضرورت ہے۔ باغبان چمن اسلام پیر پھیلائے خراٹے لے رہا ہے۔ وہ خواب میں دیکھ رہا ہے کہ شجر اسلام ترو تازہ ہے۔ بیشمار پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اسے معلوم نہیں کہ درخت کی اندرونی حالت کیا ہے وہ خواب سے چونک پڑا ہے۔ وہ پھلوں کے انتظار میں درخت کی طرف امید بھری نگاہوں سے تک رہا ہے۔ وہ صبح و شام بدستور پانی دیتا ہے لیکن آج تک اسے اپنی محنت کا ثمرہ حاصل نہیں ہوا۔ آج یہی حالت ہم مسلمانوں کی ہے۔ ہم غیر قوموں کو مات دینا چاہتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں سے بازی لیجائیں ہماری دلی خواہش ہے کہ اسلام کی عظمت دُنیا میں دوبارہ قائم ہو۔ ہم حصول مقصد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور جی توڑ کوشش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنی ناکامیابی کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے مرض کے اصلی اسباب کیا ہیں؟ برادران! اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کی عظمت و شوکت دوبارہ قائم ہو اور دنیا میں ہماری دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام جزئی اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھدیں۔ باہمی مخالفت اور آپس کی نااتفاقی کو یکلخت ترک کر دیں فرقہ بندی سے باز آئیں۔ اور اتفاق اور اتحاد سے کام کرنا سیکھیں۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کی مستحکم اور مضبوط بنیاد جس چیز نے ہلا دی وہ یہی فرقہ بندی تھی انما المومنون

اخوۃ کی فلاسفی کو ہم بھول گئے تھے۔ اس لئے مدت دراز تک شیعہ سُنّی اشعری معتزلی حنبلی۔ اسمٰعیلی وغیرہ کا جھگڑا جاری رہا۔ لاکھوں آدمی قتل کئے گئے۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ وہ قوت جو مخالف کے مقابلے میں استعمال ہوتی تھی۔ آپس کی غارتگری میں صرف ہونے لگی۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔ غیروں نے میدان صاف دیکھ کر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ آج جو ہماری حالت ہے وہ ہمارے لئے اور ہماری آیندہ نسل کیلئے تازیانۂ عبرت ہے۔ اگر اب بھی ہم اُسی میں میں تُو تُو میں مشغول رہے تو پھر ہمارا خدا حافظ ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقے یا جماعت کے ہوں ایکجان دو قالب ہو کر کام کریں۔ تمام مشترکہ کاموں میں ملجائیں تاکہ حصول مقصد میں آسانی ہو۔ تبلیغ اسلام۔ اشاعت قرآن و حفاظت سرحد اسلام سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

مسلمانو! بیدار ہو۔ خوابِ غفلت سے جاگو۔ کشتیٔ اسلام ناخداکی نااہلیت اور جہازیوں کی حماقت اور جہالت سے گرداب میں آپھنسی ہے۔ اگرچہ جہازراں دو جہاندیدہ۔ تجربہ کار اور مشّاق غوّاص بھی ہیں لیکن نقارخانے میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہے۔ انکی چیخ و پکار بیکار رہے۔ اب بھی اگر ہم کُفر کے فتوے دینے۔ شرک کے سرٹیفکیٹ عطا کرنے اور الحاد کا تمغہ اور ارتداد کے میڈل عنایت کرنے سے باز نہیں آسکتے۔ اور تعصب۔ کینہ۔ حسد۔ نفسانیت اور مخالفت کو دل سے نہیں نکال سکتے۔ تو میں وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ ہم کبھی حقیقی معنوں میں کامیاب نہیں ہونگے۔ صدیوں کی کدورتوں کو مٹانا آسان کام نہیں ہے۔ اسلئے اسبات کی سخت ضرورت ہے۔ کہ فرقہ بندی کی برائی کے متعلق سینکڑوں کتابیں لکھی جائیں۔ فرقہ بندی اور باہمی تنازع کے نقصانات لوگوں کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ مشترکہ کاموں میں مل کر کام کرنے کی ضرورت اور متفقہ اور متحدہ قوتوں سے کام کرنے کے برکات اور اس کے نتائج لوگوں کو بتلائے جائیں۔ عوام الناس کو سمجھا دیا جائے کہ بجز اتفاق کے ہماری تمام کوششیں بیکار رہیں۔ اسلئے ہم کو چاہیئے کہ تمام جھگڑوں اور تنازعوں کو بالائے طاق رکھ دیں ؎

وگرنہ دو دستو سُن لو کہ ہے آپس کی اَن بَن کا
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکارا تک
پڑے ہیں جابجا بکھرے ہوئے اطراف عالم میں
کھنڈر لاکھوں ہمارے تو قوں کے یادگارا تک
ہزاروں باغ ویراں ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصل بہارا تک
نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہو گئے ہم خاک میں مل کر
ہماری گھات میں ہے انقلابِ روزگارا اب تک

(حالی)

لمعات انوارِ محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات۔ آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا نمونہ۔ علمی۔ ادبی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل۔ بی۔ مسلم مشنری و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال صاحب و جناب ایس۔ ایچ لیڈر مصنف ٹوریزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابلِ دید ہیں اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے ✦ قیمت ۶/ بیجلد۔ مجلد ۱۰/

موارید ثلاثہ

۱۔ براہین نیرہ۔ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام۔ قیمت ۱۲/

۲۔ اسوہ حسنہ۔ " " بہ زندہ و کامل نبی " ۸/

۳۔ ام الالسنہ " بہ زندہ و کامل زبان . . . ۱۲/

ان تین کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ کتابوں میں کتاب قرآن نبیوں میں نبی (حضرت) محمد عربی۔ اور زبانوں میں زبان عربی۔ براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے تابع قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے۔ تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں صحیح کی گئی ہے۔ اسوہ حسنہ میں انسانی رہنمونی کے لئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل دکھلایا گیا ہے۔ ام الالسنہ ایک جدید تصنیف ہے اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دیگر زبانوں کی ماں اور الہامی زبان ہے ✦

ذرائع علم کا مذہب

فرے یعنی انسان کا مذہب

قیمت ۸/ تفصیل مضامین:۔ مذہب سائنس میں جنگ۔ امن کا ساتھ سب طاقتور [illegible]۔ الہام ایک ضرورت ہے [illegible] ارتقاء کی جان [illegible] اخلاق توازن جذبات کا نام ہے روح کی پیدائش اور تزکیۂ نفس روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے بعض علوم ممنوعہ مسئلۂ ارتقائے انسانی صحیفۂ ارتقاء کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے۔ مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں۔ اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی۔ بعض کلیسا بہتر اور افضل ہیں انسان کیلئے اپنی اصلاح کی بہترین تسبیح رب العالمین معبود ✦

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر

قیمت بیجلد ۶/

اسلام اور علوم جدیدہ

قیمت ۴/

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر۔ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔ سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرکے حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت

سقراط۔ مسیح۔ حسین

مصنفہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

قیمت ۱۲/

ان سب کو حقیقی ... کی ... بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سنی و مراسم نماز پر علمی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر۔ تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال۔ حدیث ان اللّٰہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں حدیث اثنان سبعون فی النار وواحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنے بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث اپنے عقائد کا اظہار۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و غلو کی مماثلت۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ۔ دنیا میں ضرورت نبوت۔ آخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی۔ خواہ وہ کسی فرقہ سے بھی تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ اس بیگانگت یا اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیار کریگی اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔ کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں + ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت قسم اول ۱۲ قسم دوم ۸ علاوہ محصولڈاک

درخواستیں بنام خواجہ عبدالغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ اسٹیم پریس بیرون دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام ... لاہور نے شائع کیا

جلد ۷ ——— نمبر ۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷)	بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر (۸)

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بکی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ضروری اعلان

(۱) تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اسلامک ریویو و وکنگ مسلم مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہو اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔

(۲) اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

(۳) رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔

(۴) خریداران رسالہ ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیں۔

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔ سکرٹری

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو۔ سکرٹری

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۲ر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام محقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

۱ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲۔ 〃 〃 〃 توحید دعا۔ تصوف
۳۔ 〃 〃 خطبات عیدین
۴۔ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵۔ اسلام اور دیگر مذاہب
۶۔ حقوق نسواں

قیمت فی خطبہ ۲ر
مجموعہ مجلد ۱۲ر

بقیہ فہرست ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے +

محمد جواد لاری

محمد یونس

[illegible]

[illegible]

Muhammad Younus

Yousuf

[illegible]

[illegible]

[illegible]



Sarah Slapper.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام کیلئے اگر کوئی مفید وقت ہے تو آج ہے

براداران اسلام! اُٹھو!! جاگو!!! وقت کو غنیمت سمجھو!!!

ووکنگ مُسلم مشن (انگلستان)

کی

موجودہ حالت اور اُس کے پیش آمدہ کام

معہ رپورٹ حساب آمد و خرچ

از ابتداء سنہ ۱۹۱۴ء لغایت اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء

مرتبہ و مُصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

فہرست مضامین

شذرات

رسالہ ہذا تمام کا تمام رپورٹ سالانہ ووکنگ مسلم مشن پر مشتمل ہے۔ اسلئے عدم گنجائش کی وجہ سے اور کوئی بھی مضمون ہدیہ ناظرین کرام نہیں کیا جا سکا

رپورٹ ہذا کے اولین مخاطب ناظرین رسالہ ہی ہیں۔ جنہوں نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی اہمیت کو سمجھ کر رسالہ ہذا کی خریداری منظور فرمائی۔ اور اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اسوقت ہم اپنے معزز ناظرین سے مؤدبانہ ملتجی ہیں کہ وہ للہ خود بھی ان مفید اور کارآمد معروضات پر غور و تدبر فرمائیں جو رپورٹ ہذا میں ایک دردمند دل نے حوالۂ قلم و کاغذ کی ہیں اور اپنے دوست و احباب۔ خویش و اقارب نابالغ بچوں اور تعلیمیافتہ مستورات تک اس دردمند آواز کو پہنچا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اور ووکنگ مسلم مشن کی کسی ایک ممکن طریقے سے (ووکنگ مسلم مشن کی امداد کے طریقے رپورٹ ہذا کے صفحہ ۴۴۰ پر عرض کر دیئے گئے ہیں) فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ناظرین کرام میں سے ہر ایک کرم فرما رسالہ ہذا کا ایک جدید خریدار کم از کم ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمائے

رپورٹ مشن بعض ان احباب کیخدمتمیں بھی ارسال کیجاتی ہے جو کسی غلطی کی وجہ سے رشتہ خریداری ترک کر بیٹھے ہیں۔ امید ہے کہ وہ بھی ہماری معروضات پر غور فرما کر مکرر رضامندی خریداری سے ہمیں مطلع فرما کر اس طرح مشن کی مالی تقویت کا موجب ہوں گے ٭

بعض احباب کیخدمت میں بلا انکی اجازت کے رپورٹ ہذا ارسال کیجاتی ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی اردو یا انگریزی رسالہ کی خریداری منظور فرما کر مشن کی امداد میں ہمارا ہاتھ بٹا کر عنداللہ ماجور ہونگے ٭

ووکنگ مسلم مشن کی امداد کس طرح ہو سکتی ہے

مندرجہ ذیل طریقوں سے ناظرین پورٹ ووکنگ مسلم مشن کی امداد فرما سکتے ہیں:-

(الف) مسلم مشن کی مالی امداد خود بھی فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی اسکی امداد کی تحریک فرمائیں +

(ب) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان کی توسیع اشاعت (شرح سالانہ چندہ ۸عہ) +

(ج) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر انگریزی اسلامی لٹریچر کو یورپ میں غیر مسلم طبقہ میں مفت تقسیم فرمائیں جس سے اکثر قبولیت اسلام کے احسن نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں (شرح مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو در بلاد غیر مبلغ ۵ہے) +

(د) رسالہ اشاعت اسلام اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی توسیع اشاعت (شرح سالانہ للعہ)

(ہ) مجوزہ کتب خانہ کی جدید انگریزی و اردو کُتب خود بھی خرید فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی انکی خریداری کی تحریک فرمائیں +

(و) سرجمال مشنری فنڈ میں ماہواری امداد فرمائیں +

ضروری نوٹ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئیے +

اشاعت اسلام کیلئے

اگر کوئی مفید وقت ہے تو آج ہے

ووکنگ مسلم مشن کی موجودہ حالت اور اسکے پیش آمدہ کام معہ رپورٹ

حساب آمد و خرچ سنہ ۱۸ و ۱۹۱۹ء

سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کی مصروفیت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کے فضل نے آج مجھے خطرناک بیماری سے نجات دیکر اس رپورٹ کے لکھنے کے قابل کیا۔

ووکنگ مسلم مشن کی پچھلی رپورٹ میں نے اگست سنہ ۱۹۱۶ء میں لکھی تھی جو رسالہ اشاعت اسلام کے دسمبر نمبر سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ اسمیں میں نے اُن کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جو واقعات و حالات ملک نے میری ذات سے والبستہ کر رکھے تھے ذیل کے الفاظ لکھے :-

اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نکتہ خیال سے دیکھی جائے تو جسقدر اشاعت اسلام کا موقع بلاد غربیہ میں آج ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو لکھو کھا آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہاں وہ دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں۔ اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جسقدر مذہبی تحریکیں اس ملک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں۔ پولیٹکل۔

مورل سوشل معاملات میں جن حقائق کی طرف مغربی دنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا
رُخ اسلام کی طرف ہے۔ مثلاً گذشتہ سال میں میں نے سوشلسٹوں۔ فری تھنکروں
سپرچولسٹوں۔ تھیاسفسٹوں۔ نیو تھاٹ سنٹر۔ نیو وایٹ سرکل میں الغرض
اس قسم کی مجلسوں میں جن میں سخت اختلاف ہے تقریریں کیں۔ اور ہر جگہ
قرآن کو ہی پیش کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ میرا طریق یہاں مرنجاں مرنج نہیں
بلکہ میرے ہاتھ میں ہمیشہ قرآن کی ننگی تلوار ہوتی ہے۔ اور میں غیر اسلامی
عقائد پر جرح قدح کرنے میں کبھی سُست نہیں ہوا۔ لیکن مجھے ایکدن بھی یاد
نہیں کہ میرے سامعینوں میں سے اکثروں نے مجھ سے اتفاق ظاہر نہ کیا ہو۔
اب سوال یہ ہے کہ جس قدر کام میں نے اوپر گنے ہیں۔ اور جن کے لئے جہانتک
ابتدائی اخراجات کی ضرورت ہے وہ مُہیا ہو چکے ہیں۔ کیا یہ ایک آدمی سے ہوسکتے
ہیں۔ لو میرے کام سُن لو۔ ہر جمعہ لندن میں نماز جمعہ اور خطبے کے لئے جانا ہوتا
ہے۔ ہفتے میں ایک شام کو درس قرآن لندن میں ہوتا ہے۔ اور ایک لیکچر
اتوار کو لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے۔ پھر کم از کم ایک لیکچر ہر ہفتے مجھے
کسی اور جگہ بھی دینا ہوتا ہے۔ ووکنگ میں بُدھ کی شام کو درس قرآن
ہوتا ہے۔ اور اتوار کو حسب معمول جلسۂ وعظ۔ پھر اس کے علاوہ اسلامک
ریویو کی مضامین نگاری۔ لندن اور ووکنگ کے گھر کا انتظام۔ پھر مالی
دقتوں کا مقابلہ۔ بعض مہینے اس سال کے آغاز میں ایسے بھی گذرے
ہیں۔ کہ جب مجھے ایکماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں کرنی پڑیں۔
پھر یہ لیکچر ہمیشہ مختلف مضامین پر دینے پڑتے ہیں۔ اور سامعین
ذی استعداد اور قابل ہوتے ہیں۔ پھر ان لیکچروں میں سوال وجواب کا
سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اسلامک ریویو میں میرے بعض لیکچر چھپ چکے
ہیں۔ جن جن مشکل مضامین پر مجھے بحثیں کرنی پڑیں۔ اور ان
کے لئے جس قدر مطالعہ کرنا پڑا وہ بذات خود ایک اہم کام ہے۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ

جو میری صحت پر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے ۔ چنانچہ اس وقت میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں ۔ نیند مجھے بہت کم آتی ہے ۔ دوران سر کی شکایت ہے ۔ میرے پھوں پر اس محنت کا ایسا برا اثر پڑا ہے ۔ کہ میں اپنے ہاتھ کے ساتھ دو تین گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا ۔ حالانکہ اخیر ۱۹۱۶ء میں میں آٹھ دس گھنٹہ تک متواتر قلم چلا سکتا تھا ۔ آنکھیں تین چار گھنٹے کے مطالعہ کے بعد تھک جاتی ہیں سوء ہضم کی گو شکایت نہیں ۔ پھر بھی بھوک کامل نہیں رہی ۔ میرے لیئے ابھی دو سال ہوئے تین گھنٹے تک تقریر کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا ۔ جیسا کہ ہندوستان میں میرے احباب اس امر سے واقف ہیں لیکن اب ایک گھنٹے کی تقریر نہ صرف تھکا ہی دیتی ہے ۔ بلکہ اس دن اگر کوئی اور دماغی کام کرنا پڑ جائے تو نیند اس رات اُچاٹ ہو جاتی ہے ۔ اب میرے احباب خود اس پر غور کریں کہ ان حالات کے ماتحت میں کب تک اور کہاں تک کام کر سکتا ہوں پچھلے سال مجھے جس خطرناک بیماری کا مقابلہ کرنا پڑا ۔ وہ بھی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھی ۔ اس نے مجھے مہینوں بیکار رکھا ۔ اب میری یہ حالت ہے ۔ کہ جب غیر مسلم مجھے تقریر کیلئے دعوت دیتے ہیں تو میں جان چُراتا ہوں یہ کسقدر رنج کا مقام ہے ۔ کہ میں نے خود ہی گذشتہ سرما میں مختلف پلیٹ فارموں پر جاکر اسلام کے متعلق مذاق پیدا کیا ۔ قریب قریب جہاں میں گیا ۔ ان لوگوں پر میں نے اپنی تقریر کا وہی اثر چھوڑا جو ہندوستان کے جلسوں میں ہوا کرتا تھا ۔ اب جو ان میں شوق پیدا ہو گیا ہے ۔ جس نے انکے مطالبات بڑھا دیئے ہیں تو میں ہوں کہ ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا پہلا کام اشاعت اسلام کا یہ تھا ۔ کہ اسلام کی یہاں پیاس پیدا کی جائے وہ پیاس پیدا ہو رہی ہے لیکن سقائے اسلام کہاں ہیں ۔ اور باتوں کو جانے دو ۔ خود اپنے گھر کا حال سن لو ۔ دو مقام پر ہر اتوار کو لیکچر ہوتا ہے میں کہاں جاؤں اور کہاں نہ جاؤں ۔ ناچار یہ تجویز کی ۔ کہ دو اتواریں میں لندن میں تقریر

کروں ۔ اور دو اتواریں ووکنگ میں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اتوار کو میں لندن میں نہ ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی ۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے ۔ اور وہی اصل کام ہے ۔ وہ بالکل رہتا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف بہ اسلام ہوں ان کو اسلامی باتیں بتلائی جائیں اور اسلامی زندگی سے انہیں آگاہ کیا جائے ۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا جب ہمیں ایک جمعہ کا خطبہ ۔ ایک اتوار کا لیکچر ۔ رسالے کا انتظام اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی ۔ اس وقت بہت خالی وقت اس کام کیلئے تھا ۔ بدھ اور اتوار کا دسترخوان کھولنے کی یہی غرض تھی ۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے تھے ۔ اور دسترخوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی ۔ اور لوگ سیکھ جاتے تھے ۔ اب اول تو ہر دوسرے اتوار میں ووکنگ میں نہیں ہوتا ۔ لندن ہوتا ہوں ۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی ۔ اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنی پڑتی تھی ۔ اور اگر میں یہاں بھی ہوں تو بعض وقت اسقدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان دسترخوانوں کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے ۔ ادھر نومسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے ۔ کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں ۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چُراتا ہوں +

میری خطرناک بیماری اور ایام بیماری میں انتظام مشن

نہ معلوم یہ الفاظ کس طرح اور کس رنگ میں میری قلم سے اپنی صحت کے متعلق نکلے ۔ ان کے لکھنے کے چند ہفتہ بعد میرے اعصاب دماغ پر نہایت ہی خطرناک حملہ ہوا ۔ طبی مشورہ یہ ملا ۔ کہ میں فی الفور کام کو چھوڑ دوں ۔ مجھے مقامی ڈاکٹر

نے مقام ہیروگیٹ میں کچھ ماہ رہنے کی سفارش کی۔ یہ مقام اعصابی امراض کے علاج کیلئے خاص طور پر مشہور ہے۔ ۱۳۔ اکتوبر کو مجھے مجبوراً نہایت درد کے ساتھ ووکنگ کو چھوڑ کر ہیروگیٹ جانا پڑا۔ لیکن نہ وہاں کی آب وہوا نے نہ کسی علاج نے مجھے کوئی فائدہ پہنچایا۔ مشیت ایزدی نے عین اس وقت جب ایک طرف مرض کا زور تھا۔ اور دوسری طرف طبی مشورہ یہ تھا کہ میں ہر قسم کے تفکرات و تردداًت سے الگ رہوں میری آزمائش کا ایک بڑا موقعہ پیدا کر دیا۔ میرا ایک بچہ بشیر احمد بی اے جو یونیورسٹی کی تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مترجم قرآن شریف کے زیر تعلیم تھا کہ تکمیل دینیات کر لے۔ وہ اور اس کا اہل و عیال سب کے سب مرض انفلوائنزا میں راہئی ملک بقا ہوئے ہیں۔ ۲۰۔ اکتوبر کو اُسے تار دیتا ہوں کہ فوراً انگلستان کے لئے پاسپورٹ لیلو اور میری امداد کیلئے ادھر آؤ۔ یہ تار لاہور میں ۲۸ اکتوبر کو پہنچتا ہے۔ اور خدا کی جناب سے اسے ہمیشہ کیلئے ملک دوام کا پاسپورٹ ملجاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس وقت مرض غلبہ پا رہی تھی۔ جس سے کہ میرے دماغ میں اس قدر التہاب پیدا ہو گیا۔ کہ میں موسم برف باری میں جب تک سر ننگا کھلی برفانی ہوا میں نہ پھروں یا نقطہ انجماد تک پہنچے ہوئے پانی کے چند کوزے سر پر نہ ڈال لوں مجھے نہ چین پڑتا تھا نہ نیند آتی تھی۔ اس مصیبت میں ۱۲ نومبر کو اس ناگہانی واقعہ کی اطلاع ووکنگ میں پہنچی۔ میرے دوست اس کوشش میں تھے۔ کہ اس واقعہ کی مجھے اطلاع نہ ملے۔ کیونکہ طبی مشورہ کے ماتحت یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ ایک ادنے سے ادنے غم یا فکر میرے اعصاب دماغ کو تباہ کرنے کے لئے اس حالت میں کافی تھا جس کے معنے دیوانگی یا اختلال دماغ ہے لیکن کسی نہ کسی طرح مجھے اطلاع ہو گئی۔ خطرہ تو یہ تھا کہ اس موت کی خبر ایک دوسری موت آن واحد میں نہ لے آئے لیکن حکیم مطلق نے عجیب علاج کیا۔ خبر موت سنتے ہی آناً فاناً میرے اندر اس قسم کی برودت

پیدا ہوگئی۔ کہ اس منٹ سے برابر تین دن تک مرض بالکل غائب ہوگئی خدا کی
دی ہوئی استقامت اور استقلال سے مینے اِس ابتلا کا مقابلہ کیا خدا کے
کام کے لئے ہی بچہ تیار کیا گیا تھا نہ دنیوی رنگ میں اسے عصائے پیری بنانا
مقصد تھا۔ نہ اس کی کمائی پر نگاہ تھی تمنا یہ تھی۔ اس قحط الرجال میں
اس کام کے تھامنے والا کوئی پیدا ہو۔ مگر یہ کام تو خدا کا کام تھا۔ پھر
اسکی کسی مصلحت نے جب اس بچے کو واپس بلانا چاہا تو پھر اسمیں میرا کیا چارہ ہے
میری یہ سہ روزہ صحت ایک کرشمہ ربی تھی۔ جو مجھے موت سے بچانے کیلئے
پیدا ہوگئی۔ تین دن گذرنے کے بعد مرض نے آہستہ آہستہ عود کرنا شروع
کیا۔ اور اس مقام پر پہنچ گئی۔ کہ جب طبی مشورہ نے میرے مرض کا علاج
ووکنگ مشن سے قطعاً قطع تعلق کرنے میں سمجھا۔ مجھے یہ ہدایت ملی کہ میں دنیا
کے کسی ایسے حصہ میں چند ماہ بسر کروں جہاں مجھے کسی واقعہ کی اطلاع
نہ ہو۔ یہ پیغام طبی میرے لئے پیغام موت سے کچھ کم نہ تھا۔ بچے کی موت کے صدمے
کا مقابلہ کرنا خدا تعالےٰ نے آسان کر دیا تھا۔ لیکن ووکنگ مشن کو بیسری
کیحالت میں چھوڑنا ایک نہایت ہی دردناک امر تھا جنگ گو ختم ہو چکا تھا
لیکن ہندوستان سے انگلستان آنے کے لئے جہاز میں جگہ کا ملنا ایک امر
ناممکن تھا میرے احباب لاہور نے ہر چند کوشش کی۔ کہ انمیں سے کوئی جلد
ووکنگ پہنچے لیکن انہیں بھی جواب ملا کہ جون ۱۹۱۹ء سے پہلے کوئی
صورت جہاز میں سواری کی نہیں۔ ادھر طبی مشیر دکا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنے قیام انگلستان سے
اپنی مرض کو بڑھا رہا ہوں۔ جہاز کا ملنا اس طرف سے بھی ناممکنات سے تھا۔
لیکن طبی سارٹیفکیٹ اور انڈیا آفس کی کوشش سے مجھے جہاز میں جگہ ملگئی
اور اخیر مئی میں میں لاہور پہنچا میری حالت اس وقت دیوانگی کی تو نہ تھی لیکن
میرے قدم جنون کی چار دیواری کے قریب آچکے تھے۔ مینے ہندوستان
آکر اس حالت میں یہی مناسب سمجھا کہ میں پیغام اجل کیلئے اگر مشیت ایزدی

میں ہو تو بطیب خاطر تیار ہو جاؤں لیکن اس بچے کی تولیت کا کوئی انتظام کر جاؤں
جس کے تعہد کیلئے میں نے اپنے مال اپنی آسائش اپنے وطن اپنے اہل و عیال کے
چھوڑنے کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ یہ بچہ مسلم مشن مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز
ہے۔ اسلئے اس کا انتظام میں نے لاہور کی انجمن اشاعت اسلام کے حوالہ کیا جسکے
پریزیڈنٹ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مترجم قرآن مجید ہیں۔ اس میں یہ شرط
لگا دی گئی۔ کہ اس مشن کے انتظام کیلئے ایک الگ مینجنگ کمیٹی ہوگی۔ اور اسکی
آمد کو بالکل انجمن کی آمد سے الگ رکھا جائے۔ جس کا خرچ مسلم مشن کے سوا اور کسی
کام پر نہ ہو۔ مشن کی تبلیغی پالیسی بھی انہیں اصولوں پر رہے جن پر میں نے اسے
رکھا ہوا ہے۔ یعنے اسکی تبلیغ میں ان تمام مسائل کو الگ رکھا جائیگا جو مسلمانوں
میں نام نہاد فقہائے اسلام نے تنازعات کے رنگ میں پیدا کر رکھے ہیں +

اسلام میں دراصل کوئی فرقہ نہیں خدا تعالیٰ نے اسلام کی تعلیم کو قرآن و حدیث
کے ذریعہ جہانتک ضروریات اسلام کا تعلق ہے کچھ ایسا صاف اور بین
کر چھوڑا ہے۔ کہ اسمیں کسی تفریق اور تنازعے کی گنجائش ہی نہیں جس قدر فرقی تنازعے
ہماری بدقسمتی نے ہماری تضعیف کے لئے پیدا کر رکھے ہیں اُسے نہ اسلام
سے تعلق ہے نہ قرآن و حدیث ان باتوں کو کسی اصول اسلام کی بنا ٹھیراتے ہیں خود غرضیوں
اور نفس پرستیوں نے یہ جھگڑے پیدا کر رکھے ہیں۔ چنانچہ اسی موضوع پر میں نے ایک
کتاب اُسلام میں کوئی فرقہ نہیں ابھی لکھی ہے جس کا اس وقت مقبولیت عامہ کو حاصل کر لینا
اسبات کی دلیل ہے کہ ہم پر وہ وقت آ گیا ہے۔ کہ ہم ان فرقہ بندیوں سے آزاد ہو کر اپنے
اندر اتحادی کجہتی پیدا کریں۔ میں مسلم اتحاد کے طالبوں کی خدمت میں سفارش عرض
کرتا ہوں کہ وہ حتے الوسع اس کتاب کی اشاعت میں کوشش فرما کر عنداللہ ماجور ہوں
الغرض مشن کا انتظام میں نے بسر کردگی حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب
چند دوستوں کے حوالے کیا جنمیں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمنر گورنمنٹ پنجاب۔ ڈاکٹر

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور۔ خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر محکمہ تعلیم ریاست کشمیر۔ خواجہ عبدالغنی صاحب مینجر دفتر اشاعت اسلام لاہور جن کی حسن خدمات اور ایثارانہ توجہ نے مشن کو مرہون احسان کیا ہوا ہے۔ خدا تعالےٰ ان احباب کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے مشن کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور حتے الوسع اس کے حسن انتظام میں از حد کوشش کی۔ چنانچہ میری غیرحاضری کے نقصان کے پورا کرنے کیلئے مولوی صدرالدین صاحب اور ان کے ہمراہ منشی دوست محمد صاحب۔ مولوی عبداللہ جان صاحب ووکنگ بھیجے گئے +

مولوی صدرالدین صاحب چند ضروریات خانگی کے باعث نو ماہ کے بعد واپس آنے پر مجبور ہو گئے لیکن اُن کی جگہ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے (علیگ) گئے جو اس وقت تک خوش اسلوبی سے خدمات مشن ادا کر رہے ہیں۔ اور میرے عنقریب وہاں پہنچنے پر شکریہ کے ساتھ اس خدمت سے سُبکدوش کئے جائینگے +

لندن میں اس سے پہلے کبھی اسلام کا چرچا اِس قدر نہیں ہوا جو سنہ ۱۹۱۸ء میں ہوا

میری یہ بیماری جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کثرت کار کے باعث تھی۔ اس کا بڑا باعث وہ تبلیغی سرگرمیاں تھیں جو سال سنہ ۱۹۱۷ء اور سنہ ۱۹۱۸ء میں ہم نے لندن میں کیں۔ جسقدر اِن دو سالوں میں اسلام کی تبلیغ و نمایندگی لندن اور اسکے مضافات میں ہوئی اسکی نظیر انگلستان کی تاریخ میں نہیں۔ لندن کا کوئی بڑے سے بڑا حصہ۔ کوئی بڑی سے بڑی سوسائٹی مذہبی۔ اخلاقی علمی تعلیمی الغرض حسن اخلاق صحیح کی کوئی تحریک لندن میں تھی میں وہاں پہنچا لیکچر دیئے تقریریں کیں جہاں کہیں ڈبیٹ ہوئی اسمیں حصہ لیا گیا۔ چاروں طرف سے دعوتیں تقریر کیلئے آنے لگیں پرائیویٹ جلسوں ضیافتوں۔ ڈرائنگ روم۔ مجلسوں کی پارٹیوں میں ہمیں بلایا گیا۔ اور اسمیں حسب موقعہ کسی نہ کسی اسلامی مضامین پر گفتگوئیں اور تقریریں ہوئیں حتے کہ تثلیث کے گرجوں کے علاوہ مختلف گرجاؤں میں بھی اتوار کے سرمنوں کیلئے بلایا گیا۔ اور مجھے یاد

پڑتا ہے کہ ایک تثلیث پرست کرنے میں بھی ایک اتوار کی شام کو لیکچر ہوا۔ یہ ۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کی شام تھی۔ عدم صحت کے آثار طبی دوستوں کے مشورے اور دیگر حالات نے مجھے صاف طور پر اطلاع دے رہے تھے۔ کہ میں اس کام سے الگ ہو جاؤں اس وقت میری حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ کہ لیکچر دینے سے پہلے میں سخت ٹھنڈا پانی سر میں ڈال لیا کرتا تھا۔ تو لیکچر دینے کے قابل ہوتا تھا یہی عمل مجھے لیکچر دینے کے بعد کرنا پڑتا تھا۔ اس شام کو حسب معمول جب میں لیکچر سے چند منٹ پہلے پانی سر پر ڈالنے لگا۔ اور اس کے بعد میں نے شیشے کو دیکھا تو میرے سر میں سے بخارات نکل رہے تھے۔ یعنی سر اور دماغ میں اسقدر التہاب پیدا ہو چکا تھا۔ کہ وہ ٹھنڈا پانی آن واحد میں بخارات بن گیا اگرچہ انگلستان جیسا سرد ملک اور مہینہ بھی اکتوبر کا۔ اس کیفیت نے مجھے خائف تو کر دیا لیکن ۱۳۔ اکتوبر کو خود مرض اپنے کمال رنگ میں ظاہر ہو گئی۔ جس کا مختصر حال میں نے اوپر لکھا ہے +

سیاسی نکتہ خیال سے ضرورتِ تبلیغِ اسلام

یہ امر دیگر کارکنانِ مشن کے لئے ایک سبق تھا۔ من نہ کردم شما حذر بکنید۔ اگر مولوی صدر الدین صاحب یا اُن کے بعد مولوی مصطفےٰ خان صاحب میرے قدم بقدم چلتے تو وہ بھی آج کسی نہ کسی مرض کا شکار ہوتے۔ اور مشن کا رہا سہا کام بند کرنا پڑتا چنانچہ ہم نے یہی پسند کیا۔ کہ نماز جمعہ اور دیگر معمولی کاروبار کے سوا باقی کل کام لندن کا سر دست چھوڑ دیا جائے۔ پھر جب خدا کے فضل سے کافی عملہ مہیا ہو تو کام اسی سرگرمی سے شروع کیا جائے۔ جو کہ ۱۸ ۱۹ء میں پیدا ہوئی تھی وہ پھر چند مہینوں کی محنت سے انگلستان میں اسلام کی طرف پیدا ہو سکتی ہے خود معاملات خلافت مصر کے جھگڑے۔ عراق عرب کے معاملات رات دن انگلستان میں زیر بحث ہو کر وہاں کے لوگوں کو مذہب اسلام کی طرف متوجہ کر رہے ہیں مسلم تمدن مسلم اخلاق پر

ہر قسم کی نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں۔ خصوصاً انگلستان کا وہ گروہ جو ممالک اسلامیہ پر سے اپنے تصرفات ہٹانا چاہتا وہ اپنے تصرف کی جوازیت میں اگر کسی بات پر زور دیتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مسلم قومیں تمدن اور تہذیب کی راہوں سے ناواقف ہیں جنکی حکومت سے خلق خدا کو فائدہ نہیں پہنچا کرتا۔ ہم خلق خدا کے فائدہ کیلئے اپنا تصرف کر رہے ہیں۔ جہانتک یہ کلمات صحیح یا غلط ہیں وہ ہم پر تو چھپے نہیں ہوئے۔ جہاں انکی تردید نہ صرف پولیٹیکل خیال سے ہی ضروری ہے بلکہ مذہبی نکتہ خیال سے اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اگر گذشتہ صدی کا یورپین لٹریچر متعلق اسلام دیکھا جائے تو اسلام کی خوبصورتی پر پردہ ڈالنے والے اور اسکو بُرے سے بُرے رنگوں میں پیش کرنیوالے اس قدر پادری نہیں۔ بلکہ پالٹیکس نگار جن کی غلط بیانیوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مغرب میں لوگوں کی نگاہ میں اسلام اور مسلم قوموں کو نااہل ثابت کرکے انہیں دخل و تصرف کو جاری رکھیں۔ مجھے پالٹیکس سے تعلق نہیں لیکن پولیٹیکل مسخرہ پن نے جو یورپ میں مدت سے جاری ہے ہر ایک اسلامی امر کو نہایت ہی ذلیل سے ذلیل رنگ میں لوگوں کے آگے پیش کیا +

میں نے آگے بھی ایک آدھ دفعہ لکھا ہے۔ کہ خلافت کا سوال ایک امر حقہ ہے لیکن اس نے ہمارے خرمن صبر و سکون کو اس طرح جلا رکھا ہے۔ کہ ہم اپنے دیگر فرائض ضروریہ سے بےفکر ہو گئے ہیں۔ کسی چیز کا نظام اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب اسکے مختلف اعضا کی آبیاری ہو۔ ایک خلافت کے معاملے میں کُل توجہ کو لگا کر دیگر امور کو بھول جانا آہستہ آہستہ ایک خطرناک موت کو اپنے پر وارد کرنا ہے۔ اسلام پر مذہباً آج ایک بلا وارد ہو رہی ہے۔ اور اس بلا کے محرک مغربی پالٹیکس ہیں اگر بالفرض اشاعت اسلام و تبلیغ اسلام کے خیال کو مطلقاً چھوڑ بھی دیا جائے اور پالٹیکس کو ہی اپنا رخ اکبر سمجھا جائے۔ تو بھی یہی پالٹیکس آج تقاضا کرتے ہیں۔ کہ ہم میں سے بہترین قلم و دماغ خدمت مذہب پر لگ جائیں۔ جب ہماری پولیٹیکل تضعیف کے لئے مغربی مصنف بظاہر پالٹیکس سے الگ ہو کر اسلام کے تمدن اسلام کے اخلاق اسلام

موقعے بہت ہی نادر ہوتے ہیں - جب خواجہ صاحب کی سی قابلیت فضیلت اور وسعت معلومات کے سے انسان اس فصاحت و بلاغت سے ہمیں اس ہال میں مخاطب کریں میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب نے اس لیکچر سے لطف اُٹھایا ہو گا میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہوں کہ میں بہت ہی اس لیکچر سے محظوظ ہؤا - اگرچہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں مسٹر کمال الدین کی ہر ایک بات سے متفق ہوں +

جو کچھ خواجہ صاحب نے مشرق اور مغرب کی طبیعت میں امتیازی نشان بتلایا ہے اس سے میں اختلاف رکھتا ہوں نفس پرستی اور نفس کی قربانی یہ دونو باتیں دنیا میں ہر جگہ یکساں نظر آتی ہیں - ہاں ان کے ماتحت مختلف جگہوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں - شاید اسی طرف خواجہ صاحب اشارہ کر رہے تھے +

اس کے علاوہ خواجہ صاحب کے لیکچر کا فلسفی حصہ بہت ہی دلچسپ تھا - اور اسمیں بھی جو مجھے بہت دلچسپ معلوم ہؤا - ان کے لیکچر میں اسلامی مسئلہ بلوغت و ارتقاء (ایولیوشن) اونے حالت سے اعلے حالت کی طرف ترقی کرنا - اخلاقیات میں یہ منازل بہت ہی مفید ہیں - اور اس کا نام موجودہ علم سیدکالوجی نے رفعت رکھا - اس کے علاوہ مجھے لیکچر کا وہ حصہ بھی نہایت ہی دلچسپ نظر آیا - جسمیں روح اور جسم کے تعلقات پر لیکچرار نے روشنی ڈالی - اور ان تعلقات کو شخصی - خاندانی اور سوسائٹی کے تعلقات میں دکھلایا موجودہ فلسفہ مغربی روح اور جسم کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے لیکن اخلاقیات کو سامنے رکھکر اگر ہم اس نظریہ پر غور کریں - تو مجھے خواجہ صاحب کے کلام سے کلی اتفاق ہے انہوں نے کس صفائی سے بیان کیا کہ کس طرح آہستہ آہستہ تمہاری دلچسپیاں کنبہ کے دائرہ سے نکلکر باہر آجاتی ہیں اور ترقی کر جاتی ہیں - اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اصُول اب ہر جگہ دائر و سائر ہو رہا ہے +

لیکن جو بات یہاں قابل ذکر ہے وہ بُدھ مذہب کے ایک تعلیمیافتہ راہب سے میری گفتگو ہے - اس لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے اس نے مجھے کہا - کہ آپ کا یہ لیکچر بدھ مذہب پر تھا یا اسلام پر - میں نے بجواب کہا کہ بُدھ مذہب کی اصلی شکل پر اور اس مذہب پر جسکی قرآن نے تعلیم دی ہے

کیونکہ یہ سب مذاہب اپنی اصلی شکل میں خدا کی طرف سے ہیں میرا لیکچر اس مذہب کے خلاف تھا جو آج بُدھ مذہب کی شکل میں مانا جاتا ہے ۔ کیونکہ اسلام میں راہبانیت نہیں ۔ اور جو آپکے ہاں چوئی کا مسئلہ ہے میں نے اس مسئلہ پر خاص طور پر زور دیا ۔ الغرض حقیقت حال یہی ہے آج خدا تعالےٰ نے ہمارے لئے اشاعت اسلام کی راہیں آسان کردی ہیں قلم اور کاغذ سے دلوں کو مسخر کرنا بہت آسان کام ہے ۔ کیونکہ جن اصولوں کے وہ آج دلدادہ ہوئے ہیں ۔ اور وہ ابھی انکی تحقیق میں آئے ہیں وہ تو قریب قریب قرآنی تعلیم ہے

مذہبی نکتہ خیال سے میری موازنہ انگلستان کی تصدیق

مثلاً اسی میرے لیکچر فلسفہ اسلام پر جو میں نے دیا آج انگلستان اور امریکہ میں چرچا ہو رہا ہے ۔ انگلستان کا ایک مشہور اخبار لبرل کرسچن نامی ویل کے ریمارک میرے اس لیکچر کی نسبت دیتا ہے ۔

ہم ہمیشہ اسلامک ریویو پڑھتے ہیں ۔ اسمیں فلسفہ اسلام کی جو تشریح ہمیں نظر آتی ہے ہم خیال کرتے ہیں کہ بہت سے ہمارے قارئین یہ سنکر حیران ہونگے ۔ کہ کس طرح اس تشریح فلسفہ اسلام نے تمام موجودہ سائنٹفک خیالات کو اپنے اندر لیلیا ہے ۔ اور آج جو مذاہب میں ایک تقابل پیدا ہوگیا ہے ۔ اسمیں اسلامک ریویو مقابلے کیلئے بالکل تیار ہے ۔ انگریزی رائے قرآن کے متعلق یہ رہی ہے کہ مذہب قرآن ادنے یا اغلباً شہوانی خیالات اپنے اندر لئے ہوئے ہے لیکن اس لیکچر کو پڑھکے انہیں اپنی رائے بدلنی ہی پڑیگی لیکچر کے دینے والے خواجہ کمال الدین باشندہ پنجاب ہیں ۔ ان کا پیشہ بیرسٹری کا تھا لیکن انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی خاطر یہ سب کچھ چھوڑ دیا ۔ اور وہ انگلستان میں کام کرتے ہیں ۔ ایک اخباری نمائندہ سے ان کی ملاقات ہوئی جسکے ساتھ جو گفتگو ہوئی اسمیں ویل کے فقرات ہم درج کرتے ہیں کیونکہ اسمیں مذہبی نکتہ خیال سے انگلستان کے دِل کا وہ دلچسپ نقشہ دیا گیا ہے جو ایک بے تعصب نگاہ نے اسوقت یہاں پایا ہی مغربی دل اگر کلیسیا کے حکمانہ مذہب سے ایک طرف متنفر

ہو چکا ہے۔ تو دوسری طرف مادیت پرستی کے خشک اصولوں میں اسے کوئی تسلی نہیں ملتی
خدا پر ایمان اب تازہ ہو رہا ہے۔ اور دل ایک ایسے مذہب و ملت کی طرف جا رہے ہیں
جو ایک طرف عقل و منطق کے تقاضوں کو پورا کرے۔ اور دوسری طرف انسان
کیلئے دستر خوان روحانیت بچھائے۔ جس مذہب کو مغرب چاہتا ہے وہ رسمیات سے
خالی ہونا چاہئے۔ نہ اسمیں آثار پرستی ہو۔ نہ کسی سفارشی کی حاجت ہو۔ مذہب کچھ ایسا ہو
جو اپنی سادگی تعلیم کے ساتھ انسان کو خدا تک پہنچا دے۔ انگلستان میں چاروں طرف
نئے مذہب بن رہے ہیں۔ سر دست ان کا مخرج امریکہ ہے لیکن اگر کوئی انسان
ان نئے عقاید پر غور کرے تو وہ مختلف الفاظ و لباس میں اسلام کی ہی مختلف
شکلیں ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ نئی مذہبی تحریکیں مثلاً سپر چلیزم نیو تھاٹ
کرسچین سائنس اور ایسے ہی اور نئی تحریکات یہ سب کے سب دراصل اسلام کی
طرف جا رہے ہیں میں نے ان تمام تحریکات کے پلیٹ فارموں سے اسلام
پر لیکچر دیئے ہیں۔ اور اپنے لیکچروں میں ان نئے عقائد پر بھی گفتگو کی ہے۔ اور ہمیشہ
اس کا اثر اسلام کے حق میں مفید پایا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے بہت سے نو مسلم وہی ہیں جو
ان نئی تحریکات سے تعلق رکھتے ہیں" +

(خواجہ کمال الدین کے) یہ ریمارکس نہایت ہی معنے خیز اور آزاد مذہب کے کام
کرنیوالے کیلئے حوصلہ افزا ہیں ہم میں سے ہر ایک کو چاہئیے کہ جس مذہب کو ہم اچھا
جانتے ہیں۔ اس پر کاربند ہو کر تلاش حق میں لگ جائیں حتےٰ کہ ہم کسی صحیح نتیجہ پر
آجائیں وغیرہ وغیرہ۔ اخبار لبرل کرسچین نے جس میرے مکالمے کے ایک حصہ
کو اوپر درج کیا ہے۔ وہ رنگون میں ہوا تھا۔ جو میں نے انگلستان کا مذہبی نقشہ دیا ہے
اسکی یہ اخبار تردید نہیں کرتا۔ میری باتوں کو ایک متعصب دل کا نتیجہ قرار دیتا ہے
میرے لیکچر کے متعلق جو الفاظ لکھتا ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علوم جدیدہ
کے انکشافات اسلام کے اندر موجود ہیں۔ اخبار کی تحریر سے یہ بھی نظر آجاتا ہے۔ کہ
مغربی دل اب تلاش میں بہت چل پہنچا ہے اُسے وہ منزل مقصود قرار نہیں دیتا

اِس اخبار کا ایک ریمارک خصوصاً قابل توجہ ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ انگلستان میں جو بُرائے آج تک قرآن کے متعلق قائم کر رکھی تھی وہ بدلنی ہوگی ۔ کیا اس سے بڑھ کر ہمارے مشن اور ہماری تصانیف کے مفید ہونے کا کوئی اور سارٹیفکیٹ ہو سکتا ہے جو ان چند سالوں میں اخباری دنیا کی رائے قرآن کے متعلق کہاں کی کہاں لے آیا ۔ رائے کا بدل دینا چند سو مسلمان کرنے سے بہتر ہے ۔ کیا ان حالات میں اگر ہم مغربی دنیا میں مختلف مذہبی نکتہ ہائے خیال سے لٹریچر کو پھیلا دیں تو کیوں ان متلاشیان حق کو راستی کی سڑک پر نہ چڑھا لیں مثلاً ایک بسیط کتاب فلسفۂ اسلام پر لکھی جائے متعدد کتابیں ذیل کے مضامین پر تیار ہوں ۔ اسلام اور عیسائیت ۔ اسلام اور رلیشنلزم ۔ اسلام اور سپرچولزم ۔ اسلام اور نیو تھاٹ ۔ اسلام اور کرسچین سائنس ۔ اسلام اور پوزیٹوازم ۔ یہ میں نے چند تحریکات مذہبی کا نام لکھ دیا ہے ۔ جن کی طرف لوگ وہاں مائل ہو رہے ہیں ۔ ان سب کے لئے قرآن میں مفید اور صحیح رُوحانی غذا موجود ہے ۔ ہمنے تعلیم قرآن سے ان مجوزہ کتابوں میں ایک روحانی دسترخوان بچھانا ہے اور متلاشیان حق کو اسمیں شامل کرنا ہے کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ پوزیٹوازم کا مبلغ اوّل جو فرانسیسی حکیم کانٹ تھا وہ اس عیسویت سے بیزار ہو کر دنیا کو ہمدردی انسانیت کے مذہب کی طرف لانا چاہتا ہے اور جن باتوں کی وہ تبلیغ کرتا ہے وہ ساری کی ساری اسلامی باتیں ہیں ۔ چنانچہ میں نے اپنی تصنیف جدید موسوم بہ "راز حیات" میں جو عملی زندگی کی چند باتیں قرآن سے اخذ کر کے لکھیں ہیں وہ کانٹ کے مجوزہ مذہب کا ایک بڑا حصہ ہے +

میں نے کانٹ ہیکل ۔ برگسان سپنسر ۔ مل وغیرہ کی کتب دیکھیں ۔ یہ حکیم یورپین علم وحکمت کے آسمان کے درخشندہ ستارے ہیں عیسوی کلیسیا توان کو ملحد اور بے دین قرار دیتا ہے لیکن میں انہیں تعلیم اسلام کا نادیدہ عاشق قرار دیتا ہوں ۔ کاش آج سے پچاس سال پہلے کوئی مسلم متکلم وہاں پہنچتا ۔ اور ان حکماء کے خیالات کو سامنے

رکھ کر قرآنی تنقید سے انہیں مالا مال کر دیتا۔ تو آج جس مادیت پرستی کی یورپ میں
شکایت ہے اس کا قائمقام اسلام ہوتا لیکن خیر جواب تک نہیں ہوا۔ وہ اب ہو سکتا ہے
بلکہ ہمارے زمانہ میں تو اور آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ زمانہ تو تعصب اور
مذہبی استبداد کا تھا۔ یہ زمانہ وسعت قلب اور صداقتہائے اسلام کے قبول کرنے
کے لئے اثر پذیر قلوب کا زمانہ ہے۔ دل تعصب کی زنجیروں سے آزاد ہیں پرانے
مذہب سے بیزار ہو کر تلاش حق میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ نئی معقول تعلیم کا بڑے ساتھ خیر مقدم
کرتے ہیں۔ پھر ایسے وقت میں خاموش رہنا اور تبلیغ اسلام کیلئے کمر ہمت نہ باندھنا
اپنے لئے خودکشی کا سامان پیدا نہیں کرنا تو اور کیا ہے۔ ہم خدا کے فضل سے ان تمام
مضامین پر بالا استیعاب لکھ سکتے ہیں۔ قرآنی تعلیم کو دلربا پیرایہ میں پیش کر سکتے
ہیں۔ انگریزی زبان کے بہترین اسالیب بیان سے ہم ناواقف نہیں۔ انگلستان
کے پلیٹ فارم اور گرجے ہمیں خیر مقدم کہتے ہیں۔ اور اسبات کو اپنا فخر اور نعمت
غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم ان کے پلیٹ فارموں پر جا کر تقریریں کریں۔ ایسے وقت
میں اگر ضرورت ہے تو کارندوں کی ضرورت ہے +

سر جمال مشنری فنڈ

مجھے اس موقعہ پر اپنے رنگونی دوستوں کے شکریہ کے بعد سر عبدالکریم جمال ملک التجار
رنگون کا خاص شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے میری اس اپیل پر توجہ کی۔ اور ساڑھے چار صد روپیہ
ماہوار تین سال کیلئے عطا فرمایا۔ ہمیں اگر اسی قدر رقم اور ماہوار ملجائے تو تین مشنری
نہایت عمدگی کے ساتھ انگلستان میں کام کر سکتے ہیں۔ خدا کے فضل سے سر جمال مشنری فنڈ
کا پہلا مشنری مجھے جو دستیاب ہوا وہ مدراس یونیورسٹی کے ایک گریجوایٹ ہیں مکرمی
داؤد شاہ صاحب بی اے جو سرکاری ملازمت میں محسٹریٹ تھے انکی عمر چالیس سال سے قریب ہے۔
یہ اُن انگریزی خوانوں میں سے تھے جنہیں مغربی تعلیم نے اسلام اور مذہب سے بیزار کر رکھا تھا۔
وہ اسلامک ریویو کو کئی سال پڑھتے رہے۔ آخر کار اُن کا پہلا خط جو مجھے جولائی ۱۹۱۹ء

میں بمقام شملہ ملا - وہ اپنے ساتھ یہ خوشخبری لایا - کہ اسلامک ریویو نے انہیں از سر نو مسلمان کیا - جس کے شکریہ میں وہ خدمت اسلام اپنی زندگی کا مقصد قرار دینگے مزید خط و کتابت اور ذاتی ملاقاتیں جو مدراس میں ہوئی - ان کے دل میں اس جذبہ کو اور بھڑکایا یہ آتش شوق بڑھتی گئی - حتےٰ کہ پچھلے ماہ میں اس آگ نے ان کی خواہشات دنیا کو جلا کر انہیں مجسٹریٹی سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا - آج وہ دنیا کو لات مار چکے ہیں - اور مسلم مشنری ہو کر ووکنگ کو جا رہے ہیں - ان کے علاوہ ایک اور نوجوان مسلمان کو میں نے سنگاپور سے لیا ہے - اور اسے میں بظاہر اس غرض سے لیچلا ہوں کہ اُسے بطور مشنری تعلیم دیجائے - لیکن کم از کم دو اور مشنری چاہئیں میری خواہش یہ ہے کہ ایک پانچسال کیلئے رات دن ہمارے مشنری مختلف پلیٹ فارموں پر انگلستان میں جاکر تقریریں کریں اور اسلام کو پیش کریں - مجھے یقین ہے کہ جو نتائج اس طرح مرتب ہونگے ان کے مقابل ہماری دوسری سرگرمیاں کچھ حقیقت نہ رکھیں گی +

اس سے بڑھ کر ایک مستقل اسلامی لٹریچر کے اشاعت کی ضرورت ہے کتابیں لکھی جائیں - اور ان کو برائے نام قیمت پر بیچا جائے - ہر ایک مغربی لائبریری میں وہ کتابیں رکھوا دیجائیں - اس کا اثر میرے نزدیک مشنری سرگرمیوں سے بھی کہیں زیادہ ہے مثلاً اخبار لبرل کرسچن جس کا حوالہ اوپر دیا ہے وہ میرے لیکچر فلسفہ اسلام کو پڑھنے کے بعد جب اس امر کا اعتراف کرتا ہے - کہ انگلستان نے جو غلط رائے قرآن کے متعلق قائم کر رکھی ہے وہ اب انہیں بدلنی پڑیگی - اس سے یہ تو معلوم ہو گیا - کہ جو غلط اور بیہودہ خیالات مغرب میں اسلام اور قرآن کے متعلق دائر اور سائر ہیں وہ بدل سکتے ہیں - اسلامک ریویو نے گو بہت بھاری کام کیا - لیکن آخر یہ ایک میعادی رسالہ ہے کتاب کی طرح رسالہ کا قیام نہیں ہو سکتا - علاوہ ازیں کتاب اپنے اثر میں ہمیشہ اخباروں سے زیادہ زور آور اور دیرپا ہوتی ہے +

مشن کی امداد میں کتب خانہ

پچھلے سال میں نے اپنے لخت جگر بشیر احمد بی اے مرحوم کی یادگار میں ایک لائبریری

کھولنے کا اعلان کیا تھا جس سے ایسے مضامین کی کتابوں کی اشاعت ہو جن کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اس کا سرمایہ میں نے ایک لاکھ روپیہ تجویز کیا تھا مقصد یہ تھا کہ کچھ کتابیں میں تصنیف کروں۔ کچھ میرے اور دوست تصنیف کریں وہ کتابیں چھپیں کچھ مفت تقسیم ہوں۔ کچھ بکیں اور اس کا منافع ووکنگ مشن کی امداد میں کلیتۃً خرچ ہو اس طرح مشن کی امداد میں ہی مستقل سرمایہ پیدا ہو جائے۔ جس مسلم لٹریچر کی سخت ضرورت ہو وہ بھی پیدا ہو۔ اس فنڈ کی امداد میں تین ہزار روپیہ میں نے اپنی جیب سے دیا تھا۔ اور کچھ اسقدر رقم میرے چند ایک اور احباب نے وعدہ کی تھیں جسمیں کچھ رقمیں وصول بھی ہو گئی تھیں۔ اب جو میں بغرض صحت رنگون اور جزائر جاوا و ملایا میں گیا تو جہاں مشن کی امداد میں میں نے اور تحریکیں وہاں اس امر کو بھی پیش کیا۔ ہمارے رنگون کے معاونین میں سے بعض مقتدر اصحاب کا پہلے سے ہی خیال تھا۔ کہ اس روز کی چندہ گردی کا خاتمہ ہو جانا چاہئے مشن کے متعلق ایک حد تک تاجرانہ اصول پر کتبخانہ کھلجانا چاہئے اور اس کا منافع مشن کی امداد میں جانا چاہئے۔ انکی اس خواہش نے آخر ایک عملی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس میں بفضلِ ایزدی ایک معقول رقم جمع ہو گئی ہے۔ اِس سرمایہ کا ایک لاکھ روپیہ ہو جانا مشکل نہیں۔ اگر ہمارے معاونین کچھ تھوڑی سی کوشش کریں۔ اور جو کتابیں ہم لکھیں گے۔ انکو کثرت سے خریدیں وہ یقین رکھیں کہ ان کتابوں میں وہ مذہب اسلام پر بہترین لٹریچر پائیں گے۔ جو قیمت کے مقابل بہت سستا ہوگا۔ اور پھر جو کچھ وہ ان کتابوں کی خرید میں بھیجینگے وہ خرچ کے بعد کل مشن میں جائیگا۔ مثلاً میں نے ذیل کی چند کتابیں حال ہی اردو میں لکھی ہیں وہ اسوقت زیر طبع ہیں۔ ان میں موجودہ مسلم مصائب اور واقعات حاضرہ کو سامنے رکھ کر چند قرآنی علاج بتلائے گئے ہیں۔ اپنی قوم کو ان امراض مزمنہ سے اطلاع دیگئی ہے جن کے دور ہونے پر ہم اپنی گمی گذری عزت وشوکت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کتابیں اپنی نوعیت میں بالکل نئے مضامین اپنے اندر لئے ہوئے ہیں میں بلا کسی خوف وخطر کے کہ سکتا ہوں۔ کہ ان کتابوں کو خرید کر پڑھنے والے اپنے مال کو ضائع شدہ نہ سمجھیں گے۔ پھر جو کچھ بھی وہ دینگے مشن کی امداد میں جائیگا۔ وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) رازِ حیات یا انجیل عمل (۲) توحید فی الاسلام جلد اول اور اس کا اثر تمدن اخلاق اور تہذیب پر (۳) سیر افکار یا روحانیات فی الاسلام (۴) ہستیٔ باریتعالی۔ اس میں عقائد ہمہ اوست پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اور دہریوں کے مقابل ان لیکچروں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ جو میں نے وقتاً فوقتاً دہریوں کے پلیٹ فارم پر جا کر انگلستان میں دیئے (۵) مکالماتِ ملیہ یعنے جو گفتگوئیں اور بحثیں انگلستان۔ فرانس اور دیگر مقامات پر مختلف اشپوں یا دریوں اور عیسائی مذہب کے بڑے بڑے علما سے کیں اُن کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے (۶) ضرورت الہام۔ فی زمانہ تعلیمیافتہ اصحاب وحی و الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہی حال یورپ میں بعض طبقات کا ہے۔ برہموسماجی بھی اس مد میں آجاتے ہیں۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتلایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو سخت ضرورت ہے۔ الہامی مذہب آیا ہے۔ اور الہامی کتب میں سے صرف ایک قرآن ہی اس وقت الہامی کتاب کہلا سکتی ہے دیگر انگریزی کتابیں بھی اس وقت زیر تالیف ہیں جن کا اعلان کیا جائیگا۔ ان اردو کتابوں کی قیمت اغلباً آٹھ آنہ سے لے کر ڈیڑھ روپیہ تک فی نسخہ ہوگی۔ ہر ایک کتاب دو دو ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے۔ اب اگر یہ کتابیں ہاتھوں ہاتھ بک جائیں۔ اور بالفرض انکی فروخت سے آٹھ ہزار روپیہ بھی آجائے تو بڑی آسانی سے چار ہزار روپیہ امداد مشن میں چلا جائیگا یہ ایک ایسی امداد مشن کو ملسکتی ہے جس کا بوجھ کسی پر بھی نہیں پڑتا۔ اسلئے میں اس رپورٹ کے پڑھنے والوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ خود بھی اور اپنے دوستوں کو بھی ان کتابوں کی فرمائش بھیجنے پر آمادہ کریں۔ اور مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب) کے پاس اپنے نام ان کتب کی خرید کیلئے رجسٹر کرائیں اِن کتابوں کی اشاعت میں ہماری امداد کریں۔ ان سے نہ صرف اسلام کی امداد ہوگی بلکہ خود مسلم قوم میں وہ روح پیدا ہو جائیگی۔ جس کے فقدان نے ہمیں بحیثیت قوم ذلیل و خوار کر رکھا ہے۔ چونکہ مجھے اس کے منافع سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلئے

میں بلا تکلف یہ کہنے کی جرات رکھتا ہوں۔ کہ ان کتابوں کی قیمت ان کے مضامین کے مقابل کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ اور کوئی شخص ان کو پڑھ کر ان سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان میں بیسیوں باتیں نئی ہیں۔ اور ہر ایک امر میں مسلم بھائیوں کو عملی باتوں کا سبق دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اسلام اور اشاعت اسلام کی خدمت کیلئے کیا گیا ہے میری طرف سے مسلم مشن کی یہ امداد ہے مسلم بھائی انکی خریداری بڑھا کر ہمیں مدد دیں +

میری اس گذشتہ بیماری نے مجھے یہ سبق دیا ہے۔ کہ اب میں آیندہ اپنی زیادہ توجہ تصنیف کی طرف لگاؤں۔ اور جو باتیں مجھے خداتعالی نے اس آٹھ سالہ تجربہ میں سکھلائی ہیں وہ قلم و کاغذ کے حوالہ کروں۔ مثلاً جن جن امور مسلم لٹریچر کی ضرورت میں نے اوپر بیان کی ہے ان پر آئندہ میں خود بھی کتابیں انگریزی میں لکھوں جن کا ترجمہ بھی اردو میں شائع ہو۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اور خداتعالے نے محض اپنے فضل سے میرے چند رفقا کو اس تصنیف کا اہل بھی کیا ہے۔ لیکن یہ باتیں تو ہی ظہور میں آسکتی ہیں اگر مسلم بھائی ہماری مدد کریں +

آیندہ انتظام مشن

اس بیماری نے مجھے یہ بھی سبق دیا ہے کہ میں آیندہ اس مشن کے انتظام کو اپنی ذات واحد کے ساتھ وابستہ نہ رکھوں خصوصاً اس کا مالی انتظام ایک سے زیادہ معتبر اور متدین ہاتھوں میں چلا جائے۔ خدا کا یہ محض فضل تھا کہ مجھے اس نے خیانت کی راہوں سے الگ رکھا جسقدر مسلم بھائیوں نے مجھ پر آج تک اعتبار کیا میں ان کا از حد مشکور ہوں۔ یہ خدا کا احسان ہے کہ میں نے بلا کسی تحریک یا بلا کسی تجویز قومی اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی ایک شخص کے بھی مشورے کے بغیر میں نے لطیف طرح اپنے چلتے ہوئے کام کو چھوڑ دیا۔ حتے کہ میرے اپنے اہل و عیال اور اپنے عزیز دوستوں کو میرے ارادہ ولایت کا جو پہلا علم ہوا وہ یہی تھا۔ کہ میں نے انگلستان جانے کا ٹکٹ جہاز

خرید لیا۔ یہ جو کچھ میں نے کیا میں نے اپنی ذمہ داری اور اپنے ذاتی بھروسہ پر کیا۔ چنانچہ سال سنہ ۱۹۱۲ء سنہ ۱۹۱۳ء میں بہت حد تک میری جیب سے ہی روپیہ خرچ ہوتا رہا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وکالت کے چھوڑنے کے وقت میری ذاتی آمد اسقدر ہو چکی تھی کہ آج تک مشن کی کسی سالانہ آمدنی میں سے موٹے موٹے اخراجات کاٹ کر جو بچتا ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر میری سالانہ بچت اپنے کام میں ہوتی تھی مشن کی سالانہ آمد ہمیشہ تیس ہزار کے لگ بھگ رہی ہے جس میں اخراجات طبع رسالہ اور عملہ کی تنخواہیں نکال دی جاویں تو باقی چند ہزار ہی رہ جاتے ہیں بہرحال کوئی بھی اسباب ہوں میں کہونگا کہ محض خدا کے فضل نے میرے ہاتھ کو کسی میل سے اور میرے قدم کو کسی لغزش سے بچا لیا۔ اگرچہ جس شخص نے میرے مطالبے پر یا از خود جو کچھ دیا وہ مجھے عنداللہ دیا نہ انہوں نے مجھے بطور ایجنٹ کچھ دیا نہ مجھ کو کسی حساب دہی کا ذمہ وار ٹھہرایا لیکن میں نے یہی پسند کیا کہ قوم کے اس اعتبار کی میں ہر طرح عزت کروں۔ اور ہر طرح اس مال کے خرچ میں احتیاط کروں۔ اس روپے کو بھی میں نے اپنی ذات سے الگ رکھا۔ جسقدر انگلستان میں آمد ہوئی وہ پائی پائی تک دوسروں کے ہاتھ سے بنک میں جمع کرا دیگئی۔ انہیں کے ہاتھ سے رجسٹر آمد میں درج کرا دیگئی۔ ہاں دو رقموں کو میں نے ہمیشہ اس حساب سے الگ رکھا۔ ایک وہ مستقل رقم جو بقدر چھ ہزار روپیہ سالانہ ایک خاص جگہ سے آتی ہے۔ یا وہ رقوم جو لاہور سے شیخ رحمت اللہ صاحب بھیجتے رہے کیونکہ وہ ہندوستان کے رجسٹر آمد میں درج ہو جاتی ہیں۔ لیکن سالانہ رپورٹ آمد و خرچ میں انکو بمد آمد دکھایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جس قدر روپیہ آتا رہا وہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کے نام آتا رہا انہیں کے ہاں جمع ہوتا رہا۔ اور انہیں کے ہاتھ سے خرچ ہوا بنکوں میں جو رقوم جمع ہوئیں وہ میرے نام پر ہوئیں۔ اور ایسا ہی جو شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاں جمع ہوا وہ بھی میرے نام پر جمع ہوا مشن کے مقابل میں نے یہی طریق رکھا۔ کہ جسقدر آمد ہو وہ میں مشن کو دیدوں۔ اور جو خرچ ہو لیلوں۔ اس تمام کاروبار میں اسلامک ریویو میری ذاتی ملکیت رہا لیکن میں نے سنہ ۱۹۱۵ء سے لے کر آج تک کبھی اس کے منافع سے

ذاتی مفاد نہیں اٹھایا اور آیندہ بھی خدا سے توفیق چاہتا ہوں کہ اسکی آمدن پر لگے اس رسالہ کو اب میں اسی کتب خانہ کی ایک شاخ قرار دیتا ہوں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس کا نصف منافع کتب خانہ کی آمد کے ساتھ مسلم مشن کے مشنری فنڈ پر خرچ ہو چونکہ جس لخت جگر کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے یہ کتبخانہ میں نے کھولا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو بھی مشنری کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ باقی ریویو کا نصف منافع ایک وقت تک کتب خانہ مذکور کے سرمایہ میں شامل ہوگا۔ ہمارے دوست اگر اسی رسالہ کی خریداری بڑھانے میں کوشاں ہیں۔ تو ایک بڑی بھاری مدد اس سے مشن کو ملسکتی ہے۔ ایک ہندوستان کے لئے کیا مشکل ہے کہ اگر دس ہزار خریدار رسالے کے پیدا کر دیں۔ اس کا منافع کسی کی جیب میں تو جائیگا نہیں۔ ہاں ہمارا مشن بہت آسانی سے اپنا کام بڑھا سکتا ہے۔ رسالے اور کتبخانہ مجوزہ کے متعلق میں نے ذیل کے اصحاب کا ایک ٹرسٹ بنا دیا ہے۔ اسی ٹرسٹ کے ہاتھ میں مسلم مشن ووکنگ کے کُل معاملات ہونگے انہیں کے ہاتھ میں آمد اور خرچ ہوگا۔ خدا کے فضل سے میں اور میرے احباب علی وجہ البصیرت فرقہ بندیوں کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر تبلیغ اسلام کے معاملے میں اس حقیقت پر قائم ہو چکے ہیں۔ جو قرون اولے میں تھی جس اصول پر میں نے آج تک اس مشن کو چلایا ہے۔ اور اسے ذہنی الجھنوں سے آزاد رکھا ہے کسی پالیسی کے ماتحت نہیں بلکہ حقیقت حقہ سمجھ کر اس مسلک کو اختیار کیا ہے۔ اور اس امر کو میں نئی صداقت نہیں سمجھتا۔ بلکہ میرے وہ دوست بھی جنہیں میں نے ٹرسٹی بنایا ہے اور وہ اصحاب ذیل ہیں۔

حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مصنف ترجمۃ القرآن انگریزی۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور۔ مولوی صدر الدین صاحب مسلم مشنری۔ خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر محکمہ تعلیم کشمیر۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

اسسٹنٹ کیمیکل اگزمینر گورنمنٹ پنجاب - ڈاکٹر غلام محمد صاحب (ریٹائرڈ سول سرجن) لاہور - خواجہ عبدالغنی صاحب مینجر دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور - اور میں خود بعد ان کے معاملات کیلئے اس ٹرسٹ کی طرف سے مینجنگ ٹرسٹی رہونگا - اور ہندوستان میں اس کا مینجنگ ٹرسٹی سکریٹری ٹرسٹ ہوگا - جس کا اعلان عنقریب کیا جائیگا - مزید احتیاط کے لئے اس ٹرسٹ کی نگران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہوگی لیکن اس انجمن کو نہ اس ٹرسٹ کے مال سے کوئی تعلق ہوگا - اور نہ مشن کے طریق تبلیغ میں کسی تبدیلی کا حق ہوگا - الغرض جس شکل و صورت میں یہ مشن سنہ ۱۹۱۴ء سے اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء تک میرے ہاتھ میں رہا ہے - اور اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء سے لے کر آج تک میری طرف سے نیابتاً انجمن مذکور کے ہاتھ میں رہا ہے - اب میرے قائمقام یہ ٹرسٹ ہوگا - میری بجائے کل مال کا انتظام ان کے ہاتھ میں ہوگا - مشن کا ڈائرکٹر میں رہونگا - موت و حیات سب کے ساتھ ہے اسلئے میں نے یہی پسند کیا کہ مشن کے مفاد کی حفاظت ایسے ہاتھوں میں چلی جائے جو نہ صرف متدین ہوں - بلکہ جن کا مقصد زندگی اشاعت اسلام ہو - حالات موجودہ میں اس امر سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ اس فرض اولین کی مسلمانان عالم میں آتش شوق اگر اس وقت کسی سینوں میں بھڑک رہی ہے تو یہی چند لوگ ہیں جو حضرت قبلہ مولوی محمد علی کے ساتھ اور میرے ہمراہ کام کر رہے ہیں - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلم طبائع بہت حد تک اس طرف سے ہٹتی چلی جارہی ہیں حالانکہ یہی ایک کام تھا - جس کے لئے آنحضرت صلعم اور سلسلۂ انبیاء کرام پیدا ہوا - یہی وہ درخت ہے جو صحابہ کرام اور ہزارہا صلحا اور اتقیا کے خون سے مثمر ہوا - اسی سے اسلام کو طاقت و شوکت ملی - اور اگر اسلام اپنی گئی ہوئی طاقت کو واپس لے سکتا ہے تو اس کا یہی طریق مفید ہے - لوگ کہتے ہیں - کہ اسلام کی آج تلوار ٹوٹ گئی لیکن تاریخ اسلام اس امر کی شاہد ہے - کہ اسلام اپنی طاقت و شوکت کے لئے تلوار کا محتاج نہیں +

ہماری گئی ہوئی عزت اشاعت اسلام سے واپس آسکتی ہے

آج بھی یہی حالت ہے یعنی مغربی دنیا اسلام کی ڈیوڑھی میں آ کھڑی ہے ہم کوشش کر کے انہیں اسلامی چاردیواری میں داخل کریں۔ کیا یہ ایک فعل ہزارہا پولیٹیکل سرگرمیوں کے مقابل برابر نہیں۔ سوال تو صرف اسقدر ہونا چاہیئے کہ مغربی دنیا کا حلقہ بگوش اسلام ہو جانا ایک امر محال ہے یا امکان میں داخل ہے۔ ایک مختصر سے مختصر تجربے نے اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ کوشش نے جو ایک یکہ و تنہا ہاتھ سے ہوئی اگر یہ کچھ کر دکھایا تو اگر یہ کوشش صرف دس گُنہ بڑھ جاوے۔ تو ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہماری مشن کی ہستی مغربی دنیا میں تسلیم ہو چکی ہے۔ مذہبی معاملات میں ہم وہاں کے مشار الیہ ہیں۔ ابھی دو ماہ ہوئے یونیورسل انسائیکلوپیڈیا کے مرتب کنندوں نے ووکنگ میں ہمیں لکھا کہ انہوں نے قرآن کے لئے ایک کالم چھوڑ دیا ہے ہم جو چاہیں قرآن کے متعلق لکھ بھیجیں۔ چنانچہ مولوی مصطفٰے خان صاحب بی اے نے ایک مفید مختصر سا مضمون بھیجدیا جو درج انیسکلوپیڈیا ہو گیا۔ اس بات کو چھوٹا سا نہ سمجھا جائے۔ آج تک ایسی کتابوں میں یا یورپین کتب محیط المحیط میں۔ یوروپین مصنفین نے اسلام۔ قرآن۔ آنحضرت صلعم اور ہمارے دیگر معاملات کے متعلق جو پایا لکھ دیا۔ آج ان کے مرجع ہم بنے ہیں انشاءاللہ عنقریب برٹش انسکلوپیڈیا کا نیا اڈیشن تیار ہونیوالا ہے۔ اس میں بھی جو کچھ اسلام یا آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا جائیگا۔ وہ ایک ادنےٰ سی کوشش کے ساتھ ہماری ہی قلم سے لکھا جائیگا۔ اسی طرح اور بھی اس عزت اسلام کے قائم کرنیکی شکلیں ہیں۔ ایک منٹ کیلئے اس امر کو خیال کرو۔ کہ اگر ایک معتدبہ حصہ مغرب میں مسلمان ہو جائے تو ہماری دقتوں کا جس آسانی سے حل ہو جائیگا وہ کسی اور طریق سے ناممکن ہے +

اس وقت اس خلیج الرسن سے ہمارے دشمن اسلام کے خلاف لکھنے کی جرأت نہیں کرتے جو آج سے آٹھ سال پہلے کیا کرتے تھے۔ جو زبان و منہ سے نکالتے ہیں سوچ سمجھ کر نکالتے

ہیں - اسی مسئلہ نسوان کے متعلق ۱۹۱۳ء میں میں نے خود اپنی آنکھ سے لندن کے مشہور اخبار ٹائمز میں یہ لکھا دیکھا - کہ اسلام نے حیثیت عورت کو از حد ذلیل کیا - اسی اخبار کے ۱۹۱۸ء کے کالموں میں آخر میں نے یہ بھی دیکھ لیا - کہ وہ عورت کے معاملہ میں اسلام کی از حد تعریف کرتا ہے - ہمارے دشمنوں کا اب یہ حال ہے - کہ پادری ذویمر جیسے سیاہ دشمن اب ہمارے ہاتھ سے تنگ آچکا ہے - یہ نام نہاد "مسلم ورلڈ" پرچہ کا ایڈیٹر ہے اور ان خبیث روحوں میں سے ہے - جو اسلام کو دیکھ نہیں سکتے - آج وہ عیسائیت پر ہمارے حملے پڑھ کر کوئی مفر نہیں دیکھتے مجبوراً ہمیں کہتا ہے - کہ اور باتوں کو چھوڑ و محمدؐ اور مسیحؑ میں مقابلہ کرو - میں نے اس کا چیلنج اسلامک ریویو مئی ۱۹۲۱ء میں قبول کر لیا - اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس مضمون پر ایک مبسوط لکھنے کی توفیق عطا کرے - جو میں یہاں سے واپس جا کر انشاء اللہ تعالیٰ لکھونگا +

اب میں نے چونکہ ارادہ کر لیا ہے کہ آئندہ مالی اور دیگر انتظامات ان ٹرسٹیان مذکورہ بالا کے ہاتھ میں دیکر اپنے اوقات کو عامہ نگرانی مشن کے علاوہ زیادہ تر تصنیف اور تبلیغ اسلام میں خرچ کروں - اور جو آج تک خدا تعالےٰ نے مجھے ممالک مغربیہ میں تبلیغ اسلام کی راہیں سکھلائی ہیں - اور جن جن طریقوں سے اسلامی خوبیاں مغربی دل کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہیں - ان سب کو قلم و کاغذ کے حوالہ کر دوں - کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں - اسلئے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس امانت کا میں آج تک صرف خدا تعالیٰ کے سامنے حساب دہی کا ذمہ وار تھا اُسے میں پبلک کے آگے شائع کر کے اور جو کچھ میرے ذمہ بچ رہا ہو اس ٹرسٹ کو میں ان نئے ٹرسٹیوں کے حوالے کر دوں +

میں ۱۹۱۲ء میں یہاں آیا تھا - جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں ۱۹۱۲ء کا کل خرچ میری جیب سے ہوا - اس کے مقابل کوئی آمد نہ تھی - ۱۹۱۳ء میں مشن کا

کام زیادہ تر اسلامک ریویو کی طبع سے ہی وابستہ تھا۔ سال ماسبق کی طرح زیادہ تر اخراجات میری ہی جیب سے ہوئے بالمقابل جو کچھ آیا وہ بطور قیمت رسالہ بعد میں آیا۔ یا میرے ذاتی دوستوں اور رشتہ داروں نے چند صد روپیہ امداد میں مجھے بھیجا ہاں ایک ہزار کی اور رقم رنگون کی ہے جس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں کچھ روپیہ مشن کی امداد میں آیا۔ اور زیادہ تر روپیہ اسلامک ریویو میں آیا۔ اس سال کا حساب آج تک شائع نہیں ہؤا۔ کیونکہ اس سال میں بلاد غربیہ فنڈ لاہور میں کھلا تھا۔ اس فنڈ میں سے کچھ روپیہ تو مشن کی امداد میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی کوٹھی میں جمع ہؤا۔ اور کچھ روپیہ طبع قرآن کیلئے خاص کیا گیا۔ جو روپیہ بلاد غربیہ فنڈ سے مشن کے حساب میں جمع ہؤا اسکی پڑتال کا مجھے آج تک موقع نہ ملا۔ اب میں نے شیخ صاحب موصوف کی کوٹھی جاکر سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب دیکھا وہاں بلاد غربیہ فنڈ سے آئے ہوئے روپیہ کے علاوہ جسقدر روپیہ جمع ہے وہ میرے نام پر جمع ہے وہ یا تو اسلامک ریویو کی قیمت یا میرا ذاتی روپیہ ہے + اس روپے کو الگ کر کے باقی جسقدر روپیہ سنہ ۱۹۱۴ء میں اسلامک ریویو کے متعلق انگلستان میں جمع ہؤا یا ابتدا ۱۹۱۵ء سے لیکر اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء تک جب تک میرا تعلق مالی انتظامات سے رہا۔ وہ سب کا سب روپیہ گو میری ذات سے تعلق رکھتا ہے میں نے مشن میں ہی ڈال دیا ہے۔ ان حسابات کی تفصیل حسب ذیل ہے

سال سنہ ۱۹۱۴ء

آمد

امداد مشن

	پونڈ	شلنگ	پنس
از کانپور معرفت فضل رحمٰن صاحب وکیل	۸۰	۰	۰
از عماد الملک	۵۴	۱۸	۱
از نواب صاحب بہاولپور بذریعہ مسٹر اٹکنسن	۹۵	۰	۰
از سر آغا خان صاحب	۱۰۰	۰	۰
متفرق امداد	۱۰۷	۷	۲
میزان	۴۳۷	۵	۳

خرچ

مدات	پونڈ	شلنگ	پنس
اخراجات طبع رسالہ و کتب	۷۷۹	۶	۱۱
مرمت مسجد معمولی ہوس فوارہ وغیرہ	۱۲۶	۱۷	۶
عید	۵۰	۵	۷
تالیف قلوب	۲۳	۲	۷
کرسیاں ونیز کارپٹ وغیرہ	۳۵	۶	۰
بل روشنی	۷	۱۲	۷

خرچ		آمد		
ہوس ٹیکس	۱-۱۰-۰	ازعماد الملک (پونڈ شلنگ پنس)	۶۶-۱۵-۱۱	۸۰۱۲-۶-۸
اشتہارات	۱-۱-۰	از اخبار رنگون معرفت سر گیال بغرض ازدیاد حجم رسالہ	۳۸۰-۰-۰	
کرایہ لنڈسی وغیرہ بغرض نماز جمعہ	۵۵-۱۷-۰	از سر عبدالکریم جمال بغرض تقسیم مفت رسالہ در جاپان و برہما	۸۳-۹-۰	
مشین بغرض گرم پانی ..	۱۶-۰-۰	از بمبئی	۲۰-۰-۰	
قرضہ جات (بمد ۲)	۳۰-۰-۰	بمد خریداری رسالہ	۲۲۲-۱۹-۱	
بابت نامہ نگار (بمد ۴)	۳۶-۱۳-۰	بمد احادیث	۲۸-۲-۸	
حوالہ کمیٹی طبع قرآن کریم	۴۰۰-۰-۰	از تبلیغ فنڈ معرفت شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور		۲۰۰-۰-۰
حوالہ مسٹر انیق چیک سر سالار جنگ کا چیک واپس	۱۰۰-۰-۰	از بھوپال برائے سلطانہ ہال		۲۰۰-۰-۰
اخراجات دیگر (بمد ۳)	۵۷۱-۱۳-۹	از سر سالار جنگ بغرض مسجد ووکنگ کمیٹی		۱۰۰-۰-۰
واپسی خواجہ صاحب از انگلستان و سفر مصر و شام	۱۰۰-۰-۰	از رنگون بغرض طبع قرآن کریم		۴۰۰-۰-۰
		از مسجد کمیٹی بابت مرمت میموریل ہوس		۷۲-۰-۰
		بابت مرمت مسجد		۴۸-۰-۰
		از لندن مسجد کمیٹی بابت کرایہ ہال نماز جمعہ		۳۶-۰-۰
				۲۲۹۵-۱۱-۱۱
		فاضلہ خرچ		۳۹-۱۳-۰
	۲۳۳۵-۴-۱۱	میزان		۲۳۳۵-۴-۱۱

نوٹ: اس سال بماہ اپریل رنگون سے یہ تحریک آئی کہ رسالہ کا حجم قریباً دگنا کر دیا جاوے لیکن قیمت نہ بڑھائی جائے - چنانچہ ایسا کیا گیا - اس سال رسالہ چار ہزار چھپتا تھا جس میں پچیس صد کے قریب مفت تقسیم ہوتا تھا - علاوہ ازیں قریباً پانچ یا چھ ہزار یا چھ ہزار دو کتابیں انگریزی ترجمہ احادیث اسلام اینڈ مسلم پریئر بھی چھاپی گئیں جو زیادہ تر مفت تقسیم ہوئیں +

ع۲ اسمیں سے بیس پونڈ سنہ ۱۹۱۵ء میں وصول ہوئے۔

ع۳ ایک کرمفرما رسالہ میں مضمون لکھا کرتے تھے۔ یہ رقم دراصل انہوں نے ووکنگ میں بروقت رخصت بطور قرضہ لی تھی۔ ایسی ہی ایک تھوڑی سی رقم انکے نام پر انکے ایک عزیز نے لی تھی۔ جس کا میزان ۰۰-۱۲-۶-۳ پونڈ ہے۔ وہ رقم وہ واپس نہیں کرسکے۔ اور وہ آجکل تکالیف میں ہیں اسلئے میں نے اس کو مد نامہ نگاری میں ڈال دیا ہے۔ یہ رقوم انکی خواہش سے اس وقت کتب حسابات میں نہیں دکھلائی گئی تھیں +

ع۴ اسکی تفصیل میں موٹے موٹے اخراجات ہیں تنخواہ عملہ مسٹر شیلڈرک۔ عبدالمحیی چودہری فتح محمد۔ محمد علی باورچی۔ اس کے علاوہ خوراک عملہ جنمیں مولوی صدرالدین صاحب منشی نور احمد مرحوم۔ چودہری فتح محمد۔ محمد علی باورچی اور وہاں کے ایک دو ملازم علاوہ ازیں خرچ خوراک مہمانان و خرچ ایٹ ہوم بدھ و اتوار۔ کل خرچ اس مد میں ۹-۱۲-۵۸۵ پونڈ ہے۔ اسمیں بعض لوگوں سے ۱۴ پونڈ بطور بورڈ منہا کر کے باقی ۹-۱۲-۵۷۱ رہجاتے ہیں

ع۵ یہ وقت جنگ کے آغاز کا تھا۔ اسلئے کچھ حصہ سفر کا خواجہ صاحب کو فرسٹ کلاس جہاز میں کرنا پڑا۔ ان دنوں ڈاکٹر منگانا نے قرآن کے چند اوراق چھاپے تھے۔ جنکے متعلق یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ کہیں سے یہ کاغذ پر انے ملگئے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ قرآن میں تحریف ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس بہتان کے جواب کے لئے مصر اور شام میں بدیں غرض سفر کیا گیا۔ کہ پہلی دوسری تیسری صدی کے اگر قرآن ملجائیں۔ تو انکے فوٹو لئے جائیں۔ اور اس طرح رسم خط کے اصول پر اس کذب و افترا کا ازالہ کیا جائے۔ چنانچہ اسمیں انہیں کامیابی ہوئی۔ ہر جگہ سے فوٹو حاصل کئے گئے۔ اس سفر میں خواجہ صاحب نے حج بھی کیا۔ کل خرچ دو ہزار روپیہ سے اوپر تھا۔ جسمیں سے پانصد روپیہ بطور خرچ حج خواجہ صاحب نے اپنی ذات پر ڈالکر باقی یکصد پونڈ یہاں رکھ دیا +

اِس طرح بموجب حساب دفتر ووکنگ انگلستان ۰-۱۲-۳۹ پونڈ بسکۂ ہندی ۰-۱۲-۵۹۴ روپیہ۔ اس کے مقابل شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتب

میں ذیل کا حساب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۴ء کا ہے۔ تبلیغ فنڈ سے جو رقوم خواجہ صاحب کے
حساب میں جمع کی گئی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں بماہ جنوری ۵۹۲۱-۶-۰ روپیہ
بماہ فروری ۲۹۹۴-۱۱-۰ روپیہ وہ رقم ہے جس کا ڈرافٹ دو صد پونڈ ووکنگ میں بھیجا
گیا۔ چنانچہ یہ دو صد پونڈ آمد دفتر ووکنگ انگلستان میں دکھلایا گیا ہے۔ بماہ
جولائی ۶۰۰۰-۰-۰ روپیہ کل میزان ۱۴۹۱۶-۱-۰ ہے۔ اس کے مقابل
بماہ جولائی جو خرچ ہوا اسمیں ایک رقم ۴۴۲۳-۱۲-۶ روپیہ ہے۔ اسمیں ہنڈی والی رقم یعنی
۲۹۹۴-۱۱-۰ روپیہ شامل ہے۔ باقی مولوی صدرالدین صاحب کا کرایہ جہاز
وغیرہ جو آٹھ صد روپیہ اور ایسا ہی کرایہ جہاز محمد علی باورچی جو قریباً تین صد روپیہ ہوگا۔ اور چند
اور رقوم شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مولوی صدرالدین صاحب کے گھر میں الاؤنس
اپریل ۱۹۱۴ء سے اخیر دسمبر ۱۹۱۴ء تک ایکہزار روپیہ دیا گیا ہے۔ اور دیگر اخراجات
بمد عملہ ہندوستان محصول ڈاک بغرض تقسیم اسلامک ریویو ایسے اور اخراجات جنکی میزان
۱۷۰۵-۸-۹ روپیہ ان تین رقوم خرچ یعنی ۴۴۲۳-۱۲-۶ روپیہ و ایکہزار روپیہ و
۱۷۰۵-۸-۹ کا میزان ۷۱۲۹-۵-۳ ہوتے ہیں۔ اسی آمد یعنی
۱۴۹۱۶-۱-۰ آمد سے منہا کرنے پر باقی ۷۷۸۷-۱-۰ روپیہ ہوتا ہے۔ اسمیں
سے کمی دفتر ووکنگ ۵۹۴-۱۲-۰ منہا کرکے کل بچت سال ۱۹۱۴ء ۷۱۹۲-۵-۰ روپیہ ہے

سنہ ۱۹۱۵ء

اس سال کی رپورٹ آمد و خرچ جہاں تک دفتر لاہور کا تعلق تھا۔ وہ رسالہ اشاعت اسلام مئی
سنہ ۱۹۱۶ء میں چھپ چکی ہے۔ جہاں کل آمد کی فہرستیں اسماوار اور ایسے ہی اخراجات
کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اس وقت میں ہندوستان میں تھا۔ اس لئے ووکنگ کا حساب
شائع نہ ہو سکا لیکن بدیں خیال کہ کہیں ووکنگ کے اخراجات میں آمد سے زیادتی نہ ہو جائے
میں نے احتیاطاً بعض اپنی ذاتی آمدنیاں اس حساب میں جمع کرادی تھیں۔ اور
اس کے متعلق نوٹ دیدیا تھا لیکن خدا کے فضل سے اس میری رقم کے ڈالنے کے
بغیر بھی کل مشن کا خرچ آمد سے کم تھا۔ اسلئے ان ذاتی رقوم کو الگ کرکے باقی از سر نو

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء معہ حساب ووکنگ رسالہ اشاعت اسلام جنوری سنہ ۱۹۱۶ء میں درج کر دیا تھا۔ جس کو میں ذیل میں دیتا ہوں:-

آمد	رقم روپیہ	رقم آنہ	رقم پائی	خرچ	رقم روپیہ	رقم آنہ	رقم پائی
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	۱۴۰۶۸	۱۰	۱	اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر یہاں خرچ ہوا	۴۰۶۲	۱۵	۷
چندہ امدادی از حیدرآباد	۷۴۸۵	۰	۰	تنخواہ عملہ لاہور و انگلستان	۶۷۹۳	۴	۶
چندہ امدادی در ہندوستان	۶۷۷۲	۹	۰	سفر خرچ حیدرآباد و ہندوستان معہ تنخواہ ایک نفر ایک کلرک کے برائے چندہ جو ہمراہ ہے	۱۱۸۲	۷	۹
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ	۱۵۱	۶	۰				
چندہ از صاحب معلومہ				خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲۱	۱۵	۰
بحساب ۵ روپیہ ماہوار بابت بقیت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی سنہ ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۶	۰	۰	واپسی رقوم جو ڈاکخانہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں	۶۳	۱	
چندہ از جانے معلومہ بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷	۱۱	۱۱	واپسی قرضہ حسنہ	۲۰۰	۴	۰
سفر خرچ از انجمنہائے مختلفہ	۲۵۷	۰	۰	متفرق	۳۸۲	۲	۲
میزان اول	۳۰۰۰۸	۵	۰	میزان اول	۱۲۹۰۶	۳	۰
آمد در انگلستان برے گوشوارہ الف مندرجہ ذیل	۲۹۲۷	۱۳	۰	خرچ در انگلستان برو نقشہ ب مندرجہ ذیل	۶۸۵۰	۶	۶
میزان دوم	۳۲۹۴۶	۲	۰	میزان دوم	۱۹۷۵۶	۹	۶

دستخط

(خواجہ کمال الدین)

نقشہ الف۔ اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد دلال درکتاب آمد متعلقہ سنہ ۱۹۱۵ء

نمبر	آمد	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	مرسلہ شیخ صاحب	۲۰۰	-	۰	۰	۰	۰	
۲	" "	۱۰۰	۰	۰	-	۰	۰	
۳	" "	۴۰	۰	۰	۰	-	۰	
۴	" "	۲۵۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۵	" مولوی صاحب ووکنگ بنک میں جمع	۱۰۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۶	" خواجہ صاحب از حیدرآباد	۵۴۰	۰	۰	۰	۰	۰	یہ سب رقوم آمد ہندوستان میں دکھلائی
۷	" خواجہ صاحب	۳۰۰			۱۵۳۰	-	-	جا چکی ہیں یعنے آمد کے خانے کے پہلے
۸	چندہ قرآن و قیمت	۲۱	۱۴	۸		۰	۰	
۹	کتب قدوائی صاحب	۲	۲	۶	۰	۰	-	
۱۰	چندہ لٹریچر اعانت اشاعت	۵۹	۱	۰	۰	۰	۰	
۱۱	مسجد ووکنگ بابت مرمت	۲۰	۰	-	۰	۰	۰	
۱۲	مسجد ووکنگ چندہ	۷	۷	۶	۰	۰	۰	
۱۳	مسجد لندن بابت کرایہ	۱۷	۹	۶	۰	۰	۰	
۱۴	مسجد لندن بابت قیمت اسباب	۱۷	۱۱	-	۰	۰	۰	
۱۵	قیمت کتاب لارڈ صاحب	۱	۱۶	۱۰	۰	۰	۰	
۱۶	مولوی شیر علی کو ارسال ہوا	۰	۵	۰	۰	۰	-	
۱۷	امانت بابت	۱	۰	۰	۰	۰	۰	یہ رقم آمد کی نہیں انکا چیک دیکر
۱۸	شیخ الٰہی صاحب تبادلہ	۳۵	۰	-	۰	۰	۰	بالمقابل چیک دیا گیا۔
۱۹	عید از سرکار (عید الفطر)	۴	۱۸	۰	۰	-	۰	
۲۰	چندۂ عید	۲	۵	۰	۰	۰	۰	
۲۱	قیمت رسالہ مع کتب متعلقہ رسالہ	۵۵	۷	۵	۰	۰	۰	
۲۲	محمد الدین سوداگر سیالکوٹ	۵	۸	۰	۰	۰	۰	یہ رقم بھی مشن سے تعلق نہیں رکھتی
	میزان	۱۷۸۱	۶	۵	۰	۰	۰	نقل مطابق اصل ہے۔ دستخط خواجہ کمال الدین

اسمیں رقوم الغایت ۷ و ۸ و ۱۸ و ۲۲ منہا کردینی چاہئے یعنی ۸-۲-۱۵۹۲ باقی ۹-۳-۱۸۹ پونڈ یا اجرت ۱۳-۲۹۳۷ روپیہ آنہ
ہوتی ہیں جو رقوم شیخ صاحب نے پہلے ہندوستان سے بھیجیں وہ ان رقوم میں سے ہیں جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی کتب میں
جمع ہوئیں جو ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں +

دستخط۔ کمال الدین

نقشہ ب

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو معہ لنگر خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ دار	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	کھاتہ خوراک	۸۱	۱۴	۹	جنوری سے نصف جولائی تک لعدازاں ۲ کس مولوی صاحب نور احمد و مصطفےٰ بیگ
۲	خرچ متفرق چھاپہ خانہ	۳	۱	۱½	
۳	بابت* چھپائی رسالہ	۴۶۹	۹	۳	
۴	خرچ ڈاک سہ ماہ از لندن	۴۱	۱۲	۱۱	
۵	خرچ ڈاک ۹ ماہ رسالہ دفتر وغیرہ	۱۱۳	۵	۴	دفتر کی خط و کتابت فی ماہ ایک پونڈ شامل ہے۔
۶	خرچ سٹیشنری دفتر	۴	۲	۸	
۷	لفافہ جات اخیر مئی تک	۱	۱۴	۳	
۸	ذاتی خرچ مولوی صاحب	۵	۸	۱½	دُھلوائی پارچات و خرچ دوائی ہے۔
۹	ذاتی خرچ نور احمد	۴	۱۸	۱½	
۱۰	خرچ مسجد ووکنگ	۳۳	۰	۱۰	روشنی بجلی مشین گرم۔ کوئلہ
۱۱	خرچ مکان میموریل ہوس	۴۴	۷	۷½	روشنی بجلی پانی و سامان لینز و چارپائی و کمبل وغیرہ برائے صفائی مکان
۱۲	اشاعت متفرق و تالیف قلوب	۴۶	۵	۶½	
۱۳	لنگر خانہ ...	۶۸	۱۰	۷½	
۱۴	متفرق کتب و اخبارات و سامان باغبان	۱۳	۱۱	۱۱	
۱۵	تنخواہ باغبان ...	۲۵	۴	۱	
۱۶	پچھلے پارکنسن (بابت مضامین رسالہ)	۱۶	۰	۰	
۱۷	پروفیسر نور الدین سٹیفن "	۲	۰	۰	
۱۸	تنخواہ مصطفےٰ بیگ ملازم	۵	۱۵	۰	
۱۹	محمد علی باورچی ...	۲۱	۴	۹	اسمیں بیس پونڈ کرایہ جہاز بھی شامل ہے (یعنی واپسی از لندن)
۲۰	عرب صاحب ...	۱۷	۶	۸	
۲۱	مسٹر خالد شیلڈرک	۱۱	۱	۷	
۲۲	مسٹر نایٹ بابت بلاک عربی	۲۷	۱	۱	
۲۳	عیدین ...	۳۶	۸	۱۰	اسمیں قریباً بیس پونڈ کارڈ کے لگائے تھے جو ستمبر ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الضحےٰ جو آمد ۱۹۱۶ء میں دکھلائی گئی
۲۴	کرسمس ...	۶	۷½	۴	
۲۵	خرچ مسجد لندن ...	۳۰	۱۴	۹	جون ۱۹۱۵ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج ہے وہ اس سال پہلے وصول ہو چکا ہے وہ کرایہ لنڈسی ہال کا تھا۔
	میزان	۱۱۳۳	۷	۲½	

نقل مطابق اصل ہے دستخط خواجہ کمال الدین۔

یہ لفظ بلفظ نقل اس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد بلال صاحب نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا۔
خانہ کیفیت میں جو خطوط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور تشریح لکھا ہے۔

دستخط۔ خواجہ کمال الدین

*اسمیں ۱۴۴ پونڈ ۱۴ شلنگ ۱ پنس متعلق سال ۱۹۱۴ء اجرت طبع کتاب لارڈ ہیڈلے صاحب شامل ہیں۔

اس سال میں بچت ۶-۸-۳۱۸۹ روپیہ کی ہے +

سنہ ۱۹۱۶ء

اس سال کا حساب آمد و خرچ معہ فہرست آمد ماہوار و تفصیلات خرچ رسالہ اشاعت اسلام جنوری سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا خلاصہ آمد و خرچ وہاں سے لے کر ذیل میں نقل کرتا ہوں :-

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ	خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن در انگلستان بروئے نقشہ (الف)	-	۱۰	۱۶۲۶	تنخواہ اہلکاران و سٹاف و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ بروئے نقشہ (د)	۰	۰	۶۳۷۳
امداد مشن در ہندوستان بروئے نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱	اخراجات طبع اسلامک ریویو و محصول ڈاک در انگلستان (ہ)	۰	۰	۷۷۱۹
				اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	-	۱۲	۴۴۸۰
آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بسبب قیمت	-	۲	۱۰۹۶	کرایہ جہاز تبدیلی عملہ ... (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
آمد " " در ہندوستان	-	۳	۶۷۸۵	اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہندوستان و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۶۳۵
بغرض تقسیم مفت رسالہ و دیگر لٹریچر در ہندوستان (ج)	-	-	۱۲۵۰	تیاری پارچات نیز عملہ جو ولایت کو گیا	۰	۸	۱۲۱
				محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی۔پی وغیرہ در ہندوستان	۹	۷	۳۸۱
امداد خصوصی برائے تقسیم مفت رسالہ و امداد مشن	-	-	۶۰۰۰	سٹیشنری معہ کاغذ رسالہ در ہندوستان	۹	۱۲	۷۸
از عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر ولیعہد بھوپال بابت تقسیم مفت رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء	-	-	۶۰۰	ایسی رقوم بہ ڈاک خانہ جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں جو در اصل ووکنگ فنڈ کی نہ تھیں	۰	۸	۸۳
				قرضہ حسنہ	۹	۶	۶۰۰
سفر خرچ از انجمن فرخ آباد	-	-	۵۵	قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف کمبل پوستین	۰	۷	۱۲۲
قیمت کتاب ام الالسنہ و دیگر کتب ٹریکٹ وبو	۹	۱	۳۵۳	متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں لاہور کے دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۹۷۷	میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۶۸

دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور

دستخط
بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

اس سال میں کمی ۹ - ۰ - ۰۱۹۱۸ کی ہے -

سنہ ۱۹۱۷ء

اس سال کی آمد و خرچ کا حساب مفصل رسالہ اشاعت اسلام دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکا ہے جس کا خلاصہ میں یہاں سے ذیل میں درج کرتا ہوں :-

	تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی	میزان کل روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن	امداد مشن وصول شدہ در انگلستان	۵۶	۳	۲	۸۴۲	۶	-	-	-	-
	" " در ہندوستان بروئے نقشہ (۱)	-	.	-	۶۳۸۳	-	-	.	.	.
	امداد خصوصی از جائے معلومہ	-	.	.	۳۰۰۰	-	-	.	.	.
	بمد کرایہ لنڈن مسلم ہوس از لنڈن بک فنڈ بذریعہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب	۱۱۵	-	.						
					۲۶۷۸	۹	-	-	-	-
	بابت قیمت فرنیچر لنڈن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۶۳	۱۱	۵				۱۲۹۰۳	۱۵	-
امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر	بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو از جائے خاص	-	-	-	۳۰۰۰	-	-	.	.	.
	" وصول شدہ در انگلستان	۴۶	۹	۱۰	۶۹۷	۶	-	.	.	.
	" در ہندوستان بروئے نقشہ (۲)	.	-	.	۲۳۲۵	-	-	.	.	.
	کتب خانہ در انگلستان ..	۱۵	۱۰	۱۱	۲۳۳	۳	-	-	.	.
	در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف	۱۷	۵	-	۲۵۸	۱۲	-	-	.	.
	امداد از رسالہ اشاعت اسلام	-	.	.	۳۵۰	-	-	۶۸۶۴	۵	-
	آمد بابت اسٹامپ	۳	-	-	۴۵	-	-	۴۵	.	-
	بغرض تقرر مبلغان	۳۳	۶	۸	۵۰۰	-	-	۵۰۰	.	-
	امداد متفرقہ بمد واپسی قرضہ حسنہ بروئے کھاتہ ہندوستان	-	.	.	۱۰۰	.	.	۱۰۰	.	-
	میزان کل ———							۲۰۴۱۲	۳	-

بابت آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۱۲۰)

نوٹ:- اس کی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو گی + ۲ - اس سال نصف فروری تک نماز گاہ لنڈن میں بمقام ۱۱۱ فورڈ ہوتی رہی جہاں کا کرایہ بھی لنڈن بک فنڈ سے آیا وہ اس رقم میں شامل نہیں - یہ کرایہ کچھ ایام فروری اور آخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء تک کا ہے +

دستخط	دستخط	دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور	بلال شیخ نور احمد محاسب ووکنگ کال محاسب دفتر اسلامک ریویو لاہور	ملک عبد القیوم بی اے محاسب دفتر اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان)

تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء

	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مستقل خرچ (نقشہ ۳)	۵۲۴	۳	۰	-	۰	۰
تنخواہ عملہ در انگلستان بروئے نقشہ (۴)	۱۹۱۹	۹	۰	-	۰	۰
کرایہ ریل و ٹیوب ″ (۵)	۳۱۵	۱۲	۰	-	۰	۰
دیگر اخراجات مشن ″ (۶)	۳۲۲	۱۲	-	-	-	-
خرچ متعلق مشن در ہندوستان ″ (۷)	۱۱۷۷	-	۶	-	-	-
اخراجات لنڈن مسلم ہوس بلا کرایہ ″ (۸)	۱۰۰۴	۴	-	-	-	-
کرایہ لنڈن مسلم ہوس فرنیچر لیکچر روم و نماز گاہ	۲۶۷۸	۹	-	-	-	-
اخراجات نماز گاہ پیش از گرفتن مسلم ہوس نقشہ (۹)	۶۴	۱۳	۶	-	-	-
مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰)	۲۰۰	۱۰	-	۸۲۰۷	۹	-
اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلاقیمت نقشہ (۱۱)	۵۰۱۹	۳	-	۵۰۱۹	۳	-
تالیف قلوب	۱۷۲	۳	-	۱۷۲	۳	-
قرض حسنہ	۲۲۵	-	-	۲۲۵	-	۰
عیدین و کرسمس	۶۰۸	۳	۶	۶۰۸	۳	۶
مہمان خانہ* لنڈن و ووکنگ	۴۰۵	۰	۰	۴۰۵	-	-
میزان کل	-	۰	-	۱۴۶۳۷	۲	۶

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - مورخہ ۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

* یہ در اصل خرچ مہمانوں کا نہیں جو مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان رکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئیگا یعنی اوسطاً ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۲۰ کے لگ بھگ تھی۔ حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے بقیہ کل خرچ کارندگان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا +

اس سال میں بچت ۱۰-۱۳-۴۷۵۵ روپیہ کی ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء

یہ سال اور ایسے ہی سال آیندہ آمد کے مقابل اخراجات کی زیرباری میں زیادہ رہا۔ آمد کی کمی کا بڑا موجب میری بیماری تھی۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء میں مجھے طبی مشورہ کے ماتحت حکماً ووکنگ چھوڑنا پڑا میرے لئے یہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ اپنے کاروبار کی جگہ سے بالکل الگ ہوں۔ دفتر ووکنگ کو اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور ملک عبدالقیوم صاحب بی اے کے ہاتھ میں چھوڑ کر میں نے ووکنگ کو خیرباد کہا۔ اور اپریل سنہ ۱۹۱۹ء تک جس وقت میں ہندوستان کو روانہ ہوا مشن کے کام کے یہی دو دوست کفیل رہے۔ میں تہ دل سے ان کا مشکور ہوں خصوصاً شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی جن کی بے نفس خدمات نے بہ تعلق ووکنگ مسلم کمیونٹی کو ممنون احسان کیا ہوا ہے۔ مجھے صدق دل سے اعتراف ہے۔ کہ اگر شیخ صاحب موصوف ایسے وقت وہاں نہ ہوتے۔ تو مشن کا سنبھالنا نہایت مشکل ہوتا۔ خصوصاً جبکہ مولوی صدرالدین صاحب اور دیگر کارکنان مشن کو اسوقت جہاز میں جگہ ہی نہ ملتی تھی اس ضمن میں ملک عبدالقیوم صاحب کا ایک اور وجہ سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مرض نیورتیس تخمیناً جس میں میں مبتلا تھا مریض میں غصہ جوش۔ چڑچڑاپن پیدا کردیا کرتی ہے۔ میں بھی ان کمزوریوں سے بچ نہ سکا۔ جو بعض وقت ناقابل برداشت ہوجاتی تھیں۔ لیکن ملک صاحب نے ان ایام ابتلا میں میرے ساتھ شرافت سے ہی گذارا کیا۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

بہرحال اجرائے ریویو اور تبلیغی کام تو ان دو صاحبوں کی طفیل چلتا رہا لیکن آمد میں لازماً کمی ہوگئی۔ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء میں مولوی صدرالدین صاحب مع عملہ پہنچے۔ انہیں بھی کئی ماہ بہت سی کمیوں کو پورا کرنے میں خرچ کرنے پڑے۔ آمد کا تو یہ حال ہوا۔ ادھر گرانی نے سرا میں اخراجات بڑھا دیئے۔ کاغذ۔ طبع رسالہ اور ایسے ہی دوسرے اخراجات دگنے تگنے ہوگئے۔ تو بھی سنہ ۱۹۱۹ء میں چونکہ ہندوستان

کا عملہ برابر کام کرتا رہا۔ اور انگلستان میں اس سال قریباً سات آٹھ ماہ تو میں صحت میں ہی رہا۔ اسلئے اس سال تو کچھ بچت ہو گئی لیکن سال ۱۹۱۹ء میں علاوہ وجوہات بالا کے دو بڑے اخراجات آن پڑے۔ قریباً ساٹھ پونڈ میرا کرایۂ جہاز و ریلوے وغیرہ و دیگر اخراجات سفر از انگلستان تا لاہور تھے بالمقابل مولوی صدر الدین صاحب۔ اور ان کا عملہ یعنی مولوی عبداللہ خانصاحب منشی دوست محمد صاحب۔ گگو باورچی۔ ان سب کا کرایہ جہاز و ریلوے و دیگر اخراجات متعلقہ میں مبلغ ۹ - ۵ - ۲۳۳۴ روپیہ خرچ ہوا علاوہ ازیں اس نئے عملہ کی تنخواہ کا اضافہ صرف ۱۸۹۵ روپیہ کے ہوا۔ اسلئے اس سال میں بہت سی کمی واقع ہوئی +

سال ۱۹۱۸ء میں رسالے کا جو خرچ آمد سے انگلستان میں زیادہ نظر آتا ہے اس میں ایک رقم مسلم ہوس کے فرنیچر کی ...۱۰۵ پونڈ کے قریب ہے۔ اور ایسا ہی ...۴۵ پونڈ کے قریب سال ۱۹۱۷ء میں اس فرنیچر پر خرچ ہوا۔ یہ بھی در اصل موجود ہے۔ لنڈن مسلم ہوس میں ہر قسم کے وضیع و شریف لوگ آتے ہیں جنمیں بعض اعلےٰ طبقے کے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ عام طور پر جلسوں میں کم شریک ہوتے ہیں لیکن پرائیویٹ طور پر ان سے میری ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ بعض صورتوں میں قبولیت اسلام ہوا ہے۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہمارے لنڈن ہوس کے ڈرائنگ روم (ملاقاتی کمرہ) میں اعلیٰ قسم کا فرنیچر ہو لیکن چونکہ اس کو ایک حد تک میری ذات سے تعلق تھا۔ اسلئے میں نے اسے مشن کے خرچ میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اُسے خرچ رسالہ میں ڈال دیا جس سے میرا ذاتی تعلق ہے۔ میں نے اگرچہ حسب سابق آئندہ کے لئے[۲] الگ کیا ہے۔ میں اس فرنیچر کے متعلق بھی یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ میں اس فرنیچر کو اپنی زندگی میں بطور مالک استعمال کرونگا لیکن اس کے بیچنے کا مجھے حق حاصل نہ ہوگا۔ البتہ میرے بعد اس فرنیچر کی ملکیت بشیر فنڈ کے متعلق ہوگی۔ میرے ورثا کو اس سے تعلق نہ ہوگا۔ اس فرنیچر کے علاوہ کوئی

[۲] یعنی ملکیت رسالہ اپنے پاس رکھ کر اس رسالہ کی آمد کے منافع کو حسب تصریح بالا مشن کے لئے

سات آٹھ سو روپیہ کا فرنیچر کشمیر کا جس کا خرچ میں نے اپنی جیب سے کیا ہے اس کو کسی خرچ مشن یا رسالہ میں نہیں ڈالا گیا۔ اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ اس فرنیچر میں اس کمرہ کا فرنیچر شامل نہیں جو مسلم ہوس میں کمرہ مسجد و لیکچر ہال ہے بیٹھنے کرسیاں اور فرش یہ اسباب کچھ تو لندن موسک کمیٹی نے ہمیں خرید کر دیا۔ اور کچھ مشن کی آمد سے خرید ا گیا۔ اس فرنیچر کے علاوہ جو میں نے ریویو کی آمد کی سے خریدا ہے ووکنگ کے مکان میں جس قدر فرنیچر ہو اس کا بہت سا حصہ میں نے اپنی جیب سے سنہ ۱۹۱۴ء میں خریدا تھا۔ اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ البتہ وہ میرے بعد مشن کی جائداد بھی جائے وہ میری زندگی میں اسی مشن اور میرے استعمال میں رہیگا +

اب میں سال سنہ ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۱۹ء کی کمی بیشی کا ذکر کرتا ہوں۔ ان دو سالوں کے نقشجات آمد و خرچ اور انکی تفصیلات معہ اسموار تفصیل آمد ہندوستان اس رپورٹ کے اخیر میں درج کرتا ہوں۔ جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ کہ سال سنہ ۱۹۱۸ء میں لاہور کے دفتر میں ۵-۵-۹۴۷۵ روپیہ کی بچت ہوئی۔ اور دفتر ووکنگ میں ۷پونڈ ۳شلنگ ۱۱پنس ۴ یا سکہ ہندی ۰-۷-۲۶۰۳ کی کمی ہوئی۔ اسکو بچت سے منہا کر کے سنہ ۱۹۱۸ء کی بچت ۵آنہ ۱۴-پائی ۵ روپیہ ۳۱۴۵ سنہ ۱۹۱۹ء میں دفتر ووکنگ میں ۲۱۰پونڈ-۸شلنگ-۰پنس یا سکہ ہندی ۰-۰-۶ روپیہ ۳۱۵۶ اور دفتر ہندوستان میں ۳-۴-۵ پیسہ ۱۶۵ کی کمی ہوئی۔ اِس طرح کُل کمی ۲-۳-۳۳۲۱ ہوئی۔ ان چھ سالہ بچتوں اور کمیوں کو بالمقابل رکھ کر حساب کی صورت حسب ذیل ہے :-

سال	بچت (روپیہ - آنہ - پائی)	کمی (روپیہ - آنہ - پائی)
سنہ ۱۹۱۴ء	۷۱۶۴ - ۰ - ۰	
سنہ ۱۹۱۵ء	۳۱۸۹ - ۸ - ۶	۰ - ۰ - ۰
سنہ ۱۹۱۶ء	۰ - ۰ - ۰	۴۸۹۱ - ۰ - ۹
سنہ ۱۹۱۷ء	۵۵۷۴ - ۱۳ - ۱۰	۰ - ۰ - ۰
سنہ ۱۹۱۸ء	۳۱۴۵ - ۱۴ - ۵	۰ - ۰ - ۰
سنہ ۱۹۱۹ء	۰ - ۰ - ۰	۳۳۲۱ - ۳ - ۲
	۱۹۰۷۴ - ۱۵ - ۹	۸۲۱۲ - ۳ - ۱۱
فاضل		۱۰۸۶۱ - ۱۱ - ۱۰

*- فٹ نوٹ اس رقم میں سرکار بھوپال کا عطیہ دو صد پونڈ بغرض تعمیر سلطانیہ منزل شامل ہے +

اِس طرح ابتداے سنہ ۱۹۱۴ء سے لے کر تاریخ حوالگی انتظام پر میرے پاس ۱۰ - ۱۱ - ۴۸۶۱ کی بچت رہتی ہے - میں نے حسب ذیل ادائیگی منتظمہ کمیٹی کو کیں :-

	پونڈ	شلنگ	پنس		روپیہ	آنہ	پائی
در انگلستان نقد	۴۴۰	۴	۱	بسکہ ہندی	۶۶۰۳	۱	۰
در انگلستان کاغذ باقیماندہ	۱۵۰	۰	۰	" "	۲۲۵۰	۰	۰
در ہندوستان	۰	۰	۰		۲۵۰۰	۰	۰
میزان					۱۱۳۵۳	۱	۰

جیسے میں نے اوپر لکھا ہے جسقدر آمدنی ہندوستان میں ہوئی اُنکی اسموار تفصیل ہمنے رپوٹوں میں شائع کردی ہے اِنگلستان کی آمد کی تفصیل بھی اسموار انشاءاللہ العزیز انگلستان جاکر میں شائع کردونگا - اب میری معاونین مشن سے یہ التجا ہے کہ جن جن بزرگوں نے مشن کو امداد دی ہے وہ جس سال کی رپورٹ چاہیں دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور عزیز منزل سے طلب فرماکر اپنے نام نامی کو رپورٹ طبع شدہ میں دیکھ لیں جہاں ایک آنہ سے لے کر کئی ہزار تک کی رقوم جو ہمیں وصول ہوئی ہیں درج کردی گئی ہیں - اور اگر کسی غلطی سے ان کا نام رہگیا ہو تو وہ مجھے اطلاع بخشیں میں اس وقت حیات مستعار میں ہوں - میں نہیں چاہتا کہ اپنے نام پر کسی ذمہ واری کو یہاں سے لے کر جاؤں - اگرچہ اس مشن کی آمد جو تیس چالیس ہزار روپیہ سالانہ کے لگ بھگ رہی ہے وہ ایک کامیاب وکالت کے مقابل لاشے ہے جیسے کہ میں نے اوپر لکھا ہے مخصوصاً جب اس آمد کے مقابل ایسے اخراجات جو تفصلات چاہتے ہوں وہ ہر سال میں دو تین ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہونگے - باقی اخراجات بالکل موٹے موٹے ہیں تو بھی یہ محض خدا کا فضل ہے - کہ اس نے روپے کے معاملے میں میرے

ہاتھ کو میلا نہ ہونے دیا۔ انسان بہت ہی عاجز ہے۔ اگر اس کا دل خراب نہ ہو تو لاکھوں پر نہیں ہوتا۔ اور اگر قدم پھسلنے لگے تو چھ دام پر ایک انسان بے ایمان ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں تو یہی کہونگا۔ کہ محض اس کے فضل و کرم سے ہی خدا تعالے نے اسمعاملے میں مجھے استقامت بخشی۔ اگر کوئی خدا تعالی کے علم میں مجھ سے کوئی فرو گذاشت ہوئی ہے جس کا مجھے علم نہیں۔ اور نہ میرے ارادہ اور نیت سے اس کو تعلق ہے اس کے لئے خدا تعالے کی جناب میں میں معفرت کا طلبگار ہوں اللہ تعالے کا احسان ہے۔ کہ آج میں مالی ذمہ واری سے عہدہ برآ ہو گیا ہوں۔ مشن کی مالی حالت خواہ کچھ ہی ہو۔ لیکن اسکی اہمیت بفضلہ اس حد تک پہنچگئی ہے۔ اس کے مالی اور دیگر انتظامات ایک سے زیادہ بہت سے ہاتھوں میں ہوں جس صورت میں سالانہ آمد و خرچ کی رپورٹ عام طور پر شائع کرنیکی بھی ضرورت نہ ہو۔ ایسی رپورٹوں کے شائع کرنے میں بعض وقت مشن کی حیثیت میں فرق آجاتا ہے۔ مثلاً۔ جب میں نے جنوری ۱۹۱۸ء میں سال ۱۹۱۵ و ۱۶ و ۱۷ء کی مالی رپورٹ لکھی۔ اور یہ امر ہم سے مخفی نہیں کہ ہماری ان رپوٹوں کو عیسائی مشن بڑی تلاش سے حاصل کر کے ہمارے مشن کے حالات پر نہایت فکر سے غور کرتے رہتے ہیں چنانچہ ارکین پریسبٹیرین مشن کے پادری ریورنڈ والٹر نے اس رپورٹ کو لیا۔ اور اپنی کتاب میں جہاں اس مشن کی حیرتناک ترقی و سرگرمی کا اعتراف کیا۔ وہاں یہ بھی خوشی ظاہر کی کہ اس مسلم مشن کا عملی وجود دنیا میں کوئی نہیں۔ اور یہ صرف چند دن کا مہمان ہے باعث یہ کہ اس رپورٹ میں میں نے یہ دکھلایا تھا کہ ۱۹۱۵ء کی بچت نے ۱۹۱۶ء کے نقصان کو پورا کیا۔ اور ۱۹۱۷ء کے اخیر میں تخمیناً پانچہزار چند صد کی بچت تھی۔ عیسائی مشن کے کسی ممبر کو یہ کب سمجھ آسکتا ہے کہ انگلستان میں کوئی مشن پچیس تیس ہزار سالانہ کی آمد پر چل سکتا ہے۔ یہ اس کا خیال صحیح تھا۔ اسلئے جہاں ایک طرف اس نے ہمارے مشن کو اور اس کے کارکنوں کو اپنے مذہب کا ایک خطرناک سے خطرناک دشمن اپنی کتاب میں قرار دیا۔ وہاں اس نے اپنے دل کو یہی طفل تسلی دی کہ جو مشن اپنی بچت

میں صرف پانچہزار روپیہ دکھایا ہے۔ وہ اگر ماند شیے ماند شیے دیگر نمے ماند کا مصداق ہے۔ یہ پادری ۱۹۱۵ء میں ہمراہی موجودہ پرنسپل فورمن کالج لاہور مجھے ملنے آیا اور میری گفتگو سے اُسے اور بھی یقین ہوگیا۔ کہ اس کا خطرہ ہماری طرف سے غلط نہ تھا۔ چنانچہ اس ملاقات کا بھی ذکر اغلباً اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے جہاں وہ مجھے ریشنلسٹ قرار دیتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ وہ تو دُنیا سے نابود ہوگیا لیکن مشن اس وقت تک زندہ موجود ہے۔ اور اسکی اہمیت اور اسکی سرگرمی اسکی موت کے بعد اسقدر بڑھ گئی ہے۔ کہ خود بعض امریکن مشنوں میں جیسے کہ مسلم ورلڈ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی انگلستان کے مقتدر سرکلوں میں اسکی حیثیت کو مضبوط مانا گیا ہے۔ اس نادان نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ مشن روپے سے نہیں چلتا بلکہ کارکنوں کی جانفروش قربانی اور ایثار سے چل رہا ہے۔ اور آج ہمارے پاس اس کے ریزرو فنڈ میں ایک لاکھ کے قریب روپیہ بھی جمع ہے۔ جس کی تفصیل میں رسالہ اشاعت اسلام کے کسی آئندہ نمبر میں دونگا۔ لیکن میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ریورنڈ والٹر آنجہانی کے ان فکرات کی طرف ہی متوجہ کرتا ہوں جس میں اس نے اس مشن کو چند دن کا مہمان قرار دیا تھا۔ واقعی اس مشن کی زندگی معرض خطر میں ہی ہے جس کی مالی حالت یہ ہو تیس چالیس ہزار روپیہ کی سالانہ آمدنی ایسے کاموں میں کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دوسری طرف یہ امر بھی ظاہر ہے۔ کہ ہر وقت ایثار و قربانی کرنیوالے لوگ پیدا نہیں ہوا کرتے خصوصاً مالی حیثیت سے اس ادبار قومی کے زمانے میں ہم کارکنان مشن سے کہاں تک امید ایثار کرسکتے ہیں۔ میرے حالات تو خدا نے خاص نہج پر واقع کر دیئے ہیں۔ اور محض اُن کے فضل سے میں اس قابل ہوں کہ نہ صرف مشن پر اپنا ذاتی بوجھ ہی ڈالوں اور اپنی وجہ کفاف کو بحیثیت اڈیٹر رسالہ کچھ تنخواہ پر اور کچھ ریاستی منصب پر ڈالکر رسالے کی آمدنی کو بھی چھوڑ دوں گو وہ میری ذاتی ملکیت ہے لیکن دوسرے کارکنان مشن کو اگر موجودہ اخراجات کے لحاظ سے محض قوت لایموت ہی دیا جائے تو بھی دوسرے اخراجات مشن کو ملاکر تیس چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی

کچھ شے نہیں اسی اسلامک ریویو کو دیکھا جائے جس آب و تاب سے چھپتا ہے وہ ظاہر ہے لیکن آجکل کے اخراجات طبع و کاغذ و محصولڈاک کے لحاظ سے اسکی قیمت دس شلنگ سالانہ اس قدر تھوڑی ہے کہ مجھے بعض وقت اس رسالے کے چلنے کا بھی فکر ہو جاتا ہے اسلئے میں مسلم بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب اور زور سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس فرض اولین کو دیکھیں۔ وہ اشاعت اسلام کے مسئلہ کو قرآن اور حدیث پر عرض کریں۔ وہ دیکھ لیں کہ خدا اور اس کے رسول نے اعلاے کلمۃ اللہ پر کس قدر زور دیا ہے۔ خدا کی کتاب میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ہمیشہ اس کام کو کرے۔ ولتکن منکم یدعون الی الخیر۔ یعنے تم میں سے ہمیشہ دعوت اسلام کیلئے ایک جماعت موجود ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج واقعات حاضرہ نے ہمیں اسطرف سے بیفکر کر رکھا ہے۔ خدا عالم الغیب ہمارے مصائب موجودہ سے ناواقف نہیں تھا۔ مخبر صادق نے موجودہ مصائب کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ جو ہمارے دشمن ہمارے متعلق کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں بحیثیت قوم چند دن کے مہمان ہیں۔ یہ سب کا سب حدیثوں میں بطور اخبار آیندہ آچکا ہے لیکن ان کے ساتھ اسلام کی فتحمندی اور اس کے غالب آجانے کا بھی ذکر ہے لیکن اس خوشخبری کے پورا ہونے کو کسی تلوار زنی یا کسی پولیٹیکل سرگرمی سے وابستہ نہیں کیا۔ بلکہ اسے محض تبلیغ اسلام پر منحصر رکھا ہے مغرب میں اسلام کا پھیل جانا بھی انہی وقتوں میں حدیث میں آیا ہے لیکن پیشینگوں کے معاملے میں سنت اللہ اسی طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کے وعدے انسانوں کی کوششوں سے ہی پورے ہوا کرتے ہیں قرآن نے اس امر کی تصریح کیلئے جناب موسیٰ کی جماعت اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ کا ایک جگہ ذکر کیا ہے۔ جناب موسیٰ کو بھی اور آنحضرت صلعم کو بھی نصرت کا وعدہ دیا گیا ہے لیکن جہاں جناب موسیٰ کے ساتھی انہیں اذھب انت وربک کہتے ہیں یعنے اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جا ہم تو اب تیرے ساتھ نہیں جائیں گے۔ وہاں صحابہؓ کرام جیسے کہ قرآن میں ذکر ہے جناب رسالت مآب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے

آگے تیرے پیچھے تیرے دائیں تیرے بائیں ہو کر تیری راہ میں جانوں کو قربان کر دینگے ہم اصحاب موسیٰ کی طرح اذھب انت وربک نہیں کہیں گے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وعدہ موسوی تو جناب موسیٰ کی زندگی میں پورا نہیں ہوتا۔ وہ خود بھی فوت ہو جاتے ہیں اور ان کے ہمراہی بھی عرب کی ایک وادی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ انمیں سے صرف دو آدمی بچتے ہیں۔ جن میں سے ایک جناب یوشع جن کے ہاتھ پر نصرتِ آلہی کا وعدہ پورا ہوُا۔ اور وہ ارض موعود یعنے بیت المقدس کے مالک ہوئے بالمقابل وعدہ نبوی کس شان و شکوہ سے پورا ہوُا حق تو یہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی نبی کامیاب ہوا تو صرف ذات پاک محمدؐ مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اب یہ دو واقعات قرآن نے اسی لئے ذکر کئے۔ کہ امت محمدیہ کیلئے سبق ہو۔ خدا کے وعدے تو برحق ہوتے ہیں لیکن وہ پُورا اسی وقت کرتا ہے جب انسان کوشش کرتا ہے +

برادرانِ اسلام! اللہ میری ان عرضداشتوں پر غور کرو۔ جب تمہاری پیشگوئی شدہ مصیبت پیدا ہوگئی ہے تو یقیناً ہماری نصرت بھی پیدا ہوگی لیکن نصرت اعلائے کلمتہ اللہ سے وابستہ ہے۔ یہ میں نہیں کہتا خود حدیثوں میں یونہی وارد ہے۔ پھر کیا ہمیں ان حدیثوں پر ایمان نہیں۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ ان تذھبون تم کیا کر رہے ہو۔ کیوں ان حدیثوں پر غور نہیں کرتے۔ آپ اس مسلم مشن کی کامیابی پر غور کریں۔ کیا ایک بے حیثیت سے بے حیثیت ہماری کوشش پر بہتر سے بہتر ثمرات خدا تعالےٰ نے مرتب نہیں کر دیئے۔ سوچو اور خدارا سوچو۔ اگر یہ کوششیں صرف دس گنا اور بڑھ جائیں تو کیا کچھ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ تمہاری یہ لاپرواہی بالکل حق بجانب ہوتی۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں آج تک ناکام رہتے میں تو یہی کہونگا کہ اگر ہماری کامیابی موجودہ کامیابی سے دس گنا کم بھی ہوتی۔ تو بھی آپ خدا کا شکر ادا کرتے اور تن من دھن سے ہمارے ساتھ ہو جاتے۔ لیکن خدا نے تو بے اندازفضل کئے ہیں۔ اس کے شکر میں ہماری کوشش بہت بڑھ جانی چاہئیں۔ کیا قرآن میں

وَ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ نعمتی نہیں آیا یعنے اگر تم موجودہ فضلوں پر شکر گذار ہوگے تو خدا کا فضل اور نعمت اور بھی بڑھ جائیگا۔ ہونٹوں پر کلمات شکر کا آجانا خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اسکی جناب میں انسان کا شکر عمل کے ذریعے ظاہر ہونا چاہئے۔ اخیر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم چند مٹھی بھر آدمی آپ کی خدمت کو حاضر ہیں ہم قلم و زبان کے ساتھ اپنی جان تک لڑانے کو حاضر ہیں۔ دوسروں کے مقابل کلمہ حق کے اظہار میں ہمیں ذرہ بھر بھی کسی کا خوف نہیں ہمیں تبلیغ حق کی خدا تعالٰے نے جرأت بخشی۔ اس کے فضل نے ہم میں ایثار کا مادہ کم و بیش پیدا کر دیا وطن۔ مال۔ دولت۔ جاہ کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ یہ ہی خدا کا احسان ہے۔ کہ ہمارے اس عملی نمونہ نے نو تعلیمیافتوں میں تبلیغ کا جوش پیدا کر دیا۔ اس وقت درجن کے قریب مسلم گریجوایٹوں کے خطوط میرے پاس آچکے ہیں۔ جو میرے ہمراہ تبلیغ اسلام کیلئے دنیا کے کسی حصہ میں جانے کو تیار ہیں لیکن مشن کے موجودہ ذرائع آمد تو اس کے موجودہ عملے کے ہی متکفل نہیں ہیں حیران ہوں۔ کہ ان خدمات کے پیش کرنیوالوں کو کیا جواب دوں۔ کیا میری یہ آواز ایک جنگل کی گونج ہوگی یا مسلم بھائی مجھے اس قابل کردینگے کہ میں ان زندگی کو قربان کرنیوالوں کی خواہشات کو پورا کرسکوں اور ان سب کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے فرض اولین کو ادا کردوں۔ وما علینا الا البلاغ المبین +

خادم

خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۶ء

گوشوارہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۸ء

	تفصیل آمد	رقم در انگلستان: پنس	شلنگ	پونڈ	رقم در ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	امداد مشن	۱۰	۱۱	۲۵۰	بروئے نقشہ نمبر ۱		
	امداد خاص از جائے معلومہ (۳۰۰۰)	۸	۱	۳۱۷	۱۱	۱	۳۱۱۹
	از کمیٹی مسجد ووکنگ بابت اخراجات مسجد	۰	۰	۶۷			
میزان مشن		۶	۱۳	۵۳۴	۱۱	۱	۳۱۱۹
رسالہ اسلامک ریویو	قیمت رسالہ	۴	۹	۱۲۴	بروئے نقشہ نمبر ۲		
	بمد مفت تقسیم	۶	۱۴	۱۸۷	۶	۰	۷۹۳۰
	امداد خاص بمد مفت تقسیم رسالہ از جائے معلوم (۳۰۰۰)	۸	۱	۲۱۷			
	قیمت کتب	۱۱	۳	۵۴			
میزان اسلامک ریویو		۵	۹	۵۸۳	۶	-	۷۹۳۰
	بغرض ترجمہ بخاری شریف	۴	۲	۶۱	امداد از رسالہ اشاعت اسلام -	۷	۳۴۲
		۴	۲	۶۱		۷	۳۴۲
میزان کل آمد		۳	۵	۱۱۷۹	۵	۹	۱۱۳۹۱

تفصیل خرچ سال سنہ ۱۹۱۸ء

	تفصیل خرچ	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
مشن	عملہ بروئے نقشہ نمبر ۳	۴	۱۴	۱۹۸	بروئے نقشہ ۹		
	خوراک مہمانان بروئے نقشہ نمبر ۴	۱۱	۹	۳۵			
	خرچ دیگر بروئے نقشہ نمبر ۵	۱۱ ۱/۴	۱۳	۲۳۸	۶	۰	۶۵۰
	خرچ مسجد بروئے نقشہ نمبر ۶	۰	۱۳	۴۷	۰	۰	۰
میزان مشن		۲ ۱/۴	۱۱	۵۳۰	۶	۰	۶۵۰
اسلامک ریویو	خرچ رسالہ بروئے نقشہ نمبر ۷	۵	۹	۶۱۶	بروئے نقشہ نمبر ۱۰ — ۶	۳	۴۹۹۲
		۵	۹	۶۱۶	۶	۳	۴۹۹۲
مسلم ہوس	مسلم ہوس[۱] بروئے نقشہ نمبر ۸	۰	۰	۲۱۶	۰	۰	۰
		۰	۰	۲۱۶	۰	۰	۰
		۷ ۱/۴	-	۱۳۶۴	-	۴	۵۶۴۲

۱؎ مسلم ہوس لندن کا خرچ ووکنگ رجسٹر میں سے لیا ہے لیکن اس سے دراصل زیادہ خرچ ہے۔ جو میں نے اپنی جیب سے خرچ کیا ہے

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب احمد حسین نوہٹ گیا	۳۰	۰	۰
ر شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
ر صوبیدار ٹیکہ خانصاحب عراق عرب	۱۰۰	۰	۰
ر میاں اللہ دتا صاحب ر ۲ر			
ر محمد یسین ر ر عمر			
ر محمد بخش ماسٹر ر ر عمر			
ر خواجہ محمد اسحٰق ر ر عمر	۵	۱۰	۰
ر عبدالرحیم ر ر عمہ			
ر خدا بخش ر ر ۸ر			
ر غلام قادر ر ر عمر			
ر منہاج الدین صاحب پوڑانوالہ معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال	۵	۰	۰
جناب شیخ غفور صاحب کلکتہ عمر			
ر جمعدار بوستادہ خانصاحب ر عمر			
ر محمد حسین صاحب ر عمر			
ر فضل الٰہی صاحب ر ۸ر			
ر الطاف حسین ر ۲ر			
ر غلام محمد صاحب ر ۴ر			
ر محمد داؤد صاحب ر ۴ر			
ر حوالدار سعید احمد ر عمر	۱۵	۰	۰
ر صوبیدار پہلوان خانصاحب ر عمر			
ر میاں عبد الصاحب ر			
معرفت میاں عبدالمجید صاحب ع			
جناب میاں لعل محمد صاحب ۔ ۔ عگر			
ر محمد یوسف صاحب ر عمر			
ر عبدالشکور ر رنگون عمر			
ر حاجی محمد خانصاحب ر عما			
ر عبدالرحیم صاحب ر عمر			
ر نور جہاں بیگم صاحبہ پوڑانوالہ	۱۰		

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منہاج الدین صاحب پوڑانوالہ	۵	۰	۰
ر میر حسن صاحب میل کنسٹر ٹھکور	۲۰	۰	۰
ر شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
ر معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال			
ر میاں محمد اسمٰعیل صاحب مدراس عما			
ر فضل الٰہی صاحب ر عمر			
ر شمس دین غلام حسن ر ر عمر	۹	۰	۰
ر سیٹھ بجو مل مدراس عما			
ر عبدالغفور صاحب مدراس عما			
ر سابقہ رقم ۸ر			
ر محمد نور غنی صاحب دیل ساسی	۱۰	۰	۰
ر ڈاکٹر محمد عظیم صاحب انبالہ	۸	۰	۰
ر چندہ رنگاری فراہم شدہ معرفت	۲۹	۰	۰
ر پیر محمد صاحب نینی تال			
ر عبدالعزیز صاحب طالبعلم ٹھکور	۱۰	۰	۰
ر شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
معرفت احمد بادشاہ صاحب مدراس	۳۰	۰	۰
جناب خلیل صابر صاحب ڈھاکہ	۲۵	۰	۰
ر منہاج الدین صاحب پڑانوالہ	۵	۰	۰
ر اسم نامعلوم	۲۰	۰	۰
ر از نصیر صاحب ۔ چالا پارم	۲۰	۰	۰

* نوٹ: رقم حکم صفحہ ۵ ب سے ۹۱ جنہوں نے پیسہ آم کی۔ دوسری قسط کی ترسیل میں ۴ر فیس منی آڈر وضع کرلے۔ باقی ۸ر ارسال کردئے +

نقشہ (۱) امداد عام اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب بھیکے خاں صاحب بمبئی	۲	۰	۰	معرفت جناب پیر محمد صاحب			
” خدا بخش صاحب مردان	۵	-	۰	جناب محمد بیگ صاحب سیالکوٹ ۴/			
” منہاج الدین صاحب بڑانوالہ	۵	۰	۰	” کے ڈی عبد الغفور صاحب ۴/			
” غلام صمدانی صاحب پشاور	۱۵	۰	-	” نواب عبد الحمید صاحب صمر			
جناب احسن علی ” گورکھپور	۳	۰	۰	” عباس علی رضا نینی تال عہ/	۱۴		
” خدا بخش صاحب مردان	۵	-	۰	” مراد علی صاحب۔ آگرہ صمر			
چندہ از مانسہرہ	۲۰	۰	۰	” سراج دین صاحب نینی تال عما			
” ریزگاری چندہ معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال	۱	۸	۰	” عزیز الدین صاحب ۸/			
				” علی حسن صاحب ۳/			
” منہاج الدین صاحب	۵	۰	۰	” شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
” شبیر علیپور کلکتہ	۱۰	۰	۰	” اہلیہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب یارا چنار کورم	۳۰	۰	۰
” منہاج الدین صاحب	۵	۰	۰				
” ابو سعید ” علیپور کلکتہ	۵	۰	-	” ڈاکٹر غلام محمد صاحب ”	۲۵	۰	۰
” کریم بخش ”	۱۰	۱۲	۰	” مرسلہ پیر محمد صاحب نینی تال			
” سید امیر شاہ صاحب کمبلپور	۵	۰	۰	جناب مشتاق حسن صاحب ” عما			
” محمد اسلم صاحب	۱۰	۱۲	۰	” داؤد علی صاحب ” ۸/			
” سید احمد بادشاہ صاحب چتوڑ	۱۰۰	۰	-	” حافظ محمد نبی صاحب ” عہ/			
” خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	-	” مجھن حجام صاحب ” ۴/			
” منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰		” احمد خاں صاحب سوداگر ” ۸/			
” احمد حسین صاحب بنگہ بہرائچ	۵	۰	۰	” نبی بخش صاحب حسین میانہ ” عہ/			
” محمد تاج دین صاحب دیلی پورم	۱۰۰	۰	-	” شیخ عبد الکریم عبد القیوم عکر	۱۲	۰	۰

(نوٹ: اس رقم ۱۴ر کم میں جو فیس منی آرڈر وغیرہ سفیر صاحب نے وضع کئے ہیں)

نقشہ نمبر (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حاجی عبدالرحمن صاحب عہ/	.			جناب قاضی عبدالرزاق صاحب شنوگہ	۵	۰	۰
؍؍ حافظ غلام نبی نور محمد صاحب ۱۴/				؍؍ وارث علی صاحب کیمبل پور	۹	۱۲	-
؍؍ عزیز الرحمن صاحب ۸/				؍؍ سید محمد حسین صاحب	۴	۲	-
؍؍ حاجی حبیب اللہ صاحب ۴/				؍؍ محمد قطب الدین صاحب	۲	-	-
؍؍ سراج الدین صاحب ۹/				؍؍ میر حسن صاحب ٹمکور	۱۰۰	-	-
؍؍ اکرام اللہ ؍؍ ۴/				؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	۱۰	۰	-
؍؍ نامعلوم الاسم عہ/				؍؍ حاجی محمد عبدالستار صاحب کاشغر	۱۳۷	۱	-
؍؍ بابو محمد صاحب لدھیانہ	۳۰۰	۰	۰	؍؍ ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارا چنار	۲۵	-	-
؍؍ صوبیدار ٹیکا خان صاحب فیلڈ سروس	۲۵	-	۰	معرفت حافظ سیف اللہ خان صاحب	۶	۰	۰
؍؍ خلیل صابر صاحب ڈھاکہ	۱۰	-	۰	؍؍ حکیم رافت اللہ صاحب گورکھپور	۱۶	۴	-
؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	۵	-	-	؍؍ کونٹس صاحب بنگلور	۷	۰	۰
؍؍ مرسلہ جناب پیر محمد صاحب نینی تال	۱۰	-	۰	معرفت پیر محمد صاحب نینی تال	۳	۰	۰
؍؍ قاضی ناظم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۰	۰	جناب حافظ سیف اللہ خان صاحب کابل	۱۷	۶	۹
؍؍ ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار کورم	۲۵	-	۰	؍؍ فیروز شاہ صاحب کاکاخیل	۱۰۰	۰	۰
*مرسلہ جناب عبدالستار صاحب کاشغر	۱۳۹	۶	۲	؍؍ پیر محمد خان صاحب پارا چنار	۳	۰	-
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار	۲۵	-	۰	؍؍ فیروز شاہ صاحب کاکاخیل	۲۵	۰	۰
؍؍ محمد اسحٰق صاحب	۱۰	۰	۰	معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب		۰	۰
؍؍ میر حسن صاحب ملٹری کنٹریکٹر ٹمکور	۱۰۰	-	۰	؍؍ ضامن خان صاحب	۱۵	۱۲	۰
مرسلہ جناب محمد عبدالرحیم صاحب				معرفت محمد شمس الدین صاحب ملکوال جہلم	۱	۰	۰
؍؍ حبیب النساء صاحبہ لعے	۱۵	-	-	؍؍ سلطان محمود صاحب ؍؍	۱	۰	-
؍؍ محمد عبدالرحیم صاحب سے				؍؍ خواجہ حافظ عبدالرشید صاحب ؍؍	۱	۰	-
؍؍ شیخ سعدی صاحب ۸/ عہ/ ۸/				؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍	۱	۰	۰

*: اس رقم کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۶ ۔

نقشہ نمبر (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
بمعرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال	۱۷	۰	۰	” محمد رفیق انعام الحسن الہ آباد ۵			
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارا چنار	۲۵	۰	۰	۴۴ ” حاجی عبد الستار صاحب کاشغر	۵۳	-	۰
” منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰	معرفت جناب محمد یٰسین صاحب کابل	۸	۰	۰
” نور جہاں بیگم صاحبہ ”	۵	-	۰	جناب محمد سلیم خان صاحب مردان	۷۵۱	۰	۰
معرفت پیر محمد صاحب بتفصیل ذیل				” محمد غوث صاحب پالم کوٹھہ	۲۵	۰	۰
جناب میاں احمد صاحب کلکتہ عہ				” منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
” ” قادر ” ” عہ				” سید میر حسین صاحب ٹمکور	۲۰۰	۰	۰
” ہدایت اللہ ” ” عہ	۳۳	۲	۰	” خان محمد صاحب سیال	۲۴	۱	۰
” مولوی عبد الکریم ” ۸							

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم و قیمت رسالہ اسلامک ریویو و قیمت کتب

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
قیمت رسالہ ...	۶۷۲۴	۳	۰	ڈاکٹر محمد رمضان صاحب	۵	-	۰
قیمت کتب ...	۱۳۱	۱۱	۰	معرفت جناب سیف الدین خان صاحب	۹۱	-	۰
جلدیں ...	۸۵	۱۲	۰	ایجنٹ کابل بابت قیمت گوسفندان			
قیمت قرآن تفسیر مولوی الیاس	۲۰	۰	۰	جناب ابو سعید صاحب	۵	-	۰
بمد اعانت گرانی کا تمہ				” عبد العزیز صاحب	۵	-	۰
جناب احمد حسین صاحب ...	۵۰	۰	۰	” جلال احمد صاحب چٹا گانگ	۵	۴	-
” مولوی غلام حسین صاحب ...	۵۰	۰	۰	” ایم اے صاحب مخفو موسیٰ سیلون	۵	۲	-
بمد مفت تقسیم				” ابو سعید صاحب ۔ کلکتہ	۵	۰	۰
جناب برکت حسین صاحب معرفت				” سید انوار رحمت صاحب ”	۷	۰	۰
جناب محمد ضیاء الدین صاحب کانپور	۵	۰	۰	” ابو سعید صاحب	۵	۰	۰
” محمد عبد الکریم صاحب سنگر ...	۱۵	۰	۰	” عبد العزیز خان صاحب	۵	۰	۰
” احمد داؤد صاحب رنگون ...	۶۰	۰	۰	” لطیف خان صاحب ٹمکور	۵	۰	۰۰
” ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار ...	۱۰	۰	۰	” عبد العزیز صاحب ٹمکور	۵	۰	۰
” غلام نبی صاحب ڈھاکہ ...	۲۰	۰	۰	عالیجناب عمدۃ ... پریس ... محمد حمید اللہ ... بی اے بھوپال	۶۰۰	۰	۰
” زین العابدین صاحب ...	۵	۰	۰	میزان	۷۹۳۲	۰	۰
” محمد ابراہیم لال صاحب ...	۵	۰	۰				

بد تفصیل فتح محمد ... نعمت علی ... وزیر احمد ... فتح شیر ... غلام قادر ... محمد یوسف ... حیدر بخش ... تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ ۴۶۵

نقشہ نمبر (۳) تفصیل عملہ مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	خرچ تنخواہ در انگلستان
۴	۱۴	۱۹۸	ملک عبدالقیوم — نقد: پونڈ ۱۲۰ شلنگ ۔ پنس ۔ — خرچ خوراک: پونڈ ۳۶ شلنگ ۔ پنس ۔ تنخواہ باورچی ۲۶ ۔ ۔ ۔ خادمہ ووکدنگ ۴ ۔ ۱۴ ۔ ۶ [1] — ۱۰ ۔ ۔ ۔

[1] یہ خادمہ صرف پانچ چھ مہینے رہی ۔ اسکی خوراک دو وقتہ ہوتی تھی

نقشہ نمبر (۴) تفصیل خوراک مہمانان مشن

کل باورچی خانہ کا خرچ مد خوراک ۸½ پنس ۹ شلنگ ۲۴۳ پونڈ تھا اسمیں سے ذیل کی نہائیاں ہوئی ہیں ۔ ان کا خرچ خوراک سالانہ ہے ۔ اسلیئے کل خرچ مہمانان جسمیں اخراجات اتوار و بدھ شامل ہے

پنس	شلنگ	پونڈ	تفصیل
۱۰½	۱۹	۱۸۷	۳۵ پونڈ ۹ شلنگ ۱۱ پنس از خواجہ صاحب ۴۸ ۔ ۔ ۔ از ملک عبدالقیوم صاحب ۳۶ ۔ ۔ ۔ از دیگر بورڈران ۳۹ ۔ ۱۹ ۔ ۱۰½ از عبدالحق بابت چھ ماہ ۱۸ ۔ ۔ ۔ خوراک باورچی و خادمہ حسب نقشہ نمبر ۳ ۴۶ ۔ ۔ ۔

نقشہ نمبر (۵) تفصیل دیگر خرچ مشن

تفصیل	پونڈ	شلنگ	پنس	تفصیل	پونڈ	شلنگ	پنس
سٹیشنری مطبوعہ بغرض طو کتابت	۸			روشنی	۸	۱۱	۱۱
عامہ سٹیشنری	۱	۱۰	۲½	کرایہ جہاز عبدالحق از ہندوستان	۱۸	۰	۰
محصول ڈاک مشن	۳	۴	۸½	واٹر ٹیکس	۴	۱۳	۰
تار	۴	۶	۰	ہوس ٹیکس	۰	۱۲	۶
دھلائی پارچات و متفرق دیگر رسالہ	۲۰	۱۱	۳½	سفر برائے اغراض تبلیغ	۱۲	۱۵	۰
تالیف قلوب [1]	۳۵	۵	۲	عیدین	۲۲	۸	۱۰
کرایہ ریلوے	۱۹	۱۹	۳	ٹیلہ کھاتہ	۴	۰	۵½
اشتہارات اخبارات و پوسٹر	۱۱	۱	۰	قرضہ جو ابھی وصول نہیں ہوا	۱۲	۵	۶
کوئلہ	۲۴	۱۸	۰	فرنیچر	۵	۱۱	½
					۲۳۸	۱۳	۱۱½

(سلہ نوٹ نمبر صفحہ ۴۹۲ سے پیشتر درج ہو چکا ہے)

نقشہ نمبر (۶) آمد و خرچ مسجد مشن

آمد

پونڈ	شلنگ	پنس
۶۷	۔	۔

خرچ ۔ تفصیل ذیل

تفصیل	پونڈ	شلنگ	پنس
تنخواہ خادم مسجد چھ ماہ	۱۸	۔	۔
روشنی	۶	۔	۔
کوئلہ	۲	۔	۔
واٹر ٹیکس	۴	۱۳	۔
مرمت مسجد	۱۷	۔	۔
میزان	۴۷	۱۳	۰

نقشہ نمبر (۷) خرچ رسالہ اسلامک ریویو

	پونڈ	شلنگ	پنس
خرچ طبع رسالہ و اجرت نامہ نگاران	۲۷۴	۱۰	۲
کاغذ	۵۹	۱۲	۸
سٹیمپ	۹۰	۶	-
مطبوعہ سٹیشنری بغرض خط و کتابت	۱۵	۰	۰
عام سٹیشنری	۶	۰	۰
بکس وغیرہ	۳	۱۹	۶
تنخواہ کلرک	۱۸	۰	۰
خرچ بیماری خواجہ صاحب	۴۱	۱	۰
خرچ لنڈن مسلم ہوس	۱۰۵	۰	۰
میزان	۶۱۶	۹	۵

نقشہ نمبر (۸) لنڈن مسلم ہوس

اس سال میں لنڈن مسلم ہوس میں بہت کامیابی ہوئی جس کا ذکر رپورٹ میں آیا ہے۔ اس کے اخراجات کچھ تو ووکنگ بنک سے دیئے گئے تھے اور کچھ نیشنل بنک آف انڈیا سے دیئے گئے تاکہ یہ حساب الگ الگ رہے۔ ہمارے پاس بروقت حساب ووکنگ کی کتابیں آگئیں لیکن لنڈن کی کتابیں نہیں آئیں اسلئے جو اخراجات یہاں درج کئے جاتے ہیں وہ پورے نہیں۔ میں الپن جا کر بعد ملاحظہ کتب اس قسم کی تصحیح کرونگا۔ سردست حساب کی صورت یہ ہے۔ اسکی آمد میں ایک تو لنڈن ماسک فنڈ کمیٹی سے ۱۲۰ پونڈ بطور کرایہ ملتے ہیں باقی جو نکاح وغیرہ کی فیس ہوتی ہے وہ میں اسکی آمد میں ڈالدیا کرتا ہوں علاوہ ازیں جو نذیر احمد بسیر خواجہ کمال الدین صاحب رہتا ہے۔ اس سے جو خرچ خوراک لیا جاتا ہے وہ اسکی آمد میں دکھایا جاتا ہے صورت آمد و خرچ یہ ہے :-

آمد	پونڈ	شلنگ	پنس	خرچ	پونڈ	شلنگ	پنس
ازلنڈن مسجد فنڈ	۱۲۰	۰	۰	از رجسٹر ووکنگ	۹۶	۰	-
فیس نکاح	۲۶	۰	۰	کرایہ مکان	۱۲۰	۰	۰
آمد نامعلوم	۱۳	۱۷	۱۱				
یہ وہ رقوم ہیں جو غیر لسینڈوں نے کرسی میں بھیجیں مگر اطلاع نہ دی...		۰	۰				
از خواجہ نذیر احمد صاحب	۴۸	۰	۰				
میزان	۲۰۷	۱۷	۱۱	میزان	۲۱۶	-	-

نقشہ نمبر (۹) تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
اشیاء جو ووکنگ بھیجی گئیں	۱۴۹	۱	-
سٹیشنری	۱۶	۰	۶
عملہ	۱۷۴	-	-
محصول ڈاک	۲۹	۸	۳
متفرق	۱۴	۱	۹
اخراجات طبع و کتابت رپورٹ مشن	۳۴	۵	-
تنخواہ سفر خرچ ایجنٹ	۳۳۳	۰	۰
میزان	۶۵۰	-	۰۶

صاحب کے بیمار ہونیکے باعث مسٹر ڈڈلے رائٹ محمد صادق اور مسٹر محمد مارمڈیوک پکتھال کی خدمات کا استعمال سال ۱۹۱۸ء کے
[illegible]

نقشہ نمبر (۱۰) تفصیل اخراجات رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
ایڈیٹوریل سٹاف و دیگر سٹاف ع۱	۴۲۱۵	-	-
محصول ڈاک	۵۱۸	۲	۳
کرایہ دفتر	۶۵	-	۰
سٹیشنری	۲۰	۹	۹
سفرخرچ ایجنٹ	۳۳	۸	۰
ریپیر	۳۲	۱۳	۶
واپسی رقوم جو غلطی سے جمع ہوئیں	۴۵	۱۱	۶
متفرق	۵۸	۶	۶
میزان	۴۹۹۲	۳	۶

ع۱ یہ خرچ ہندوستان میں دیا جاتا ہے ۔۔

دستخط خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

جناب حاجی محمد عبدالستار صاحب کاشغری نے ذیل کی تین رقوم بذریعہ چک ارسال فرمائیں جنکی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے

				روپے	آنے	پائی
۲۱	بذریعہ چک	۲۳۵۸۰۰		۱۳۹	۶	۲
۰	بذریعہ چک	۲۳۵۸۰۸		۱۲۷	۱	۰
۴	بذریعہ چک			۵۳	۳	۰

مندرجہ بالا رقوم کے متعلق جو ہدایات حاجی محمد عبدالستار صاحب نے اپنے گرامی نامہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء میں ارقام فرمائی ہیں ۔ انکو بجنسہ مع تفصیل اسمائے گرامی معطی ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔ "اس ملک میں سکہ خطائی کا ہے جسکو ..... بولتے ہیں جو قیمت میں تقریباً تین روپیہ کے برابر تھا ۔ آجکل تین روپے پونے تین روپیہ ..... سے کم ہے ۔ مہربانی فرما کر اس فہرست کو درج کتاب کرا دیں" :۔

جناب خواجہ ..... اللہ [illegible] صاحب	۲۵	
ملا [illegible] مفتی احمد صاحب	۱۰	
میر احمد خان صاحب	۲۰	
ڈاکٹر فضل [illegible] صاحب	۵	
منشی عبدالعلی خان صاحب		
نجف شاہ صاحب	۲	
جناب [illegible] محمد صاحب بدخشی سوداگر	۵	
سید عرب [illegible] صاحب		
معادت خان صاحب [illegible] سوداگر		
حبیب اللہ خان صاحب	۵	
حاجی عبدالستار صاحب	۱۵	

خاکسار حاجی محمد عبدالستار ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء

۱ کل رقم [illegible] روپیہ تھی ۔ جس میں سے ۵ روپیہ قیمت اردو رسالہ تھی جو اس مد میں ڈالی گئی ۔ باقی ۵۳ روپیہ مد زکوٰۃ

گوشوارہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۹ء

	تفصیل آمد	رقم در انگلستان پونڈ	شلنگ	پنس	رقم در ہندوستان روپیہ	آنہ	پائی	کیفیت
امداد مشن	امداد مشن	۱۴۸	۰	۵½	۱۴۵۵ (بروے نقشہ نمبر ۱)	۹	۴	
”	امداد خصوصی از جائے معلومہ	۲۳۰	۲	۰				
	امانت		۹	۲½				
	متفرق	۰	۱۰	۲۷				
	میزان مشن	۴۰۶	۲	۶	بروے نقشہ نمبر ۲			
اسلامک ریویو	قیمت رسالہ و امداد برخرچ کاغذ	۴۱۰	۵	۴½	۶۶۲۹	۷	۰	
	امداد مفت تقسیم رسالہ - - - -	۴۲۳	۱۵	۱۰				
	امداد خاص مد مفت تقسیم رسالہ از جائے معلومہ	۲۳۰	۲	۶				
	قیمت کتب - - -	۳۳	۰	۵				
	قیمت کاغذ جو بچ رہا تصریح کیلئے دیکھو فٹ نوٹ نمبر ۸	۱۵۰	۰	۰				
	میزان	۷۴۷	۴	۱½	امداد از رسالہ اشاعت اسلام			
مسلم ہاؤس	از مسجد کمیٹی لندن بابت کرایہ	۹	۰	۰	۵۴۷	۴	۳	
	ایٹ ہوم [1] - - - - ۲ } فیس جنازہ - - ۱۰ - ۳ }	۵	۱۰	-				
فرنیچر	فرنیچر - - - - -	۱۰	۵	-				
	از مسجد کمیٹی ووکنگ	۲۹	۲	۱۱				
	میزان کل	۱۳۸۸	۴	۶½	۳۶۳۲	۴	۷	
	تفصیل خرچ سال سنہ ۱۹۱۹ء							
مشن	عملہ بروے نقشہ نمبر ۳	۱۸۳	۰	۰	۴۹۹۸	۹	۳	
	خوراک مہمانان بروے نقشہ نمبر ۴	۵۷	۸	۷	بروے نقشہ نمبر ۹			
	دیگر اخراجات ” نمبر ۵	۳۳۳	۶	۲	-	۰	-	
	مسلم ہاؤس ” ” ۶	۲۸	۱۱	۱				
	خرچ مسجد ” ” ۷	۲۵	۱۱	۱½				
	میزان	۸۸۳	۱۶	۱۱½				
اسلامک ریویو	خرچ رسالہ بروے نقشہ نمبر ۸	۷۱۴	۱۶	½				
	میزان کل	۱۵۹۸	۱۳	-	۸۷۹۷	۷	۹	

[1] یعنی وہ رقوم جو موصول ہوئیں اور زیلینڈ نے اطلاع نہیں دی کہ کس مد میں ڈالی جائیں۔ اسلئے ہم ایٹ ہوم کی مد میں ڈالتے ہیں

نقشہ نمبر (۱) تمامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
از کارخانہ ست سلاجیت بمد زکوٰۃ	۳	۳	۶	معرفت آنریبل عمر صاحب بہ تفصیل ذیل			
جناب محمد یوسف صاحب ٹمکور	۵	-	۰	جناب محمد اسمعیل صاحب بمبئی عہ			
				؍؍ ایم نقشو صاحب عام			
؍؍ شیخ خدا بخش ؍؍ مردان	۵	۰	۰	؍؍ نور محمد صاحب ؍؍ عمار			
؍؍ منہاج الدین ؍؍ ؍؍	۵	۰	۲	؍؍ [illegible] آر ؍؍ عام	۱۱	۰	۰
بابت نمبر ۸۸-۴۰۸-۳ بمد زکوٰۃ	۲	۰	۰	؍؍ ایم عبد اللہ ؍؍ عہ			
چندہ معرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال				؍؍ نذیر احمد صاحب ؍؍ صہ			
جناب رحیم بخش صاحب کر کی لوٹہ عمار				؍؍ ایم لوٹی ؍؍ لاہور	۲		
؍؍ فیروز دین احمد دین ؍؍ عمار				؍؍ حکیم محمد رافت اللہ لکھیو	۱۰		
؍؍ محمد شفیع صاحب ؍؍ عہ				؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	۵		
؍؍ غلام حسین ؍؍ ؍؍ عہ				؍؍ خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۳	۱۲	۰
؍؍ فیروز دین ؍؍ ؍؍ عہ				؍؍ محمد اسحٰق ؍؍ ناسک	۱۰	۰	۰
؍؍ صدرالدین ؍؍ ؍؍ عہ				* معرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال آر			
؍؍ محمد حسین ؍؍ ؍؍ عہ				؍؍ اللہ داد عبد الواحد صاحب بمبئی عہ			
؍؍ محمد دین ؍؍ ؍؍ ۸؍	۱۶	۰	۰	؍؍ ہدایت اللہ صاحب ؍؍ للعہ			۰
؍؍ اللہ داد ؍؍ بمبئی عہ				؍؍ نور الٰہی صاحب ؍؍ ۸؍	۸	۷	۰
؍؍ امیر دین ؍؍ ؍؍ ۴؍				؍؍ علی اصغر صاحب ؍؍ عہ			
؍؍ ننھے خان ؍؍ ؍؍ عمار				؍؍ ام حبیب اللہ کراچی عمار			
؍؍ ایم لوٹا ؍؍ ؍؍ عمہ				؍؍ ام غلام نبی صاحب ؍؍ عمار			۰
؍؍ ابراہیم ؍؍ ؍؍ ۸؍				؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	۵	-	-
؍؍ نور الدین ؍؍ ؍؍ ۸؍				؍؍ پیر بخش صاحب کراچی	۲	۰	۰
؍؍ صدرالدین ؍؍ ؍؍ ۸؍				؍؍ عوثیہ بیگم صاحبہ شعلہ پور	۲۰	۰	۰
؍؍ غلام حسین ؍؍ ؍؍ عہ				؍؍ خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۴	۰
فیس [illegible] عہ							

* بذمہ سفیر صاحب عہ [illegible] فیس [illegible]

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
* جناب مولوی محمد مبین صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کلکتہ مارچ ۲۵۰ / مارچ ۵ / میاں عبد الصمد بابو حبیب اللہ صاحب دہلی زکوٰۃ ۲-۶	۲۵۷	۶	۰

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب داؤد خانصاحب فیروزپور		۲	
" الہ داد خانصاحب "	۱	۰	۰
" سلیمان صاحب بلگام "	۳	۰	۰
" داؤد بی اے جیسور "	۲۱	۰	۰
" خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۲	۰
" احمد محی الدین حسین "	۱۰	۰	۰
" فضل الدین صاحب سوداگر کاشغر	۳۳	۵	۴
" منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
" غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۱۰	۰	۰

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب سید علی رضا صاحب سکھر سندھ	۱۰	۰	۰
" خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۲	۰
" محمد خلیل الرحمن صاحب فیض آباد	۴	۰	۰
" منہاج الدین " مردان	۵	۰	۰
" محمد بخش " جالندھر	۱۲	۰	۰
" اعظم خانصاحب	۲۲	۰	۰
" سید احمد بادشاہ صاحب چیتور	۵۰۰	۰	۰
" محمد بخش صاحب	۲۶	۱۱	۰
" سید فتح محمد صاحب بالاکوٹ	۲۵	۰	۰

* جناب خلیفہ عبد المجید صاحب سفیر ووکنگ مسلم مشن نے سنہ ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۱۹ء کے ابتدائی چند ماہ میں بنارس بانکی پور کلکتہ بلیا۔ گورکھپور۔ دہلی۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ مرزاپور میں دورہ فرمایا۔ سفیر مذکور سنہ ۱۹۱۸ء میں وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے ترسیل زر فرماتے رہے۔ جو اشاعت اسلام کے روزنامچہ سنہ ۱۹۱۸ء میں جمع ہوتی رہیں۔ سفیر مذکور نے رسالہ اردو و انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کے بیشمار خریدار فراہم کرنے کے علاوہ امداد مشن میں ۔ ۔ ۶ - ۴۶ - ۱ اروپیہ جمع کیا۔ جس میں سے ۔ ۶ - ۲۵۷ روپیہ کی تفصیل نوسال سنہ ۱۹۱۹ء میں مندرجہ بالا شائع کی گئی ہے۔ باقی رقم مبلغ ۔ ۔ ۹ - ۸ - ۷۸۹ جو سنہ ۱۹۱۸ء میں بوساطت سفیر صاحب آتی رہیں۔ وہ اشاعت اسلام کی مجموعی آمد میں جمع ہو گئی جس کی تفصیل اسماء ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد اسمٰعیل صاحب کانپور	۵	۰	۰
" جعفر علیخانصاحب "	۵	۰	۰
" ایم فہیم الدین صاحب "	۱۰	۰	۰
" دلدار خانصاحب "	۲۰	۰	۰
کانپور ٹنری	۴۰	۰	۰
جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب	۲۵	۰	۰
" شیخ رفیق احمد صاحب کانپور	۱۰	۰	۰
" منشی امین اللہ صاحب "	۱۰	۰	۰
" محمد سعید " "	۲۸	۰	۰
" مجتبیٰ علی " "	۱۰	۰	۰
" سید حبیب اللہ " "	۲۰	۰	۰
" راجہ صاحب محمود آباد لکھنؤ	۱۰۰	۰	۰
" خان بہادر نہال الدین صاحب "	۱۰	۰	۰
" نواب ذوالقدر جنگ صاحب "	۲۰	۰	۰
" رحم اللہ محمد یوسف صاحبان گورکھپور	۵	۰	۰

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب قاضی رشید الدین بیرسٹر بارہ بنکی	۱۰۰	۰	۰
" قاضی خادم حسین صاحب "	۱	۰	۰
" نواب عبد المجید صاحب الہ آباد	۱۰	۰	۰
" " "	۳۰	۰	۰
" خان مصطفیٰ خانصاحب مرزاپور	۵	۰	۰
" حسن امام صاحب بانکی پور	۲۰۰	۰	۰
" خان بہادر نواب سرفراز خان پٹنہ سٹی	۲۵	۰	۰
" محمد یونس صاحب "	۱۰	۰	۰
" محمد عبد الحق محمد قاسم صاحبان کلکتہ	۲۵	۰	۰
" محمد صدیق صادق حسن صاحب ڈسٹرکٹ بلیا	۲۵	۰	۰
" عبد الحی محمد امین مسٹر ابلیا	۵	۰	۰
" محمد مہدی محمد ہادی "	۵	۰	۰
" کریم اللہ چوہدری چوہدری گورکھپور	۵	۰	۰
" حاجی بابا اللہ صاحب	۵	۰	۰
" غلام رسول صاحب کلکتہ	۲۰	۰	۰
میزان	۷۸۹	۰	۰

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منہاج الدین صاحب۔ مردان	۵	-	۰
، مصدق الدین احمد ، شملہ	۱۰	-	۰
معرفت پیر محمد خان صاحب تفصیل ذیل			
جناب ڈاکٹر ایم اے شاہ صاحب نینی تال عہ/			
، عزیز الرحمن صاحب ، ، ۸/	۲	۰	۰
، کلن ، ، ۴/			
، صدق حسین ، ، ۴/			
، اسد اللہ حسین ، میسو	۵۰	-	۰
، خادم حسین صاحب۔ بارہ بنکی	۱	۱۳	-
، نامعلوم الاسم	۱۰	-	۰
، ڈبلیو الیس کوڈی	۱	-	۰
جناب نور جہان صاحب۔ مردان	۵	-	۰
* معرفت جناب پیر محمد خان صاحب تفصیل			
جناب منشی محمد شفیع صاحب نینی تال عہ/			
، میاں شفیع احمد ، ۸/			
، شیخ احمد حسین محمد رفیع ، عہ/			
، میاں بنے صاحب ، ۴/			
، غلام علی ، عہ/			
، نبی بخش عنایت حسین ، عہ/	۱۰	۰	۰
، شیخ غلام محمد صاحب ، عہ/			
، میاں بدھو صاحب مرزا لکھیمی ، عہ/			
، پیر محمد خان صاحب ، ۱۲/			
، حافظ دولہ ، عہ/			
، محمد صدیق ، ۸/			
، شیخ عبد الواحد نور محمد ، ۸/			
، تصدق حسین صاحب ، ۴/			
، میاں نبی ، ، ۳/			

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جنابہ سلیم بی بی صاحبہ۔ میسو	۵	-	۰
جناب مشتاق محمد صاحب بھوپال	۱	۶	۰
، منہاج الدین صاحب۔ مردان	۵	-	۰
، شمس الدین صاحب۔ جھیرہ	۴	-	۰
، محمد فیروز خان اللطیف انسپکٹر گلبرگہ ۲۰/			
، صوفی مظہر حسن صاحب ، للعہ	۲۵	-	۰
، میاں علی صاحب۔ حیدرآباد دکن	۲	۸	
، بابو خضر خان ، نینی تال	۱	۰	۰
، حاجی عبد اللطیف ابراہیم	۱	۰	۰
، شیخ احمد صاحب۔ کاشغر	۴۳	-	۰
* ، عبد الرزاق صاحب۔ بغداد	۵۵	-	۰
، ڈبلیو حاجی احمد صاحب رنگون	۲۰	-	۰
، منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
، لشکر علی صاحب۔ فیروزپور	۵	۰	۰
، عبد الرحمن حاجی محمد شفیع بغداد	۱۰۰	۰	۰
، شیخ تفضل حسین صاحب نینی تال	۱	۰	۰
، حاجی عبد الرحمن صاحب ،	۱	۰	۰
، محمد اسحق صاحب	۰	۴	
، برکت اللہ صاحب ،	۱	۰	۰
، محمد عبد اللہ ،	۱	۰	۰
، سید کاظم رضا ،	۱	۰	-
، اعجاز علی ، شاہجہانپور	۱	۰	۰
، نامعلوم الاسم	۱	۰	۰

* فیس [illegible] ۱۱/

* عبد [illegible]

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب خلیل صابر صاحب ڈھاکہ	۵۰	-	-	جناب سیف الدین صدیق حسن خان صاحب مینی تال	۱	۰	۰
״ جہانگیر خان صاحب ״	۵	-	-	״ محمد علی صاحب ״	-	۴	۰
״ بابر بیگ صاحب نینی تال	۱	-	۱	״ سید مظہر حسن صاحب ״	۳	۰	۰
״ شیخ عبد القیوم صاحب ״	۱	-	-	״ منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰

نقشہ نمبر (۲) تفصیل آمد رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
قیمت رسالہ ...	۵۴۸۷	۴	۰	جناب ڈاکٹر محمد رمضان انصاری صاحب صر			
بہ تفصیل ذیل مفت تقسیم ...	۹۴۷	۰	۰	״ ابو سعید صاحب کلکتہ صر			
جناب امید علی صاحب ڈھلوان .. صر				״ الیاس احمد صاحب ״ صر			
״ مصدق الدین صاحب شملہ صہ				״ خلیل صاحب ڈھاکہ عـہ			
״ ڈاکٹر قاضی محمد احمد ״ صر				״ جناب محمد علی صاحب بارہ صر			
״ امجد علی صاحب نوشہرہ - عـہ				״ منیجر صاحب [illegible] عـہ			
״ عبد الرزاق صاحب ٹمکور .. صر				״ نامعلوم الاسم معرفت نور غنی صاحب عہ			
״ محمد سلیمان خان صاحب مردان - صہ				سید محمد حسین صاحب ... صر			
״ سید افروز بخت نمبر ۳۳ .. صہ				״ ایم عنایت اللہ خان صاحب تعر بانبر عہ			
״ محمد اسحق صاحب لاہور عہ				״ اکبر خان صاحب صر			
״ عبد اللطیف صاحب صر				״ علی احمد خان صاحب بہاولپور عہ			
״ محمد عبد الحمید حیدرآباد دکن صر				״ نذر محمد صاحب ٹھیکیدار فیروزپور عہ			
״ خواجہ عبد القدوس .. صر				״ مسٹر تاج الدین صاحب ٹیلی پورم مار			
״ عبد الرحیم صاحب ٹمکور عـہ				״ اسد اللہ حسین صاحب عہ			
״ عبد الرحمن صاحب ٹمکور عـہ				״ نبی محمد صاحب ٹمکور صہ			
				״ حضور حاجی پرنس میجر حمید اللہ خان صاحب بی اے ولیعہد بہادر ریاست بھوپال ۶۰۰			

نقشہ نمبر (۳) تفصیل عملہ مشن

در انگلستان			
پنس	شلنگ	پونڈ	نام — تنخواہ — خوراک
			ملک عبد القیوم صاحب چھ ماہ ۱۰ — ۰ — ۰ — ۶۰ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
			مولوی صدر الدین صاحب — دفتر ہندوستان سے دی گئی — بمد عملہ دکھائی گئی
			صوفی باورچی ۰ — ۱۰ — ۲۱ ” ”
۰	۰	۸۷	منشی دوست محمد و عبد اللہ جان[1] ۰ — ۱۰ — ۶
			۰ — ۰ — ۸۷
			خوراک عملہ چھ ماہ کیلئے دو کس اور ایک کی نصف خوراک (پنس شلنگ پونڈ) ۰ — ۰ — ۴۵
۰	۰	۹۶	عملہ پانچ کس جولائی میں اور اگست ستمبر میں ۶ کس فی کس ۳ پونڈ ۰ — ۰ — ۵۱ / ۰ — ۰ — ۹۶
۰	۰	۱۸۳	میزان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
			[1] یہ رقم بطور الاؤنس ہے ۔ تنخواہ ہندوستان کے دفتر سے دی گئی ۔

نقشہ نمبر (۴) تفصیل خوراک مہمانان مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	
			رجسٹر خرچ میں بمد خوراک ۷ — ۸ — ۱۸۱ اس میں سے ذیل کی منہائیاں کرنی ہیں :۔
			(پنس شلنگ پونڈ)
			از خواجہ صاحب . خوراک بشرح ۴ پونڈ ماہوار ۳ ½ ماہ ۰ — ۰ — ۱۴
			از ملک عبد القیوم صاحب چھ ماہ ۰ — ۰ — ۱۸
			از عملہ حسب تصریح نقشہ نمبر ۱۱ ۰ — ۰ — ۹۶
			۰ — ۰ — ۱۲۸
۷	۸	۵۷	اس رقم کو کل رقم خوراک ۷ — ۸ — ۱۸۱ سے نکالدیا جاوے باقی ۷ — ۸ — ۵۷ بمد مہمانان رہ جاتے ہیں ۔
۷	۸	۵۷	

نقشہ نمبر (۵) تفصیل دیگر اخراجات مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	
۰	۶	۹۳	بمد مبلغان . جو بطور آنریریم دیئے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۶	۴	۱	ڈاک ٹکس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۰	۱۰	۲	سٹیشنری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۴	۱۰	۷	فارنیچر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۲	۳	۵	روشنی و ککنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۰	۰	۶۰	خرچ جہاز و ریل وغیرہ بابت خواجہ صاحب جو ہندوستان آئے
۲½	۱۵	۷	تالیف قلوب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۰	۱۰	۸	کرایہ اڈیٹر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۶	۱۰	۲۰	کوئلہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۷	۱۱	۵	دھلائی پارچات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۱۱	۹	۹	اشتہار و اخبارات وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۷½	۱۸	۲	کرایہ ریلوے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۲¾	۳	۳	محصول ڈاک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۱¼	۱۲	۵۳	عیدین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۲¾	۴	۵	تار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۰	۰	۴	بٹہ کھاتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۹	۱۷	۲۴	متفرقات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۴	۶	۳۳۳	میزان ۔ ۔ ۔ ۔

نقشہ نمبر (۶) تفصیل مسلم ہاؤس

لندن مسلم ہوس اور ایساہی اس کے متعلق مس ٹمنگلف ہوس کیپر کے نام ۰ - ۱۱ - ۱۶۶ پونڈ درج ہے جسمیں پہلے چار ماہیں ۱۵ شلنگ فی ہفتہ دیئے گئے - اور اس کے بعد ایک پونڈ فی ہفتہ بعد تنخواہ اس کے علاوہ ایک اور لڑکی بھی اس کے ہمراہ کام کرتی تھی جسکو ایک پونڈ علاوہ خوراک ماہوار دیا جاتا تھا - اس طرح دونوں کی تنخواہ حسب ذیل ہوئی:-

۱۰ مہینے مس ٹمنگلف ۰ - ۱۵ - ۱۲ پونڈ باقی ۲۲ ہفتہ ۲۲ پونڈ کُل ۰ - ۱۵ - ۳۴ پونڈ اس کے علاوہ بمد خوراک مس ٹمنگلف نو ماہ ۲۷ پونڈ اور لڑکی جس کو کچھ کھانا دیا جاتا تھا - اسکی تنخواہ معہ خوراک ۶ پونڈ - اسلئے صورت حساب حسب ذیل ہے:-

خرچ

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
تنخواہ ملازمان	۰۰	۱۵	۴۰
خوراک مس ٹمنگلف نو ماہ	۰۰	۰	۲۷
خوراک بورڈران ومہمانان و دیگر اخراجات	۰	۱۶	۹۸
واٹر ٹیکس	۲	۱۸	۴
روشنی لندن	۵	۱۱	۱۰
الکٹرک فٹنگ	۲	۱۰	۹
میزان	۱	۱۱	۱۹۱

آمد

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
از خواجہ نذیر احمد صاحب	۰۰	۰	۳۲

بابت خوراک ماہ جب وہ لندن ہوس میں اگست ستمبر میں دو اور بورڈر بھی تھے - جن کے ذمے ۸۰ یا ۱۰ پونڈ نکلے چونکہ ان کتابوں سے اس آمد کا پتہ نہیں چلتا اسلئے یہ فی الحال معلق چھوڑے گئے ہیں

	پونڈ	شلنگ	پنس
میزان	۲۸۴	۱۱	۰

نقشہ نمبر ۷: تفصیل آمد و خرچ مسجد

آمد

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
از مسجد ووکنگ کمیٹی	۱۱	۲	۲۹

خرچ

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
تنخواہ خادم مسجد چار ماہ	۰۰	۰	۱۶
واٹر ٹیکس	۶	۳	۱
روشنی	½	۳	۵
مرمت مسجد	۷	۴	۲
کوئلہ	۰	۰	۴
میزان	۱½	۱۱	۲۸

نقشہ نمبر (۸) تفصیل اخراجات رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان

	پونڈ	شلنگ	پنس
سٹیمپ کتب ورسالہ	۶۴	۱۳	۴½
دیگر اخراجات رسالہ	۱۶	۹	۴
نامہ نگاری	۲۰	۱۰	۱۰
کاغذ بغرض کتب ورسالہ	۲۴۵	۱۲	۰
طبع	۲۹۰	۱	۰
سٹیشنری	۶	۸	۳
سٹیمپ از کھاتہ مشترکہ	۳	۳	۳
انکم ٹیکس	۱۲	۴	۶
واپسی قیمت اشتہارات جو غلطی سے وصول ہوگئی	۱۱	۴	۰
تنخواہ کلرک پانچ ماہ	۲۰	۰	۰
خرچ بیماری خواجہ صاحب	۱۷	۹	۶
فارنیچر مسلم ہاؤس	۲۵	۰	۰
میزان	۷۱۴	۱۶	۰½

ضروری نوٹ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء میں انگلستان میں کاغذ کی سخت کمی واقع ہوئی - عموماً ہر ایک اخبار میں نہایت معمولی کاغذ استعمال ہونے لگا - اور وہ بھی کمیاب تھا - ناچار کاغذ کے مشورہ سے بدیں خیال کہ کہیں اگلے سال کاغذ ہی نہ ملے دو صد پونڈ کا کاغذ خرید لیا گیا - نومبر میں لڑائی کا خاتمہ ہوگیا - اور تین چار ماہ کے بعد سبز کاغذ میسر آنے لگا - بالمقابل رنگون سے مکرمی سیٹھ آحمد مدنی صاحب کی معرفت ایک معقول رقم امداد کاغذ رسالہ میں آگئی - اسلئے اپنے خرید کردہ کاغذ کو چھوڑ کر نیا کاغذ لگانا پڑا - اس وقت پرانا کاغذ بقدر پچاس پونڈ خرچ ہوچکا تھا - چنانچہ اس طرح ڈیڑھ صد پونڈ کا کاغذ بھی بچا رہا ہے جو اس وقت موجود ہے - اور اسے مفت تقسیم کتب میں لگایا جاویگا - اسلئے یہ رقم گوشوارہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۹ء میں آمد رسالہ میں درج کی گئی +

نقشہ نمبر (۹) تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
اخراجات بابت عملہ جو ووکنگ گیا کرایہ جہاز وریلوے	۵۰۸	۱۵	۹
زاد سفر	۳۱۶	۱۴	۰
تنخواہ عملہ	۱۸۹۸	۰	۰
پارچات عازمان ووکنگ	۵۰۷	۸	۰
کتب جو ووکنگ کی لائبریری کیلئے بھیجی گئیں	۲۹۰	۱	۶
قیمت ایک صافہ دستری جو ایک نومسلم کے لئے بھیجا گیا	۲۰	۱۲	۰
محصول ڈاک	۳۸	۱۱	۰
سامان دفتر	۱۲	۵	۰
سٹیشنری	۱۶	۱۰	۳
اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ بھیجی گئیں - چاول کمبل وغیرہ وغیرہ	۱۷۱	۶	۰
چھپائی اپیل وغیرہ	۸	۲	۰
واپسی رقوم جو غلطی سے آمد میں جمع ہوئیں	۴۵	۰	۰
متفرق	۶۲	۹	۹
میزان	۴۶۹۸	۹	۳

نقشہ نمبر (۱۰) خرچ رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

تفصیل	رقوم در انگلستان پونڈ	شلنگ	پنس	رقم در ہندوستان روپیہ	آنہ	پائی
عملہ				۳۱۱۲	۴	۰
محصول ڈاک				۵۲۱	۱۲	۶
واپسی رقم				۴۳	۱۲	۰
سامان				۳۸	۱۲	۰
سٹیشنری				۱۹	۶	۶
متفرق				۳۲	۱۵	۶
کرایہ مکان				۳۰	۰	۰
میزان				۳۷۹۸	۱۴	۶

دستخط خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

رسید زر

بابت ماہ مئی و جون سنہ ۱۹۲۱ء

تفصیل	روپے	آنہ	پائی
امداد مشن جناب محمد یوسف صاحب ملکور	۵		
" " منہاج الدین " مردان	۱۰	۰	۰
" " ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۵۶	۴	۹
" " میرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ	۴	۰	۰
تقسیم مفت " حضور میجر نوابزادہ محمد حمید اللہ خانصاحب بھوپال	۵۰	۰	۰
" " "	۵۰	۰	۰
امداد مشن جناب عبد الشہید صاحب ناسک	۱۰	۰	۰
" جناب محمد شریف خان صاحب لاچی صدر	۱۰	۰	۰
" " شیخ خدا بخش صاحب مردان	۲۰	۰	۰
زکوٰۃ (امداد مشن) حاجی یوسف احمد صاحب رنگون	۲۰	۰	۰
تقسیم مفت جناب منیجر کچہری کنفلٹس	۱۰	۰	۰
" لشکر علی صاحب تلونڈی ڈاکخانہ علیخان فیروزپور	۴	۰	۰
امداد مشن جناب ایم محمد حسین صاحب سنگاپور	۲۲	۶	۰
" نامعلوم الاسم ...	۱۵	۰	۰
تقسیم مفت منشی محمد صادق صاحب معرفت مرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ	۴	۰	۰
" جناب منشی سردار علی صاحب معرفت " "	۴	۰	۰
" " عبد العلی صاحب وکیل شیرکوٹ	۱۰	۰	۰
زکوٰۃ (امداد مشن) حسین سیٹھ ابیر بھائی بمبئی	۱۱	۰	۰
تقسیم مفت مولوی سید سرور شاہ صاحب مالولر دگجرات	۱۰	۰	۰
امداد مشن عوثیہ بیگم صاحبہ تنہ لاہور	۱۰	۰	۰

[illegible] آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۔ لاہور

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مجلد عہ — غیر مجلد — قیمت ۱۲

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنی و مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد ۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر ۔ تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہوکر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے ۔ اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال ۔ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح ۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں ۔ اپنے عقاید کا اظہار ۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث ۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی ۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث ۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی ۔ خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ۔ اس یگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں +

مندرجہ ذیل کتب مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام زیر طبع و زیر کتابت ہیں ۔ ناظرین کرام ان کتب کیلئے نام رجسٹر کراکر ممنون فرمائیں ۔

رازِ حیات یا انجیل عمل عملی زندگی کا فوٹو ۔ انسان میں قوت عمل پیدا کرنیوالی کتاب ۔ اپاہج سے اپاہج انسان میں محنت و مشقت کی روح پیدا کرکے اسے فارغ البال و آسودہ حال بنا دینے والی کتاب ۔ مسلم قوم کو موجودہ مصائب سے نجات دینے والا نسخہ بالکل تیار ہے ۔ قیمت عہ ۔ حجم ۲۸۴ صفحات ۲۰×۳۰

توحید فی الاسلام جلد اول ۔ اور اس کا اثر تمدن ۔ اخلاق اور تہذیب پر +

سیر افکار یا روحانیات فی الاسلام مشرق و مغرب کی روحانیت پر بحث +

ہستی باریتعالیٰ جس میں عقاید ہمہ اوست پر بحث کیگئی ہے اور دہریوں کے مقابل ان لیکچروں کا خلاصہ دیا گیا ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے وقتاً فوقتاً دہریوں کے پلیٹ فارم پر جاکر انگلستان میں دئیے +

مکالماتِ ملیہ یعنی جو گفتگوئیں درجنیں انگلستان فرانس اور دیگر مقامات پر مختلف بشپوں پادریوں اور عیسائی مذہب کے بڑے بڑے علماء سے کہیں ان کو اسمیں جمع کیا گیا ہے +

ضرورتِ الہام ۔ فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں ۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے ۔ یہی حال یورپ میں بعض طبقات کا ہے ۔ برہمو سماج بھی اس رو میں آجاتے ہیں ۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتلایا گیا ہے ۔ کہ الہام کی انسان کو سخت ضرورت ہے ۔ اور الہامی ہی مذہب آیا ہے ۔ اور الہامی کتب میں سے صرف ایک قرآن ہی اس وقت الہامی کتاب کہلا سکتی ہے +

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ہدایت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷)	بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر (۷)

قیمت سالانہ [illegible] روپے آٹھ آنے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے سالانہ کی حد تک اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

ام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن
نزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے
شاعت اسلام ہماری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوۃ وصدقات کا بہترین مصرف

وئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوۃ ہے لہذا اگر آپ صرف زکوۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر
اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے - منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے اور اسکے چہرے پر سے
ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو - منیجر

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

۱ سلسلہ خطبات غربیہ موسومہ بہ ووکنگ کا ابتدائی خطبات
۲ - " " " توحید مع تصوف
۳ - " " " خطبات عیدین
۴ - دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵ - اسلام اور دیگر مذاہب
۶ - حقوق نسواں

بقیہ فہرست ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے +



H. Omar Flight

Mr. H Omar Flight.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۷)

فہرست مضامین

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مسٹر ربیع عمر فلائیٹ کی تصویر شائع کیجاتی ہے +

سال ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۱۹ء کا حساب حضرت خواجہ صاحب کی طویل علالت طبع کی وجہ سے معرض التوا میں رہا۔ جو حضرت خواجہ صاحب کی ہدایات کے ماتحت اب دفتر لاہور میں مرتب ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگست سنہ ۱۹۲۱ء کے رسالہ میں ہدیۂ ناظرین کرام کر دیا جاویگا +

گرانی اشیاء طبع و کاغذ و دیگر مصارف نے ہمیں مجبور کر دیا۔ کہ رسالۂ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ بجائے ۳ سالانہ کے للعہ سالانہ کر دیا جائے اضافہ چندہ مبلغ عہ جن کرمفرماؤں کے ذمہ واجب الادا تھا۔ انکی خدمتمیں منفرداً دفتر رسالہ اشاعت اسلام سے خطوط بھی ارسال کئے گئے تھے جس پر بعض احباب نے ہمارے پیش آمدہ اخراجات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ازراہِ ہمدردی مع اضافہ چندہ ارسال بھی فرما دیا جس کے ہم تہ دل سے ممنون ہیں۔ باقی بہی خواہان کی خدمتمیں بھی استدعا ہے۔ کہ اضافہ چندہ جن کے ذمہ ہے۔ وہ بھی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

رسالۂ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان کا چندہ بھی گرانی اشیاء طبع کی وجہ سے مئی سنہ ۱۹۲۱ء سے بجائے صہ سالانہ کے ہعہ کیا گیا ہے۔ اور بصفت تقسیم رسالۂ انگریزی کی شرح صہ سالانہ ہے +

ناظرین کرام ازراہِ کرم اپنے حلقۂ اثر میں تحریک توسیع اشاعت رسالہ جات فرما کر عنداللہ

ماجور ہوں ۔ ان ہر دو رسالجات کی توسیع اشاعت گویا یورپ میں اشاعت اسلام کے مہتم بالشان کام کو مالی تقویت دینی ہے ۔ کیونکہ انہی ہر دو رسالجات کا منافع بہت حد تک مشن انگلستان کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے ۔ اگر ہمارے ناظرین کرام میں سے ہر ایک ایک جدید خریدار اُردو رسالہ کا اور ایک خریدار انگریزی رسالہ کا بہم پہنچا دیں ۔ تو ہمارا حلقۂ خریداری بہت وسیع ہو سکتا ہے +

رسالہ ہذا میں حضرت خواجہ صاحب کا مضمون "اسلام اور مفہوم اسلام" ناظرین کے قابلِ مطالعہ ہے +

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

نمبر ۲

از جناب مولوی مصطفٰے خاں صاحب بی اے

سلسلہ کے لئے دیکھو اشاعت اسلام بابت ماہ مئی ۱۹۲۰ء

صوبہ بمبئی کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں اور خاص شہر بمبئی میں بھی اس وقت خوجوں اور بوہروں کی بہت بڑی جماعتیں موجود ہیں ان میں بکثرت مالدار تاجر ہیں جو ابتدا میں ہندو تھے لیکن واعظینِ اسلام کی ہمت و کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ۔ ان واعظین (اسلامی مشنریوں) میں سے زیادہ تر مشہور پیر صدرالدین اور عبداللہ تھے ۔ عبداللہ کی نسبت کہتے ہیں ۔ کہ وہ ایک بہت بڑے عالم اور زاہد تھے ۔ اور آپ سے کرامات بھی ظاہر ہوتی تھیں ۔ اس شخص کی برکت سے بہت سے ہندو اسلام میں داخل ہوئے ۔ اسلئے بعض کا خیال ہے ۔ کہ وہی بوہرہ قوم کے بانی مبانی تھے لیکن بعض کہتے ہیں ۔ کہ بوہروں کو ایک ملا علی نامی مبلغِ اسلام نے مسلمان کیا جس کے متعلق ایک اہلِ تشیعہ مؤرخ نے حسب ذیل تحریر کیا ہے :۔

چونکہ ان دنوں گجرات کے لوگ کفر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور ان کا مذہبی پیشرو ایک بوڑھا شخص تھا۔ جس کی تعلیم پر وہ بلا سوچے سمجھے عمل کرتے تھے ملا علی نے لہذا ایسی بہتر سمجھا کہ اس بوڑھے کی خدمت حاضر ہو کر اس کا چیلا بن جائے۔ تاکہ اسلام کو اس کے روبرو بدلائل پیش کر کے اُسے مسلمان کرے۔ اور بعد ازاں دوسروں کو بھی اسلام کے جھنڈے تلے لے آئے۔ چنانچہ ملا علی نے چند سال اس بوڑھے شخص کی خدمت میں صرف کئے۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کی زبان سیکھ کر اُن کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے علوم سے واقفیت پیدا کی۔ پھر رفتہ رفتہ مذہب اسلام کی صداقت اُس عالم پر ظاہر کی۔ اور اُسے مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ اس بوڑھے کے اسلام لانے پر اس کے بعض چیلوں نے بھی اسکی تقلید کی۔ آخرش اس ملک کے حکمران کا وزیر اعظم بھی اس بوڑھے کے تبدیل مذہب کی خبر پاکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسکی روحانی تعلیم اور ہدایات کے مطابق وہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا۔ مدت تک تو اُس بوڑھے نے اور وزیر اعظم اور دیگر نو مسلموں نے اپنے نئے مذہب کا اظہار بادشاہ کے خوف سے نہ کیا۔ اور اسے اس امر کا علم نہ ہونے دیا۔ آخرش بادشاہ کے پاس وزیر کے مسلمان ہونے کی رپورٹ پہنچی۔ اور اُس نے اس کے متعلق تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ وہ ایکدن بلا اطلاع وزیر کے گھر پہنچا۔ اور اُسے نماز کی حالت میں سر بسجود پاکر کبیدہ خاطر ہوا وزیر بادشاہ کی آمد کی غرض کو پاکر تاڑ گیا۔ کہ اس کے سربسجود ہونے کی وجہ سے بادشاہ کے دل میں شکوک پیدا ہوئے ہیں جو اسکی ناراضگی کا موجب ہوئے ہیں لیکن اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسکی یاری کی۔ اور اس نے کہا۔ کہ وہ اس قسم کی حرکات اسلئے کر رہا تھا۔ کہ اُسے اس کمرہ کے کونہ میں ایک سانپ دکھائی دیا تھا۔ اور جب بادشاہ اس کونہ کی طرف گیا۔ تو اتفاقاً اسکی نظر ایک سانپ پر پڑی اس طرح اس کے دل سے تمام شبہات دور ہوئے۔ اور اس نے وزیر کی بات کو صحیح تسلیم کیا۔ کچھ مدت کے بعد خود بادشاہ نے بھی خفیہ طور پر اسلام قبول کیا۔ اور اپنے نئے

عقیدہ کا اظہار مصلحت ملکی کی وجہ سے نہ کیا لیکن جب اسکی موت کا وقت نزدیک آیا تو اس نے حکم دیا۔ کہ اسکی لاش کافروں کی طرح جلائی نہ جائے +

کچھ اور گجرات کے بہت سے مسلمان بھی ہندو نسل کے ہیں مسلمان واعظین کی کوشش اور سعی سے وہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان واعظین کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف تلقین ووعظ ہی کیا کرتے تھے بلکہ صاحب کرامت بھی تھے مثلاً ان میں سے ایک کی دعا سے جس کا نام امام شاہ سکنہ پیرانا تھا دو سال کی امساک باراں کے بعد رحمت الٰہی کا نزول بشکل بارش ہوا" +

بنگال میں بھی ان اسلامی واعظین کی کوشش بہت بارور ثابت ہوئی ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہاں اسلامی سلطنت تھی۔ بلکہ عوام اس ذلت کی زندگی سے نکلنا چاہتے تھے جو ہندو مذہب نے ان کیلئے مقدر کر رکھی تھی۔ اس علاقہ کے بیرونجات اور دیہات میں مسلمانوں کے بکثرت ہونے اور اسلامی دارالسلطنت میں ان کے بہت کم پائے جانے سے بھی ہمارے خیال بالا کی تائید ہوتی ہے۔ ان اسلامی مشنریوں میں مذہبی جوش حد درجہ کا تھا۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور مساوات انسانی کی تعلیم لوگوں کو دیتے تھے۔ جو اس قسم کے لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے ایک برکت کے رنگ میں تھی جنکی تربیت اور پرورش ایسے حالات کے ماتحت ہوئی تھی جو مذہب و ملت کے دلسوز تفرقہ کے موئید تھے۔ اس نئے مذہب کی سادگی اللہ تعالےٰ کے یکساں فضل انسانی مساوات اور سب سے بڑھکر خدا کے متعلق اعلےٰ اور وسیع خیال نے لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ اور وہ شرح صدر کے ساتھ حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس وقت حکمران قوم کا مذہب بھی اسلام ہی تھا ممکن ہے کہ بعض لوگ دنیاوی حکومت کے اثر سے ہی مسلمان ہوئے ہوں۔ کیونکہ حکمرانوں کے مذہب پر چلنے کا میلان بھی بعض کے دل میں ہوتا ہے۔ تاہم اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اسلام کی روحانی فتح بنگالہ میں بالخصوص اس کے مبلغین کی ہمت و کوشش سے ہوئی +

اِس جگہ ایک بین ثبوت اِس امر سے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ کہ کس طرح اسلام کی تعلیم نے ایک ایسے حکمران پر اثر کیا۔ جو کسی دنیاوی غرض و لالچ کی وجہ سے کبھی بھی اپنا مذہب تبدیل نہ کرتا یعنی راجہ کنس کا بیٹا جیمل نامی ہندو مذہب کو ترک کر کے خفیہ طور پر اسلام کا معتقد ہو گیا۔ جب ۱۴۱۴ء میں اس کے باپ کا انتقال ہوا۔ تو اس نے تمام افسروں کو جمع کر کے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس امر کا بھی اعلان کر دیا۔ کہ اگر امرا و وزرا اس وجہ سے تخت نشینی کے خلاف ہوں تو وہ حکومت اپنے بھائی کے سپرد کرنے پر بالکل آمادہ ہے۔ اس پر انھوں نے عرض کیا۔ کہ وہ اسے بلالحاظ مذہب بادشاہ تسلیم کرنے پر رضامند ہیں چنانچہ چند ایک مسلمان عالم بلوائے گئے۔ اور اس کے روبرو راجہ مذکور نے ہندو مذہب کو چھوڑ علے الاعلان اسلام کو قبول کیا۔ اس کا نام جلال الدین محمد شاہ رکھا گیا۔ اور تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ اس کے زمانے میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے +

ان تمام اسلامی مشنریوں کے نام جنہوں نے بنگالہ میں کام کیا۔ ہم تک نہیں پہنچے لیکن ابتداے زمانہ میں سب سے اعلےٰ کام کرنیوالوں میں سے شیخ جلال الدین صاحب کا نام ملتا ہے جو کہ ایک مشہور ولی اللہ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی کے شاگرد تھے سیر و سیاحت کرتے ہوئے وہ بنگالہ پہنچے۔ اور اس جگہ مدت تک قیام کیا۔ ۱۲۴۴ء میں اِس بزرگ کا انتقال ہوا۔ اسکی مزار کا کہیں پتہ نہیں ملتا لیکن بنگالہ میں ایک مشہور مقبرہ اسکی یادگار میں تعمیر کرایا گیا تھا +

میں نے ہندوستان کے بڑے بڑے علاقوں میں ترقی و تبلیغ اسلام کا ذکر اُوپر کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ کس طرح مسلمان مشنریوں نے اسلام کیلئے جدوجہد کی۔ لیکن بعض ایسے مشہور مبلغین بھی گذرے ہیں جن کا اثر مذہبی رنگ میں تمام ملک پر ہو رہا ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی۔ یہ بزرگ گو اجمیر ہی میں قیام فرما ہوئے۔ اور اسی جگہ انکا وصال بھی ہوا۔ لیکن تمام ہندوستان بھر میں انکے نام کی تعظیم ہوتی ہے۔ ان کا اصل وطن ایران تھا۔ اور وہ نہایت دیندار اور جید عالم

تھے۔ جب وہ حج کو تشریف لیگئے تو مکہ معظمہ میں انہوں نے رسول اکرم صلعم کی زیارت خواب میں کی۔ آپ نے انہیں یوں فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ہندوستان تمہارے سپرد کیا ہے۔ وہاں جاکر اجمیر میں سکونت اختیار کرو۔ تمہارے اور تمہارے مریدوں کے زہد و تقویٰ سے انشاء اللہ اس سرزمین میں اسلام پھیلیگا"۔

اِس فرمان کے مطابق حضرت چشتی صاحب ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ پہلا شخص جس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ایک جوگی تھا جو کسی راجہ کا گرو تھا۔ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں انکا نام مشہور ہوگیا اور اجمیر ایک مذہبی مرکز سمجھا جانے لگا۔ جب وہ اجمیر تشریف لیجارہے تھے تو انہوں نے دہلی میں قریباً سات سو آدمی مسلمان کئے۔ انہیں لوگ بڑی عزت سے اسوقت تک یاد کرتے ہیں۔ اور ہر سال اجمیر ایک عرس ان کی یادگار میں ہوتا ہے۔ اور ہر طرف سے لوگ ان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب بھی جنھوں نے اسلام کے لئے بڑی کامیابی سے سعی کی سید جلال الدین صاحب ہیں جو کہ ۱۱۹۹ء میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ یہ صاحب ہند میں آکر اوچ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ ان کی اولاد ان کے مقبرہ کی متولی ہے۔ اور لوگ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے پوتے حضرت سید مخدوم جہانیاں تھے۔ جنھوں نے نہایت کامیابی سے تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ اور اور پنجاب میں بعض قوموں کو حلقہ اسلام کے اندر لانے کا سہرا انہیں کے سر پر ہے۔

بارھویں صدی کے اخیر میں عراق (ایران) سے ایک اور مبلغ ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور دہلی کے قریب شہر پانی پت میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ ان کا اسم گرامی بو علی قلندر تھا۔ اس شہر میں ایک کثیر تعداد معزز مسلمانوں راجپوتوں کی ہے جن کا بیان ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ امر سنگھ اسی بزرگ کی بدولت نعمت اسلام سے متمتع ہوا۔ اسی طرح تبلیغی کام ہند میں جاری رہا۔ مگر انیسویں صدی کے آخری حصہ

میں دائرہ اسلام کو وسیع کرنے کی کوشش ازسر نو بڑی کامیابی سے کی گئی۔ چونکہ یہ کام محض مختلف افراد نے کیا تھا۔ اس لئے کوئی تفصیلی رپورٹ اسکے متعلق موجود نہیں لیکن مختلف ذرائع سے جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مبلغ ہمیشہ اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان کیا کرتے تھے۔ حاجی محمد صاحب مبلغ اسلام کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انھوں نے قریباً دو لاکھ ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد مبالغہ سے خالی نہ ہو لیکن اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ مبلغین اسلام نے بہت بڑی روحانی فتوحات کیں جن کے لئے وہ کسی مسلمان حکمران کے مشکور و ممنون نہیں +

(باقی آیندہ)

رسید زر

یکم مارچ ۱۹۲۱ء لغایت اخیر اپریل ۱۹۲۱ء

امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب انجنیر نہر مردان صہ/
" " شیخ خدا بخش صاحب مردان عہ ۲/
" " عبدالرحمن خان صاحب لکھنو ۲۵ عہ/
مفت تقسیم رسالہ عالیجناب میجر پرنس حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال ۵۰ عہ
امداد مشن جناب قاضی محمد یوسف بھٹگور ضہ/
" " صفدر علی محمد صاحب تاجر پشاور صہ/
" " سید امیر شاہ صاحب میانوالی سے/
" " پیر محمد خان صاحب ۱۳ عہ/
" " بابو فضل کریم صاحب پشاور عہ/
" " بابو مظفر احمد صاحب مالاکنڈ عہ/
" " حاجی شیخ محمد صاحب گجرات ۲۵ عہ/
" " گھنڈے خان صاحب رہتک ۱/
امداد و مفت تقسیم محمد اسماعیل خان صاحب مردان ۱۲ عہ/

امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب مردان صہ/
" " شیر محمد صاحب " سے/
" " بدرالدین عہ
" " شیخ خدا بخش صاحب مردان ۱۰ عہ ۲/
" " محمد حبیب اللہ خان صاحب بڑھ چھاونی صہ/
" " معلوم الاسم ڈاکٹر صاحب از [illegible] عہ
" " شیر محمد صاحب سیالکوٹ ۱۰ عہ/
" " محمد احمد اللہ خان صاحب مردان سے/
" " گل محمد صاحب کلکتہ ۱۰ عہ
مفت تقسیم " " " " صہ/
امداد مشن جناب امیر بخش صاحب لدھیانہ ۲۰ عہ

مندرجہ بالا رقوم بصد شکر یہ درج کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ واحسن الجزا +

فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

اسلام اور مفہوم اسلام

ذیل کا لیکچر حضرت خواجہ صاحب ۔ نے بصدارت ڈاکٹر ونسنڈ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن سنگاپور بمقام ٹاؤن ہال سنگاپور دیا ۔ جہاں سامعین کی تعداد ہزار دو ہزار تھی ۔ اس لیکچر کا خاص حصہ یورپین کمیونٹی تھی ۔ دراصل جن کی درخواست پر یہ لیکچر دیا گیا ۔ مترجم

ایک سرسری نگاہ سے بھی اگر آپ صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کریں ۔ تو ہر ایک چیز ہمارے اِرد گرد شاہراہ ترقی پر گامزن نظر آتی ہے ۔ ہر ایک چیز میں قوتیں اور استعدادیں چھپی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ جن کے اظہار اور نمو کے لئے یہ چیزیں وقت اور حالات کی منتظر رہتی ہیں ۔ ہر ایک چیز کا قدم آگے ہی نظر آتا ہے اور یہ سب کچھ ایک مقررہ قانون کی اطاعت میں ہو رہا ہے ۔ گویا ہر ایک چیز کیلئے ایک مقررہ کمال ہے ۔ جس کے حصول کے لئے اسے ایک مقررہ راہ پر چلنا اور یہ راہ دستِ قدرت نے اُسکے لئے پہلے ہی سے مقرر کر رکھا ہے ۔ یہ چیزیں بلا تامل اُن مقرر کردہ قوانین اور راہوں پر چل رہی ہیں ۔ اور اس طرح حقیقی نشوونما پا لیتی ہیں ۔ ان بڑے بڑے مظاہر قدرت کو بھی دیکھئے ۔ جن سے زمین و آسمان آراستہ ہیں ۔ ان کی زندگی اُن کا گھٹنا بڑھنا ۔ ان کا ایکدوسرے کو فائدہ پہنچانا یہ سب کا سب کارخانہ قوانین کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے ۔ گویا خدا کی طرف سے بنے بنائے قوانین صحیفۂ قدرت کی ہر ایک چیز کیلئے مقرر ہیں ۔ جن پر چلنے کیلئے وہ مجبور ہے ۔ اِن قوانین الٰہیہ کی اطاعت کو عربی زبان میں اسلام کہتے ہیں ۔ اِن مذکورہ بالا حقائق کو کیسے لطیف پیرایہ میں خدا کی کتاب ذیل کے الفاظ میں بیان کرتی ہے :-

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ ۔ خدا کے دین کے سوائے کیا یہ لوگ کوئی اور دین تلاش کر سکتے ہیں (کیوں ایسے

اِرد گرد نہیں دیکھتے ؟ ہر ایک چیز زمینی و آسمانی طوعاً و کرہاً خدا کی اطاعت میں ہے ۔ اور اسی طرف اُس کا رُخ ہے ۔ خدا کے نزدیک جو دین ہے وہ اسلام ہے یعنے اس کے قوانین پر چلنا +

اِن مقدّس الفاظ میں قرآن مذہب کائنات کی تعریف کرتا ہے ۔ جس کا ذرّہ ذرّہ مذہب **اطاعت قوانین** یعنی اسلام پر چل رہا ہے ۔ آخر انسان بھی کیا انہی ذرّات کا ایک مجموعہ ہے ۔ وہ اِن ذرات کی ترکیب کا ایک بہترین ما حصل ہے اور کائنات کا ایک افضل تر نمونہ ہے ۔ وہ اِس مذہب سے کب خالی رہ سکتا ہے اس مذہب سے الگ ہونا گویا اپنی فطرت سے الگ ہونا ہے ۔ وہ اِن چیزوں کے میلان سے جن سے اسکے جسم نے ترقی پائی ہے کب الگ ہو سکتا ہے ۔ نیچر کا ذرّہ ذرّہ اس کے جسم میں آ جمع ہوا ہے ۔ ہر ذرّہ کا مذہب اسلام یعنی اطاعت قوانین ہے ۔ تو مجموعہ ذرّات یعنی اِنسان کس طرح اس مذہب سے جُدا ہو سکتا ہے ۔ اِنسان کو عالم صغیر کہا گیا ۔ اس کے اجزاے بدن کو چھوڑ جو اُس کے اعضاء و جوارح ہیں ان کے ساتھ بھی ایک نہ ایک قانون لگا ہوا ہے ۔ جن کی اطاعت پر ان جوارح کی ہستی اور ان کا ایکدوسرے کے مفید ہونا منحصر ہے انسان کی اپنی فطرت بھی مقررہ قوانین کی اطاعت پر مجبور ہے ۔ مذہب حقہ انسان کیلئے وہی ہے ۔ جو اسکی فطرت کے مطابق ہے اسکی فطرت کی اطاعت ہی در اصل اس کا مذہب ہو سکتا ہے یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف قرآن اشارہ فرماتا ہے

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم

ترجمہ ۔ دین قیم وہ فطرت ہے جس پر خدا تعالےٰ نے اِنسان کو پیدا کیا اِن جامع الفاظ میں قرآن کریم اِنسان کو اِس کا مذہب دیتا ہے ۔ اسلام یعنے ان قوانینِ الٰہیہ کی پیروی جن سے ہماری فطرت کے جوہر ظاہر ہوں +

مقصد مذہب

اِس تعریف کے بعد مضمون زیر بحث کا ایک پہلو ہمارے سامنے آجاتا ہے یعنی مقصدِ

مذہب۔ قرآن کریم ذیل کے الفاظ میں اس مقصد کو بیان کرتا ہے۔ اولئك علی هدی من ربهم و اولئك هم المفلحون ۔ **ترجمہ** (خدا کی طرف سے مذہب آکر ایک راہ ھدیٰ پیش کرتا ہے۔ جس پر چلکر انسان فلاح پالیتا ہے۔ لفظ فلاح کے معنے جہاں کامیابی ہیں۔ وہاں اس کے ابتدائی معنے کسی مخفی چیز کا ظاہر ہو جانا ہے حقیقت کامیابی بھی یہی ہے۔ یعنی جسقدر کسی میں استعداد ہو۔ وہ علی وجہ الکمال ظاہر ہو۔ ایک عظیم الشان شاہ بلوط جیسا درخت بڑ یا آم جیسے درخت کا بیج جو ایک چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ ان سب کی ابتدا اور ایسے ہی ہر پھل پھول والے درخت کی ابتدا تخم سے ہوتی ہے۔ جو دیکھنے کو تو ایک مختصر سی چیز ہے لیکن اسمیں درخت کا تنا درخت کی شاخیں پتے پھول پھل سب کچھ ہی موجود ہوتا ہے جسمیں مقررہ قوانین کی اطاعت (یعنے اسلام) کرنے سے سب کچھ اپنے وقت پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ ایک درخت کیحالت ہے اسکے مقابل انسان تو ایک عالم۔ ایک کائنات کا مجموعہ ہزار در ہزار اور لاکھ در لاکھ قوتیں اور استعدادیں اسمیں مخفی ہیں۔ کیسے کیسے جوہر اور کمالات اسکی فطرت میں مضمر ہیں۔ اگر ایک چھوٹا سا قطرہ خون (علقہ) اپنے مناسب محل موقعہ پر قرار پاکر جسمانیات میں ایک خوبصورت انسان بن سکتا ہے تو اخلاقیات اور روحانیات میں کیسے کیسے خوبصورت جواہر اس قطرۂ خون سے نکل سکتے ہیں لیکن اگر نطفہ مقررہ راہوں پر چلنے سے ہی انسان بنتا ہے۔ تو پھر اخلاقی اور روحانی لطائف کا ظاہر ہونا بھی قوانین کو ہی چاہتا ہے۔ ان قوانین کا دینا مذہب حقہ کا کام ہے۔ خدا کی طرف سے مذہب ہمیں وہ راہیں سکھلانے آتا ہے۔ کہ جن پر چلکر یہ انمول جواہر جو فطرت میں مرکوز و مضمر ہیں۔ وہ اپنے وقت میں آہستہ آہستہ ظہور تام حاصل کریں +

مقام مذہب

اگر مذہب کی حقیقت یہ ہے۔ تو پھر لازماً سوال یہ ہوگا کہ یہ مذہب کس سرزمین میں

نازل ہونا چاہیئے۔ اور کس انسان کو اور کس قوم کو ملنا چاہیئے۔ سوال تو بہت آسان تھا لیکن اس کے جواب میں ہر ایک قوم نے غلطی کھائی۔ اور کسی مذہب کے پَیرو نے اس سوال کا صحیح جواب نہ دیا۔ اگر مذہب انسان کی رفعت کیلئے خدا کی طرف سے آتا ہے۔ تو پھر انسان کو ہی ملنا چاہیئے۔ خواہ وہ کسی قوم کا ہو یا کسی سرزمین میں آباد ہو۔ جہاں تک جسمانیات کا اور جسمی پرورش کا سوال ہے۔ پروردگار عالم نے کسی قوم یا ملک کو اپنے فیوض سے محروم نہیں رکھا۔ جو کچھ بھی ہماری پرورش کے لئے ضروری تھا۔ اس سے تو کسی کو بھی محروم نہیں رکھا گیا۔ ربوبیت عامہ میں تو خدا تعالیٰ نے کسی جانبداری یا طرفداری کو نہیں برتا۔ سورج۔ چاند ستارے بادل پانی۔ زمین دیگر کُل مظاہر قدرت جو جو بھی پرورش کیلئے ضروری تھے۔ انکی تقسیم میں یہ قدرت نے نہ کسی انسان میں نہ قوم میں تمیز یا امتیاز روا رکھا۔ تو روحانیات میں وہ کس طرح کسی امتیاز کو روا رکھ سکتا ہے۔ امر حقہ یہی ہے۔ کہ جہاں کہیں بھی انسان تھا۔ خدا کا مذہب اسے وہاں پہنچا منطق تو صاف تھی۔ یہ قضایا انہی نتائج کو چاہتے تھے لیکن ظہور اسلام سے پہلے کسی کو یہ سیدھی بات سمجھ نہ آئی۔ یوں تو ہر قوم نے اپنے مذہب کو خدا کیطرف سے ہی سمجھا لیکن اس عطیہ ربی کا مورد صرف اپنے آپ کو ہی سمجھا کسی دوسری قوم کے مذہب کو ہرگز ہرگز خدا کیطرف سے نہ جانا۔ اسی سے تنگدلی۔ نفرت تعصب پیدا ہو گیا۔ جس نے آدم کے بچوں کو ایکدوسرے سے جدا کر دیا۔ اور نوع انسان کا وہ ڈھانچ جس پر خدا تعالیٰ کی مجازاً ربوبیت عامہ کے ماتحت انسانی اخوت عامہ قائم ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ یہ تنافر اور تعصب کے حالات چلتے ہی رہے حتےٰ کہ قرآن کریم نے نازل ہو کر ان تنگدلیوں کا ایک فقرہ میں خاتمہ کر دیا۔ جب قرآن کریم نے بآواز بلند الحمد للہ رب العالمین کہکر مذہب حقہ کو شروع کیا۔ اس فقرہ سے یہ انکشاف ہوا۔ کہ خدا کسی خاص قوم یا گروہ یا جماعت کا خالق و رازق نہیں۔ وہ تو یکساں طور پر ہر ایک قوم کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کے اظہار کیلئے اسی ایک فقرہ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔

بلکہ اِس حقیقت کو مختلف پیرایوں میں ظاہر کیا لیکن ولکل قوم ھاد (ہر ایک قوم کو ہادی دیا گیا) لیکن ولکل امۃ رسول (ہر ایک اُمّت کو ایک رسول دیا گیا)۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کہ کر یہ اس بشارت عامہ کا اعلان کیا کہ دُنیا میں کوئی بھی قوم نہیں جہاں ہماری طرف سے نذیر نہیں آیا۔ اِس طرح خدا کے آخری کلام نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ جو کوئی مذہب بھی دنیا کے کسی حصّہ میں دائرو سائر ہے۔ وہ اپنی اصلی شکل و صُورت میں خدا کی طرف سے ہی ہے۔ جس خدا کو قرآن نے پیش کیا۔ وہ کسی قوم یا گروہ کا خدا نہیں۔ اس کا نام خدائے ابراہیم یا خدائے اسرائیل نہیں۔ اس کا نام ربّ العٰلمین ہے۔ اسلئے ایک مسلمان اس عقیدہ رکھنے کا مُکلف ہے۔ کہ وہ ہر ایک ملک و قوم کے ہادی مذہب کو خواہ وہ چین میں ہو یا ایران میں۔ ہند میں ہو یا امریکہ میں فلسطین میں یا یورپ میں پیدا ہُوا ہو۔ خدا کا مُرسل مانے۔ یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ خود قرآن نے بھی ذیل کے الفاظ میں یہ تعلیم دی ہے +

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۰ پ۱ ع ۱۶

ترجمہ (مسلمانو) تم سے لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ تم کیا مانتے ہو (انہیں) کہہ دو۔ کہ ہم تو جو ہمارے نبیؐ پر نازل ہُوا اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو جناب ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اُنکی آل پر نازل ہُوا اور اسپر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جو کچھ جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا گیا۔ اسے بھی مانتے ہیں (بلکہ دنیا جہان کے کسی نبی پر جو منجانب اللہ نازل ہُوا ہو) ہم مانتے ہیں۔ ہم ایک نبی یا دوسرے نبی میں فرق کرنا جانتے ہی نہیں (کیونکہ) ہم تو خدا کے ماننے والے ہیں ہم پیغمبروں کے پرستار نہیں۔ ہم پیغمبروں کے آگے کو اسلئے سر جھکاتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی طرف سے پیغام لائے۔ جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماقبل جس وقت اور جب کبھی ہم پر ثابت

ہوجائے۔ کہ فلاں شخص فلاں قوم کا منجانب اللہ ہادی تھا۔ تو وہ ہم مسلموں کا ولیسا ہی ہادی ہے۔ اور اسے جو صحیفہ خدا کی طرف سے عطا ہوا۔ اگر وہ تحریف سے پاک ہیں ملجائے تو ہمارے لئے تو صحیفہ آسمانی ہے +

قرآن کا عالمگیر مشن

اس وسعت قلبی کے ساتھ جو ایک مسلمان کو ہر نبی کے سامنے تسلیم خم کرنے کو تیار کرتی ہے پھر ہم مسلمان کیوں قرآن کو ہی اپنی ہدایت سمجھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک دوسری کتب مقدسہ پر اسے ترجیح دینے کو تیار ہیں۔ بظاہر ہمارا طریق جمع ضدین کرتا ہوا نظر آئیگا۔ لیکن حقیقت امر کچھ اور ہے قرآن کریم نے خود ہی اسکی وجہ بتائی ہے جس صورت میں قرآن کریم سے پہلے ہر ایک قوم اپنے ہاتھ میں کتاب الٰہی رکھتی تھی۔ تو پھر قرآن کیوں نازل ہوا اور اس نے کل دنیا کو اپنی اطاعت کیلئے کیوں بلایا۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ **ترجمہ**۔ جب ایک چیز اپنی اصلی غرض و غایت دینے کے قابل نہیں رہتی۔ یا مٹ جاتی ہے۔ تو ہم اسکی جگہ ویسی ہی یا اس سے بہتر چیز پیدا کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں قرآن کریم صحیفہ قدرت کی چیزوں کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے۔ خدا کی ہر ایک بنائی ہوئی چیز کسی غرض و غایت کیلئے بنی ہوئی ہے۔ یا وہ مٹ جاتی ہے۔ یا وہ کسی نقص کے پیدا ہونے پر اپنا مقصد ادا نہیں کرتی۔ اسلئے اسی وقت اسکے قائمقام ایک اور چیز پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ اصول کائنات کی ہر ایک چیز بر تادی ہے۔ بارش ہماری زندگی کیلئے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ جونہی پہلی بارش کا پانی ختم ہوجائے۔ یا ارضی مواد کے ملجانے سے جوہر حیات کو گنوا دے۔ تو ابر رحمت اور بارش سے آتا ہے۔ قرآن کریم سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہوئیں۔ اُن میں سے بہت سی صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جو باقی رہ گئیں وہ انسانی دستبرد سے نہ بچ سکیں محرف

مُبدّل ہوگئیں۔ قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ بعض کُتب مقدسہ کا نام لے کر بتایا کہ وہ محرّف و مبدل ہوگئی ہیں لیکن مذہبی دنیا اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے تیرہ سو برس چاہتی تھی۔ ابھی پچاس برس ہوئے کہ پادریوں کی نگاہ میں قرآن کریم کا یہ اعلان کہ انجیل بھی دستبرد انسانی سے نہیں بچی صداقت سے خالی نظر آتا تھا لیکن آج تحقیق وتدقیق نے آخر کار مان لیا۔ کہ تورات وانجیل محرّف ہوچکی ہیں۔۔ اور قرآن کریم کے علاوہ سوائے ایک آدھ کتاب باقی کُل کی کُل کُتب مُقدّسہ اس وقت اپنی شکل و صُورت میں نہیں۔ اور جس ایک آدھ کتاب کو اس کے ماننے والے تحریف سے پاک سمجھتے ہیں۔ وہ ناقابل فہم سمجھی جاتی ہے۔ اور اس طرح اپنے مقصد کے ادا کرنے میں قاصر ہوچکی ہے۔ بہرحال عُلماء یہودی اور نصرانی نے انجیل و تورات کے متعلق قرآن کے فتوے کو تسلیم کرلیا۔ اب اگر یہ صورت ہے تو خدا کا وہ قانون کہ جب کسی چیز کی کمی [illegible] ہے۔ اس کا قائمقام آجاتا ہے ضرور عملیں آجائیگا۔ بات تو صاف ہے لیکن تعصّب وجہالت انسان کی عقل پر پٹی باندھ دیتی ہے۔ اور وہ صحیح نتیجہ پر نہیں آسکتا۔ ایک گلاس کے پانی میں اگر کسی کا ہاتھ یا اُنگلی پڑجائے۔ تو ہم اس گلاس کے پینے میں متامل ہوجاتے ہیں۔ ہم اُسے پینے کے قابل ہی نہیں سمجھتے لیکن کیا عجیب تماشا ہے کہ وہ جام عرفان یعنی خدا کی طرف سے کتابیں جو ہمارے لئے آبحیات لایا تھا لیکن اس جام عرفان میں بیسیوں ہاتھوں اور سینکڑوں انگلیوں کا پڑنا تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اُسے ہم منہ لگائے ہُوئے ہیں۔ اور اسے غٹا غٹ پیئے جارہے ہیں۔ اگر مذہب الہاماً انسان کو ملا۔ تو پھر اس کی خوبصورتیوں سے ہم کیسے آشنا ہوسکتے ہیں جب الہامی الفاظ ہی ہم تک نہ پہنچیں۔ اور اس کے مقاصد مختلف ہوگئے اگر خدا انسان سے کسی وقت اسلئے بولا۔ کہ اسکی مرضی انسان پر ظاہر ہو۔ اور

اسکی کتابیں اسکی منشاو مرضی کو انسان پر ظاہر کر دیں۔ تو پھر کس طرح وہ خاموش رہ سکتا ہے۔ جب اسکی مرضی و منشاء کا ذریعہ اظہار انسانی ہاتھ سے مختل ہو کر اسکی حقیقی مرضی کو مخدوش کر دے۔ اگر یہ وہی خدا ہے۔ جب پہلے تھا۔ اور انسانی معاملات میں اسے ویسی دلچسپی ہے جیسے پہلے تھی۔ تو پھر اُس کی قدیمی کتابوں کے بدلجانے پر جب مقصد نزول الہام ضائع ہو رہا ہے۔ تو پھر وہ کیوں نئی کتابیں نہ بھیجے۔ قرآن کریم نے اس سیدھی سادی منطق کے ذریعہ دُنیا کے آگے کتب قدیمہ کی موجودگی میں اپنی ضرورت کو پیش کر کے اپنے عالمگیر مشن کو ظاہر کرنا چاہا ہے۔

اِلہامی کتاب میں کس قسم کی تعلیم ہونی چاہیئے

اگر مقصد مذہب یا الہام جیسا کہ اُوپر بیان ہوا ہے یہ ہے کہ انسان کے مخفی قویٰ ظہور تام پالیں۔ تو پھر ایک کامل مشہورہ منجانب اللہ کتاب اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب ذیل کے امور پر وہ روشنی ڈالے:۔

(اول) اِنسانی استعدادیں۔

(دوم) ان استعدادوں کی تکمیل اور نشوونما پانے کا طریق۔

(سوم) اِس مقصد کے پورا کرنے کیلئے اِنسان اور خدا کے مابین تعلقات

(چہارم) اِنسان اور دیگر مخلوق میں کیا تعلق اور رشتہ ہے۔

(پنجم) باہمی تعلقات اِنسانی۔

(ششم) اِن تعلقات کے قیام کے قواعد۔

(ہفتم) زندگی بعد الموت۔

میں دیگر کتب اور مذاہب کے متعلق کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھتا دوسرے مذہب اور ملت والے خود غور کر لیں۔ کہ اِن سات امور پر ان کا مذہب اور کتاب کیا روشنی ڈالتی ہے۔ البتہ اسلام اور قرآن کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ قرآن نے علے الخصوص ان سات باتوں کو واضح طور

سے بیان کر دیا ہے۔ نہ صرف ان سات امور پر قرآن نے کافی روشنی ڈالی ہے بلکہ خدا کی آخری کتاب نے اِن راہوں سے بھی ہمیں اطلاع دی ہے۔ جو ان امور کے حاصل کرنے میں ہمیں امداد دیں۔ میرے نزدیک مذہب کہلانے کا حق ہی نہیں رکھتا۔ اگر امور بالا کے متعلق اسکی تعلیمات انسان کو کافی ہدایت نہ دے سکیں۔ جن پر چلکر جو جو بیش بہا جواہر خدا تعالیٰ نے ہماری فطرت میں رکھے ہیں۔ وہ ظاہر ہوں۔ اور اِس طرح مذہب کا مقصد جیسا کہ ہم نے اُوپر بیان کیا ہے پُورا ہو جائے۔ اب میں اِن ساتوں امور کو با ترتیب لیتا ہوں

اِنسانی اِستعداد

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنٰه اسفل سافلین

ترجمہ۔ ہم نے انسان کو اعلےٰ سے اعلےٰ استعداد دیکے ساتھ پیدا کیا۔ ہاں اسمیں ادنیٰ سے ادنےٰ مقام کیطرف جانے کا میلان بھی رکھا ہے۔

کائنات کی ہر ایک چیز انسان کے جسم میں موجود ہے۔ اسلئے اگر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پرواز کرنا جانتا ہے۔ تو پھر ارذل سے ارذل چیزوں کی طرف جانے کا بھی میلان رکھتا ہے۔ کیونکہ بہتر سے بہتر اور ادنےٰ سے ادنےٰ چیزوں کے قائم مقام اس کے اندر موجود ہیں۔ اسمیں اور کائنات کی دوسری چیزوں میں فرق یہ ہے کہ ان کی ترقی کا میدان تو محدُود ہے لیکن اِس کی ترقی کی کوئی اِنتہا نہیں کمالِ اِنسانی کی حدُود اور اُن کی تعریف بھی ایک مسئلہ لاینحل دُنیا کے سامنے رہا ہے۔ مختلف اطراف و جوانب سے اس امر پر مختلف آرا اور خیالات کا اظہار ہوُا ہے۔ جس سے مذہب تمدّن۔ اخلاق اور مختلف نظرے اور آرا قائم ہو چکی ہیں۔ انہی اختلاف آرائے نے اِنسان کی زندگی پر مختلف مقامات پر مختلف تاثرات ڈالے ہیں۔ نہ اس وقت میرے پاس وقت نہ یہ موقعہ ہے۔ کہ مَیں اس مسئلہ پر ایک بسیط گفتگو کروں۔ صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ اسلام سے پہلے ہر مذہب و فلسفے نے اِنسان پر بہت ہی ظلم کیا۔ فطرتِ انسانی

کے متعلق نہایت ادنیٰ رائے قائم کیگئی۔ انسان کو سفلی جذبات اور ادنیٰ خواہشات کا مظہر سمجھا گیا۔ نفس یا جسم انسانی کو اسکی ترقیات کا روک سمجھا گیا۔ بعض نے تو انسان کو یہاں تک ذلیل ظاہر کیا۔ کہ اسکی فطرت ہی گناہ سے خالی نہیں۔ وہ کسی حال میں گناہ اور اسکی تاثیر سے بچ سکتا ہی نہیں۔ جب تک کہ وہ کسی مفروضہ اعتقاد و واقعہ پر ایمان نہ لائے۔ اسکی فطرت تو اسکے لئے ابدی جہنم تیار کر چکی تھی۔ مگر خدا کے فضل اور حکمت نے اسکی نجات کا خاص رستہ نکال لیا۔ اور وہ یہ ہے کہ فلاںؓ فلاں عقیدہ رکھ لے۔ خدا اسے بخشدیگا۔ بُدھ کے متعلق یہ مشہور ہے۔ کہ انہوں نے انسان کو اسکی ہستی کے بھی قابل نہ سمجھا۔ انہوں نے انسان کیلئے مصیبت تکلیف اور ہر قسم کے آزار کو ہی مقدر فرمایا۔ جن سے نجات انہوں نے اس میں ہی دیکھی۔ کہ انسان اپنے آپ کو ہلاک ہی کر دے جسے اس مذہب کی اصطلاح میں نروان کہتے ہیں۔ ہندو فلسفے میں انسان کی ہر قسم کی جسمانیات کو اسکی رُوحانی ترقی کا سدّراہ سمجھا۔ قدیم ایرانیوں نے انسان کو خالقان یزدان واہرمن (خالق خیر و شر) کے ہاتھ میں ایک حقیر بے حیثیت کٹھ پتلی سمجھا۔ پُرانے یونانی جو دیوی دیوتاؤں کے قائل تھے وہاں انسان حسد و انتقام کی دیوی کا ہدف قرار دیا گیا۔ یہ مختلف خیالات جو مختلف مذہب والوں نے قرار دیئے۔ ان تمام کفاروں اور قربانیوں کے ذمہ دار ٹھیرے جو مختلف مذاہب میں دائر و سائر ہیں۔ انہی خیالات نے جا نکاہ نفس کشی۔ اور نا قابل برداشت ریاضتیں پیدا کر دیں۔ سمجھا یہی گیا۔ کہ مُشت استخوان انسان اگر ان مصائب اور ذلتوں سے بچ سکتا ہے۔ تو انہی قربانیوں کفاروں اور ریاضتوں سے بچ سکتا ہے۔ انہی خیالات نے شفاعت اور سفارش کا غلط مسئلہ اور مفہوم دُنیا میں پھیلا دیا۔ اس کے بالمقابل فلسفۂ جدیدہ نے بالکل اس کے اُلٹ رائے قائم کی۔ رشنلزم نے پیدا ہو کر انسان کو اِس

لہ فاضل لیکچرار یہاں عیسائی مذہب کیطرف اشارہ کر رہا ہی جس کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں گناہ ہے۔ اور انسان کسی خیر کے قابل نہیں۔ وہ اس پست فطرتی سے اسی وقت نجات پاتا ہے جب مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے۔ مترجم

ذلیل مقام سے جدا کیا۔ جو مذہب اور فلسفہ قدیم نے اُسے دے رکھا تھا۔ فلسفہ جدید نے انسان کو ہر ترقی کے قابل قرار دیا۔ بلکہ انسانی ترقیات کی کوئی حد ہی نہ رکھی + فطرت انسانی کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ صاف نظر آتا ہے۔ کہ یہ دونوں قدیم اور جدید رائیں کسی نہ کسی صداقت سے خالی نہیں مگر اسلام نے اصل حقیقت حال کا انکشاف کیا۔ جس پر آیت مذکورہ بالا شاہد ہے۔ قرآن نے یہ قرار دیا کہ انسان شکم مادر سے ایک پاک اور صحیح فطرت لیکر نکلا ہے جسمیں گناہ کا کوئی شائبہ نہیں خدا نے اسے اس قابل کیا ہے۔ کہ وہ قوانین کی عزت کرے۔ اور اس پر چلے۔ اور اسطرح گناہ سے بچ سکے۔ ازروئے تعلیم قرآن ایک بچہ اگر پیدا ہوتے ہی مرجائے تو سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے اس عقیدہ کے خلاف ایسے مذاہب بھی دُنیا میں ہیں۔ جن کی رائے میں ایسے بچے سیدھے دوزخ میں جاتے ہیں۔ اگر اپنے مرنیسے پہلے کسی مقدس ہاتھ سے کسی خاص مذہبی رسم کے ماتحت نہ آجائیں ۱؎ خدا کی رحمت و صلوٰۃ اس نبی مکرم صلعم پر جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ ہے آپؐ نے کس قدر نسل انسانی پر رحم فرمایا۔ اور ہماری فطرت کیلئے کس قدر بلند مقام تجویز کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک بچہ پاک فطرت لے کر دُنیا میں آتا ہے۔ وہ ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ سکتا ہے جنت اور ترقیات اس کے پیدائشی حقوق ہیں۔ نہ اسلئے کہ وہ مسلمان کا بلکہ اسلئے کہ وہ انسان کا بچہ ہے۔ البتہ اسکی فطرت میں ادنےٰ اور ارذل مقام کیطرف جانے کا میلان بھی ہے۔ لہٰذا ہر سلیم فطرت کے سامنے یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ انسان کس طرح اپنے پیدائشی حق کو حاصل کرسکے۔ اور کن راہوں سے اس لاحقہ ذلت سے نجات پالے۔ اس کا جواب اسی سورہ شریف میں جس کی آیت کا اُوپر ذکر آیا ہے۔ اس آیت کے آگے ذکر کردیا ہے۔ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون (ترجمہ) جو لوگ الہام کردہ صداقتوں پر ایمان لاکر

۱؎ یہاں بھی عقیدہ مسیحیت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کلیسیا کے عقیدہ کے مطابق انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے جس سے بپتسمہ اس کو نجات دیتا ہے لیکن جو بچہ بپتسمہ پانے سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ تو لازماً اُسکی گنہگار فطرت اُسے دوزخ میں لیجاویگی + مترجم

ان پر عامل ہو جائیں۔ ان کے سامنے لاانتہا ترقیوں کا میدان ہے۔ اور انکی محنتوں کے اجر کا کوئی خاتمہ ہی نہیں۔ الغرض اگر انسان کی یہ استعدادیں اور یہ اسکی کمزوریاں ہیں تو ان دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کر لینا کونسا مشکل امر ہے۔ کہ اسکے لئے کس قسم کا مذہب ہونا چاہئے تعلیم مذہب کچھ ایسی ہونی چاہئے جس پر چلکر ہمارے قوائے مخفیہ مثمر ہو جائیں ہماری استعدادوں کی تکمیل ہو جائے۔ ہم کسی مصیبت میں نہیں پڑے ہوئے۔ نہ کسی قعر مذلت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ کہ کوئی شخص آ کر ہاتھ میں ہاتھ دیکر چاہ مذلت سے نکالے۔ نہ ہم پیدا ہوتے ہی جہنم میں داخل ہونے کے قابل ہیں۔ آخر ہم نے کیا کیا۔ اور کونسا جرم پیدا ہونے سے پہلے کر دیا۔ کہ جسکی پاداش میں ہمارے لئے دوزخ تیار ہو گیا۔ اور یہ کونسا انصاف ہے۔ کہ زید گناہ کرے اور بکر پکڑا جائے۔ نہ ہماری فطرت اور نہ ہمارے جامہ فطرت پر کوئی بدنما داغ ہے نہ کسی کے خون کے ذریعہ ان دھبوں کے دھلنے کی ضرورت ہے۔ نہ فی الجملہ گناہ ورثہ میں نہیں آیا۔ گناہ تو ایک امر اکتسابی ہے۔ وہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس کسب بد سے بچیں۔ اسلئے قرآن نے لفظ سالویشن (گناہ سے نجات) اطور غرض مذہب بیان نہیں کیا۔ دراصل اس قسم کی نجات کی ضرورت کو تسلیم کرنا کہ انسان پیدائشاً پاداش گناہ سے نجات پانے کا محتاج ہے فطرت انسانی پر ایک سخت حملہ کرنا ہے۔ اس قسم کی نجات کی احتیاج کو تسلیم کر لینا گویا اپنی حیثیت کو آپ گھٹانا ہے۔ اور من وجہ مان لینا ہے۔ کہ ہم پیدائشاً بدمعاش اور بدکردار ہیں۔ جو لوگ اس پیدائشی اور فطرتی گناہ کے قائل ہیں۔ وہ اس نظریہ کے نتائج پر بھی غور کریں۔ کہ وہ اپنے لئے کیا حیثیت تجویز کرتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اگر وہ اس فطرت کے ساتھ پیدا ہونا قبول کرتے ہیں۔ تو پھر وہ پیدائشاً فاسق فاجر چور۔ ڈکیت۔ زانی اور ہر قسم کے مجرم پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً وہ ایسے نہیں وہ ہر قسم کی شرافت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ رذیلہ اخلاق ہم میں آ جاتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں تو ہماری پیدا کردہ ہیں۔ نہ یہ کہ ہماری

فطرت میں موجود ہیں۔ اگر گناہ لازمہ فطرت ہے۔ تو پھر یہ عطیہ ربّی ہے
قرآن نے اسی لئے ایسے بیہودہ اور بےمعنی الفاظ مثلاً نجات رستگاری بحیثیت غرض
مذہب نہیں بتلائی۔ قرآن نے لفظ فلاح مقصد مذہب بیان کیا۔ فلاح کے
معنے رفعت۔ کامیابی بالقوہ چیزوں کا بالفعل ہو جانا۔ قوائے مخفیہ کا ظہور
تامہ حاصل کرنا کسی کا معراج ترقی کو پہنچ جانا ہے۔ الغرض جو کچھ بھی خیر و خوبی
انسان میں استعداد اً رکھی گئی ہے۔ اس کا کمال حقیقی حاصل کر لینا۔ عربی زبان
میں فلاح کہلاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچانے کیلئے از روئے تعلیم قرآن الہام آیا
جیسا کہ فرمایا۔ اولٰئك على هدًى من ربهم واولٰئك هم المفلحون
اور اسی فلاح کا اصطلاحی نام جنّت ہے۔ جنت کے بھی لفظی معنے یہی ہیں
یعنی چھپی ہوئی چیزوں کا ظاہر ہو جانا۔ جو گوش ہوش اور دانشمند دل
رکھتا ہے۔ وہ اس حقیقت پر غور کرے۔ جو میں جنّت کے متعلق ایک
لفظ میں کہہ گیا ہوں۔

انسانی استعدادوں کے ظہور کا طریق

جو کچھ میں نے اُوپر بیان کیا ہے۔ اس سے یہ آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے کہ
کس طرح یہ استعدادیں مثمر ہو سکتی ہیں۔ ان استعدادوں کا صحیح علم ان کے خالق
کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں رب العالمین کی طرف ہدایت کیلئے دیکھنا
ہو گا۔ وہی ہمیں ان راہوں سے اطلاع دے سکتا ہے۔ جن پر چل کر ہم تکمیل نفس
کر سکتے ہیں۔ اور یہ ہمارا حق ہے۔ کہ رب العالمین کی طرف ان راہوں کے لئے
دیکھیں۔ چنانچہ خدا نے اسلام نے ہمارے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ
قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ کہ صحیح راستہ دکھانا (وعلى الله قصد السبيل۔ جمیں سورہ نحل)
اگر خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسی فطرت عطا کی ہے۔ کہ جو بیشمار نے بہا مخفی جوہروں
سے معمور ہے۔ تو کیا یہ جوہر اس طرح تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ کہ ہم یہ عقیدہ
رکھیں یا وہ عقیدہ رکھیں +

بالفرض مجھے سر درد ہے۔ تو کیا اگر کوئی طبیب اسکے علاج میں اپنا سر کٹوائے اور مجھے یہ کہے کہ جو میرے سر کے کٹ جانے پر ایمان رکھیگا۔ اسکی درد سر دور ہو جاویگی تو کیا مجھے یا کسی اور کے درد سر کو آرام ہو جاویگا۔ حقیقی علاج یہی ہے کہ وہ کوئی نسخہ بتائے۔ میں اس پر عمل کروں۔ اُسے استعمال کروں۔ اور یقیناً مجھے شفا ہوگی۔ کہ نسخہ صحیح ہے۔ لیکن حکیم کے سر کٹوانے سے تو مجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مذہب کا تو فرض یہ ہے۔ کہ ہمیں کچھ عملی سبق سکھائے۔ کوئی قواعد بتلائے۔ کوئی طریق عمل ہمارے سامنے پیش کرے۔ جس پر چلکر ہماری طاقتیں ظہور پذیر ہوں۔ کبھی مفروضہ باتوں پر عقیدہ رکھنے سے جوہر فطرت کھل سکتے ہیں۔ اسلام کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ وہ صحیح راہ بتلائے۔ یہی مذہب ہر سابق نبی کا تھا۔ مسیح بھی اسی مذہب کو لیکر آیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ کہ میں شریعت کو توڑنے نہیں آیا۔ بلکہ شریعت پر عامل ہونے اور عمل کرانے کیلئے آیا ہوں۔ زمین اور آسمان ٹلجائیں لیکن شریعت کا ایک شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ یاد رکھو۔ کہ خدا کی بادشاہت میں وہی بڑا ہوگا۔ جو شریعت ربانی پر چلتا اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہاں وہی ادنٰے ہوگا۔ جو نہ شریعت پر عمل کرتا ہے۔ اور نہ دوسروں کو شریعت کی ہدایت کرتا ہے معلم عیسویت نے اپنے خطبہ کوہی میں یہ باتیں بیان کیں۔ یہ تو اسلام ہے۔ اور انکے ہوتے ہوئے مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس مذہب کو جو آج کلیسیا مغرب مسیح کے نام کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ ان سے کیا تعلق ہے۔ جس کی بنیاد پولوس نے ڈالی تمام کامیابی اور فلاحوں کی کلید یہی ہے۔ کہ ہمارا خالق فطرت ہمیں کوئی راہ بتلائے۔ اور ہم پورے انقیاد کے ساتھ اس پر چلیں۔ یاد رکھو کہ اسلام میں تمجید و تسبیح کا بھی مطلب یہی ہے۔ خدائے اسلام نہ ہماری نمازوں کا محتاج نہ ہماری عبادات کی احتیاج رکھتا ہے + ان باتوں کے بالمقابل وہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جو جوہر اس نے ہماری فطرت میں رکھے ہیں۔ وہ

منتشر ہو جائیں ۔ زبان پر حمد اور ہاتھ میں تسبیح کوئی چنداں وقعت خدا کی نگاہ میں نہیں رکھتی ۔ اگر اُن کا عملی نتیجہ کچھ نہ ہو ۔ اسلئے حقیقی حمد و ثنا اور اسکا شکر یہی ہو کہ جو طاقتیں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ۔ اُن کا صحیح طور پر استعمال ہو ۔ میں نے ابھی بحوالہ قرآن بیان کیا ہے ۔ کہ انسان میں اعلیٰ سے اعلےٰ اور اس کے مقابل اور ارذل سے ارذل مقام پر پہنچنے کی طاقت ہے ۔ امر اوّل کا حصول اور امر دویم سے بچاؤ صرف شریعت کی ہی کامل اطاعت سے ہو سکتا ہے ۔ البتہ اسباب کی ہمیں ضرورت ہے ۔ کہ ہم میں اس اطاعت کی رُوح پیدا ہو ۔ ہم ایک مشین کے پُرزوں کی طرح ہیں ۔ اور بلا تکلف اور ساعی خدا کے قانون پر چلنے کے عادی ہوں ۔ فطرت کو اس صحیح راہ پر لانے کے لئے چند تمہیدی مشقوں کی ضرورت ہو جانی چاہئے ۔ چنانچہ اسی مقصد کے حصُول کیلئے چند عبادات ہر ایک مذہب نے مقرر کی ہیں ۔ اسلامی نماز روزہ وغیرہ کا بھی یہی مقصد ہے ۔ جیسا کہ قرآن نے ایک مقام پر مقصد نماز میں فرمایا ۔ قوموا للہ قانتین ۔ یعنی تم خدا کے کامل فرمانبردار بن جاؤ ۔ مقصد یہ ہے ۔ کہ ہماری فطرت کچھ ایسی صحیح ہو جائے ۔ کہ جس کے ذریعہ سے ہم بدیوں سے طبعاً بچیں ۔ اور نیکیوں کی طرف فطرتاً جُھک جائیں ۔ اس امر کے حاصل کرنے کا بہتر طریق یہ ہے ۔ کہ وہ چیزیں جو ہم محنت اور مشقت سے اور جائز طریق سے حاصل کریں ۔ اور وہ ہماری ملکیت ہو جائیں ۔ ان کو خدا کیلئے چھوڑ دینے کی عادت ڈالیں ۔ یعنی جس صورت میں ہم اپنی مکسوبہ جائداد کو خدا کی رضامندی میں خوشی کے ساتھ چھوڑ دینے کیلئے تیار ہیں ۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اسے ناراض کر کے کسی چیز کو حاصل کریں ۔ مثلاً کسی ناجائز طریق پر کسی دوسرے کی چیز کو لے لینا ایک قسم کی بدی ہو ۔ اور اسمیں خدا تعالیٰ کی نارضامندی متصور ہے ۔ لیکن جو انسان بطیب خاطر خدا کی رضامندی میں مثلاً ایکسو روپیہ آسانی سے فی سبیل اللہ دے سکتا ہے ۔ وہ کس طرح ایک سو روپیہ کو حاصل کرنیکی طرف

مائل ہو سکتا ہے۔ اس امر کی تنقیح و توضیح کے لئے میں چند مواقع شرارت نفس کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً ہمیں بھوک پیاس اور قوائے شہوانی لگے ہوئے ہیں۔ ان تقاضوں کے دفعیہ کی ضرورت ہمارے کل کاروبار کی محرک ہوگی۔ ان تقاضوں کے دفعیہ میں اگر ہم دوسروں کی چیزیں استعمال کریں تو وہ گناہ اور جرم ہو جاتا ہے لیکن اگر صحیح طور پر ان خواہشوں کو پورا کریں۔ تو وہ جائز اور حلال ہیں۔ مگر جو انسان جائز طریق پر اسباب دفع تقاضائے مندرجہ بالا حاصل کر کے پھر ان اسباب سے متمتع نہیں ہوتا۔ اور اپنے نفس کو مار ڈالتا ہے۔ اور اس طرح اطاعت نفس میں ارتکاب بدی کرتا ہے مثلاً یہی سبق ہمیں رمضان میں بھی ملتا ہے۔ ہم روزے کے وقت ہر قسم کے جائز اکل و شرب کو بھی حرام کر لیتے ہیں۔ ہم مباشرت کے تعلق سے بھی الگ ہو جاتے ہیں یہی تین ضرورتیں یعنی اکل و شرب و مباشرت قسما قسم کے جرائم کے ذمہ وار ہیں۔ جو انسان رمضان شریف میں ان تین امور سے متعلق ان تین امور کو سلجھا لیتا ہے۔ ان امور میں وہ گناہ کی طرف جا سکتا ہے۔ اصلاح نفس کیلئے یہی عملی مشقیں اسلام نے ہمارے لئے تجویز کی ہیں۔ انہی کا نام ارکان اسلام ہے یعنی کلمہ طیبہ۔ نماز۔ حج۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ اگر ہم دنیا کے تمام جرائم پر نگاہ ڈالیں۔ اور ان صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو دیکھ جاویں جس میں خلقت پھنسی ہوئی ہے۔ تو ہم پر آسانی سے یہ امر منکشف ہو جاویگا۔ کہ یہ سب کے سب جرائم اور گناہ ان چیزوں کے ناجائز طریق پر حاصل کرنے یا ان کو ناجائز طریق پر قبضہ میں لانے یا ان سے ناجائز طریق سے دل کو وابستہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جن سب کو ہم جائز اور صحیح طریق پر حاصل کر کے خدا کی رضامندی میں ان پانچ ارکان اسلام کو ادا کرتے ہوئے خوشی سے اپنے سے جدا کر دیتے ہیں۔ اگر ادائیگی ارکان اسلام میں ہم اس امر کے عادی ہو جائیں۔ تو پھر ہم کس طرح دوسروں کی مقبوضہ اور مکسوبہ چیزوں

کی طرف نگاہ بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً سب جرائم سے بڑھ کر جرم اور نقصانوں سے بڑھ کر نقصان ان انسانوں سے سرزد ہوتا ہے۔ جو اپنے خیالات اور اپنی آرا سے اسقدر وابستہ ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کسی حالت میں چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ کلمۂ طیبہ کے دوہرانے میں ہم اگر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ تو اس کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اپنے آرا خیالات اور محاکموں کو خدا کے فیصلہ اور خدا کے حکم کے ماتحت چھوڑ دیں۔ یہی مطلب لا الٰہ الا اللہ کا ہے پھر اگر ایک انسان کے سامنے خدا کی منشا کسی الہامی کتاب میں موجود ہو۔ اور اس کتاب پر اس کا ایمان ہو۔ تو وہ ہر ایسی خود آرائی کو جو تعلیم الہام کے خلاف ہو چھوڑ دیگا۔ اور اگر وہ نہیں چھوڑ سکتا۔ تو پھر لا الٰہ الا اللہ کا قائل نہیں۔ وہ اپنی رائے اور خیال کو خدا بناتا ہے۔ یہی مقصد کلمۂ طیبہ کا ہے۔ وقت کی قدر کرنا جہاں کل اقتصادیات کا موجب ہے۔ وہاں صحیح ضرورت قومی کیلئے وقت نہ دینا بھی صدہا نقصانوں کا موجب ہؤا ہے۔ وقت کی قربانی کا سبق ہمیں نماز سکھلاتی ہے۔ ہم کسی ضروری سے ضروری اور نازک سے نازک کام میں مصروف ہوں۔ اذان نماز ہمیں اس کام کے چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ ایک سبق ہے۔ کہ ہم خدا کی راہ میں جس سے مُراد قومی اور ملی راہیں ہوتی ہیں۔ اپنے وقت کو دے سکیں۔ دن میں پانچ وقت یہی سبق ہمیں ملتا ہے۔ کھانے پینے اور مباشرت کی خواہش نے دُنیا کے تین چوتھائی جرائم پیدا کئے۔ لیکن روزہ رکھ کر جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ ہم نے سیکھ لیا ہے۔ کہ جب ہم خدا کی خوشی میں جائز راہوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ تو ناجائز راہوں میں پڑ کر ہم اسے ناراض نہیں کر سکتے۔ اسی طرح روپیہ پیسے کی ناجائز محبّت بھی مختلف جرائم کی ذمہ وار ہے لیکن خیرات اور زکوٰۃ کے حکموں پر پابند ہو کر جب ہمنے جائز کمائی کو اپنے ہاتھ سے دیدیا۔ تو ہم کسی کے ناجائز روپیہ پر کیوں ہاتھ ماریں۔ انسان کی ایک اور ناجائز محبّت نے دُنیا میں

نہایت ہی خطرناک جرائم کرائے ہیں۔ حُبّ وطن ایک اچھی چیز ہے۔ بلکہ ایک قول کے مطابق ایمانیات میں سے ہے لیکن اسی حُبّ وطن کے ناجائز طریق نے دنیا میں کشت و خون کرائے ہیں۔ قومیں قوموں پر چڑھیں خلقِ خدا کی خون کی ندیاں بہیں۔ اور یہ سب کچھ اسی جذبۂ وطن کا نتیجہ ہے۔ جب یہ خدا کے حکم کے خلاف ظہور میں آیا۔ اس بدی سے بچنے کا اور اس جذبہ کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا صرف ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر ہم ایک طرف وطن سے وابستہ ہوں۔ تو دوسری طرف ہم رضامندیٔ الٰہی میں وطن پر لات مارنے کے لئے بھی تیار رہوں ہم اپنے وطن کی ضروریات کے پورا کرنے میں ہم کس طرح ناجائز کسی ملک اور قوم پر تیغ زنی کر سکتے ہیں۔ جب ہمارا خدا اس قسم کی خونریزی کو حرام ٹھیراتا ہے الغرض ہمیں اس مشق کے کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اگر خدا کی منشاء ہمارا ترک وطن چاہتی ہو تو ہم کر سکیں۔ حج سے بہتر یہ سبق ہمیں اور کہاں مل سکتا ہے جب ہم خدا کے لئے اپنا وطن اپنے دوست اپنے یار اپنے عزیز۔ اہل و عیال چھوڑ دیں۔ جوں ہی سرزمین عرب میں داخل ہوں۔ تو اس نشانِ عزت امتیاز کو جس کا نام لباس ہے اپنے سے جدا کر دیں۔ خدا کی راہ میں احرام باندھ لیں۔ اور کوئی پیسہ ٹکہ اپنے پاس نہ رکھیں۔ اس وقت ہماری کیا حالت ہوتی ہے۔ ہم اپنے محبوب کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ دنیا کی محبوب سے محبوب تریں چیز بھی ہمارے پاس نہیں۔ روپیہ۔ پیسہ۔ جائداد۔ اولاد۔ بی بی۔ وطن۔ لباس الغرض وہ سب کی سب باتیں جن کا ناجائز حصول کُل جرائم کا ذمہ وار ہے ہم سے جدا ہو چکی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ہم نے خود ان سے انقطاع کر لیا ہے۔ ایک جان کو لیکر خدا کے دوارے گرد گھوم رہے ہیں۔ اسی کا نام طوافِ کعبہ۔ گویا وہ جان جو ہمارے پاس باقی رہ گئی ہے اسکو خدا کی راہ میں قربان کرنے کیلئے ہم اس کے گھر پر پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ دنیا

سکی زبان حال ہی کسی کے گرد گھومنا اِس پر نثار ہوتا ہے۔ اس کے بعد عرفات میں داخل ہو کر ہم ننگی زمین پر سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ اور اِسطرح اس جسم کو جو کمخواب اور سنجاب پر استراحت کرتا ہے۔ اور ہر قسم کے ملبوسات سے آراستہ رہتا ہے خاک میں ملا دیتے ہیں۔ گویا خاک ہی ہم تھے اور خاک میں ملگئے۔ پھر اس کے بعد ہم کسی مویشی یا جانور کی قربانی کرتے ہیں۔ ہم میں اور جانور میں حصۂ بہیمیت مشترک ہے۔ یعنی رُوح کے سواء جو کچھ بھی ہم میں ہے وہ سارے کا سارا جانوروں میں ہوتا ہے۔ ہم جانور اگر ذبح کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے اندر جو حصۂ بہیمیّت ہے۔ آج اس پر ہم نے چھُری پھیر دی۔ جو کچھ ہم نے کمایا تھا۔ اس سے ہم احرام باندھ کر جُدا ہو گئے اور جو ہماری فطرت میں تھا۔ اس پر ہم نے چھُری پھیر دی۔ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہی ہم نے نثار ہونے کی تیاری کی۔ عرفات میں سجدہ کر کے ہم نے آپ کو خاک میں ملا دیا۔ اور جانور کی گردن پر چھُری پھیر کر ہم نے اپنی بہیمیت پر چھُری پھیر دی۔ الغرض اگر تکمیل نفس کی راہ میں آخری منزل سلوک یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ہم ہر قسم کی محبوبات سے خدا کے لئے جدا ہو جائیں تو یہ آخری منزل حج بھی پوری ہو جاتی ہے۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے حج کو سلوک کی آخری منزل فرمایا۔ اگر تکمیل نفس سے مُراد نفس کی وہ کیفیت ہے جہاں یہ تمام قسم کی تحریصات تحریکات بد سے کُلیتہً آزاد ہو کر گناہ سے کامل رستگاری حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ یہ کیفیت روحانی اسی اِنسان کو حاصل ہو سکتی ہے جو ان چیزوں سے مُنہ موڑنا جانتا ہو۔ جو دنیا میں موجب گناہ ہو جاتی ہیں ہمیں ادائیگی ارکان اسلام میں جب ان چیزوں سے مُنہ موڑنا عملاً سکھلایا جاتا ہے جن پر ہمارا حق جائز ہے۔ تو پھر ہم کیوں دوسرے کی مقبوضات سے بلا تکلف منہ نہ موڑیں۔ کلمہ طیبہ سے چلکر حج کے خاتمہ تک ہم نے ایک ایک کر کے جن کو ہم شرعاً بھی رکھ سکتے تھے۔ ہم نے آہستہ آہستہ ترک کیا اپنی چیزوں

کی محبت ہمیں خوار کرتی تھی۔ اس آخری منزل سلوک نے ہم نے تمام اپنی محبوبات سے کنارہ کر لیا۔ یہ سب چیزیں ہماری نفس کے حصہ بہیمیت نے ہماری نگاہ میں عزیز کر دی تھیں۔ حج کی شام کو ہمنے ان سب کو چھوڑ دیا۔ اور اس طرح بہیمیت کے گلے پر چھری پھیر دی خوب غور کر لو کہ ہم میں اور ایک چارپائے میں جو مشترک بات ہے۔ وہ وہی بہیمیت ہے۔ اگر عرفات یعنی میدان حج میں پہنچکر تم نے اور انکا بہیمیت کو ذبح کیا۔ تو اس سے دوسرے دن منا میں آکر ہمنے بہائم میں سے ایک جانور کو لیکر اسکی گردن پر چھری پھیری ہے۔ یہ نشان اسبات کا ہے۔ کہ حج کے بعد ہم اپنی بہمیت کو ختم کر بیٹھے۔ میرے سامعین آج جو مسلمان ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر قربانی یا صدقہ کے رنگ میں کسی جانور کے گلے پر چھری پھیر کر انہوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ وہ دراصل اپنے نفس کی بہیمیت کو چھری پھیر رہے ہیں۔ تو پھر ان کا یہ فعل ایک بت کا چڑھاوا ہے کسی دیوی کی بھینٹ ہے۔ اور اسمیں حقیقت قربانی نہیں ÷

انسان اور خدا کا رشتہ

خدا اور اسکی صفات کے علم نے انسانی اخلاق اور اسکی سیرت پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔ دراصل جو کچھ بھی ہم خدا کے متعلق جانتے ہیں۔ وہ صرف چند صفات ہیں جو کسی مذہب نے خداتعالے کے متعلق ہمیں سکھائیں۔ اسلام سے پہلے بعض مذاہبوں نے جو صفات آلہیہ کا نقشہ انسان کے سامنے کھینچا۔ وہ ایسا نہ تھا۔ کہ اس سے انسان کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو سکے۔ اسے ایک نہایت سنگدل حاکم سمجھا گیا۔ جو حکم عدولی پر رحم کرنا نہ جانتا تھا اس کا رحم بلا بدل نہ ہوتا تھا۔ اسکی خوشی اسی میں تھی کہ لوگ اپنے گناہوں کے عوض قربانی کریں۔ جانور مذبحوں پر ذبح ہو کر آگ میں ڈالے جانے اسکی آنکھوں کیلئے خوشگوار منظر تھا۔ ان قربانیوں کا دھواں اسکی مشام کو معطر کرنیوالا۔ قربانگاہوں پر انسانی خون اس کے دل کا سرور۔ اور ہماری طرح طرح

کی ریاضتیں اور مشقتیں اسکی خوشنودی مزاج کا ذریعہ - وہ اپنے قوانین کی اس سختی سے پابندی چاہتا تھا - کہ ایک ادنے سی غلطی پر اس کا غصہ بھڑک اُٹھتا تھا - جس کا ظہور وہ مروج طرح کی مصائب اور بلائیں تھیں جو دنیا میں نازل ہونی شروع ہوجاتی تھیں - الغرض یہی نقشہ خدا تعالیٰ کا جناب مسیح سے بھی پہلے کم و بیش ہر مذہب میں دائر و سائر تھا - جب وہ تشریف لائے تو انھوں نے اِنسان کو اس غلطی سے نکالنا چاہا " اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے " انھوں نے خدا کو اِن الفاظ سے پکار کر یہ سکھلایا - کہ خدا تعالےٰ اور اِنسان کے درمیان حاکم و محکوم کا رشتہ نہیں - بلکہ باپ اور بیٹے کا رشتہ ہے جب اپنے باپ یعنی خداوند کا ذکر وہ کرتا تو ہمیشہ محبّت اور پیار سے - اور وہ باپ اس کا کوئی خاص باپ تو تھا نہیں - ازرُوئے تعلیم مسیح جس طرح اللہ تعالیٰ ان کا مجازی باپ تھا - ویسے وہ ہر ایک کا مجازی باپ ہے - لیکن جناب مسیحؑ کے رخصت ہوتے ہوتے وہ محبّت اور پیار کا رشتہ جو باپ اور بیٹے میں ہوتا ہے - اور جو جناب مسیح نے خدا اور اسکی مخلوق میں قائم کرنا چاہا وہ مٹا دیا گیا اِنسانی پست فطرتی پھر کام کرنے لگی - وہی پُرانی باطل پرستی کہ خدا کا غُصّہ جب کسی کے ادنےٰ سے ادنےٰ گناہ پر بھڑک اُٹھتا ہے - تو بلا عوضہ لئے فرو ہونے میں نہیں آتا - سینٹ پال کے ذریعہ پھر مذہب میں آداخل ہوئی - اس قسم کی باتیں روما اور یونان میں پہلے ہی موجود تھیں - ان کی کافرانہ مزاج کے مطابق حال مذہب بنانے کے لئے پولوس نے خون مسیحؑ کا فسانہ تراشا - خدا باپ تو مانا گیا - لیکن باپ بھی وہی بیرحم باپ جو بچوں پر بھی مہربانی کرنی نہیں جانتا - اس باپ کے سب بچے گنہگار تھے کب بخش سکتا تھا - ایک منچلا بیٹا آ گیا - اس نے سب کی جگہ اپنا خون بہا دیا - الغرض اس قسم کی کفریات اور مذاہب میں بھی موجود تھیں جبکہ دو جہان کی رحمتؐ نے نزول فرمایا - اور اس نے سیّد العرب و العجم کی شکل

اختیار کی۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ آئے۔ اور اس خدا کا پتہ لائے۔ جو رب العلمین۔ رحمان ورحیم۔ اور مالک یوم الدین ہے۔ اور اس طرح ان کفریات کا قلع قمع کیا۔ جس نے ہر مذہب میں قریب قریب خدا کا نقشہ اس قسم کا کھینچ رکھا تھا کہ جو نہ صرف مزیل شان خدا بنجائے۔ بلکہ اس سے اس دل کی پست فطرتی اور کمینہ مزاجی کا پتہ چلتا تھا کہ جن کے دماغ سے اس قسم کی صفات ربی تجویز ہوئیں۔ پیش ازیں کہ میں ان صفات پر کچھ کہوں اپنے مقصد کے اظہار کیلئے یہ مجھے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں پھر آپ کو انسانی قوی اور استعداد اور مقصد مذہب کیطرف متوجہ کروں۔ انسان دنیا میں ایک پاک کامل معصوم اور بیشمار قوتوں سے معمور فطرت لیکر آیا۔ ان قوی کی آبیاری کو سامنے رکھ کر قرآن نے جس صفت ربی کا ذکر کیا۔ وہ رب العلمین ہے۔ لفظ رب اپنے معنوں میں لفظ اب (باپ) سے زیادہ وسیع ہے دنیا میں وہ بھی تو باپ ہیں جو کسی کے وجود کا باعث ہوکر یہ بھی نہیں جانتے کہ انکی پیٹھ سے نکلا ہوا بچہ کہاں ہے اور کس جگہ۔ وہ بھی آخر باپ ہی کہلاتا ہے۔ بعض جانکر بھی پرورش کے تعہد سے بیفکر رہتے ہیں۔ الغرض لفظ باپ جو جناب مسیح نے تجویز کیا ظہور رحم خداوندی کے لئے وہ اچھا لفظ نہیں تھا۔ عربی زبان میں رب کے چار معنے واقع ہوئے ہیں۔ پیدا کرنیوالا۔ پیدا کرکے پرورش کا سامان کرنیوالا۔ اپنی مخلوق میں ایکطرف اعلےٰ درجہ کی استعدادیں رکھنے والا اور دوسری طرف ان استعدادوں کو نشو نما دینے کے اسباب کو مُہیّا کرنیوالا بالفاظ دیگر کسی چیز کو ارتقائی منازل سے گذار کر اسکی منزل تکمیل تک پہنچانیوالا اور پھر ہر ایک منزل میں جو اسباب ضروریہ ہیں ان کو مُہیّا کرنیوالا۔ یہ سارے کے سارے مفہوم ایک لفظ رب میں آجاتے ہیں لیکن اس منزل تکمیل تک پہنچنے کیلئے انسان کی ربوبیت صدہا ایسی چیزوں کی ضرورت تھے پیدائش انسان

سے پہلے ہی دنیا میں موجود ہونی چاہیئے۔ روشنی ہوا۔ پانی۔ آفتاب چاند وغیرہ نے اندازا ایسی چیزیں جو انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اگر کائنات میں موجود نہ ہوں تو انسان کہاں ایک منٹ کیلئے بھی زندہ رہ سکتا ہے انسان کی خاطر ان سب چیزوں کو پہلے سے ہی پیدا کر رکھنا جس رحم و محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کو عربی زبان میں رحمانیت کہتے ہیں۔ پھر جب خود انسان دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے جوہر کے ظہور کیلئے رحمانیت کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ مضمرہ اٹھاتا ہے۔ تو پھر اسکے اس عمل کو مثمر کرنا بھی رحم خداوندی پر ہی منحصر ہے۔ جو اس کے فعل کے دس بدلے دے۔ جو کشت عملمیں ایک دانہ کا عوض ہزار ہا دانے دے۔ یہ بھی ایک رحم کو چاہتا تھا۔ اس قسم کے رحم کو عربی زبان میں رحیمیت کہتے ہیں۔ رحمانیت کے متعلق ایک امر اور بھی غور طلب ہے جب رحمانیت کا فضل انسانی پیدائش سے پہلے ظہور پذیر ہؤا۔ تو لامحالہ وہ کسی عمل انسانی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ کسی نیکی کی پاداش میں عطا ہؤا۔ پھر وہ خداوند جو اس قسم کے لکھو کھا افضال کی بارش بلا بدل و بلا عوض رات دن بھیج رہا ہے۔ وہ کسی ہماری غلطی یا گناہ کو بلا عوضہ لئے فضل کی نگاہ سے نہ دیکھ سکے تم رحمان کے فضل پر غور کرو۔ جو بلا بدل ہے اور یہ تمام فسانے اور کہانیاں جنہوں نے مختلف مذاہب میں کفارے قربانیاں نذر بھینٹ کی شکل اختیار کر رکھی ہے خاک میں ملجاتی ہیں۔ اس فضل رحمانی کے ماتحت بیشمار خدا کی نعمتیں ہماری چاروں طرف نظر آرہی ہیں۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ اسی فضل کا ظہور ہے۔ اِس فضل کے عطیہ میں کسی ذات صفات قوم کا لحاظ نہیں یہ فضل سب کیلئے یکسان ہے۔ ہاں رحمانیت کے ماتحت جس فضل کا نام رحیمیت ہے۔ وہ عمل انسانی کو چاہتا ہے۔ اس کا مورد وہی ہوتا ہے جو رحمان کے عطیات کو صحیح طور پر استعمال کرے۔ یہ بدل عمل ہی فضل نہ صرف ہمیں حوصلہ

دلاتا ہے کہ ہمارے عمل ضائع نہ ہوں۔ بلکہ یہ تازیانہ کا کام دیتا ہے۔ کہ ایک بیعمل کی اس رحیمیت مآب سرکار میں کوئی شنوائی نہیں۔ رحمان خدا نے ہماری ضروریات کے دفعیہ میں ہر قسم کا مواد و مصالح مُہیا کر رکھا ہے لیکن وہ سب کا سب ہمیں تو ہی مفید ہو گا۔ اور اس مفید ہونے کا نام ہی نزول رحیمیت ہے۔ جب ہم اس مواد و مصالح پر قوتِ عمل کو کام میں لاویں گے۔ یہ کائنات کی چیزیں جو ہمارے اردگرد ہیں سورج۔ چاند۔ ستارے۔ ہوا۔ پانی۔ زمین اور تو اور ہماری خوراک پیدا کرنے کے لئے اسقدر ضروری ہیں لیکن یہ سب کے سب بے کام نہیں کرتے جبتک ہم خود زمین کو کھود کر تخم نہ ڈالیں یہی مظاہر قدرت جو ہمارے ہاتھ ہلانے سے پہلے ہمیں کسی طرح متمتع نہ ہونے دیتے تھے۔ اب وہ سب کے سب خادمانہ رنگ میں ہماری خدمت کرنے لگجاتے ہیں اور اس دانہ تخم کو ایک باردار فصل بنا دیتے ہیں۔ ہماری فطرت کسی قدر اصلاح کی بھی محتاج ہے۔ ہم جب تک مقررہ حدود میں کام کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ ہم تجاوز حدود سے صدہا قسم کا نقصان اُٹھا لیتے ہیں۔ اسلئے مقررہ حدود و راہوں پر چلنے کے لئے جس تازیانہ کی ضرورت ہے۔ اِس کا تعلق خدا تعالیٰ کی چوتھی صفت سے ہے۔ جو قرآن ان تین صفات کے بعد ذکر کرتا ہے۔ یعنی مالك یوم الدین جزا و سزا کے دن کا مالک۔ لفظ مالک کو جزا و سزا کے ساتھ ذکر کر دینے میں نہایت لطافت کے ساتھ ان بیہودہ خیالات کا بھی دفعیہ کر دیا گیا۔ جو ایک حد تک کفارہ وغیرہ نظریوں کا ذمہ وار ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو عادل ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ عدل و انصاف کا مالک قرار دیا ہے۔ وہ جج تو ہے لیکن مالک جج۔ ایک حاکم یا ایک جج قانون کے ماتحت ہی کام کر کے عادل کہلا سکتا ہے۔ اس کا ہر فعل قانون کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ مالک ہے۔ کسی کے گناہ کے عوض میں جہاں ایک حاکم عادل قانون کی منشاء کو پورا کرتے ہوئے سزا دینے پر مجبور ہے

ایک مالک حاکم قانونی سزا کو ایک طرف رکھ کر رحم سے کام لے سکتا ہے۔ جن لوگوں نے گنہگار انسان کو سزا سے بچانے کے لئے کفارہ وغیرہ کے مسائل تراشے ہیں۔ ان کو اس سے غلطی لگی ہے۔ کہ ایک عادل بغیر سزا دیئے نہیں رہ سکتا۔ وہ اسے اپنے قوانین کا مالک سمجھے تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ لفظ مالک ایک اور لطیف بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ہم میں اور ہمارے خداوند میں مالک اور مملوک کا رشتہ ہے مالک کی چیز اگر قابل اصلاح ہو جائے یا ناقص واقع ہو تو دفعیہ نقص میں وہ ایسے انداز اختیار کرتا ہے۔ جس سے اسکی چیز میں کوئی اور نقص واقع نہ ہو۔ وہ مملوکہ چیز کو اسی وقت تادیب و تہذیب کے شکنجہ میں کھینچیگا جب مملوک کی اصلاح اس امر کو چاہتی ہو کہ اسکی سزا دہی کسی انتقام کے خیال سے نہ ہوگی۔ بلکہ اصلاح کی خاطر اور سزا دہی بھی اس انداز سے ہوگی۔ کہ مملوک کو حقیقی کوئی نقصان نہ پہنچے اس طرح مالک یوم الدین میں اگر سزا کی طرف اشارہ ہے تو محبت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یعنی یہ سزا جو ہمیں ملتی ہے۔ یہ بھی خدا کے تقاضے محبت سے ہے۔ اسکی محبت چاہتی ہے۔ کہ ہم بے عیب و بے نقص ہوں لیکن دفعیہ نقص کسی سختی کو چاہتا ہے۔ اسلئے یہ سختی دراصل محبت کا ایک ناخوش آیند لباس ہے +

اب اِن چار صفات رب۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین پر غور کرو۔ ہر ایک صفت محبت۔ رحم۔ فضل۔ پیار۔ شفقت۔ رحمت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ہماری کونسی ضرورت ہے جسے وہ پورا نہیں کرتی۔ ہماری کونسی وہ قوت ہے جسے وہ مثمر نہیں کرتی۔ اگر پیدا کیا پرورش بھی کی۔ اگر پرورش بھی کی تو تکمیل تک بھی پہنچایا۔ افضال در افضال بلا عوض۔ بدل دیئے۔

لیکن اگر کہیں ہم کچھ کام بھی کر بیٹھیں تو ایک کام کے عوض ہزار عوض دیا۔ ہاں ہمیں صحیح سڑک پر چلانے کیلئے اور اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہے کبھی کبھی ہمیں سزا بھی دی۔ فرض کرلو کہ ہمارے ہاتھ میں کوئی کتاب مُقدّس نہ ہوتی نہ خدا کا کامل الہام ہمارے خالق و مالک کا پتہ بتاتا۔ بلکہ ہمیں اپنے خالق و ربّ کا پتہ کائنات سے دریافت کرنا پڑتا۔ تو پھر بیشک غور کرکے دیکھ لو جس خدا کی ہستی اور اس کے کاموں کا پتہ یہ صحیفۂ قدرت اور اس کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے۔ وہ خدا اپنی چار صفات کا خدا ہے جس کا ذکر قرآن فرماتا ہے۔ آخر دُنیا کے سب مذاہب نے کوئی نہ کوئی نقشہ خدا کا پیش کیا تو کیوں نقشوں کو صحیفۂ قدرت کی معیار پر نہیں تولتے میرے سامنے اس وقت جو بیٹھے ہیں وہ مختلف مذاہب کے پرستار ہیں۔ خود اِن صفات کو جو ان کا مذہب تعلیم کرتا ہے معیار مذکورۂ بالا پر پرکھیں پھر اگر ان کے مذہب کی تعلیم اس معیار میں پُوری اُترے تو انہیں ان کا مذہب مبارک۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ سمجھ لیں کہ وہ اس معاملہ میں صحیح راہ پر قدم نہیں مار رہے۔ یہ تو رب۔ رحمان۔ رحیم اور مالک یوم الدین ہی ہے جس کی ہستی کا ذرّہ ذرّہ شہادت دیتا ہے۔ کُل کا کُل قرآن انہی چار صفات کی تفسیر ہے۔ یہ تمام شرائع اور قوانین جو قرآن بیان کرتا ہے۔ یہ بھی اِن چار صفات کے منشاء کے پُورا کرنے کے لئے تجویز ہوئے۔ ان شرائع پر چلکر ہماری زندگی ان صفاتِ اربعہ کے منشاء کے مطابق ہو جاویگی۔ نیکی کی زندگی اسلامی نکتۂ خیال سے زندگی کو ان چار صفات کے مطابق کرنا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ تخلقوا باخلاق اللہ کر رہا ہے۔ اِسی طرح بدی بذاتہ کوئی چیز نہیں۔ اِنہی چار صفات کے تقاضوں کے خلاف چلنا یا اپنی حالت کو ان کے مطابق نہ رکھنا طرح طرح کے جرائم و گناہوں کا باعث ہو جاتا اِس طرح کُل کا کُل قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ اسمیں اگر بعض مقدس لوگوں کا ذکر

ہے یا اُن کے بالمقابل بعض فاسقوں کا بیان ہے تو وہ بھی انہی صفات کی تفسیر ہے مُقدس وہی لوگ قرآن میں گنے گئے ہیں ۔ جو اِن چار صفات کے مناسب حال راہوں پر چلیں ۔ اور فاسق وہی لوگ جو ان راہوں سے متجاوز ہو گئے ۔ اس طرح لفظ اللہ کُل تعلیم اسلام و قرآن کا مرکز ہے ۔ ہر ایک چیز اس کے گرد گھوم رہی ہے اِس طرح یہ کہنا ایک سچی بات ہے کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا ۔ اور اسکی عملی تصدیق کی اُسنے کُل مذہب کی تکمیل کر لی ۔ اور جنت میں داخل ہو گیا (من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ) اللہ ہی معبود ہے ۔ اور یہ لفظ بھی اسی حقیقت کی اظہار کے لئے دُنیا میں موضوع ہوا ہے ۔ کیونکہ دوسری زبانوں میں اسکا قائمقام جو بھی لفظ ہے وہ خدا کی ذات کے سوا اور دن پر استعمال ہوا ہے اور ہو رہا ہے

اِنسان اور کائنات میں اور اِنسان اِنسان میں باہمی رشتہ

ہمارے مذہب کا خُلاصہ یعنی لا الہ الا اللہ ہمیں اسلئے تلقین نہیں کیا گیا کہ اس کے دوہرانے سے جلال خداوندی کے کسی نقص کی تکمیل ہوتی ہے نہ اسلام کا خدا " حاسد خدا " واقع ہُوا ہے ۔ جو کسی اور کو تختِ خداوندی پر بیٹھا ہُوا دیکھ نہیں سکتا ۔ کُل کی کُل دُنیا اگر مُشرک ہو جائے ۔ تو اُس کے جلال میں کیا کمی ہے اور اگر سب کے سب اس کے پرستار بنجائیں تو اس کی جبرُوت و عظمت میں کونسی افزائش ہوتی ہے ۔ ہم نے اگر خدا کو ایک مانا تو اس سے تو انسان کا خود فائدہ ہے انسان کی سیرت اور اخلاق کی تکمیل و تربیت صحیح طور پر اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ اپنا خالق مالک محبُوب اُمید گاہ جائے خوف ایک خدا کو مانے ۔ اس لا الہ الا اللہ کی حقیقت پر قائم ہونا ایکطرف ان رشتوں کی حد بندی کر دیتا ہے ۔ جو انسان اور کائنات میں ہیں ۔ اور دوسری طرف اِن تعلقات کو محدُود و مُقید کر دیتا ہے جو ایک انسان کے دوسرے اِنسان سے ساتھ ہونے چاہئیں ۔ اگر میرا خدا ایک خدا ہے ۔ اور خدا ہی جس کی شان کبریائی

ہے۔ تو پھر کُل کی کُل کائنات جسمیں اِنسان بھی شامل کرلیا جائے۔ وہ یا میرے برابر یعنی مجھ میں اور اسمیں مساوات ہے یا مجھ سے کم یعنی مجھ میں اور اس میں خادم مخدوم کا رشتہ۔ صرف یہ خیال کہ خدا ایک ہے۔ اسبات کے ماننے کے لئے تیار کردیتا ہے۔ کہ استعدادات کے لحاظ سے میں کسی اور انسان کو اپنے سے زیادہ نہ سمجھوں اور اس پر ایمان رکھوں کہ جو ایک اِنسان کرتا ہے۔ وہ دوسرا بھی کرسکتا ہے۔ اس حقیقت کے سمجھنے سے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اِنسان کے مخفی جوہر ظاہر ہونے لگجاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف اِنسان کو متوجہ کرنے کے لئے خیر البشر (صلعم) کے مُقدّس ہونٹوں پر یہ پاک فقرہ جاری ہؤا۔ انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الھکم اللہ واحد۔ ترجمہ میں تجھ جیسا ایک بشر ہوں۔ ہاں اللہ نے تم سب میں سے مجھے ایک پیغام پہنچانے کیلئے چُن لیا۔ اور وہ پیغام یہ ہے۔ کہ ہمارا خدا ایک خدا ہے +

پیش ازیں کہ میں مساوات انسانی پر مزید روشنی ڈالوں میں بہ رعایت اِختصار اِنسان اور کائنات کے مابین رشتہ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جسے قرآن کریم نے اِن چند لفظوں میں ظاہر کردیا۔ وسخر لکم ما فے السموات والارض جمیعاً (ترجمہ۔ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے ہمنے انہیں تمہارے لئے مسخر کردیا وہ تمہارے غلام و خادم ہیں تمہاری خدمت دینے کو مجبور ہیں) جاؤ اِن راہوں کی تلاش کرو۔ اور ان کو اپنا حقیقی خادم بنالو۔ یہ آیت اِنسان کو خدا کا خلیفہ اور کائنات کا بادشاہ قرار دیتی ہیں نسل اِنسانی کا قائمقام یعنی جدّ اوّل حضرت آدمؑ کا ذکر جو قرآن میں بطور مسجود ملائکہ آیا اسکی بھی حقیقت یہی تھی۔ یہ جگہ فرشتوں کی حقیقت پر بحث کرنے کی نہیں۔ فے الجملہ میں اسیقدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اسلامی الٰہیات میں ملائکہ ان بالارادہ وجودوں کا نام ہے جو قوائے فطریہ کے متعلق منشاء خداوندی ظہور میں لے آتے ہیں۔ جسقدر بھی کائنات میں چیزیں ہیں انہیں منشاء الٰہی نے کسی

نہ کسی مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اسی منشاء الٰہی کا نام صفاتِ اشیاء ہے۔ یہ صفات جن بالارادہ شخصیتوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ قرآن میں ملائکہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ اِنسان اول ابن آدم کو سجدہ کر کے یہ بتلادیا۔ کہ کُل کائنات کے بال و پرزے ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ انکی مشینری کے چلانیوالے ہم ہیں۔ ہر کائنات کی چیز میں ہم بمنزلہ رُوح وجان کے ہیں ہم آپ کو آج سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس سجدہ کے ذریعہ اطاعت اور انقیاد کا اقرار کرتے ہیں (فعلم آدم الاسماء کلھا) تم جس جس چیز کے متعلق علم تحقیق حاصل کر کے اس کے خواص کا علم حاصل کر لو۔ اور اس علم کے ذریعہ اس چیز کو استعمال کرنا چاہو۔ ہم ان خواص کو تمہارے منشاء کے مطابق ظاہر کر دیں گے۔ اور اس امر کا اقرار ہم اِس سجدہ کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اسلام کے ظہور سے پہلے یہ مظہر مظاہر قُدرت ہمارے خدا بنے ہوئے تھے آفتاب چاند۔ شجر۔ حجر۔ نجم کونسی چیز تھی۔ جس کو ہم نے خدا نہیں بنا رکھا تھا۔ یہ سارے کے سارے تخت الُوہیت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسلام آیا اور اس نے یہ اسرار قدرت اِنسان پر ظاہر کرنے کہ یہ سب کی سب چیزیں تمہارے خدا نہیں بلکہ تمہارے خادم۔ ان تمام خداؤں کو ہمارا غلام بنا دیا۔ وہ جو کُل ہمارے معبُود تھے۔ آج ہمارے عابد ہو گئے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ جب تک قدرت کے مختلف قوی اور اسکے مختلف مظہر ہمارے خدا رہے۔ نہ ہم ان سے خدمت لینے کا خیال کر سکتے تھے۔ اور ان راہوں کی تلاش کر سکتے تھے۔ جن سے وہ ہمارے خادم ہے معبُود سے خدمت لینا یہ خود کفریات میں داخل ہے۔ تو پھر یہ حالات ہوں تو کس کے علوم اور کس کی تحقیق۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب تک اسلام نہ آیا دُنیا میں علوم جدیدہ کی تحقیق و دریافت کی بنا نہ پڑی۔ اسلام آیا اور اس نے ان معبودوں کو غلام ظاہر کر کے ہمیں ان راہوں کے دریافت کی طرف متوجہ کر دیا کہ جن سے ہم ان کو اپنی خدمت میں لے آئیں۔ اسی دریافت کا نام سائنس ہے

اور سائنس کیا بلا ہے۔ اسلئے جہاں تک سائنس کا ظہور اسلام کا محتاج رہا۔ وہ امر بدیہہ ہے۔ چنانچہ اسلام نے ہی سائنس کی بنیاد ڈالی۔ اسلام کے بعد ہی ظہور علوم ہوا۔ لہٰذا اگر ہم خدا کو ایک جانتے ہیں۔ اور اسکی وحدانیت پر زور دیتے ہیں۔ تو اس سے کوئی جلال خداوندی کو تعلق نہیں۔ اس سے کوئی ہم خدا کی عظمت نہیں بڑھاتے۔ بلکہ ہم اپنی عظمت کو آپ قائم کرتے ہیں۔ اسطرح ہم کسی انسان کے متعلق مساوات کا خیال ہی کب کر سکتے ہیں۔ جب ہم اسے اپنا خدا بنائے ہوئے ہیں۔ اسمیں چند ایک کمالات ہوتے ہیں جو ہمیں حیران کر کے ہمارے ہاتھوں سے اسے لباس الوہیت پہنا دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اسے اپنے برابر سمجھیں۔ اور ایمان بالتوحید کی یہی نشانی ہے۔ تو لازماً اسے کمالات انسانی قرار دیکر اپنے آپ میں انکی استعدادوں کا ہونا تسلیم کر لیتے ہیں وہی استعدادیں صحیح راہوں کو اختیار کرنے سے ظہور میں آجائیں میں ہم وہی ہو جاتے جو ہمارے خدا تھے۔ ہم نے ان کو خدا سمجھا۔ اور ہم ان کمالات سے محروم ہو گئے۔ اگر دنیا کے خدا جسم کی بناوٹ کے لحاظ سے ویسے ہی ہیں جیسے ہم ہیں۔ تو یہ مساواتِ جسم مساواتِ اخلاق و روحانیات کو چاہتی۔ اگر ہم اس مساوات پر ایمان رکھیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم انہیں خدا بنائے رکھیں تو سب کے سب شریف اخلاق تباہ ہو کر ہماری گردن میں طوق غلامی ڈال دیتے ہیں۔ الغرض اسلام آیا اور اس نے دو باتیں بیان کیں۔ کہ انسان انسان میں مساوات ہے۔ اور انسان اور دیگر کائنات میں مخدوم و خادم کا رشتہ ہے۔ اسلام سے پہلے انسان ان دونوں حقوق کو گنوائے ہوئے تھا۔ نہ اسمیں دوسرے انسانوں کے کمالات پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ نہ وہ اپنے غلاموں سے حقیقی خدمت لیتا تھا +

باقی آیندہ

برکات مصائب

(از قلم جناب حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے)

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ وبشر الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

ترجمہ۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار اراضی کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشنودئی خدا اور کشائش کی خوشخبری سنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہو تو بول اٹھتے ہیں۔ کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دیگا۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں"۔

ہماری زندگی میں آئے دن ایسے واقعات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جنکی وجوہات تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی۔ اس عالم کون و مکان میں حالات کا تغیر و تبدل اس تیزی و سرعت سے ہو رہا ہے کہ ہماری عقول ان کی تھہ سے قاصر آگئی ہیں ہمارے ذہنی اور دماغی قویٰ کی ترقی۔ ہماری علمی اور طبعی تحقیقات قدرت کے ان اسرار مخفیہ کو طشت از بام نہیں کر سکیں۔ جن کا تعلق نوع انسان سے ہے مگر جو انسانی قدرت و طاقت سے بالکل باہر ہیں۔ ابتدائے آفرینش ہی سے قدرت کے یہ حیرت انگیز کارنامے معرض وجود میں آرہے ہیں۔ مگر ان کے متعلق انسانی علم جوں کا توں ہی ہے۔ اس دار المحن میں مصائب کی ایسی آندھیاں چلتی ہیں کہ ان کے سامنے ادنے و اعلے برنا و پیر سب غبار کی طرح اڑنے لگتے ہیں۔ وبا۔ قحط۔ موت اور ناکامی وغیرہ ان مصائب کی مختلف شکلیں ہیں۔ بعض

اوقات ہماری ظاہر بین آنکھیں اُن کی اصلی وجوہات نہیں دیکھ سکتیں۔ اور ہم یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ بیگناہ اور گناہگار یکساں مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ جتنا زیادہ ہم تدبر کرتے ہیں اُتنی ہی زیادہ ہماری حیرانی بڑھتی ہے۔ مصائب کی اس ہیئت کذائی کو دیکھ کر صفاتِ الٰہی اور ہستی باری بتانے کے متعلق انسانوں میں عظیم الشان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں اپنی دماغی طاقتوں پر ناز ہے۔ اور جو دل کی جدائی کیفیتوں اور اُلفت بھرے جذبوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے دُنیاوی مصائب اور تکالیف کو دیکھ کر ملحد ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اہل زمین کا فریاد و واویلا اضطراب و بیقراری اور دل کو ہلا دینے والی چیخ و پکار کو وہ لوگ اللہ تعالٰے کی صفات رحم و کرم الطاف و بخشش وغیرہ سے تطبیق نہیں دے سکتے! ایک ناداں معصوم بچہ موت کے جفاکار ہاتھوں میں گرفتار ہو کر بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے پس ایسے لوگ اس واقعہ کو قدرت کی غیر ذی شعور طاقتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور کارخانۂ عالم کے کسی ذی شعور موجد کی ہستی کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہندوستان کے رشیوں کو بھی یہ راز حل کرنے میں بڑی دقت ہوئی ہے۔ اور اس معاملہ میں انہیں کوئی معتدبہ کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ خدا کی ہستی کا بھی انکار نہ کر سکے۔ اور ساتھ ہی ان کو اللہ کی صفات میں جور و ستم جیسی قبیح صفتوں کو شامل کرنے کی جرات ہوئی۔ آخر انہوں نے مسئلہ تناسخ اختراع کیا۔ ان کے زعم میں ناداں معصوم بچوں کی تکلیفیں کسی دیوتا کے جور و ستم کا نتیجہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ بچّہ کے ساتھ زندگی کے اعمال کا حصہ ہوتی ہیں۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ جرموں کی سزا دی جائے۔ پس انصاف الٰہی کا ظہور اس طرح ہوتا ہے۔ کہ ہماری گذشتہ زندگی کے اعمال کی سزا ہمیں موجودہ زندگی میں ملتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر انسان اس دائرۃ المحن میں مصائب سے نالاں ہو تو کیا انسان ایک ہی انسان ہے جسمیں نیکی

اور خوبی کا مکمل فقدان ہو۔ کیا دنیا کے عظیم الشان انسان مثلاً انبیا۔ رشی اور اولیا وغیرہ جو اپنی تمام عمریں مصیبتوں اور تکلیفوں کی نذر کر گئے اپنے وقتوں کے سب سے بڑے مجرم تھے۔ مسئلہ تناسخ کی روشنی میں اگر اس سوال کا جواب دیا جائے تو خود اس کے ماننے والے اس جواب سے کوئی بہت زیادہ خوش نہونگے اس سوال کو ہم ایک اور نقطۂ خیال سے دیکھتے ہیں۔ تمام مہذب ملکوں میں بلکہ نیم وحشی قوموں میں بھی یہ دستور ہے۔ کہ مجرموں کو سزا دینے سے پہلے انہیں انکے جرموں کی اطلاع دیجاتی ہے۔ تاکہ اس کا اثر انکی اور دوسرے لوگوں کی آئندہ زندگیوں پر خوشگوار ہوتا ہے۔ مگر مسئلہ تناسخ کے ماننے والو! خدا کیلئے مجھے بتاؤ کہ ایسے جرموں کی سزا کا فائدہ خود مجرموں کو دیگر لوگوں کو کیا ہوسکتا ہے جو ایک نامعلوم زمانہ میں نامعلوم شکل میں نمودار ہوئے۔ کیا ہمارے ان ہندوستانی بزرگواروں نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے دانش کو نہیں خارج کر دیا۔ اگرچہ جور وستم کے فرضی الزام کو کسی نہ کسی طرح انہوں نے دور کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام نے اس راز کو عجیب طرح سے منکشف کیا ہے۔ اور اسلامی تعلیم اس لحاظ سے نہایت خوبصورت اور شاندار ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیہ سے واضح ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں +

" البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے مال و جان اور پیداوار ارضی کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور پیغمبر صبر کرنیوالوں کو خوشنودی خدا اور کشائش کی خوشخبری سنادو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے۔ تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دے گا۔ یہی وہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی رحمت و برکت ہے۔ اور یہی لوگ

راہِ راست پر ہیں"۔ پس قرآن کریم کے رُو سے یہ تکالیف اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہمیں کسی خشمناک اور غضبی دیوتا کے جور و ستم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس خدائے بزرگ کی طرف سے ہے۔ جو ان مصیبتوں کو نازل کر کے انسانی اخلاق کی تربیت کرتا اور نشو ونما دیتا ہے۔ بیشک تکمیل اخلاق کے لئے ہمیں ان کے اظہار کے مواقع چاہئیں۔ خطرہ کی عدم موجودگی میں ہم سب یکساں طور پر شجاع اور بہادر ہیں۔ مگر خطرہ کے ظہور کے وقت ہم میں سے کوئی ہوگا جس کا دل اندر ہی اندر سے نہ لرز رہا ہو۔ ہم ان لوگوں کی وفاداری کا ادعا کرتے ہیں جنہیں ہم دل سے چاہتے ہیں مگر جب ہماری وفا کی آزمائش ہوتی ہے۔ تو بہت کم ہیں۔ جو اس آزمائش میں پُورے اترتے ہیں۔ صبر ایک بہت بلند صفت ہے۔ اور انسان اسکی تشریح میں دفتر کے دفتر سیاہ کرسکتا ہے مگر ایک چھوٹی سی مصیبت کے دوچار ہونے سے وہی انسان بعض اوقات حالت دیوانگی تک پہنچ جاتا ہے ہماری اعلیٰ طاقتوں کا بیشک اسی وقت ظہور ہوتا ہے جبکہ خداوند تعالےٰ ہمیں تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار اراضی کی کمی سے آزماتا ہے۔ پس ہم پر ان مصائب کے وارد کرنیکی علت غائی قرآن کریم کے رو سے یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کی ترقی ہو۔ اور ہمارے قوائے مخفیہ کا ظہور ہو۔

دوسرا بڑا اصول جو فلسفہ مصیبت کا رکن رکین ہے یہ ہے کہ مسلم کی زندگی کا نصب العین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اظہار مصیبت اور دُکھ کے دوران میں الفاظ ذیل سے بڑھ کر کسی اور طریق سے نہیں ہوسکتا

انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلم کی تمام زندگی۔ اس کے مختلف شعبے اور مشاغل۔ اس کا دائرہ عمل۔ اس کے فرائض منصبی۔ اسکی حقوق طلبی۔ اسکی خوشی اور بہبودی۔ اس کا قدرتی شغف اور حب الوطنی سب کے سب اللہ کی رضاجوئی کی محکم زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو برس قبل الفاظ ذیل میں تلقین کی۔ قل ان صلوتی

ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین" - کہدو کہ میری نمازیں میری قربانیاں میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں - جو پروردگار عالم ہے۔
پس معبود کے احکام کی فرمانبرداری کی اس رُوح کو مضبوط کرنے کیلئے ضروری تھا - کہ عبد کو سخت مصیبتوں میں ڈالکر اسکی آزمائش کیجاتی - اگر وہ ان مصائب کی چلتی چکی میں پس پس کر حرفِ شکایت زبان پر لانے کی بجائے پکار اُٹھے کہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

تو یہ پکار زمین سے اُٹھ کر عرش بریں کو پہنچتی ہے اور وہاں سے اسکے جواب میں یہ ندا آتی ہے - یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی - میرے بندوں میں شامل ہوکر میرے جنت میں داخل ہوجا" ‡

اس کے بعد اس آیہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان لوگوں پر ان مصائب کا کیا اثر ہوتا ہے - جو ان کے ظہور کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سرچشمۂ الٰہی سے رُوحانی سیرابی حاصل کرتے ہیں - وہی مصیبتیں جو انہیں پہنچنے آئی تھیں رحمت اور برکت بن جاتی ہیں - کیونکہ وہ ان مصیبتوں کی علت غائی کو سمجھ لیتے ہیں یعنی وہ جان لیتے ہیں - کہ ان مصائب سے ان کے اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہوگی - اور انکی صفاتِ مخفیہ کا اظہار ہوگا - اسی لئے فرمایا - اولٰئك علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ - اور چونکہ وہ فلسفۂ مصیبت کے تمام پہلوؤں کو ذہن نشین کر لیتے ہیں - اسلئے وہ ہدایت یافتہ ہوکر اولٰئك ھم المھتدون کے شاندار القاب کے مستحق ٹھیرتے ہیں - کیا یہ ایک فرضی تعلیم ہے جس کا دُنیائے عمل میں کبھی ظہور نہیں ہوا ؟ ہرگز نہیں - ہمارے نبی پاک کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس تعلیم کے عملی تاثرات سے لبریز ہے - دُنیا میں اور بھی نبی اور فلاسفر گذرے ہیں - مگر دُنیا کی تاریخ صرف ایک ہی

ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ اور وہ رسول عربی صلعم کی ہے۔ جہاں کہ اعتقادی اصول اور زندگی کے کارنامے باہم ایسے مربوط نظر آتے ہیں کہ گویا ایکطرف الفاظ ہیں تو دوسری طرف انکی عملی تفسیر۔ نبی کریمؐ ایک عملی معلم تھے۔ وہ ان چیزوں کی تلقین کرتے تھے جن پر کہ وہ خود عمل پیرا ہو کر دنیا کو دکھا دیتے تھے +

حضرت محمد الرسول اللہ کی پیدائش سے پہلے انکے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ ابھی آپ چھ ہی برس کے تھے۔ کہ آپؐ سے ہمیشہ کیلئے آغوش مادر جدا کر لی گئی۔ یہ یتیم اور نادار عرب لڑکا دُنیا کی تاریخ میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنیوالا تھا۔ اور انسانیت کے تمام محسنوں میں سب سے بڑا محسن اور انبیاے عالم میں سب سے بڑا نبی ہونیوالا تھا۔ یہ وہی بچہ تھا۔ جو بعد میں اِس شعر کا مصداق ہوا ؎

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشُست

زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ کو تکالیف کا سامنا ہوا جس کا تصور بھی جسم اِنسانی پر لرزہ پیدا کر دیتا ہے۔ مگر وہ برگزیدۂ خدا ہمیشہ پروردگار عالم کو اپنی رُبوبیت کے تمام صیغوں کا متکفل سمجھتا رہا۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے بچوں نے جانیں دیں۔ آپ کی محبوب اور محبوب بیوی خدیجۃ الکبریٰ آپکی زندگی میں آپؐ سے جدا ہو گئیں۔ آپ کے چچا ابو طالب بھی اس وقت آپؐ کو داغ مفارقت دیگئے۔ جبکہ معاندین اسلام جذبات انتقام و عناد سے مشتعل ہو کر آپکو اور آپؐ کی مختصر سی جماعت کو نہایت دردناک عذاب دے رہے تھے۔ آپؐ چچا کی عدم موجودگی میں تنہا اور بیکس رہگئے۔ مگر آپؐ کے دل میں مطلق کوئی اضطراب نہ تھا۔ اطمینان قلب کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ سلسلۂ اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب جس کی ریت کا ایک ایک ذرہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا نظر آتا تھا۔ ایک بوستان محبت

بن گیا جس کی شمیم انگیزیاں اب تک دماغوں کو معطر کئے ہوئے ہیں۔ ان مصائب
اور تکالیف کو برداشت کر کے آخر آپ کو وہ کامیابی ہوئی۔ کہ ہر طرف ابر رحمت
ہی سایہ فگن نظر آنے لگا۔ عرب لوگ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے باہم
بھائی بھائی بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی ایک جیتی جاگتی چلتی پھرتی
تصویر بن گئے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً .... الخ ترجمہ اے مسلمانو!
اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور باہم تفرقہ بازی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی اس
نعمت کو یاد کرو۔ جس کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ تم دشمنی اور عناد یا خوفناک
آتشیں گڑھے میں گرنے والے تھے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ
اپنی نشانیاں صاحب عقول کے لئے بیان فرماتا ہے۔ یہ تھا عملی نمونہ
اس رسول پاک کا جسکے حلقۂ اثر میں اس وقت انسانیت کا چوتھا حصہ
اپنی جسمانی، اخلاقی اور روحانی زندگی بسر کر رہا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً

اس مضمون کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم قارئین کرام کی توجہ اس
دعا کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ جو میت کے جنازہ ادا کرتے وقت پڑھی
جاتی ہے۔ اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین سے ہوتا ہے۔ اب آپ
فرض کریں کہ ایک نوجوان کے سر پر سے پدر مہربان کا سایہ اُٹھ گیا ہے
باپ کی نعش ابھی زیر زمین مدفون نہیں ہوئی۔ اسکی امداد و اعانت کا چشمہ
خشک ہو چکا ہے۔ اس کا تصور اس کے سامنے نہایت قبیح شکل میں
اس کے مستقبل کو پیش کر رہا ہے۔ اسکے کندھوں پر اہم فرائض آن
پڑے ہیں۔ اسکی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اس مایوسی، اندوہ اور حزن کے عالم
میں اسکی زبان الحمد للہ رب العلمین کا ورد کرتی ہے۔ اسی وقت اسکے [illegible] منکشف ہو جاتی ہے
اور اسے یقین آجاتا ہے کہ میری ہر قسم کی ربوبیت کرنیوالا نہ کوئی اور ہے وہ تو ایک حاضر و ناظر
ہستی ہے جسے فنا نہیں۔ وہ قادر مطلق خدا ہے جس کی طاقتوں کی انتہا نہیں

مرحوم تو ان بیشمار وسائل میں سے ایک ادنےٰ وسیلہ تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے میری تربیت کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ بے نیاز مولیٰ پھر کوئی اور وسیلہ بنا دے گا پس باپ کی موت ہی میں اسے اپنے اخلاق کی ایک گونہ نشوونما نظر آجاتی ہے۔ وہ اپنی ذاتی مساعی پر بھروسہ کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اسے اپنے آپ پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہوا تمام مصیبتوں کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس ہر ایک مصیبت کے نازل ہونے سے ایک مومن کا ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اور ایمان کی یہ پختگی صرف الفاظ اور عقاید ہی سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ رسول اکرم صلعم کا اسوۂ حسنہ زندگی کے ہر مرحلہ میں مسلم کیلئے مشعل ہدایت بنتا ہے۔ اور وہ دوڑ دوڑ کر اور خوش ہو ہو کر زندگی کی کٹھن منزلیں طے کرتا ہے +

مسیحی سائنس

(ایک صوفی کی قلم سے)

بیماروں کو شفا دینا اور بھوتوں کا نکالنا جناب مسیح کے عہد نبوت کے یہ دو بڑے نشان دکھائی دیتے ہیں لیکن ایسی باتیں اَور وں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور خاص انہیں کے حصہ میں نہیں آئیں کیونکہ بنی اسرائیل کی باقی اولاد بھی اس قسم کا کام کرتی رہی ہے۔ علاوہ بریں یسوع نے ایسی ہی طاقت اپنے شاگردوں کو بھی عطا کی اگرچہ وہ بہت ہی بد اعتقاد تھے چنانچہ مسیح کے اپنے الفاظ ہیں کہ جس کسی میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ پہاڑوں کو ہلا سکیگا۔ یہ سب کچھ ہمیں انجیل سے ملتا ہے۔ اور اس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ہر انسان میں پہاڑوں کو ہلا دینے اور عجائبات دکھلانے کی طاقت موجود ہے۔ دوم مسیح کا خود دوسروں کو طاقت عطا کرنا بھی سراسر بیہودہ اور لاحاصل تھا البتہ ایمان کے ساتھ خاص خاص طرح کے عمل انہیں اصل مدعا اور غرض حاصل کرنے میں مدد دیتے تھے۔ اسی امر کیطرف مسیح کا اشارہ ہے جبکہ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک کوئی چیز بھی بیرون از امکان نہیں ہو سکتی لیکن یہ طاقت عبادت اور روزہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

پس ایمان، روزہ اور عبادت ہی تین ضروری شرائط ہیں جن سے طاقت مطلوبہ حاصل ہو سکتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مسیح نے کس قسم کے ایمان کا ذکر کیا ہے عیسائیوں میں بھی ایک طرح کا ایمان ہے لیکن اس ایمان کا پھل اور نتیجہ جس کا ذکر یسوع نے کیا ہے ہمیں نظر نہیں آتا۔ مسیح کے بعد اس کے حواریوں نے عبادت اور روزے سے اپنے ایمان کو تقویت دی۔ اور ان سے اس قوت کا اظہار ہوا۔ جو مسیح نے انہیں دی تھی لیکن بعد ازاں سچے ایمان کی نشانیاں سب غائب ہو گئیں عیسائیت کی ابتدائی حالت میں بعض پادریوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی قسم کی طاقت کا اظہار کیا لیکن اس زمانہ میں پادری لوگ اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے جھوٹی کہانیاں اور قصے تیار کرنے میں اس قدر مشاق تھے کہ انکے وقت کی تاریخی کتابیں بھی اس قابل نہیں کہ ان پر غور و خوض کیا جائے بہرحال کلیسیا میں متذکرہ صدر طاقت کا نشان نہیں پایا جاتا۔ اور اسکے اسباب بآسانی مل سکتے ہیں یہ بات صاف ہے کہ عمل کے بغیر ایمان کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور چند ایسے مسائل پر اعتقاد رکھنے سے جو ہمیں تمام ضوابط و قواعد سے آزاد کر دے ہماری تمام اعلےٰ اور لطیف قوتیں مردہ اور بے حس ہو جاتی ہیں +

معلوم ہوتا ہے کہ جو مذہب یسوع دنیا میں لایا وہ اس مذہب سے بالکل مختلف تھا جو کلیسیا نے پیش کیا جناب مسیح زندگی کے ان خاص ضابطوں اور اصولوں کو عمل میں لانے پر زور دیتے اور انہیں کو ایمان سمجھتے تھے جنکو انجیلی اصطلاح میں احکام کا نام دیا جاتا ہے لیکن کارپردازان گرجا یعنے کلیسیا انہیں لعنت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ اور ایک خاص قسم کا تراشیدہ اعتقاد کافی قرار دیکر ان احکام کو خیرباد کہتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو جو ایمان ماسٹر یعنے مسیح نے سکھلایا وہ بالکل مرجھا گیا ہے اور اب پھل دینے سے قاصر ہے۔ اور وہ وراثت جو قدیم زمانہ سے نبیوں کے ذریعہ انسان تک پہنچتی رہی تھی بالکل کھوئی گئی ہے زمانہ حال کے لوگوں کے نزدیک یہ صرف قصہ و کہانی کا رنگ رکھتی ہے گویا یہ تاریخ عیسائیت کا ایک واقعہ ہے اور گویا یہ اس قدر مقدس ہے کہ وہ دوبارہ ظہور میں نہیں آسکتا بلکہ اگر کوئی اس قسم کی طاقت حاصل کرنیکی کوشش کرے تو اسکے خلاف پرہیزگار پادری ہر ملک اُٹھتے ہیں۔ اور اپنا جوش خطبوں اور اخبارات کے ذریعہ نکالتے ہیں +

لیکن انسان کی طاقتیں اور قوتیں مر نہیں سکتیں۔ کچھ عرصہ کیلئے اگر وہ نظر نہ آئیں تو موافق حالات پیدا ہونے سے وہ نشوونما پانے لگجاتی ہیں عیسائی مذہب کے عقاید پر ایمان لانے کے بغیر بھی مشرق میں اکثر لوگ بھوتوں کو نکالتے اور بیماروں کو تندرست کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ طاقت انہیں خاص قواعد پر چلنے اور مقررہ طور پر مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے +

اب جبکہ مشرق اور مغرب میں آمد و رفت شروع ہوئی ہے تو آخرالذکر کو اپنی گم کردہ میراث کا خیال پیدا ہو گیا ہے

اور وہ لوگ جو ان حضرت عیسائی مسائل کی پرواہ نہ رکھتے تھے مسمریزم ہیپنوٹزم اور دیگر
اسی قسم کے علوم باطنی کی طرف رجوع کر کے اپنے لئے تسکین ڈھونڈھنے لگے لیکن جن میں
ان مسائل کی طرف سے بے اعتنائی کرنے کی جرأت نہ تھی وہ مسیحی سائنس یا علوم پر عمل پیرا ہو کر
اپنی پیاس بجھانے کی فکر میں ہوئے +

لیکن یہ ہر دو طریق اصل میں ایک ہی ہیں۔ جن لوگوں کو ہیپنوٹزم اور مسیحی سائنس سے واقفیت ہے
اور انکے اصولوں کو جانتے ہیں۔ وہ فوراً کہہ دینگے کہ مشق کرنے کے لئے ان ہر دو کے بنیادی
اصول ایک ہی ہیں۔ قوت ارادی کو مشق سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ اور مقناطیسی طاقت کو بڑھایا
جاتا ہے۔ اس طرح ایک مرید اور مسیحی سائنس کا پیرو ہر دو ایک ہی طرز کی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں +

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کسی خاص مقام پر پہنچنے کیلئے مختلف ذریعے اور مختلف راستے ہیں لیکن
جس راہ سے کم مسافت طے کرنی پڑے وہی نزدیک گنا جاتا ہے۔ اس بات سے کوئی بھی انکار
نہیں کرسکتا کہ ہم سب میں عجیب عجیب قوتیں موجود ہیں جو ترقی پذیر ہیں۔ اور نشو و نما پا سکتی ہیں۔ لیکن
انسانوں کے بڑے بڑے استادوں نے جنہیں پیغمبر یا رشی یا خدا کے فرزند کا نام دیا جاتا ہے ہمیشہ
کچھ طریقے اختیار کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی بھی ہوتی ہے۔ اگر اسکے
بغیر مافوق العادت عجیب باتیں دکھائی جائیں تو وہ شعبدہ بازی اور ہنر کی ذیل میں شمار کیجاتی ہیں۔
اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکہ دیکر ان کی جیبیں خالی بھی کرالی جاسکتی ہیں لیکن برخلاف اسکے اعلےٰ درجہ
کی روحانیت اور اخلاق سے ہماری بڑی بڑی پوشیدہ قوتوں کو بڑھانے اور انہیں جلا دینے میں حد درجہ کی مدد ملتی
ہیں۔ اسی لئے جناب مسیح نے ایمان کے ساتھ عبادت اور روزہ پر زور دیا۔ تاکہ انسانی زندگی کا یہ اعلیٰ مقصد حاصل
ہو۔ مگر اسی بارے میں مسلمانوں کا قرآن مجید ایک مکمل اور بسیط تر کتاب ہے۔ اعتقاد عبادت اور روزہ کے علاوہ اسلام
راست گفتاری صبر عاجزی نیک خلقی انسانی ہمدردی اور رضا بالقضاء کا بھی حکم دیتا ہے اور بعض ایسی باتیں
بھی تجویز کرتا ہے جن کا تعلق جسم سے ہے۔ ہر ایک قسم کے بیمار کو شفا دینا ایک معمولی بات ہے۔ جب انسان کی
روح ترقی کر جائے۔ وہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بعض اوقات خدائی صفات کا ظہور ہوتا ہے
اسلام ہی ہے جو ہر ایک حق کے متلاشی کے لئے اس قسم کی اعلےٰ اور ارفع زندگی کا دروازہ
کھولتا ہے +

لمعات نور المحمدیہ — حضرت رسول کریم صلعم کی مکمل سوانح حیات ... [illegible] ... آنحضرت صلعم پر مختلف حیثیتوں سے [illegible] ... [illegible] جناب کمال الدین صاحب ... [illegible] ... حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ ... حسین صاحب قدوائی ... [illegible] ... صاحب جناب ... ایک ... مصنف ... [illegible] ... قابل دید ہیں اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۲ روپیہ مجلد ۱۰

مروارید ثلاثہ

۱ - علامین نیرہ — حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت - - - - ۱۲ ر

۲ - اسوۂ حسنہ — ر ر زندہ و کامل نبی - - - - ۸ ر

۳ - ام الالسنہ — ر ر زندہ و کامل زبان - - - - ۱۲ ر

ان تین کتابوں میں علے الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں - ہر کتاب میں [illegible] نبی حضرت محمد عربی اور زبانوں میں زبان عربی ہے - علامین نیرہ میں یہ ثابت ہے کہ ... کے مقابل قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے - تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم ... ہے - اسوۂ حسنہ میں انسانی بہبودی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل دکھلایا گیا ہے - ام الالسنہ - ایک جدید تصنیف ہے - جس میں یہ دکھلایا گیا ہے - کہ زبان عربی تمام زبانوں کی ماں اور الہامی زبان ہے +

قرآن عالم کا مذہب — قیمت ۸ ر تفصیل مضامین :- مذہب و سائنس ... [illegible] ... خالق فطرت یعنے انسان کا مذہب ! الہام ایک ضرورت ... [illegible] ... اخلاق توازن جذبات کا نام ہے - روح کی پیدائش اور [illegible] ... کی جان ہے - اخلاق توازن جذبات کا نام ہے - روح کی پیدائش اور ... ایک ... قوت نامیہ ہے ... [illegible] ... مذہب متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے ... [illegible] ... انسان ... [illegible] ... مذہب الہامی ... +

[illegible] — تفصیل مضامین ... دنیا کے ... [illegible] ... [illegible] ... صاحب ... [illegible] ... شہادت کا ... [illegible]

ان کتب کو بھی تصدیق کی ہیشن کی مفصل و مشرح فہرست کتب سوسائٹی زیر کتابت ہے جن احباب کو ضرورت ہو بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ جمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ سُنی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال۔ حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ و ھی الجماعۃ یعنے بہتر آگ میں جائینگے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث اپنے عقاید کا اظہار۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراء و غلو کی مماثلت۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ۔ دنیا میں ضرورت نبوت۔ اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا۔ یہ اس بیگانگت اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں۔ اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہو کر کام کرنیکے لئے تیار کریگی۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو فرو کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں۔ ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت قسم اول عہ قسم دوم ۱۲؍ علاوہ محصولڈاک ہے

درخواستیں بنام خواجہ **عبد الغنی** مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا